

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

بادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت عہ سالانہ — قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)



تصنیفات حضرت مولانا کمال الدین صاحب [illegible]

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ینابیع المسیحیت [illegible]	[illegible]	پیغام اسلام [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	اسلام اور علوم جدیدہ [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]



Mrs Helen Buchanan-Hamilton the new British Muslim sister, whose letter entitled "Why I joined the Muslim Faith" appears elsewhere in this issue, and A Khālique Khān (Nvazai), B A, Naib Imām of the Mosque, Woking, who after rendering five years of selfless service to the cause of Woking Muslim Mission is retiring at the end of the year

١



اشاعت اسلام

جلد ۱۶ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ شعبان المکرم سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۶) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء نمبر (۱)

شذرات

تشریح تصویر:۔ اس ماہ کے رسالہ کو مسز ہیلن بوکنین ہیلمن کی تصویر سے زینت دی جاتی ہے جو کہ ہماری جدید برطانوی نومسلمہ بہن ہیں جن کا خط بعنوان "میرے قبول اسلام کی وجوہات" ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ مسٹر عبدالخالق خاں نیازی بی۔ اے کا فوٹو ہے۔ جنہوں نے پانچسال تک مسلسل اور مخلصانہ اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور اب دسمبر ۱۹۲۹ء کو واپس ہندوستان آرہے ہیں +

میرے قبول اسلام کی وجوہات

بخدمت شریف جناب اڈیٹر صاحب اسلامک ریویو۔

میرے خاندان کے اراکین "کلیسیائے انگلستان" سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر افراد معزز کلیسیائی عہدوں پر بھی سرفراز رہ چکے ہیں لیکن "کلیسیائی عقائد" میری نظر میں کبھی نہ جچے۔ مثلاً کفارہ، الوہیت یسوعؑ شفاعت، اعتراف معاصی اور رسوم مقدسہ یہ تمام باتیں مجھے حضرت مسیحؑ نبی ناصری کی اصلی تعلیمات کے بالکل برخلاف معلوم ہوتی ہیں +

تین سال ہوئے۔ مجھے ایکدفعہ مسجد ووکنگ آنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس طرح مسلمانوں سے واقفیت حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے اس دوران میں مسٹر عبدالخالق خاں نائب امام مسجد کے ساتھ مذہبی مراسلات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور کئی مرتبہ اُن کو ساوتھ سی تبادلہ خیالات کیلئے بھی بلایا۔ اسلامی

اصولوں کی جو تشریح صاحب موصوف نے کی وہ نہایت سلجھی ہوئی اور جدید خیالات کی روشنی میں تھی ۔ اور سب سے زیادہ قابلِ قبول ثابت ہوئی +

اسلامی اصولوں کی بیحد سادگی اور عبادات میں نہایت درجہ خلوص نے میرے دل پر اس بات کا نقش کر دیا کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی اور مذہب نہیں ہے +

راقمہ ہیلن ہوکیسٹن ہیملٹن

نوٹ منجانب اڈیٹر ۔ مسز ایچ ہوکاسٹن ہیملٹن لارڈ کرزن آنجہانی اور سر فرانسس بے آنجہانی کی جو ایک نہایت قدیمی اور معزز خاندان کے نام لیوا تھے جسکے ۔ از سولھویں صدی کے اوائل میں تھیلڈ واقع ضلع اسٹریفورڈ مین صاحب املاک تھے قریبی رشتہ دار ہیں موصوفہ کی تعلیم و تربیت جرمن میں ہوئی ۔ آپ فنون لطیفہ میں مہارت تامہ رکھتی ہیں ۔ اور علاوہ اپنی مادری زبان انگریزی کے جرمن اور فرنچ زبانوں سے بھی واقف ہیں +

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک مفید ترین اضافہ حلقۂ اسلام میں ہوا ہے ۔ جناب مسٹر ونینٹ کیف جو مغربی دنیا میں ایک مشہور آدمی ہیں ۔ جیسا کہ ہماری پچھلی ولایتی ڈاک سے ظاہر ہوتا ہے بطیب خاطر مسلمان ہو گئے ہیں ۔ جن کا اسلامی نام عبد الکریم رکھا گیا ہے +

صاحب موصوف کی قبولیت اسلام نے ہمیں اپنے نظریہ میں اور بھی مضبوط کر دیا ۔ ہمارے اسلامی لٹریچر نے انھیں اسلام کی طرف متوجہ کیا ۔ اسی کے مطالعہ نے انھیں صداقت حقہ پر قائم کر دیا ۔ نشر و اشاعت مسلم لٹریچر کے سوا اور کوئی راستہ جو آسان سے آسان اور کم خرچ بھی ہو اشاعت اسلام کیلئے ہماری سمجھ میں نہیں آتا ۔ گو یہ ہماری لما سال کی درخواست ہے لیکن مغرب میں ہر ایک نئی قبولیت اسلام ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنی دیرینہ درخواست بار بار دوستوں کے سامنے پیش کریں +

اس وقت ایک شاندار کتاب کی تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے سامنے ہے ۔ اُن کی صحت تو اس امر کی مقتضی

نہیں ۔ کہ وہ اس دماغی شغل کو شروع کردیں ۔ لیکن جو شوق جنون کی حد تک پہنچ جائے ۔ تو وہ لاعلاج ہو جایا کرتا ہے چنانچہ اس کتاب کا پہلا باب انگریزی میں لکھا جا چکا ہے ۔ اور اس کا اردو ترجمہ آئندہ ضروری نمبر میں نظر ناظرین ہوگا ۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اس دماغی کاوش کا خمیازہ بھی اٹھانا شروع کر دیا درد اعصاب کا دورہ عود کر آیا ہے ۔ سال گذشتہ بھی درد اعصاب مصائب کا پیش خیمہ ہوئیں ۔ اللہ تعالے سے دعا ہے کہ وہ حضرت خواجہ صاحب کی اس قلبی کیفیت کو کچھ وقت کیلئے تعطل میں لے آئے ۔ ہم تو کہہ کہہ کر تھک گئے ۔ اب ناظرین کرام سے عرض ہے کہ آپ انھیں اس علمی انہماک سے محترز رہنے کیلئے لکھ کر دیکھ لیں ممکن ہے کہ احباب کی تحریر ہماری درخواست سے زیادہ مؤثر ہو سکے ✚

یہ ہم ضرور کہتے ہیں کہ مجوزہ کتاب ایک آزاد منش کو خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو اسلام کی طرف محبت و عزت کے ساتھ مائل کردیگی ۔ آپنے جو بھی بات اس کتاب میں لکھی ہے ۔ اسکی شہادت میں صحیفۂ قدرت کو پیش کیا ہے ۔ لیکن صحیفۂ قدرت کی یہ شہادتیں کسی نیچری اصول پر نہیں بلکہ یہ وہ شہادتیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم نے صاف صاف الفاظ میں کیا ہے ۔ ہمارے علم میں یہ ایک پہلی کوشش ہے ۔ جو خدا کے قول اور فعل میں ناقابل جرح تطبیق دکھاتی ہے ✚

انگلستان میں اشاعت اسلام اور مسلم سیاسیات

اشاعت گذشتہ میں اس موضوع پر حضرت خواجہ صاحب نے اظہار خیالات کیا ہے ۔ اس مضمون پر آپنے ایک عجیب بات لکھی ہے جو قابل غور ہے ہمیں حقائق اور پیش آمدہ واقعات سے آنکھیں بند نہ کرنی چاہئیں ۔ ہماری سیاسی قسمت ہی ابھی ہیں نہ رکھ سکتی ہے ۔ اور اب یہ بطور پر قسمت برطانوی قوم کی پبلک رائے سے وابستہ ہے برطانوی گورنمنٹ کا کوئی نکتہ خیال ہو ۔ لیکن وہاں کی رائے عامہ جو چاہے گورنمنٹ سے کرا لیتی ہے ہندو بھائیوں نے جو چند سال سے ہم پر تفوق حاصل کر لیا ہے ۔ اسکی حقیقت حضرت خواجہ صاحب نے اس علم کی بنا پر کھولی ہے جو انھیں ولایت میں رہ کر حاصل ہوا ۔ وہاں کی رائے میں اس وقت ہی بات موجود ہے جو ہندو بھائیوں کیلئے مفید ہے اور جو ہمیں تباہی کی طرف لیجائیگی ۔ یہ رائے گذشتہ پچاس سالوں میں پیدا کی گئی ۔ ہندو بھائیوں نے اسکا تا کوشش کی ۔ اور وقتاً فوقتاً ان کے نمائندے پبلک اور پرائیویٹ رنگ میں مسلسل کوشش کرتے رہتے اس کا علاج کہ وہاں کی پبلک رائے ہمارے لئے مفید ہو ۔ اور اس کا راستہ جو حضرت خواجہ صاحب نے

تجویز کیا ہے۔ اسکی صحت اور مقبولیت پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ ہم کیوں لندن تک رقم بھیجیں۔ ہم کیوں نہ اُن لوگوں کو مسلمان کریں۔ ان کے مسلمان ہونے پر ان کی یہ رائے لانا ہمارے لئے مفید ہو گی +

ذیل کا ایک محترم دوست کا عنایت نامہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا +

۱۱ دسمبر ۱۹۲۹ء روز چہارشنبہ از ڈاکخانہ سید پیراون -

بخدمت منیجر صاحب رسالہ اشاعت اسلام۔ السلام علیکم۔ بربنائے مضمون خواجہ صاحب مندرجہ پرچہ رسالہ بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء جس کی سرخی انگلستان میں اشاعت اسلام اور مسلم سیاسیات ہے۔ میں نے پڑھا۔ میں نے کوشش سے بدقت تین خریداران پرچہ مذکور بہم پہنچائے ہیں۔ وہ لوگ براہ راست آپ کو تکلیف دینگے۔ و انکی پرچہ کی ماہ فروری سنہ ۱۹۳۰ء میں دینگے۔ میرا ہمیشہ سے یہی خیال تھا۔ اور ہے۔ کہ موجودہ مسلمانوں سے بجز خانہ جنگی اور فرقہ بندی کے کچھ نہ ہوسکیگا۔ اور مابین برادران ہنود و مسلمانان اتفاق کا ہونا قطعاً تا محال ہو رہیں۔ اور ہماری سیاسی حالت کوئی شک نہیں کہ انگلستان کی اشاعت اسلام ہی میں ہے۔ بشرطیکہ اس میں خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے برکت دے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کو صحت کامل و عاجل عطا فرمائے بطفیل اپنے حبیب صادق المصدوق کے فقط۔ والسلام

راقم آثم۔ کمترین جمیل الدین

شکریۂ احباب

میں تہ دل سے اُن احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے فی الفور میری اپیل کی طرف توجہ فرمائی اپیل سے میری مراد ریزرو فنڈ (یعنی سرمایہ محفوظ متعلقہ مسلم مشن ووکنگ) ہے۔ گو یہ دونوں ماہ اس کام از حد مبارک ہیں کیونکہ زکوٰۃ و خیرات کیلئے انھیں موزوں ترین وقت خیال کیا گیا ہے لیکن جس بات نے میرے دل کو تشکر و امتنان سے معمور کر دیا۔ وہ وہ فوری لبیک ہے۔ جو میری آواز پر آئی۔ ہمارے سامنے گو ایک مشکل مہم ہے۔ یعنی چند لاکھ روپیہ کو مشن ووکنگ (انگلستان) کے سرمایۂ محفوظ کی مد میں جمع کر لینا لیکن دس کروڑ مسلمانوں میں اگر اوسطاً پانچ روپیہ فی کس کبھی دینے والے پیدا ہو جائیں۔ اور ان میں وہ بھی شامل ہوں۔ جو ایک روپیہ یا کچھ آنے دینے والے ہیں۔ تو ایک لاکھ آدمی کی ضرورت ہے +

ذیل میں ان احباب کے اسمائے گرامی بصد شکریہ دیئے جاتے ہیں:-

۱- جناب محمد محفوظ الکریم صاحب ناگپور	۵ روپیہ	
۲- جناب عبدالرحیم خاں صاحب مردان	۱۴ — ۱۲	"
۳- جناب محمد جان صاحب چنیوٹ	۲۵	"
۴- " محمد سراج الحق صاحب شہر گورکھپور	۵	"
کل میزان	۹۴ — ۱۲	

مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء
عزیز منزل - لاہور

خادم - خواجہ کمال الدین

کوڑیوں
کے مول جواہر ریزے

رسالہ "اشاعت اسلام" کی پرانی جلدیں
جولائی ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۸ء تک بہ
قیمت ایک آنہ فی پرچہ کے حساب
سے مندرجہ ذیل پتہ پر منگوائیں۔

دفتر رسالہ "اشاعت اسلام"
برانڈرتھ روڈ - لاہور

عامۃ النّاس کا مذہب

ہمارا خیال ہے کہ عوام کا مذہب اس درجہ سادہ اور عام فہم ہونا چاہیئے کہ موٹی سے موٹی عقل کا آدمی بھی اس کے اصولوں کو بآسانی سمجھ سکے۔ لہٰذا اسمیں الٰہیات کے پیچیدہ مسائل مُطلق نہ ہونے چاہئیں جن کی وجہ سے وہ عوام کی فہم سے بالاتر ہو جائیگا۔ آج عام طور پر ایک مزدور پیشہ انسان یہی سمجھے ہوئے ہے۔ کہ مذہب صرف اتوار ہی کے دن کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ زندگی بھی ان کیلئے ہے۔ جو اسے پسند کریں۔ وہ بذات خُود اپنی زندگی بغیر کسی مذہبی احساس کے بسر کرتا ہے۔ یا اگر یہ احساس موجود ہو تو کم از کم وہ اس کو عملی جامہ نہیں پہناتا۔ لیکن یہ قصور اس مذہب کا ہے جو مغرب میں مروج ہے۔ جس کی تعلیمات اس درجہ عقل کو حیران کرنیوالی ہیں۔ کہ عوام الناس کو اُن سے دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایسی غیر مانوس اصطلاحات میں بیان کی گئی ہیں۔ کہ سوائے پادریوں کے طبقہ کے اور کوئی شخص سمجھ نہیں سکتا۔ نہ قائم اُٹھا سکتا ہے مثلاً ظاہر ہے کہ عام آدمی نہ نکاح پڑھا سکتے ہیں۔ نہ "نماز جنازہ" یہ اور اسی قسم کے دوسرے فرائض شرعی صرف ایک خاص طبقہ کے لوگ انجام دے سکتے ہیں۔ جنہیں پادری کہتے ہیں علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عوام الناس گرجوں میں جاتے ہیں۔ اور وہاں تمام خلاف عقل عقاید پر خاموشی کے ساتھ تقریریں سُنتے ہیں۔ حالانکہ وہ باتیں انکی سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن نہ وہ سوال کر سکتے ہیں۔ نہ اپنے قلوب کو اطمینان دے سکتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ طرز عمل سفاہت کی انتہا ہے۔ مجھے افریقہ اور دیگر ممالک میں مختلف مناظر دیکھنے کا اتفاق ہُوا ہے۔ ذاتی دلچسپی کی وجہ سے میں اُن کے متعلق صدہا سوالات کئے ہیں۔ اور اپنے معلومات میں اضافہ کیا ہے۔ یہ بات مذہب میں کیوں روا نہیں رکھی گئی؟ اور جب کوئی شخص بذات خُود غور و خوض کرنا شروع کرتا ہے۔ تو "لوگ" اُسے کافر اور بے دین کیوں کہنے لگتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ پادری لوگ اپنی ذاتی اور علمی کمزوریوں سے واقف ہیں؟ ان کا فرض ہے۔ کہ علانیہ میدان میں آئیں۔ اور ایک ایک کر کے اُن کے مسائل پر ہمارے ساتھ گفت و شنید کریں جن کو وہ دن رات گرجے میں کھڑے ہو کر انسانی نجات کے لئے ضروری قرار دیتے رہتے ہیں۔

اگرچہ "نجات" کی تعریف مختلف طریقوں میں کی گئی ہے۔ تاہم نجات کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس لئے نجات کے متعلق ہمیں کافی غور و فکر کی ضرورت ہے ہم سوال کرتے ہیں۔ کیا کوئی مذہب ایسا ہے جس نے خدائے واحد کو رب العالمین قرار دیا ہو۔ اور تمام بنی نوع آدم کو ایک سلک اخوت میں منسلک کیا ہو۔ جملہ اوہام کا خاتمہ کیا ہو۔ ذات پات اور نسل کو کسی قسم کا درجہ نہ دیا ہو۔ جو تعلیمات کے لحاظ سے سادہ تاہم الہامی ہو۔ اور اپنے ضمیر پر کسی قسم کا بار ڈالے بغیر ہم اس پر عامل ہو سکتے ہوں؟

اگر کوئی مذہب ایسا ہے۔ تو وہ بذات خویش مذہب کہلائے جانے کا مستحق ہے اور مجھے ایک ایسے مذہب کا علم بھی ہے۔ اور اسی لئے میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ عنقریب وہ زمانہ آئیگا جبکہ اسلام ہی دنیا کا مذہب اور عنصر غالب ہو گا۔ اسلام میں بحث و فکر کی کامل آزادی ہے۔ اور کسی مذہبی جماعت کے سامنے تسلیم خم کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ شرائط مذکورہ بالا سب کی سب اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے یہ مذہب عامۃ الناس کیلئے لائق اختیار ہو سکتا ہے۔ میں اپنے احباب سے بصد ادب بصد ادب گزارش کروں گا۔ کہ وہ اُن دقیانوسی باتوں کو اپنے دلوں سے نکال دیں۔ کہ وہ مذہبی امور میں سوالات کرنے سے کافر ہو جائینگے، خصوصاً اُن عقائد کے متعلق جن کو چوتھی صدی عیسوی کے انسانوں نے دوسروں کے لئے وضع کیا تھا۔ اور یاد رکھیں۔ کہ بیسویں صدی کے لوگ ہر بات کو تحقیق کے بعد قبول کر سکتے ہیں۔ امور اختلافی اور اتحادی کے متعلق خاموشی سے ساتھ غور کیجیے اور محبت کے ساتھ گفت و شنید، اور یقیناً ایسا کرنے کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچینگے۔ کہ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو آپ کے منشاء دلی کو بطرز احسن پورا کر سکتا ہے۔ یہ مذہب وہ ہے جسمیں "اسرار" اور "رموز" کا نہ ذکر ہے نہ اُن کی گنجائش، ہاں دُنیا کے ہر ملک کے ہر انسان کیلئے کامل ہدایت اور مکمل دستور العمل حیات ہے+

قرآن مجید کا فوق الفطرت پہلو

القرآن اور جدید نظریات و اکتشافات علم ہیئت

ترجمہ مضمون جناب سید مقبول احمد صاحب بی۔ اے

مناسب ہے کہ شروع ہی میں اس مضمون سے متعلق اپنی محدود معلومات کا اعتراف کردوں جس پر ان سطور میں اظہار خیال کروں گا یعنی میں ہیئت سے بحیثیت فن اسی قدر ناواقف ہوں۔ جس قدر میرے ناظرین میں سے اکثر و بیشتر عربی زبان اور قرآن مجید سے۔ ایک عامی کی حیثیت سے میں کیپلر اور بطلیموس کے نظریات میں صرف معمولی طور پر امتیاز کرنے کی لیاقت رکھتا ہوں لیکن جس بات کو میں اور دوسرے لوگ جو میری طرح علم ہیئت سے ناواقف ہی سہی، بخوبی جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ آسمان بلور یا موم جامہ کا ساختہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ زمین چپٹی اور دریائی منزل ہے۔ اس کی سقف آسمان اور زیرین حصہ طارطاس یورپ میں پندرھویں صدی تک تسلیم کیا جاتا تھا۔ ایک نئے آسمان کے نظریہ کے ساتھ ساتھ ایک نئی زمین کا نظریہ لازمی طور پر پیدا ہوگیا۔ اور زمین کی گولائی سے یہ خیال بتدریج پیدا ہوا۔ کہ وہ فضا میں سیر کر رہی ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں حال ہی میں دریافت ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلعم یا آپ کے صحابہؓ سے یہ علم متعلقہ ارض و سماء منسوب نہیں کیا جاسکتا نتیجہ یہ نکلا کہ محمدؐ سے قرآن" نے اگر علم ہیئت پر کچھ بیان بھی کیا ہو تو وہ سراسر ناواقفیت پر مبنی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ مسئلہ زیر بحث کا یہ پہلو کسی شخص کے کتب سماوی پر اعتقاد کی نہایت سخت آزمائش قرار دیا جاسکتا ہے لیکن میرا خیال ہی ہے کہ متعصب لوگ ضرور اُن کتب کے الفاظ کی ایسی ہی تاویلات کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جیسی ہمارے ہندو دوست بعض وید منتروں کو تحقیقات جدیدہ سے مطابق کرنے میں کیا کرتے ہیں +

علاوہ ازیں اگر بائیبل سے متعلق جس میں لکھا ہے۔ کہ جب جوشوا بنی اسرائیل کی رہنمائی کر رہا تھا۔ تو آفتاب ساکن ہوگیا تھا۔ جو علم ہیئت کے زاویہ نگاہ سے ناممکن ہے۔ کوئی شخص یہ اعتقاد ظاہر کرے۔ کہ وہ آسمانی کتاب ہے۔ تو پھر وہ کتاب جو قدامت کا دعوےٰ کرے منجانب اللہ تسلیم کی جاسکتی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ کوئی کتاب اس مرتبہ کی طالب نہیں نظر آتی اگرچہ کتب سماوی کے معتقدین اس قسم کے خیالات کو دل میں جگہ دیئے ہوئے ہوں لیکن صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے زائد از صد مقامات پر اپنے ماخذ اور اصل کا اعلان

کیا ہے۔ پس اس کے متعلق امر تنقیح طلب یہ نہیں۔ کہ کون شخص قرآن کو آسمانی کتاب کہتا ہے بلکہ یہ کہ قرآن مجید کو کتاب آسمانی کیوں کہا جاتا ہے +

پس غور کیجئے کہ قرآن مجید میں قدیم **یونانی فلسفہ** کی متابعت میں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ آسمان اک ٹھوس جسم ہے۔ اور ستارے اسمیں جڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ اک رقیق اثیری فضاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ ہماری زمین اور دوسرے سیارے اس فضا میں گردش کر رہے ہیں۔ اب قرآن مجید کی ان آیات کا معائنہ کیجئے:۔

پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے جوڑے سب چیزوں کے اس چیز سے کہ اگاتی ہے زمین اور جانوں اُن کی سے اور اُس چیز سے کہ نہیں جانتے۔ اور نشانی ہے واسطے اُنکے رات، جس کو نکالتے ہیں ہم دن سے پس ناگہاں وہ آنیوالے ہیں بیچ اندھیروں کے اور سورج چلتا کہ اس کے واسطے مقرر ہے۔ یہ ہے اندازہ غالب اور علیم خدا کا۔ اور چاند کو مقرر کر دیں ہم نے اُن کی منزلیں۔ یہاں تک کہ ہو جاتا ہے مثل پرانی کھجور کی شاخ کے +

نہیں سورج لائق ہے۔ اس کے کہ پا لیوے چاند کو، اور نہ رات آگے نکلنے والی ہے دن سے اور سب ستارے بیچ آسمان کے چلتے ہیں۔ اور نشانی ہے واسطے اُن کے یہ کہ اُٹھایا ہم نے نسل اُن کی کو بیچ کشتی بھری ہوئی کے۔ اور پیدا کیا ہم نے واسطے اُنکے مانند اُس کشتی کے جو سوار ہوتے تھے اُس پر (سورت ۳۶ آیت ۳۶ تا ۴۲)

پہلی آیت سے ماہرین علم الارض، علم الکیمیا، علم الحیوۃ اور علم البرق، بہت کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں اس جگہ اُن سے کوئی تعرض نہیں۔ اگر وہ ابھی تک اس حقیقت سے آشنا نہیں ہیں۔ کہ تمامی مخلوقات میں نر و مادہ پائے جاتے ہیں (مقناطیس اور برق میں منفی اور مثبت کہہ سکتے ہیں) تو لازم ہے۔ کہ وہ اپنے سب سے بڑے علماء سے مشورہ کریں۔ اور یقیناً اُنھیں اس مختصر سی آیت میں بہت کچھ مواد غور و فکر کے لئے ملیگا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اہل عرب ان حقائق سے بالکل بیخبر تھے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ اُنھیں بعض درختوں میں نر و مادہ کا علم تھا۔ لیکن یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے۔ کہ اُنھیں برق مثبتہ اور منفیہ کے متعلق کوئی معلومات نہ تھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے اس مبحث سے قطع نظر کرتے ہوئے پھر قرآن مجید کی طرف آئیے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ "سورج اپنے مستقر یعنی محور پر گردش کرتا ہے"۔ لفظ "مستقر" غور طلب ہے۔ اس کے معنے ہیں جائے مقررہ کے اس کی صند "مدار" یعنی گردش گاہ ہے۔ غرضکہ سورج اپنے مستقر پر گردش کرتا ہے۔ اب سائنس تیوریل

پہلے عرب میں ایسی بات کا اعلان کرنا اس زمانہ سے کس قدر عجیب ہے !!! اب ہم ان الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ "و کل فی فلک یسبحون" اور یہ سب فضا میں گردش کناں ہیں۔ "یہ سب" سے مراد چاند اور دوسرے سیارے ہیں۔ کسی شے کا "آسمان" میں گردش کرنا بتاتا ہے کہ آسمان ٹھوس چیز نہیں۔ بلکہ رقیق مادہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا عرب کے لوگ اس سماے اثیری سے واقف تھے؟ اس کے بعد آخری آیت غور طلب ہے"۔ اور نشانی ہے اُن کے واسطے کہ ہم اُن کے بچے جہازوں میں اُٹھاتے ہیں۔ اور جس طرح اس سیارہ کے لوگ جہازوں میں سوار ہوتے ہیں۔ اسیطرح آلات باربرداری وہاں بھی ہیں۔ یہ بات کہ سیاروں کے بچے جہازوں میں سوار ہوتے ہیں بظاہر اک عجیب سا ادعا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کیلئے ہمیں آیندہ زمانہ کا انتظار کرنا چاہئے جبکہ ساکنانِ ارض "متموج اثیری کی بدولت مریخ" اور مشتری سے سلسلۂ مخابرات قائم کرلینگے +

واضح ہو کہ ان آیات کا مطلب بیان کرتے میں میں نے کسی جگہ الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے مطلب کے موافق نہیں بنایا ہے۔ قرآن شریف کی آیات متذکرہ بالا ہر شخص کے سامنے ہیں اور جو چاہے اصل سے مطابقت کرکے خود معنی بیان کرسکتا ہے +

آیئے اب پھر اس کرۂ خاکی کی طرف رجوع کریں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ زمین گول ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ اسے چپٹی خیال کرتے تھے، پہاڑ حدود اربعہ خیال کئے جاتے تھے۔ جن پر آسمان قائم تھا۔ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے لامحالہ یہی نتیجہ نکلیگا کہ اس زمانہ کے لوگ مشرق اور مغرب کو واحد ہی تصور کرتے ہونگے۔ کیونکہ مشرق اور مغرب میں کثرت کا خیال اسی وقت پیدا ہوگا۔ جبکہ ہم زمین کو گول تسلیم کریں۔ قرآن نے یہ نہیں بتایا۔ کہ زمین گول ہے یا چپٹی کیونکہ اس کا مقصد جغرافیہ تعلیم کرنا نہیں ہے۔ ہاں ضمناً ایسی بات بھی بیان ہوگئی ہے۔ جس سے اس مسئلہ پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کیا قرآن میں یہ نہیں لکھا کہ زمین پھیلی ہوئی ہے۔ اور پہاڑ مثل میخوں کے ہیں۔ جو زمین کو اس کی جگہ پر قائم رکھتے ہیں؟ ہاں لکھا ہے لیکن کون شخص اس کی صحت پر اعتراض کرسکتا ہے؟ کیا زمین کا اُبھرا ہوا حصہ جو ہم دیکھتے ہیں چپٹا نہیں معلوم ہوتا؟ اور جہاں تک ہماری نگاہ جاتی ہے۔ دو تین سو میل تک یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ پگھلے ہوئے مادہ پر مٹی کی موٹی سی تہ جمی ہوئی ہے؟ اور پہاڑوں کی وجہ سے مٹی کی تہ ضرور اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ اور جبکہ ایسا نہیں ہوتا تو زلزلہ محسوس ہوتا ہے +

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ قرآن مجید نے زمین کے گول ہونے کا نقشہ بھی صدیوں پہلے کھینچ دیا تھا۔ اور مشرق ہی نہیں۔ بلکہ مشارق سے بھی خبردار کردیا تھا۔ ملاحظہ ہو

"یقیناً تمہارا خدا ایک ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔ اور جو کچھ ان کے مابین ہے۔ اس کا بھی اور رب المشارق بھی ہے" (۳۷ : ۴ تا ۶)

بیشک خدا رب المشارق ہے۔ وہ نیو یارک، گرینچ، کلکتہ، پیکنگ، منیلا اور ٹمبکٹو غرض کہ سب کا خدا ہے۔ اور اس کے مشارق متعدد اور مختلف ہیں +

"(وہ اللہ) رب المشرقین اور رب المغربین ہے۔ پس تم اپنے رب کی کون کون سی خوبیاں جھٹلاؤ گے (سورۂ رحمٰن ۵۵ : ۱۷ و ۱۸)

ان دو مشرقوں اور مغربوں سے یا تو ہم موسم سرما اور موسم گرما کا عروج مراد لے سکتے ہیں۔ یعنی ۲۱ جون اور ۲۲ دسمبر جبکہ سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن واقع ہوتا ہے۔ اور آفتاب خط استوا سے انتہائی دوری پر دور ہوتا ہے۔ اور یہ بات اس وقت کے عربوں کے ذہنوں میں کبھی نہ آئی ہوگی یا نصف کرہ کے دوسری جانب دوسرا مشرق اور دوسرا مغرب +

آنحضرت صلعم کی طرز تکلم اور شگفتگی خاطر

گفتگو میں آنحضرت صلعم دوسروں سے فصیح اور رواں واقع ہوئے تھے۔ عموماً آپ کی باتیں مختصر اور شیریں ہوتی تھیں۔ آپ ہمیشہ چند الفاظ میں اپنا مطلب ادا فرما دیتے تھے۔ آپ کی گفتگو ایسی مربوط اور مسلسل ہوتی تھی جیسے موتیوں کی لڑیاں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "آنحضرت صلعم تم لوگوں کی طرح زیادہ گو نہ تھے۔ آپ کم بولتے تھے۔ لیکن تم لوگ بہت سے الفاظ استعمال کرتے ہو۔ آپ گفتگو میں تھوڑے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ اور چند لفظوں میں مطلب بیان فرما دیتے تھے۔ اور عموماً آپ کلیات استعمال فرماتے تھے۔ جن کے معانی میں نہ کمی کرتے تھے نہ بیشی۔ اور الفاظ آپ کے منہ سے ایسے نکلتے تھے جیسے موتیوں کی لڑی۔ دوران گفتگو میں آپ وقفہ بھی دیتے جاتے تھے۔ تاکہ سامعین آپ کے کلام کو ذہن نشین کر سکیں۔ آپ کی آواز کافی بلند تھی۔ اور لہجہ سب لوگوں سے شستہ اور پاکیزہ تھا۔ آپ عادتاً خاموشی پسند تھے

اور بلا اشد ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ آپ نے کبھی کوئی ناشائستہ کلمہ مُنہ سے نہیں نکالا، اور غصہ کی حالت میں بھی سوائے راستی کے اور کوئی بات ادا نہ فرماتے جو شخص کریہہ الفاظ استعمال کرتا۔ آپ اُسکی طرف سے مُنہ پھیر لیتے۔ اگر بدرجہ مجبوری آپ کوئی ناخوشگوار بات کہتے بھی تو کنایہ میں آپ کی موجودگی میں کوئی شخص دخل در معقولات کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ نصیحت نہایت سنجیدہ طور سے فرماتے جب کوئی سچا خیرخواہ کسی کے بھلے کی بات کہتا ہے جس دام کی موجودگی میں آپ زیادہ تبسم فرماتے تھے، جن کی باتیں بعض اوقات آپ کیلئے باعث تعجب اور جاذب توجہ ہوتی تھیں۔ آپ کبھی اس زور سے خندہ نہ فرماتے کہ کھلیاں دکھائی دے جائیں۔

مسجد ووکنگ میں موجودہ مسیحیت پر ایک تنقیدی نظر

موجودہ مسیحیت متھرا ازم کا دوسرا نام ہے

گذشتہ یکشنبہ کو سہ پہر کے وقت ایک لیکچر موسومہ اسرار کلیسائی اور مذہب یسوع کے دوران میں امام مسجد ووکنگ نے، موجودہ مسیحیت کے ماخذ کے متعلق عجیب و غریب نظریے پیش کئے۔ حاضرین کی تعداد خاصی تھی۔ اور بہت سے غیر مسلم انگریز بھی شریک تھے +

پہلے مختصر سی دُعا کی گئی۔ اس کے بعد تلاوت قرآن بعد ازاں امام مسجد نے تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو شاید یہ بات عجیب معلوم ہو کہ مسلمان یسوع مسیح کے پیغام آسمانی پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اُن کو انبیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ اور جس طرح آنحضرت صلعم کی عزت کرتے ہیں۔ اسی طرح اُن کی بھی۔ چونکہ دونوں ایک ہی شریعت لائے تھے۔ اسلئے من حیث نبوت مسلمان اُن دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے بعض اوقات ہم کلیسائی تعلیمات پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اس لئے بعضوں کو یہ بات مستلزم اجتماع ضدین معلوم ہوگی۔ کہ میں نے اس موضوع کو تقریر کے لئے کیوں منتخب کیا +

یہ بات مسلم ہے۔ کہ اگر اناجیل مروجہ سے معجزات اور معجزات قسم کے امور خارج کر دئے جائیں

تو یسوع کے سوانح حیات صرف چار پانچ صفحات میں سما سکتے ہیں۔ اور اُن میں بھی ایک طالب حق کو کافی ہدایت مل سکتی ہے۔ لیکن موجودہ مسیحیت جو آجکل مروج ہے۔ بالکل مختلف نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ یسوع مسیح خدا کی توحید کے قائل تھے۔ اور جب ایک فریسی نے آپ سے خدا کے متعلق سوال کیا تو آپ نے نہایت صاف الفاظ میں توحید باری کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد لیکچرار نے پہاڑی وعظ میں سے اقتباسات پڑھ کر سنائے جن کا مقصد یہ تھا کہ لوگ خطاوار ہمسایوں سے اُلفت رکھیں لیکن موجودہ کلیسیا نے حقائق کی تردید بھی کی ہے۔ اور انھیں مبہم بھی کر دیا ہے۔ اور جدید کتاب الدعا میں احکام عشرہ کو احکام ستہ کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے +

آدم اور حوا کا گناہ

ہمیں بتایا جاتا ہے کہ گناہ انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اور وہ اپنے پہلے والدین یعنی آدم اور حوا کے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آدم اور حوا کے گناہوں کی سزا ہمیں کیوں ملے؟ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کرے زید اور بھرے خالد؟ اس کے بعد امام موصوف نے اُن امور کی صراحت کی جو پہلی دو صدیوں میں داخل مسیحیت ہو گئے تھے۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جو کچھ بُت پرستوں کے مذاہب میں موجود تھا۔ وہ سب مسیحیت کا جزو بن گیا۔ مثلاً مسیح ۲۵ دسمبر کو پیدا نہیں ہُوا تھا۔ یہ تو سورج کے دیوتا کی پیدائش کا دن ہے۔ اسی طرح ممکن ہے۔ اسے مصلوب کیا گیا ہو۔ لیکن گڈ فرائیڈے کو وہ یقیناً مصلوب نہیں ہُوا تھا ممکن ہے۔ وہ مر کر جی اُٹھا ہو۔ لیکن ایسٹر سنڈے کو ایسا نہیں ہُوا۔ موجودہ مسیحیت کو یسوع سے کوئی تعلق نہیں، ان کی تعلیم تو سب ہبا ءً منثورا ہو چکی ہے۔ اور جو باتیں آج مدار ایمان بنی ہوئی ہیں۔ وہ سب کی سب متھرازم سے ماخوذ ہیں +

تحریک جدید کے داخل کلیسیا ہونے کے متعلق امام موصوف نے فرمایا۔ کہ بشپ آف برمنگھم، کلیسیائی اسرار سے سخت دلبرداشتہ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے علانیہ طور پر اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ یہ تمام اسرار جو آج ارکان مذہب بنے بیٹھے ہیں۔ در اصل بُت پرستوں کے مذاہب سے لئے گئے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ صلیب میں کی چیز جو آج

عیسائی لوگ کرتے ہیں، یسوع کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے بھی موجود خلائق تھی؟ ہم مسلمان ان مشرکانہ باتوں سے اس لئے ناراض ہوتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح کا مقدس نام ان باتوں سے بدنام ہوتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصنیف "ینابیع المسیحیت" سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ناظرین پر امام موصوف کے دعاوی کی صحت منکشف ہو جائیگی۔ اس کتاب پر انگلستان میں بھی بہت عمدہ ریویو کیا گیا ہے۔ اور اس میں اسرار کلیسائی اور مذہب شمس پرستی کے مابین مطابقت کُلّی کی اور بہت سی نظائر بھی موجود ہیں۔ جن کا مطالعہ دلچسپی اور فائدہ سے خالی نہ ہوگا +

"متھرا ایزم ایران سے آیا۔ جہاں کہ چھ سو سال تک یہ مذہب خوب پھل پھول چکا تھا۔ اور یہیں سے مشرق روم میں پہنچا رفتہ رفتہ تمام سلطنت رومہ میں شائع ہو گیا۔ حتٰے کہ انگلستان میں بھی جا داخل ہوا۔ چنانچہ پارک چیسٹر اور دیگر مقامات میں اس مذہب کے قدیم آثار دستیاب ہوئے ہیں۔ متھرا کو لوگ خدا اور مخلوق کے مابین شفیع اعظم یقین کرتے تھے۔ اور وہ ایک پہاڑی غار میں ۲۵ دسمبر کو پیدا ہوا تھا۔ اس کی ولادت بغیر باپ کے ظہور میں آئی تھی۔ اس نے دُور دراز ممالک کا سفر بھی کیا تھا۔ اس کے بارہ شاگرد تھے۔ اور وہ انسان کی خدمت کرتے کرتے وفات پا گیا۔ مدفون ہونے کے بعد قبر سے زندہ جی اُٹھا۔ اور لوگوں نے اسکے حیات ثانی پر بہت خوشیاں منائیں۔ ان میں دو تہوار موسم سرما میں کرسمس اور موسم گرما میں ایسٹر بہت مشہور تھے۔ اسے لوگ "منجی" کہتے تھے۔ اور عموماً معصوم برہ کی شکل سے تعبیر کرتے تھے۔ لوگ اس کے مذہب میں بپتسمہ پاکر داخل ہوتے تھے۔ اور "مقدس ضیافت" اس کی یادگاری کے طور پر کھائی جاتی تھی۔ ممکن ہے کہ ان تصریحات کو پڑھ کر موجودہ ناظرین تعجب اور حیرت کا شکار ہو جائیں۔ اور اُن کی متحمت پر شک کرنے لگیں۔ کیونکہ جب وہ اناجیل مروجہ میں یسوع کے حالات پڑھینگے تو سراپا مطابقت

پا گئے لیکن تعجب کی کوئی وجہ نہیں۔ اگرچہ اب متھرا ایزم کا وجود نہیں ہے لیکن تیسری صدی عیسوی میں اس کو اس قدر فروغ حاصل تھا۔ کہ اگر روما اور اسکندریہ میں اس کا استیصال مکمل نہ کر دیا جاتا، جیسا کہ سینٹ جیروم نے تسلیم کیا ہے۔ کہ عیسائیوں نے متھرا ایزم کو بزور تیغ صفحہ ہستی سے نابود کر دیا، تو یقیناً مسیحیت کے فروغ کے لئے کوئی موقعہ نہ تھا اور یہ مذہب ناپید ہی ہو جاتا جبکہ اس کے بہت سے عقائد اور خلاف عقل اصول مسیحیت میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اس قدر کثرت سے کہ طرطولین جیسے بزرگ حامی مسیحیت کو بھی دبے الفاظ میں اس بات کا اعتراف کرنا پڑ گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ اہل علم متھرا ایزم اور مسیحیت کو ایک ہی چیز جانتے ہیں۔ صرف ناموں کا فرق ہے۔ اگرچہ سینٹ جیروم وغیرہ کو یہ مشابہت اور مماثلت بہت حیران کرتی تھی لیکن انھوں نے ازراہ دانائی یہ مشہور کر دیا۔ کہ یہ مماثلت شیطانی فعل ہے۔ تاکہ سچے مومنوں کو تکلیف پہنچے، شیطان ہمارے مذہب حقہ کا مذاق اُڑاتا ہے +

کیا خُدا تعالیٰ موجُود ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا موجود نہیں ہے لیکن مسلمان صدق دل سے ایک قادر مطلق پر ایمان رکھتے ہیں جو اس کائنات کا خالق اور رب ہے قرآن مجید جو خدا کا کلام ہے ان الفاظ میں انسانوں کو خطاب کرتا ہے: وہ خدا ہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ اور آسمانوں سے پانی برسایا اور تمہارے کھانے کیلئے پھل اُگائے۔ اور اُس نے جہازوں کو تمہارا مطیع بنایا تاکہ تم اسکے حکم سے ان کو سمندر میں چلاؤ، اُس نے دریاؤں کو تمہارا مطیع بنایا اور اسی نے چاند اور سورج کو تمہارا خادم بنایا، جو ہر وقت گردش میں ہیں۔ اسی نے دن اور رات کو تمہارا فرمانبردار بنایا، اور جو چیز تم اس سے طلب کرتے ہو وہ تمہیں عنایت کرتا ہے۔ اگر تم خدا کی مہربانیوں کا شمار کرنے لگو، تو شمار نہیں کر سکتے۔ یقیناً انسان متعصب اور ناشکرا ہے +

مسٹر سی ایف اینڈریوز مسیحی مشنری کی زبان سے

اسلام کی خوبیوں کا اعتراف

نوٹ منجانب اڈیٹر } یہ کہنا سراسر غلط ہی کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی ہے حقیقت حال یہ ہی۔ کہ محاربات صلیبیہ کے زمانہ میں بھی جبکہ عیسائی جماعتوں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے بغض اور عداوت بھری ہوئی تھی۔ اور مسیحی سپاہی تلواریں اور برچھے لیکر اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور اسلامی بہادروں کو دعوت جنگ دے رہے تھے۔ اس وقت بھی عین میدان جنگ میں اسلامی اخلاق دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا رہے تھے۔ اس دعوے کی شہادت میں گزشتہ نمبر میں ناظرین نے پڑھا ہوگا۔ کہ کارزار صلیبی کے ختم ہو جانے کے برسوں بعد ہی رچرڈ شاہ انگلستان سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی تعریف میں رطب اللسان رہا۔ اور اس تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں بھی جبکہ سرزمین یورپ میں اسلام غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا تھا۔ اور ہر طرف تعصب اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ کارلائل انگلستان میں اور گوئٹے جرمنی میں ایسے اخلاقی بہادر موجود تھے۔ جنہوں نے اپنی اپنی واقفیت کے لحاظ سے اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا +

اسی طرح بعض مسلمانوں میں جو یہ خیال جاگزیں ہوتا جاتا ہے۔ کہ موجودہ تہذیب و تمدن کے مقابلہ میں اسلام بیکار ثابت ہوتا جاتا ہے۔ وہ بھی سراسر غلط ہی۔ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اور بالکل برعکس۔ تہذیب جدیدہ تو اسلام کی خوبیوں اور محاسن ہی کو ظاہر کریگی اور اور نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کریگی +

علاوہ اسلام اپنی کامیابی کے لئے نہ کسی ترک کا دست نگر ہے نہ کسی افغان کا محتاج ہے

اسکی ذاتی خوبی اور عمدگی تعلیمات اور رفعتِ نصب العین بذاتِ خویش ایسے ذرائع ہیں جن کی مدد سے وہ خود بخود مہذب دنیا اور اس کے تعلیمیافتہ افراد سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے چنانچہ مسٹر اینڈریوز جو ایک یورپین عیسائی پادری ہیں اسلام کی خوبیوں کے اعتراف میں عذب البیان ہیں +

"جب میں آنحضرت کی بعثت مبارکہ اور آپکے اعلانِ توحید باری بکلمہ لا الہ الا اللہ" کے وقت میں عرب کے گرد و نواح کے ممالک کے حالات پر غور کرتا ہوں۔ جبکہ ہر جگہ باہمی منافقات اور تنازعات برپا ہو رہے تھے۔ اور ایک طرف سلطنت روما الکبریٰ اور دوسری طرف سلطنتِ فارس اشاعت توحید میں زبردست رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں۔ جب میں ان تمام باتوں کا خیال کرتا ہوں تو واقعی طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ پیغمبر عرب نے لوگوں کو ایک نئی دنیا اور نئی الہامی نعمت عطا کی"۔ مسٹر اینڈریوز

اسلام کا نصب العین

"مجھے ہمیشہ اس حقیقتِ کبریٰ کا احساس ہوا ہے۔ اور یہی میرے استادوں نے بھی مجھے بتایا ہے کہ اسلام کا مرکزی عقیدہ جو مثل اس قطب ستارہ کے ہے۔ جس کے گرد ساری دنیا گردش کرتی ہے۔ توحید باری تعالیٰ ہے۔ اس بنیادی عقیدہ کی بنا پر جو کچھ واقعات رونما ہوئے ان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات مجھ پر ظاہر ہو گئی کہ پیغمبر عرب صلعم اس عقیدہ پر کامل ایمان رکھنے ہی کی بدولت باوجود کثرت عقاید مختلفہ، اصنام پرستی و عقاید مشرکانہ اس زمانہ میں جبکہ تاریکی اور جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی ان تمام دشواریوں، مشکلات، مصائب عسرت، اخلاس، خطرات، وساوس اضطرات اور پریشانیوں کا مردانہ وار کامیاب مقابلہ کر سکے جن کے درمیان وہ عرصہ تک محصور رہے۔ اور نفس الحقیقت تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔ کہ یہ عقیدہ اسلام کی روح رواں اور بنیاد اساس و لین ہے۔ اور تا قیام قیامت ایسا ہی رہیگا۔ اور جب میں آنحضرت صلعم کی بعثت مبارکہ اور آپکے اعلان توحید باری بکلمات لا الہ الا اللہ کے وقت میں عرب کے گرد و نواح کے ممالک کے حالات پر غور کرتا ہوں۔ جبکہ ہر جگہ باہمی منافقات اور تنازعات کا بازار گرم تھا

اور ایک طرف سلطنت رومۃ الکبرےٰ اور دوسری طرف سلطنتِ فارس اسلام کی توحید کی اشاعت میں زبردست رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں۔ جب میں ان تمام باتوں کا خیال کرتا ہوں تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے دنیا کے لوگوں کو واقعی ایک نئی دنیا اور نیا الہام عنایت فرمایا" +

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ایک حقیقت کبرےٰ ہے جو سینکڑوں سالوں سے ثابت شدہ چلی آرہی ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ یہ عقیدہ آنحضرت صلعم کا محض ایک نظری یا علمی عقیدہ نہ تھا۔ اور اسے فلسفیانہ عقیدہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس صداقت پر آپؐ کا زندہ ایمان تھا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ نظری عقیدہ اور زندہ ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ محض فلسفیانہ خیال میں، جو صرف دماغ تک محدود رہتا ہے، اور اس ایمان میں جس کی بناء پر انسان اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہی وہ زبردست حقیقت ہے جس کی طرف میں ناظرین کی توجہ منعطف کرنی چاہتا ہوں۔ کہ توحید باری تعالیٰ پر آپؐ کا ایمان محض علمی نہ تھا۔ بلکہ عملی بھی تھا۔ اور یہی عملی ایمان آپؐ نے اپنے متبعین کو عنایت فرمایا۔ اور جب تک آپؐ کے پیرو یعنی مسلمان اس عقیدہ پر قائم رہینگے جو کہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا ہے، مثل اس قطب ستارہ کے ہے۔ جس کے گرد دنیا گردش کرتی ہے، اس وقت تک یہ لوگ دنیا کو ایک بڑی دولت اور نعمت سے سرفراز کرتے رہینگے +

اس عقیدہ کی ایک قابل ملاحظہ مثال یہ ہے۔ کہ جب میں اب سے تین سال پہلے جنوبی افریقہ میں تھا تو اس عقیدہ کا ایسا زبردست ثبوت ملا کہ اس سے بڑھ کر ملنا دشوار ہے۔ گورنمنٹ نے ہر ہندوستانی کو جسے وہ نکال سکتی تھی۔ جنوبی افریقہ سے نکال دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور وہ ایسا قانون پاس کر رہی تھی۔ جس کی رو سے بقول واضع قانون جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کا عنصر اقل درجہ رہجائیگا۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جنوبی افریقہ سے ہر شخص کو خارج کیا جاسکتا تھا۔ یہ قانون پاس ہونے کے اس درجہ قریب آگیا۔ کہ جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہونے کے لئے سرکاری کاغذات میں مندرج ہو گیا۔ اور اسکے معنی یہ تھے۔ جب ارکان مجلس چاہتے اس مسودہ کو پاس کرنے کیلئے زیر بحث لاسکتے تھے۔

اور اگر وہ وزیر آجاتا تو پاس یقینی طور پر ہو جاتا ۔ کیونکہ تمام جماعتیں اس مذموم قانون کو پاس کرنے کے لئے رضامند تھیں +

غرضیکہ ہم لوگ ایسی مصیبت سے دوچار تھے جس سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت ہمارے لیے ممکن نہیں ہو سکتی تھی اور واضح ہو کہ جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی کثرت ہے اور آج بھی اس مجلس کا نقش میرے دل پر تازہ ہے ۔ جو ڈربن میں منعقد کی گئی تھی ۔ اور جس میں مسلمان بکثرت شریک ہوئے تھے ۔ اور اُن کے لئے یہ مصیبت سب سے زیادہ خوفناک تھی ۔ کیونکہ نہ صرف انہی کیلئے بلکہ اُن کی اولاد و احفاد و املاک و اموال سب کے لئے دائمی عذاب کی صورت درپیش تھی +

انّ اللّٰہ معنا

مجھے اس مجلس میں تقریر کرنے کیلئے بلایا گیا ۔ اور میں نے اُن کے سامنے اُن کے رسول صلعم کی تصویر کھینچی ۔ جبکہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مکہ کے باہر غارِ ثور میں پوشیدہ تھے ۔ میں نے کہا " مسلمانو اپنے نبیؐ کے ان الفاظ کو یاد کرو جو آپؐ نے ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے فرمائے تھے جبکہ ان پر ہراس غالب ہو چلا تھا ' اور اُنھوں نے عالم یاس میں آپؐ سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہم تو صرف دو ہی ہیں ۔ اور دشمن بہت ہیں " ۔ آپؐ نے فرمایا " اے ابوبکر ہم دو نہیں ہیں ۔ بلکہ تین ہیں ' خدا بھی تو ہمارے ساتھ ہے ' اور جب خدا ہمارے ساتھ ہے ۔ تو ہم ہزار ہا دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں " ۔ آپؐ نے خُدا کی توحید پر زندہ ایمان رکھنے کا ثبوت ' ان غیر فانی الفاظ سے ہم پہنچا دیا ۔ یہ عقیدہ محض آپؐ کا نظریہ نہ تھا ' کیونکہ اس وقت آپؐ کی زندگی فی الحقیقت خطرہ میں تھی ۔ اور نہ محض فلسفہ ہی تھا ۔ لوگوں کی رُوح اور جوش نے تمام دشواریوں کو فتح کر کے چھوڑا ۔ چنانچہ جس وقت میں نے آنحضرت صلعم کے الفاظ ان لوگوں کے سامنے دُہرائے تو اُن کو سُن کر اُن میں اس قدر جوش اور زندگی پیدا ہوئی ۔ کہ تمام مجمع اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھا ۔ مجھے ایسا محسوس ہوا ۔ کہ ان لوگوں کا ایمان بھی خدا پر ویسا ہی ہے ۔ جیسا کہ اُن کے رسولؐ کا تھا ۔ اور یہ ایمان اسی ایمان کا نتیجہ تھا ۔ جو اب سے صدیوں پہلے آپؐ نے دُنیا کو عطا کیا تھا ۔ اور اسی زندہ ایمان کی

بدولت جس کا نظارہ ہم نے اس زمانہ میں دیکھا۔ وہ قانون جو پاس ہونے والا تھا، پاس نہ ہو سکا۔ اور نہ آیندہ کبھی پاس ہوگا" +

اخوت فی الاسلام

" میں اُن تمام محاسن کو اس وقت مفصل طور پر بیان کرنے کیلئے وقت نہیں پاتا جو اسلام کے متعلق میرے دل میں موجود ہیں۔ لیکن صرف ایک نصب العین کا اور ذکر کروں گا۔ اور اس کے متعلق بھی صرف دو یا تین باتیں گوشگذار کروں گا۔ عقیدہ توحید باری کیساتھ ساتھ دوسرا اہم اسلامی اصول" اخوت فی الاسلام" ہے یعنی ہر شخص اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے۔ اسلامی اخوت نے نسل اور رنگ کے امتیازات کو اس درجہ مٹا دیا ہے۔ کہ آجتک دُنیا میں کوئی مذہب اس معاملہ میں اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ اور زیر خنجر بھی اس کا اعتراف کروں گا۔ کہ مسیحیت میں بھی اخوت کی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن نہ صرف جنوبی افریقہ میں بلکہ۔ جہاں۔ جہاں مسیحی حکومتیں اور گرجے اور کلیسائیں پائی جاتی ہیں۔ اُن تمام مقامات میں نسلی اور لونی امتیازات مسیحیوں کی رگ رگ میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور نہایت شرم اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان کی اس حرکت مذمومہ اور ذہنیت سافلہ کی وجہ سے مسیح کا نام ہر جگہ اور ہر روز بدنام ہوتا ہے +

میں روزمرّہ مشاہدہ کرتا ہوں۔ کہ جب کوئی شخص خواہ وہ کسی قوم، نسل، رنگ یا ملک کا ہو اسلام قبول کرتا ہے۔ تو فوراً سب مسلمانوں کا بھائی ہو جاتا ہے۔ اور سچ مچ اسلامی اخوت کے دائرہ میں آجاتا ہے +

عید کے موقعہ پر میں اکثر مسلمان دوستوں کے گھروں پر گیا، موں یہ ایک سعید تقریب ہے۔ جو ماہ صیام کے اختتام پر سالانہ منعقد ہوتی ہے اس میں سب سے بڑی خوبی جو مجھے نظر آئی یہ ہے۔ کہ عید کی صبح کو ادنےٰ سے ادنےٰ خادم اپنے آقا سے بغلگیر ہوتا ہے۔ گویا ان میں کوئی امتیاز

ہی نہیں ہے۔ اور یہ مُعانقہ اخوت اسلامی کا نشان ہے +

اور اسی موقعہ پر اسی گھر میں مجھے بھی آقا اور خادم دونوں نے گلے لگا کر مسرور اور محظوظ ہونے کا موقعہ دیا ہے +

پس درحقیقت یہ ہیں وہ خوبیاں جنہیں اسلام نے اس دُنیا میں قائم کیا ہے اس نے نسلی اور لونی امتیازات کو قطعاً مٹا دیا ہے۔ اور "توحید باری" کے عقیدہ کو مسلسل زندہ اور تر و تازہ رکھا ہے +

منشیات طلاق اور جسمانی حیثیتی

قرآن مجید کی اڑسٹھویں سورت ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم دوات اور قلم پر غور کرو اور اس پر جو ان کے ذریعہ سے لکھا جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے تم دیوانے نہیں ہو۔ اور یقیناً تمہارے لئے ایسا انعام مقدر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا +

اس آیت شریفہ میں قرآن مجید ہماری توجہ ایک ایسے امر کی طرف مبذول کرتا ہے۔ جو بیک وقت خیال آفرین بھی ہے۔ اور مدلل بھی۔ یعنی اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ قرآن مجید ہمیشہ تمام دنیا کی کتابوں میں جو لکھی گئی ہیں یا آیندہ لکھی جائینگی۔ اک فوق العادت درجہ حاصل کرے گا اور ان جملہ کتب سے ہمیشہ یہی ثابت ہوتا رہیگا۔ کہ آنحضرت صلعم جن پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ مجنون یا دیوانے نہ تھے۔ غور کیجئے قرآن کا یہ دعوے کوئی معمولی دعوے نہیں ہے۔ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ آنحضرت صلعم کی تعلیم کی اہمیت عالم آشکارا ہوتی جاتی ہے۔ اک زمانہ وہ بھی تھا۔ جبکہ نہ صرف آپ کے ہموطن بلکہ دیگر ممالک کے لوگ بھی آپ کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ اب تو آپ کی تعلیمات کی خوبیاں اور آپ کے پیغام کی صداقت روز بروز ثابت ہوتی جاتی ہے۔ اور علانیہ تسلیم بھی کی جانے لگی ہیں اور جہاں کہیں لوگوں کے عقاید سابقہ باطلہ اور اوہام رذیلہ کی بیخکنی کے لئے کوئی منظم کوشش کی جاتی ہے۔ وہاں اس حقیقت کا ظہور بہ آسانی ہوسکتا ہے +

محکمۂ حفظانِ صحت کے کارکنوں کی سالانہ مجلس میں ڈاکٹر لیونارڈ ہل ناظم شعبہ علم التشریح الاعضا متعلقہ جامعہ قومی برائے تحقیقاتِ طبی لندن' نے جو اپنے بلیغ خطبۂ صدارت میں اس امور کی طرف اشارہ کیا ہے سو جس سے آنحضرت صلعم کی اس عزت کے جس کا وعدہ قرآن نے ترقی علم کے ساتھ مشروط کیا ہے' اثبات میں بڑی حد تک معاونت ہوتی ہے ۔ ڈاکٹر موصوف نے فرمایا ۔ کہ طبی تحقیقات کی رو سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے ۔ کہ شراب خواہ قلیل مقدار ہی میں کیوں نہ ہو خاص جب بحالت اشتہا پی جائیگی تو عقل و فہم اور جسمانی چستی کو زائل کریگی ۔ اسلئے موٹر ڈرائیوروں اور ہوائی جہازرانوں کے لئے خصوصاً مضر ہے ۔ خیال تو یہ ہے ۔ کہ شراب پینے سے جسم میں چستی و چالاکی پیدا ہوتی ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے ۔ کہ انضباط اعضا میں خلل انداز ہوتی ہے ۔ اور عقل پر قابو نہیں رہتا +

ان تصریحات کی روشنی میں جو تعلق طلاق کو شراب سے ہے ۔ وہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے ۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مختلف ریاستوں کے اعداد و شمار طلاق' قبل حکم امتناع خمر کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے ۔ کہ زیادہ تر طلاقیں محض شرابخوری کی وجہ سے عمل میں آئیں ۔ مسٹر ولیم گیمبل' سابق جج عدالت متعلقہ امور خانگی شیکاگو' طلاقوں کے اسباب کے اظہار کے سلسلہ میں لکھتے ہیں ۔ کہ حکم امتناعی سے پیشتر ۷۵ فیصدی قطع تعلقات شرابخوری کا بلاواسطہ یا بالواسطہ نتیجہ ہوتے تھے ۔ اور ۴۶ فی صدی مقدمات محض شرابخوری کی وجہ سے دائر ہوتے تھے +

غرضیکہ اسی رنگ میں ہم جس حکم قرآنی کو بھی اٹھا کر دیکھیں یہی پائیں گے کہ بجائے معطل غیر مفید یا بیکار ہو جانے کے جیسا عموماً دوسرے مذاہب کے اصولوں اور تعلیمات کا حال ہے ۔ اسلامی اصول دن بدن مفید اور سچے ثابت ہوتے جاتے ہیں +

جمہوریۂ سوویٹ میں اتوار کی تعطیل کی بندش

اس بات پر ہمارا کامل اعتقاد ہے۔ کہ جب جب دنیا کے لوگ اپنے معاملات دنیوی کی اُستواری کے لئے کوشاں ہونگے تب تب اُن کو فضول رسموں کو دور کرنا' اور انکی جگہ اسلامی اصولوں کو رائج کرنا لازمی امر ہوگا۔ اور اس ہمارے خیال کی جو بعضوں کو عجیب سا معلوم ہوگا۔ کیونکہ وہ یقینی طور پر اسلام سے ناواقف ہونگے۔ سوویٹ حکومت کے اس فعل سے تائید ہوتی ہے' جو اتوار کی تعطیل کا طریقہ ترک کرنے میں اس سے سرزد ہُوا ہے۔ یہ وہ دن ہے۔ جو بہتوں کی نظر میں اس لئے محترم ہے۔ کہ وہ لوگ اپنی غیر معقولیت کی بناء پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ خدا نے چھ دن متواتر کام کرنے کے بعد ساتویں دن آرام کیا تھا۔

جو لوگ یورپ کے لوگوں کی موجودہ سیاسی' تمدنی یا مذہبی آفتاد طبع سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اُن تمام اصلاحات کی تہ میں جو زمانۂ حال کے غیر متوازن یورپی نظام میں جاری کی گئی ہیں وہی مقصد نہاں ہے۔ جس کے حصول کی خاطر آج سے چودہ سو برس پہلے اسلام نے ان اصلاحات کو اپنے نظام کا جزو لاینفک بنایا تھا۔ مگر فرق یہ ہے کہ اسلام میں ان اصلاحات کو فوری اور دائمی کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن ترقی یافتہ اور مستق یورپ میں یا تو جزوی کامیابی ہوتی ہے۔ یا نتائج نہایت تباہ کن نکلتے ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُن کے نفاذ میں افراط کا پہلو غالب آجاتا ہے۔ جو غیر مآل اندیشانہ نوعیت پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن جب تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ تو پھر ان میں مناسب قطع برید کر لی جاتی ہے۔ اور اس طرح ان کی نوعیت اور حیثیت وہ نہیں رہتی جو اسلام میں ہے مثال کے طور پر سرمایہ داری کے انسداد کو لیجئے جس کا سہرا ان بالشویکوں کے سر ہے لیکن تجربہ بتاتا ہے۔ کہ موجودہ نظام عالم' سرمایہ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا پس مجبور ہوکر بالشویکوں نے بھی سرمایہ کے انفرادی ملکیت کے اصول کو ترک کر دیا۔ اور اب جو صورت موجود ہے

وہ بعینہٖ وہی ہے۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے تلقین فرمائی تھی یعنی رفتہ رفتہ ہم لوگ ذاتی املاک کے تحفظ کی اہمیت کو محسوس کرتے جاتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ ان پر ایک حد تک سرکار کو بھی حقوق حاصل ہیں۔ اگر اس اصول کو اسلامی تعلیمات کے موافق اختیار کیا جاتا تو ترمیم و تنسیخ کی تکالیف سے نجات یقینی طور پر ملجاتی اور نہ اُن مصائب اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا جو ہر نئے کام میں لاحق ہوتی ہیں۔ اسلام میں ذاتی املاک کو بڑی حد تک محترم گردانا گیا ہے۔ اور غیر کو اس پر مالکانہ اختیار نہیں دیا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی حکومت ملکی کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ دوسروں کے فائدہ کیلئے اس جائداد پر ٹیکس مقرر کر دے۔ علاوہ بریں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں صرف اراضی ہی ایسی شے تھی جو ذریعہ پیداوار سمجھی جاتی تھی۔ لیکن وہ قومیت کے رنگ میں رنگین تھی۔ اور اگر آنحضرت صلعم آج دوبارہ اس دنیا میں تشریف لے آئیں تو آپ تمام مظاہر فطرت مثلاً دریا، پہاڑ، صحرا، کانیں، معدنیات، بجلی وغیرہ کو قوم کی مشترکہ ملکیت بنا دینگے، اور اجارہ داری کو یکلخت ممنوع قرار دیدینگے۔ تمام عظیم الشان کاموں کو حکومت سے متعلق فرما دینگے۔ تا کہ قوم یکساں طور پر اُن سے مستفید ہو سکے۔ کیونکہ تمام قدرتی پیداوار قوم کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اس پر صرف چند آدمیوں کو تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے +

قطع نظر ان امور سے ذرا یہ تو ملاحظہ فرمائیے کہ اس اصلاحی قدم اٹھانے میں کتنی دقتوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اگرچہ اس اصول میں تجربہ کے بعد ترمیم بھی کر دی گئی ہے۔ تاہم بار بار وہی سوال از سر نو پیدا ہوتا ہے کبھی اس شکل میں کبھی اس شکل میں۔ کبھی تو زیادہ اُجرت طلب کی جاتی ہے۔ کبھی کارخانوں میں ہڑتال شروع ہوتی ہے۔ کبھی بادشاہی رسم کو بند کر کے اُس کی جگہ ایک مختار مطلق قائم کیا جاتا ہے۔ مطلب ان تمام مظاہروں سے وہی ہے۔ کہ عامۃ الناس یہ نہیں چاہتے۔ کہ دولت صرف چند لوگوں میں منحصر رہے۔ اور جماعت کے مختلف طبقات میں اس قدر شدید امتیازات پائے جائیں +

اسی طرح ہم جانتے ہیں۔ کہ اتوار کی تعطیل کو بند کرنے کے نتائج بھی ناخوشگوار پیدا ہونگے، بعض عیسائی، جمہوریہ سوویٹ کے اس فعل کو بنظر اشتباہ دیکھینگے۔ اور

اس کو مداخلت فی الدین خیال کرینگے لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ قانون مذہبی مداخلت کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہاں اگر مذہب اور تحکمانہ عقاید پر مبنی مسیحیت کو مترادف خیال کرلیا جائے۔ تو شاید بحث کیلئے کچھ گنجائش نکل سکے۔ یہ بھی ہے۔ کہ سوویٹ کے اس فعل سے وہ لوگ بیدار ہوجائینگے۔ جن کو ابھی تک مسیحیت کے عقاید کی کمزوریوں سے کماحقہٗ واقفیت نہیں ہے +

اسلام بھی سوویٹ حکومت کی طرح کسی دن کو مقدس قرار نہیں دیتا۔ کہ اس دن کوئی دنیاوی کام قطعاً نہ کیا جائے۔ لیکن پھر بھی بخلاف سوویٹ ہر دن کو خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کرتا ہے۔ اور اس حیثیت سے مقدس سمجھتا ہے۔ چنانچہ جمعہ کے متعلق قرآن یوں فرماتا ہے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے۔ تب ذکر خدا میں جلدی کرو۔ اور اتنی دیر کے لئے داد و ستد ترک کردو۔ اگر تم جانو تو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے لیکن جب نماز ختم ہوجائے۔ تو پھر منتشر ہوجاؤ۔ اور اس زمین میں اللہ کا فضل (یعنی ذریعہ معاش) تلاش کرنے لگو۔ اور خدا کو بکثرت یاد کرو۔ تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو" (سورۃ الجمعہ آیات ۹ و ۱۰) +

جمعہ کی نماز اس لئے فرض کی گئی ہے۔ کہ ہر ہفتہ شہر کے تمام مسلمان مسجد جامع مسجد میں اکٹھے ہوکر ایک دوسرے سے مل سکیں۔ اور باہم تمدنی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی رنگ میں تبادلہ خیالات کرسکیں تاہم مساجد میں روزانہ حاضری بھی ویسی ہی مفید قرار دی گئی ہے۔ بہرکیف جمعہ کو ایسا مقدس نہیں سمجھا گیا کہ اس روز مسلمان کوئی دنیا کا کام نہ کرسکیں۔ یا پاک دلچسپیوں میں بھی حصہ نہ لے سکیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔ کہ اسلام میں مسلمانوں کے لئے کوئی دن تعطیل کیلئے نہیں ہے۔ ایسے دن بھی ہیں۔ اور ہونے بھی ضروری ہیں۔ لیکن عیسائیوں کی طرح ان دنوں کو کوئی تقدس مذہبی حاصل نہیں ہے +

فی الجملہ یہ بات بھی ہمارے اس دعوے کی مؤید ہے کہ دنیا آہستہ آہستہ اسلام کے اصولوں کی طرف آرہی ہے +

نئے عہد نامہ میں آنحضرت صلعم کا ذکر مبارک

بقلم پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب ۔ بی ۔ ڈی

نمبر (۱)

فرشتوں کا سلام اور آپ کے اسم پاک احمدؐ کی بشارت دینا

سیدنا مسیح کی ولادت کے ضمن میں، دو انجیل نویسوں نے دو نہایت غیر معمولی واقعات اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں۔ متی نے مجوسیوں کی آمد کے عنوان سے ایک داستان سپرد قلم کی ہے جن کی رہنمائی ایران سے لے کر بیت اللحم تک ایک خاص ستارے نے کی۔ اور وہ اُس مقام تک پہنچ گئے جہاں نوزائیدہ لیٹا ہوا تھا، جس کی پرستش نہایت خلوص کے ساتھ اُن لوگوں نے ادا کی۔ اور سونا خوشبو اور بخور بطور تحفہ کے دیا۔ مشرق سے عقلمند آدمیوں کے آنے کی یہ مجمل حقیقت یا روایت ایک ایسا افسانہ ہے جس میں سجائے خود چھ سات معجزات شامل ہیں جو صرف مسیحی کلیسیا ہی کی اختراعات ہیں۔ اور وہی ان پر ایمان بھی لا سکتی ہے کلیسیا نے اُن مجوسیوں کے نام بھی محفوظ رکھے ہیں جو شاہ کیسپر کی قیادت میں الہام ربانی سے مشرف ہوئے تھے۔ اور ان کو معلوم ہوا تھا کہ بیت اللحم میں جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ خدا بھی ہے معصوم برہ بھی ہے۔ اور بادشاہ بھی ہوگا، اور اسی لئے اُنھوں نے اُسے الوہیت کے لحاظ سے بخور، بطور قربانی مدفون ہونے کے لئے خوشبویات اور بادشاہ ہونے کے لحاظ سے سونا مقرر کیا تھا۔ یہ بات کہ یہ آتش پرست مجوسی یا کالدیہ کے نجومی ایک ستارہ کی رہنمائی میں اس قدر طویل سفر کر کے آئے، اور بیت اللحم پہنچ کر ستارہ کو کھو بیٹھے یا یہ بات کہ بیت اللحم کے باشندے اور وہاں کا حاکم ہیرودیس تینے بادشاہ کی ولادت کی خبر سُن کر کانپ گئے۔ یا یہ بات کہ صرف ملاکی نبی کی غیر معروف تحریر (۵ : ۲) ہی سے اس مولود کے جائے قیام کا پتہ لگ سکا۔ یہ بات کہ مجوسیوں کو خدا نے خواب میں یہ خبر دیدی تھی کہ دوبارہ ہیرودیس کے پاس نہ جانا ایسی حیرت انگیز ہے۔ کہ صرف مسیحی اوہام پرستی ہی ان پر ایمان رکھنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

اوران شاہی مسافروں کا قافلہ بیت المقدس سے چند میل آگے بڑھا۔ تو وہ ستارہ جو غائب ہو گیا تھا، پھر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور انھیں ٹھیک اس مقام پر لیجا کر کھڑا کر دیتا ہے جہاں نوزائیدہ یسوع ہوا تھا۔ اس معجزہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس قدر طویل سفر ایران سے لے کر بیت اللحم تک اس قدر جلد ختم ہو گیا کہ بچہ اس وقت تک اصطبل ہی میں تھا۔ (لوقا ۲: ۴ تا ۷) دوسرا معجزہ جو پیدائش مسیح سے متعلق ہے یہ ہے۔ کہ اگرچہ مولود کے متعلق ہیرودیس کے دربار میں اس قدر گفت و شنید ہو چکی تھی۔ اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو اس بات کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ لیکن کسی کو یسوع کے گھر کا پتہ معلوم نہ ہوا۔ اور اس عجیب ناواقفیت کی بدولت ہزارہا شیر خوار بچوں کا قتل عام وقوع میں آ گیا۔ تیسرا معجزہ یرمیاہ نبی کی پیشگوئی (یرمیاہ ۳۱: ۱۵) کا پورا ہونا قرار دیا جاتا ہے جس میں راحیل کو اپنے اسرائیلی خاندان کے بچوں کے قتل عام پر روتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ لیکن یہ واقعہ رآما کا ہے۔ بیت اللحم کا نہیں ہے جو ولادت یسوع سے سات سو برس پہلے وقوع پذیر ہوا تھا جبکہ راحیل کے خاندان کو اسیریا کی قید میں جانا پڑا تھا۔ اور جب یعقوب (راحیل کے خاوند) مصر میں گئے تو وہ مر چکی تھی۔ متی نے جس کے علاوہ اور کوئی شخص اس تاریخ سے واقف نہیں معلوم ہوتا، یہ نہیں بتایا۔ کہ شاہ کیسپر اور اس کے ہمراہیوں پر بیت اللحم کی زیارت اور بچے کے دیدار کا اثر کیا پڑا۔ آیا وہ لوگ اس بات پر ایمان لے آئے تھے۔ کہ ابن مریم بادشاہ ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو پھر ایران نے مسیحیت کو اس قدر آزار کیوں پہنچایا۔ حتٰے کہ اسلام نے ساتویں صدی میں اس ملک کو فتح کر لیا؟ اور بعد ازاں تمام ملک مسلمان ہو گیا۔ کیا پھر یہ نتیجہ صحیح نہیں کہ ایران کے لوگوں کو ان مجوسیوں نے یسوع کے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی؟ اگر دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فاتح فوج نے؟

یسوع کے پاس کسی مجوسی کی آمد سے قطعی انکار کرنا اس وقت میرا مقصد نہیں ہے بلکہ اسبات کو دکھانا چاہتا ہوں کہ کلیسیا نے معمولی واقعات کو مبالغہ آمیز پیرایہ میں بیان کیا ہے اور ان سے مافوق العادت خواص منسوب کئے ہیں۔ اسی طرح لوقا نے اپنی انجیل میں ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کیا ہے جس رات یسوع پیدا ہوا، بعض گڈریئے رات کے وقت صحرا میں گلہ چرا رہے تھے

آسمانی فوج ملائکہ نے ان لوگوں کو "منجی" کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔ اور یہ آواز بلند یہ گیت گایا:
"آسمان پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر امن و امان اور لوگوں میں باہم صلح" یہ مشہور فرشتوں کا گیت جو عموماً مذہبی رسومات کے موقعہ پر تمام گرجوں میں گایا جاتا ہے۔ یونانی انجیل کا بھونڈا سا ترجمہ ہے۔ جو نہ معتبر ہے نہ مستند کیونکہ اس سے ہمکو اس زبان کے الفاظ کا کچھ پتہ نہیں لگ سکتا۔ جس میں فرشتوں نے یہ گیت گایا ہوگا۔ اور جسے یہودی گلہ بانوں نے سمجھا ہوگا۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ آسمانی فوج نے اس گیت کو گلہ بانوں ہی کی زبان میں گایا ہوگا۔ اور ان کی مادری زبان یونانی یا لاطینی نہ تھی۔ بلکہ عبرانی کی ایک شکل تھی جسے آرامی کہتے ہیں +

خدا، ملائکہ، جنت، انبیاء سب کے اسما ہمیں سامی زبانوں (عبرانی آرامی عربی) ہی میں الہام کئے گئے ہیں۔ پس یہ خیال کرنا کہ فرشتوں نے ان لوگوں کو یونانی زبان میں گیت سنائے ہونگے جس سے وہ لوگ قطعاً ناواقف تھے، ایسا ہی ہے۔ جیسے یہ یقین کرنا کہ فرشتوں کی اک فوج نے کردستان کے لوگوں کو جاپانی زبان میں گیت سنائے!

ایک فرشتہ کا بیت اللحم کے ادنیٰ گلہ بانوں کے سامنے ظاہر ہو کر ان کو ایک بڑے نبی کی پیدائش کی خوشخبری دینا، اور آسمانی گیت کو صرف انہی لوگوں کا سننا اور مغرور کاہنوں کا اس اطلاع سے قطعاً بیخبر رہنا۔ یہ تمام باتیں ان محیر العقول کارناموں میں سے ہیں جن سے بنی اسرائیل کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ حالانکہ اس قصہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جسکو اس قدر متضاد سمجھا جائے۔ کہ اسکی وجہ سے اس واقعہ کا اعتبار نہ کیا جائے۔ کسی نبی یا خدا کے راستباز بندے کو فرشتہ دکھائی دے سکتا ہے اور بغیر اس بات کے کہ دوسروں کو علم ہو، وہ اس شخص کو خدا کا پیغام بھی پہنچا سکتا ہے۔ چونکہ وہ گلہ بان راستباز لوگ تھے۔ اس لئے وہ اس عطیۂ الٰہی کے مستحق خیال کئے جا سکتے ہیں۔ پس مذہبی نقطۂ خیال سے اس واقعہ میں جس کا ذکر لوقا نے کیا ہے، کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے۔ اس واقعہ کا لکھنے والا نپے تلے الفاظ استعمال کرنیوالا ہے۔ اور اپنی تحریر اور بیانات میں بہت محتاط واقع ہوا ہے، اور کل انجیل میں نہایت شستہ یونانی زبان استعمال کی گئی ہے۔ یہ بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس نے یہ انجیل تمام حواریوں کی وفات کے بہت دنوں بعد لکھی تھی، اور اس نے یسوع اور اسکی بشارت کے متعلق بہت سی تصانیف کا بغور مطالعہ بھی کیا تھا، یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ اسے مجوسیوں والے

فسانہ کا بھی ضرور علم ہو گا۔ اور اس نے قصداً اس کا تذکرہ اپنی انجیل میں نہیں کیا۔ اُن پہلے چار فقرات میں جن سے اس انجیل کا آغاز ہوتا ہے صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ حواریوں نے جن کو وہ (لوقاؔ) "کلام کے عینی شاہد اور مبلغ" کے لقب سے یاد کرتا ہے، بذاتِ خود یسوع کے سوانح عمری قلمبند نہیں کئے بلکہ زبانی روایات لوگوں تک پہنچائی تھیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ لوقا کی انجیل کا ماخذ "وہ کہانیاں" ہیں۔ جو اُس کے زمانہ میں اُن لوگوں نے تصنیف کی تھیں جنہوں نے حواریوں کی زبان سے یسوع کے سوانح سُنے تھے۔ یا اُن لوگوں نے جو اُن واقعات کے عینی شاہد تھے۔ نیز یہ کہ لوقا نے اُن تمام روایات کا مطالعہ بامعانِ نظر کیا تھا۔ اور صرف ان باتوں کو درج کتاب کیا جو اُسکی نظر میں لائق اعتماد تھیں۔ علاوہ بریں خود لوقا اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اس نے یہ انجیل الہام کے ماتحت نہیں لکھی۔ اور نہ اسمیں کوئی الہامی رنگ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ دیباچہ کے مطالعہ سے یہ بات بھی عیاں ہے +

پس یہ قیاس کرنا آسان بات ہے۔ کہ جب لوقا نے اپنی انجیل لکھی تو یا تو اس وقت تک پہلی اور چوتھی انجیل لکھی نہیں گئی تھی۔ یا اُس نے اُن کو دیکھا نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اُسے متی یا یوحنا کے بیانات کی تردید کرنے کی جرأت نہ ہوتی +

ان مختصر شواہد سے جو زیادہ بھی وارد ہو سکتے ہیں، ناظرین کو یقین ہو گیا ہو گا۔ کہ یہ چاروں اناجیل اُن خصائص کی مالک نہیں ہیں جن کا پایا جانا کسی الہامی کتاب کے لئے اشد ضروری ہے مسیحی کلیسیا اسبات پر اعتقاد رکھتی چلی آئی ہے۔ کہ تیسری انجیل کا مصنف ایک طبیب لوقا نامی تھا۔ جو پولوس کے ساتھ تبلیغی دوروں پر گیا تھا۔ اور روم میں اس کے ساتھ قید بھی ہو گیا تھا ملاحظہ ہو (کلسیوں ۴: ۱۴، ۲ طمط ۴: ۱۱، فلیمون ۲۴ وغیرہ) بہرکیف اس جگہ اس انجیل کے مصنف کی ذات پر بحث کرنے کا موقع نہیں ہے اس پر اکتفا کیا جا سکتا ہے کہ لوقا نے یسوع کی بعض عمدہ تعلیمات یا وتخیلات کا بیان کیا ہے۔ مثلاً نیک سامری کی تمثیل ۱۰: ۲۵ تا ۳۷۔ لالچی دولتمند ۱۲: ۱۵ تا ۲۱، بر خود غلط فریسی اور گنہگار ۱۸: ۹ تا ۱۴، نماز کی مداومت ۱۱: ۱ تا ۱۳، کھوئی ہوئی بھیڑ کھویا ہوا سکہ، اور مسرف بیٹا (۱۵) لعزر ۱۶: ۱۹ غریب بیوہ کا سکہ (۲۱) شریر کاشتکار ۲۰: ۹ تا ۱۶، ظالم منصف ۱۸: ۱ تا ۸، زکیس کی تبدیلی ۱۹: ۱ تا ۱۰ وغیرہ وغیرہ لیکن ان سب

زیادہ اہم وہ فرشتوں کا گیت ہے جو ہمارے مضمون کا موضوع خاص ہے +

یہ گیت (دعائیہ نظم) مثل دیگر تمام گیتوں کے جو عہد جدید میں پائے جاتے ہیں اصلی زبان میں ہم تک نہیں پہنچا۔ محض یونانی ترجمہ تک ہماری رسائی ہوسکتی ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارے انجیل نویسوں نے اس نظم کو کس طرح حاصل کیا۔ کس زبان سے ترجمہ کیا یا نقل کیا یا صرف دوسروں سے سن کر لکھ دیا؟ ان باتوں کے متعلق کوئی روشنی نہیں مل سکتی +

کیا یہ ممکن ہے کہ یسوع یا اُن کے حواریوں نے کوئی اصلی اور صحیح انجیل اُس زبان میں نہیں چھوڑی جس میں وہ الہام کی گئی ہوگی؟ اگر چھوڑی تو وہ کیا ہوئی؟ کس نے اُسے ضائع کردیا؟ کیا وہ گم ہوگئی؟ ایسا ہے تو کس نے اُسے ضائع یا گم کیا؟ کب گم ہوئی؟ کیا اس کا ترجمہ کسی زبان میں ہوا تھا؟ کلیسیا نے اس اصلی انجیل کو کیوں محفوظ نہیں رکھا؟ یا اس کا ترجمہ ہی ہوتا؟ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ تو پھر ہم دوسرا اسی قدر اہم سلسلۂ سوالات شروع کرتے ہیں۔ ان یہودی شاگردوں اور مبلغین نے اپنی اپنی انجیلیں اپنی اپنی مادری زبان میں کیوں نہیں لکھیں؟ یونانی میں کیوں لکھیں؟ اور شمعون اور پطرس اور یوحنا یعقوب اور متی وغیرہم نے یونانی زبان کس طرح اور کس جگہ رہ کر حاصل کی؟ اگر کہا جائے کہ روح القدس نے یہ زبان اُنھیں سکھادی تو الیسا کہنے والا اپنی تضحیک کا سامان خود ہی مہیا کرتا ہے۔ کیونکہ روح مقدس زبان سکھانے والا اُستاد نہیں ہے۔ اس سوال کے جواب کے لئے تو ایک اَور الہام درکار ہے کہ کیوں روح قدس نے اولاً ایک ناصری کو عبرانی زبان میں الہام دیا۔ اور بعد ازاں اس الہام کو تلف کرکے چند یہودیوں کو یونانی زبان سکھائی۔ اور ہر ایک کو مختلف النوع الہام دیا جس کی وجہ سے اُنھوں نے باہم مخالف اناجیل سپرد قلم کیں +

اگر یہ کہا جائے کہ انجیل اور خطوط متعلقہ یہودی ساکنانِ بلاد غیر کیلئے لکھے گئے جو یونانی زبان سے واقف تھے تو ہم یہ سوال کرینگے کہ ان یہودیوں نے عہد جدید سے فائدہ کیا اُٹھایا؟ اور فلسطین کے یہود کے لئے عبرانی میں اس کا نسخہ کیوں طیار نہیں کیا گیا؟ ظاہر ہے کہ یروشلیم تو نئے مذہب کا مرکزی مقام تھا۔ اور خداوند کا بھائی جیمس کلیسیائے

مقامی کاشیخ تھا۔ اور وہیں رہتا بھی تھا (اعمال ۵ اغلاطیوں ۲ : ۱۱ تا ۱۵ وغیرہ)۔

یسوع کے کسی الہامی پیغام تمثیل یا نصیحت کو خود اسکی زبان میں تلاش کرنا محض بے سود ہے اور اصلی آرامی زبان میں انجیل مقدس کے ضائع کرنے کی تمامتر ذمہ واری ہمیشہ کے لئے مجلس نیقیا پر عاید ہوتی ہے جس وجہ سے میں خدا کے اس پیغام کو اصلی زبان میں دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ وہ تمام علماء پر روشن ہے یعنی وہی نسخہ معتبر ہوسکتا تھا۔ ترجمہ خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو پھر بھی ترجمہ ہے۔ اور اصلی عبارت کی شان اور زور بیان اور لب ولہجہ کو ہرگز قائم نہیں رکھ سکتا ہر ترجمہ محل جرح وتعدیل ہوسکتا ہے۔ اور یہ چاروں انجیلیں تو ترجمہ بھی نہیں ہیں۔ یہ تو مستقل تصانیف ہیں جو یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ بیحد محرف ومبدل ہیں۔

بہرحال ایک مقدس نظم ہمارے سامنے ہے جو یقیناً سامی زبان میں گائی گئی ہوگی لیکن بہ صورت یونانی زبان میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ قدرتی طور پر ہمیں ان الفاظ کے معلوم کرنے کا اشتیاق ہوگا۔ جن میں اسے گایا گیا ہوگا۔ اب میں ناظرین کی توجہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس سامی لفظ کی طرف مبذول کرانی چاہتا ہوں۔ جس کا ترجمہ یونانی زبان میں "یوڈوکیا" یعنی حسن نیت یا ارادہ کیا گیا ہے۔ نظم میں تین فقرے ہیں۔ پہلے جملہ کا مبتدا "اللہ" ہے جس کا یونانی ترجمہ "تھیاس" ہے۔ دوسرے کا مبتدا "شلام" ہے۔ جس کا ترجمہ "آیرینی" ہے۔ تیسرے کا متبدا یونانی میں "یوڈوکیا" ہے جس کا ترجمہ لاطینی میں "بوناوالنٹس" اور پشینامین" سووِرا طاوی کیا گیا ہے۔

ان دو ترجموں اور ما بعد کے تراجم میں "یوڈوکیا" کا مفہوم ادا نہیں ہوسکا۔ اور اسی لئے دوسرے اور تیسرے جملوں کا مطلب خبط ہوگیا ہے۔ اگرچہ ہمیں اس نظم کے اصلی الفاظ سے محروم ہو جانے کا رنج ضرور ہے لیکن ہم اس کا صحیح مطلب ضرور معلوم کرسکتے ہیں۔

پس ہم "آیرینی" اور "یوڈوکیا" کے لغوی معنے اور کلیسیائے انگلستان کی اس حمد کا صحیح مطلب معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ اعلان کئے دیتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کا جو مطلب مسیحیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے۔

مختلف الخیال مسیحی کلیساؤں نے جو مطلب اس نظم کا سمجھا ہے۔ وہ یہ کہ یسوع کی الوہیت ہیں اور اُس کی صلیبی موت سے انسانی نجات پر ایمان رکھنے سے اور یسوع قدوس سے رابطہ قائم کرنے سے "تسلی" حاصل ہوتی ہے۔ اور باہم عیسائیوں میں حسن ارادہ نکوکاری اور موالات پیدا ہوتی ہے۔ اس حد تک سیکرمینٹیرین اور ایونجیلیکل دونوں جماعتیں باہم متفق ہیں لیکن وہ ان تین خاص اصولوں پر قرار نہیں پکڑتیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مواخات موالات مدارات، اتحاد یا مصالحت باہمی وغیرہ کا خواب ہنوز محتاج تعبیر ہے۔ اسی لئے وہ جداگانہ طور پر اس "مزعومہ امن و صلح" اور باہمی رفاقت کو تلاش کرتی ہیں۔ سیکرمینٹیرین طبقہ سات مقدس رسوم مذہبی پر ایمان لانا شرط قرار دیتا ہے۔ اور ان کے علاوہ بہت سے ایسے عقائد بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ جو نہ عقل سلیم روا رکھ سکتی ہے نہ یسوع نے رکھے ہونگے "کلیسیا جسے یسوع نے اپنے خون سے پاک کیا" اصطباغ کے مقدس پانی کے ذریعہ سے پُر اسرار طریق پر یسوع کی دُلہن قرار دیگئی یا ہوگی۔ اور اس کا جسم یعنی کلیسیا جو یسوع کا جسم ہے اُسکے مصلوب جسم سے پُر اسرار طریق پر غذا حاصل کرتا ہے۔ وہ غذا مقدس شراب اور روٹی ہے۔ جو پُر اسرار طریق پر یسوع کے جسم اور خون میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دولہن یعنی کلیسیا یسوع، مریم، سینٹ جوزف کے مقدس قلوب کی پرستار ہے۔ صلیبی منازل چاردہ کی پرستار ہے، ہزار ہا اولیا اور شہداء کے مجسموں اور تصاویر کی پرستار ہے، ہزار ہا آثار قدیمہ استخوانہائے جعلی اور تبرکات مصنوعی کی پرستار ہے۔ اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر "عشاء ربانی" کی مقدس روٹی کی مرتبۂ الوہیت میں پرستار ہے لیکن بایں ہمہ وہ تسلی اور تسکین قلب نہیں مل سکتی۔ جب تک اس کلیسیا کے ارکان پادری کے سامنے اپنے کبیرہ اور صغیرہ معاصی کا اعتراف بصمیم قلب نہ کریں۔ اور حقیقی سکینۃ فے القلب اس معافی سے حاصل ہوتی ہے۔ جو "روحانی باپ" اپنی مہربانی سے عطا کرتا ہے۔ تب جا کر دل میں سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے +

مگر ایونجیلیکل طبقہ اور اسکی مختلف الخیال جماعتوں کی طرف نگاہ ڈالی جائے تو وہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ کہ وہ لوگ قلبی سکون اور طمانیت حاصل کرنے کیلئے کبھی الوہیت کے اقانیم ثلاثہ سے فرداً فرداً خطاب کرتے ہیں۔ کبھی باپ سے دُعا مانگتے ہیں کبھی بیٹے سے اور

کبھی روح القدس سے آنکھیں اگرچہ بند ہوتی ہیں لیکن حرکات و سکنات خطابت نمایاں ہوتے ہیں۔ کبھی بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کبھی گرجہ میں یا گھر میں دوسری رسوم بجالاتے ہیں اور ان کے بعد وہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمیں سکون خاطر حاصل ہو گیا۔ روح قدس سے معمور ہو گئے اور اطمینان نصیب ہو گیا +

لیکن میں ناظرین کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ پھر بھی یہ مرتاض مسیحی لوگ جو اپنی اصلی یا مصنوعی عبادات سے یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ انھیں تسلی نصیب ہو گئی۔ اور اُن کے ارادے بھی نیک ہو گئے بجائے حلیم نیک اور صلح کن ہونے کے بیحد متعصب اور درشت طبع ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح العقیدہ طبقہ سے ہوں یا دوسری جماعتوں سے (یعنی خواہ کیتھولک ہوں یا پراٹسٹنٹ) جب وہ خداوند کی پاک شرکت کی رسم سے فارغ ہو کر گرجہ کے باہر نکلتے ہیں۔ تو ان میں اس قدر تعصب پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ایک مسلمان یا یہودی پر حیوانات و بہائم کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ اول الذکر لوگ تثلیث کے قائل نہیں ہیں! اور نہ عشاء ربانی میں شریک ہوتے ہیں۔ میں بذات خود اسبات کو جانتا ہوں۔ کیونکہ جب میں کیتھولک پادری تھا۔ تو اسی قسم کے خیالات خود مجھ میں بھی موجود تھے۔ اور جسقدر میں اپنے آپ کو پاک اور مقدس اور معصوم سمجھتا تھا۔ اسی قدر تثلیث کے منکروں سے نفرت اور عداوت رکھتا تھا +

جب مسیحی لوگ خصوصاً پادری اپنی عبادات میں زیادہ سرگرم ہوتے ہیں تو وہ بیحد غضبناک و درشت مزاج اور دوسرے فرقوں کے افراد سے زیادہ متنفر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کونسل آف نیقا کے بعد آپ کسی ایسے کیتھولک غیر کیتھولک یا کسی عقیدہ کے "سینٹ" کا نام نہیں بتا سکتے جو ظلم و ستم کے عیب سے پاک ہو۔ اور جس نے اپنی تحریر یا تقریر میں جو مخالفوں کے جواب میں لکھی یا کی محبت یا شفقت کا اظہار کیا ہو خصوصاً ان لوگوں کے مقابلہ میں جن کو وہ "کافر" سمجھتا تھا۔ چنانچہ کیتھولک محکمۂ احتساب اس آسمانی نظم "زمین پر صلح اور لوگوں میں محبت" کی پیشگوئی پر غیر فانی گواہ ہے +

ظاہر ہے کہ محض اوضاع ظاہری سے حقیقی صلح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے حاصل کرنے کے صرف تین طریقے ہیں۔ ایک تو توحید باری تعالےٰ پر کامل ایمان دوسرے اسکی مرضی اور ارادہ سے مطابقت کُلی تیسرے اسکی پاک ذات میں غور و فکر۔ اور جو شخص ان تینوں باتوں پر کاربند ہے۔ وہ حقیقی اور سچا مسلمان ہے۔ اور جو اطمینان قلب اُسے حاصل ہوتا ہے۔ وہ حقیقی اور اصلی ہے۔ وہ روادار

ایماندار منقبت عنایت اور رحم دل ہو جاتا ہے۔ بانیمہ جب اللہ کی عزت یا اپنی حرمت کا سوال پیدا ہو تو وہ دل و جان سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے طیار ہو تا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اطمینان قلب کو باطنی ایمان ہی حاصل کیا جا سکتا ہے نیز اللہ تعالے کی غیر مشروط اطاعت بھی فرض ہے یہ دولت ظاہری ارکان اور خارجی رسوم سے حاصل نہیں ہو سکتی +

آخر الذکر باتیں، اس وقت بیشک مفید ہونگی جبکہ ہمارا ایمان کامل اور مضبوط ہو جائے۔ اور اطاعت خداوندی کا جذبہ خود بخود ہمارے قلوب میں موجزن ہونے لگے +

لیکن ظاہر ہے۔ کہ فرشتوں نے یہ نظم نجی یا انفرادی صلح کے لئے نہیں گائی تھی۔ کیونکہ وہ بہر حال چند نیکو کاروں تک محدود ہوگی۔ اور نہ انھوں نے اُسے ایک ذہنی اور خیالی صلح عالمگیر کیلئے گایا، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمام اقوام عالم سلاح جنگ سے دست بردار ہو جائیں اور جنگوں کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے منقطع ہو جائے۔ ان دونوں صلحوں سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ رُوحانی صلح تو ایک باطنی سکون اور ضمیر کی روشنی کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ بطور نعمت اور برکت ان مخصوص مومنوں کو عطا کرتا ہے۔ جو روحانیت میں ترقی کرتے ہیں۔ اور اُسے عزیز رکھتے ہیں۔ اور اسکی محبت کی خاطر تمام دوسری محبتوں کو بخوشی قربان کرتے ہیں +

بنی اسرائیل کو تمدنی یا سیاسی صلح بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ گزشتہ دو ہزار سال کی تاریخ اس کے برعکس شہادت دیتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ فرشتوں نے اس صلح کا اعلان ہرگز نہ کیا ہوگا۔ جو کبھی قیامت تک عالم وجود میں نہ آ سکتی ہو۔ پس تاریخی حالات ما بعد اور اعلان کی اہمیت اور اعلان کرنے والے کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہیں۔ کہ "یہ صلح علی الارض" سوائے خدا کی حقیقی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونے کے اور کچھ نہ تھی۔ اور وہ بادشاہت "اسلام" ہے۔ یُونانی لفظ "ایرینی" آرامی لفظ "شلام" کا ترجمہ ہے۔ اور "شلام" اور "اسلام" ایک ہی بات ہے۔ دگر ہیچ!!!

فرشتوں کی آسمانی فوج کے الفاظ خود ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ نظم جنگی اور فاتحانہ انداز لئے ہوئے ہے۔ اور آسمانی بادشاہت کی افواج کے لئے یہ مسرت انگیز موقعہ اس بات کے

اظہار کیلئے ہے۔ کہ آئندہ ان کو زمین پر اس آسمانی بادشاہت کے قائم کرنیوالے مددگار ملینگے جس کی بشارت عظمے کیلئے بیت اللحم میں سب سے بڑا البشیر اور نقیب آج پیدا ہوا ہے +

ہم نے ان مضامین میں مختلف موقعوں پر یہ بات ظاہر کی ہے۔ کہ لفظ "شلوم" اپنے لغوی اور مستعملہ مفہوم کے اعتبار سے اُس مذہب کے لئے آتا ہے۔ جو اچھا ہو صحیح ہو خوشگوار ہو اور امن و امان کا موجب ہو برخلاف اس مذہب کے جو بُرا ہو غلط ہو نقصان دہ ہو اور ذلت و مصیبت کا باعث ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُس پیغام میں جو اس نے اپنے بندے یسعیاہ کی معرفت (۵۴) سارین کو دیا۔ اسی معنی میں لفظ "شلوم" استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا مُرادف ہے۔ اور شر کی ضد ہے۔ اور "اسلام" کے بھی لفظی لغوی اخلاقی اور عملی معنی یہی ہیں۔ کہ وہ ایک سچا مذہب ہے۔ اللہ کی زمین پر مضبوط بادشاہت اس کے قوانین دوامی اور صحیح ہیں جو قرآن مجید میں مرقوم ہیں +

اسلام کے علاوہ جسکے لفظی معنے صلح کرنے کے ہیں۔ کوئی دوسرا مفہوم یا خیالی صلح اس مفہوم کے خلاف ہے جسمیں لفظ "آیرینی" استعمال ہوا ہے۔ اس خاتمانہ ملکوتی نظم میں سیدنا حضرت مسیح نے جب پہاڑ پر بیٹھ کر وعظ فرمایا تو "صلح کرنے والے" یہ الفاظ اسلامی لفظ لگا ہی سے استعمال کئے تھے۔ جبکہ انھوں نے فرمایا "مبارک ہیں مسلمان" یعنی صلح کروانے والے کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے (متی ۵: ۹) اور جب انھوں نے تردید کی تو اس خیالی صلح کی جہاں وہ کہتے ہیں۔ مت خیال کرو۔ کہ میں زمین پر صلح قائم کرنے کے واسطے آیا ہوں میں صلح کرانے کیلئے نہیں آیا تلوار چلوانے کیلئے آیا ہوں" (متی ۱۰: ۳۴) یا جیسا لوقا نے لکھا ہے۔ مت خیال کرو کہ میں زمین پر امن قائم کرنے آیا ہوں نہیں بلکہ اختلاف پیدا کرنے کے لئے اور دُنیا میں آگ لگانے کیلئے (لوقا ۱۲: ۴۹-۵۳)

جب تک لفظ "آیرینی" کو اسلامی مفہوم نہ پہنایا جائے۔ اُس وقت تک یسوع کی یہ دو نازک اور متضاد باتیں معمہ ہی رہینگی۔ کوئی عیسائی نہ ان میں مطابقت پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ اس گتھی کو سلجھا سکتا ہے اگر اسے وہ غیر قابل تلافی نقصان نہ کہا جائے۔ جو مسیحی کلیسیا نے ان انجیلوں کو خدا کی الہامی کتب تسلیم کر کے برداشت کیا ہے ۔ فقط

اسلام
تثلیث تجسم اور کفارہ سے کیوں انکار کرتا ہے

(۱) تثلیث (القرآن)

"خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور "تین" مت کہو۔ کیونکہ خدا واحد لاشریک ہے"+

اگر اقانیم ثلاثہ باہم کر متمیز ہو سکتے ہیں۔ اور ہر اقنوم بذاتِ خود ایک مستقل وجود جدا گانہ ہے۔ تو ان تینوں کو "ایک" کہنا منطقی نقطۂ خیال سے لغویت اور حماقت ہے۔ اور اگر تینوں کا وجود باہم ایک ہے۔ اور ان کی سہ گانہ مستقل ہستی نہیں ہے۔ تو پھر انھیں "تین" کہنا غلطی اور جہالت ہے +

ظاہر بات ہے۔ کہ جب تک تینوں کیمیاوی طریق پر متحد نہ ہو جائیں۔ اور پھر ان تینوں کے اتحاد سے ایک چوتھی مختلف شے نہ بن جائے۔ اس وقت تک تین کو ایک نہیں کہ سکتے "باپ" لازمی طور پر بیٹے سے مقدم ہے۔ اور اشرف بھی ہے۔ اس لئے بیٹا نہ باپ کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہم رتبہ۔ بلکہ بیٹے کا وجود باپ کے وجود پر منحصر ہے +

الوہیت مسیح اور تجسم (القرآن) کان یاکلان الطعام

"وہ دونوں (مسیح اور مریم) کھانا کھایا کرتے تھے"+

مسیح روٹی کھاتے تھے۔ اور تمام دنیاوی ضروریات ان کے ساتھ لگی ہوئی تھیں اور بشری کمزوریاں بھی تھیں۔ اس لئے وہ خدا ہرگز نہیں بن سکتے + کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ کہ خدا ایک ہی وقت میں محدود بھی ہو اور غیر محدود بھی مخلوق بھی ہو اور غیر مخلوق بھی یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ کہ جس عبارت میں اجتماع ضدین کے خواص موجود ہوں وہ قطعاً

مہمل اور ناقابل یقین ہوتی ہے +

کفارہ - لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ولیس للانسان الا ما سعیٰ

کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ۔ اور انسان سے کچھ منسوب نہ ہوگا مگر اُس کی ذاتی کوشش یا محنت (القرآن)

کسی بیگناہ کو کسی گنہگار کے عوض سزا دینا انتہا درجہ کی ناانصافی ہے ۔ کوئی انسان بحیثیت منصف ایسا نہیں کر سکتا ۔ تو پھر خدا تعالیٰ اِس طرح ایسی بات کا مرتکب ہو سکتا ہے ؟

اگر صرف ایک گناہ کے عوض انسان کو ابدی عذاب دیا جائیگا ۔ تو اُس انسان کی سزا کیا ہوگی جو تمام بنی نوع آدم کے بیشمار گناہوں کا حائل ہوگا ؟ اور یقیناً تمہارا خدا نیکی کا سرچشمہ ہے ۔ اور انسان پر بیحد مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکرگزاری نہیں کرتے " +

تو اب سوال یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا نعمتوں کا اقرار کرنے کے بعد کوئی شخص ان کے عطا کرنے والے کا کس طرح انکار کر سکتا ہے ؟

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	پائی	آنہ	روپیہ (رقم آمد ہندوستان و انگلستان)
آمد مشن ہندوستان	۱	۰	۷	۹۸[illegible]
آمد اسلامک ریویو	۲	۰	۰	۵۱۱
آمد مشن انگلستان	۳	۰	۰	
آمد ریویو	۴	۰	۰	
آمد بیرز و فنڈ	۵	۰	۰	۱۲۱
میزان آمد	۰	۰	۴	۱۵۳۰

تفصیل خرچ	نمبر شمار	پائی	آنہ	روپیہ (رقم خرچ ہندوستان و انگلستان)
خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	۱	۰	۳	۱۲۸۵
خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان	۲	۰	۱۳	۲۶
میزان خرچ نومبر ۱۹۲۹ء	۰	۰	۰	۱۳۱۲

دستخط ۔ فنانشل سکوٹری مسلم مشن ووکنگ ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۱/۲۹	۳۹۸	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	۰	۰	۵	۹ ۱۱/۲۹	۴۰۴	جناب دلاور خان صاحب پشاور	۰	۰	۲
"	۳۹۹	" میاں فضل مازق صاحب کوہاٹ	۰	۰	۲۵	"	"	" مولوی غلام حسن صاحب "	۰	۰	۱
"	۴۰۰	" رجب علی صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰	"	"	" نظام الدین صاحب "	۰	۰	۲
۱۱/۲۹	۴۰۱	" عبدالحق صاحب گجرات	۰	۰	۵	"	"	" ڈاکٹر صدیقی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
"	۴۰۳	" منہاج الدین صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰	۱۱ ۱۱/۲۹	۴۰۷	" امجد علی صاحب رہتک	۰	۰	۲

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۴/۱۱/۲۹	۴۱۰	جناب محمد نور غنی صاحب امین آباد	۰	۱۰	۵
۱۶ ″	۴۱۱	″ صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۵
″	۴۱۳	حضور نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۹
″	۴۱۴	جنرل ڈبلیو یمنی کراچی	۰	۰	۱۰
۱۸/۱۱/۲۹	۴۱۵	عطیہ طلبا و مدرسین از انجمن تعلیم المسلمین بمبئی	۰	۰	۱۴
″	۴۱۶	جناب فضل الدین صاحب اوجین	۰	۰	۵
″	۴۱۷	″ عبدالحمید خان صاحب ناگپور	۰	۰	۱
۱۹/۱۱/۲۹	۴۱۸	″ ایم۔ ایم کلندر بمبئی	۰	۰	۱۰
″	۴۱۹	″ محمد مراد صاحب پانگڑی	۰	۰	۲
۲۰ ″	۴۲۰	″ محبوب علیخان صاحب حیدرآباد	۰	۰	۱
۲۱ ″	۴۲۱	″ قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور	۰	۰	۴ / ۲

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۶/۱۱/۲۹	۴۲۲	جناب ایم۔ آئی خان صاحب پانڈی سیمین بمبئی	۰	۰	۲ ※
۲۷ ″	۴۲۳	عالیجناب حضور نواب صاحب بہاولپور	۰	۶	۶۲۹
″	۴۲۴	جناب شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۲
۲۸/۱۱/۲۹	۴۲۵	″ کرم الٰہی صاحب گجرات	۰	۰	۱۰
″	۴۲۶	″ قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۴
″	۴۲۷	″ ڈاکٹر امین اکبر صاحب پانگنڈی	۰	۰	۲
″	۴۲۸	″ امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱
″	۴۲۹	″ منہاج الدین صاحب رحیم یار خان	۰	۰	۱۰
″	بل ۱۲	چندہ ملازمین دفتر لاہور	۰	۷	۱۰
		کل میزان	۰	۷	۸۹۸

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹/۱۱/۲۹	۴۰۵	حضور نواب صاحب [illegible] سکندر صولت [illegible] اقبالہ	۰	۸	۴۹
″	۴۰۶	جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
	۴۰۹	″ ارشاد علی صاحب عدن کیمپ	۰	۰	۵
	۰	قیمت اسلامک ریویو	۰	۸	۴۴۶
		میزان	۰	۰	۵۱۱

نقشہ ۵ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵/۱۱/۲۹	۴۰۰	جناب خان رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۶
۸ ″	۴۰۲	″ اہلیہ صاحبہ مرحوم خواجہ جمال الدین صاحب لاہور	۰	۰	۵
		″ اے۔ ایم سلیمان صاحب الہ آباد	۰	۰	۱۰۰
		میزان			۱۲۱

نقشہ ۶ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱	بل سائر پیشگی امپریسٹ بابت سال ۱۹۲۹ء	۰	۰	۳۰۰
۲	بل ضمیمہ [illegible] فوٹو خلیفہ عبدالمجید صاحب	۶	۱۴	۱۱
۳	بل سائر [illegible] ۱۹۲۹ء — کرایہ تانگہ انار کلی [illegible] — خرچ متفرق ٹائپ کرائی مضمون قدوائی صاحب [illegible] — کاغذ فلسکیپ [illegible] — لفافہ [illegible] — اخبارات [illegible] — اسلامک ریویو [illegible] — ٹکٹ اسلامک ریویو [illegible] — ٹکٹ مشن و ریویو [illegible] — کرایہ تانگہ متفرق اوقات [illegible]	۰	۸	۲۹۴
۴	بل تنخواہ عملہ ہندوستان ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء	۰	۱۱	۶۴۲
۶	بل سائر	۶	۱	۳۳
	میزان خرچ ہندوستان مشن و ریویو		۲	۱۲۸[illegible]

نقشہ ۷ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۵	بل سابقہ ملازم ووکنگ انگلستان ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء	۶	۶	۱۴۲
۷	ستمبر [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

※ نوٹ: [illegible]

نبوّت کا ظہورِ اتم

المعروف بہ

نبیٔ کامل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شہرہ آفاق تصنیف دی آئیڈیل پرافٹ کا سلیس اور نفیس اُردو ترجمہ بمعہ مقدمہ و تمہید +

حضرت خواجہ صاحب کی خدماتِ اسلام جو آپ نے محض اللہ کے فضل سے بلادِ مغرب میں انجام دی ہیں اب کسی تشریح یا تعارف کی محتاج نہیں ہیں مُسلم اور غیر مُسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ نے اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہترین پیرایہ میں دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی حتمی طور پر ازالہ کر دیا ہے۔ جو دشمنانِ اسلام نے حضور سرورِ کائنات صلعم کی مُقدس شخصیت کے مُتعلق مغرب میں پھیلا رکھی تھیں آپ کو نہ صرف تبلیغ و اشاعت کا تجربہ ہے۔ بلکہ اکابر و مشاہیر انگلستان سے تبادلہ خیالات اور ان کی تقاریر سُننے کے مواقع بھی بیش از بیش ملے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جو تحریر بھی آپ کے قلم سے نکلتی ہے۔ وہ نہ صرف عالمانہ اور مُحققانہ ہوتی ہے بلکہ وسعتِ نظر و پختگیٔ خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تشفّی کا سامان بھی رکھتی ہے۔ جو لوگ آپ کی تصنیفات کا مطالعہ فرما چکے ہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خواجہ صاحب کو اظہارِ مطالب کے لئے غیر معمولی لیاقت عطا فرمائی ہے۔ نیز آپ کا اسلوبِ بیان اس درجہ مُدلّل اور دلپذیر ہوتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا +

مندرجہ بالا کتاب میں اُن تمام خوبیوں کے علاوہ دو خصوصیات اور بھی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ باعتبارِ نوعیتِ مضامین و نُدرتِ خیالات و جدتِ اسلوب اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوبِ بیان جو انشا پردازی کی جان اور نظم کا دین و ایمان ہے۔ بالکل اچھوتا اور نرالا ہے۔ اور اسی صفت نے اس نثر کی کتاب کو نظم کی طرح دلکش و رنگین بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کو ہر پہلو سے جو ممکن العقل ہو سکتا ہے بنی نوع آدم کے لئے اسوۂ کامل ثابت کیا گیا ہے۔ اور لُطف یہ کہ اوّل سے آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت نہیں لکھا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ تاریخی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں سے نہایت صحیح اور مُستند ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ قدم قدم پر مغربی مُصنّفین اور دشمنان دین کی تدلیسات و تلبیسات کا دامن چاک کر دیا ہے۔ ان کی خوردہ گیریوں کا جواب شافی موجود ہے۔ اور جو زہریلے خیالات پادریوں کی تحریرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اُن کی تریاق ہر سطر میں موجود ہے +

سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر آنحضرت صلعم کی خوبیوں کو زیب عنوان بنایا گیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ۔ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

اس کتاب کے مطالعہ سے ہر ذی فہم پر روشن ہو جائیگا۔ کہ جو ارفع خصائص ایک ہادی کے لئے عقل انسانی تجویز کر سکتی ہے۔ وہ سب کے سب بدرجۂ اتم آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں موجود تھے۔ گویا یہ کتاب غیر مُسلم کے لئے تحفۂ بےنظیر ہے۔ اور مُسلم کیلئے شمع تنویر ۱۲

نبوّت کا ظہورِ اتم

المعروف بہ

نبیِ کامل

(۱) کتاب کی خوبی ذیل کے گیارہ ابواب میں جو فہرست مضامین درج ہیں جنکے مطالعہ سے اچھی طرح واضح ہو جاویگی +

(۲) ضخامت $\frac{26}{8}$ × ۲۰ کے سائز کے تین صد صفحات ہونگے یعنی جس سائز پر اس کتاب کا اشتہار اس وقت درج کیا جاتا ہے اس قسم کے تین صد صفحات ہونگے جن کی کتابت۔ کاغذ و طباعت انشاء اللہ تعالیٰ دیدہ زیب ہو گا۔ ظاہری و باطنی خوبیوں کے باوجود قیمت تخمیناً ۸؍ یا ۱۲؍ فی کاپی بلا جلد ہوگی +

(۳) رعایت۔ ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء۔ عید الفطر سے پیشتر جو احباب خریداری کیلئے اپنا نام بُک کرا دینگے اُنھیں وقتی قیمت مشتہرہ پر ۲۵ فیصدی رعایت دی جاویگی +

(۴) کتاب مذکورہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ انگلستان کی شہرہ آفاق و مقبول عام کتاب Ideal Prophet کا اُردو ترجمہ ہے جسکو سینکڑوں غیر مسلم مطالعہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں جو کئی ہزار کی تعداد میں یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں اور انگریزی دان غیر مسلموں میں مفت تقسیم کی گئی ہے جس کی مفت اشاعت کے شاندار نتائج پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے انگریزی دان مسلم پبلک میں اس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اسکی ایکہزار کاپی پچیس یوم کے اندر ختم ہو گئی۔ اور پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا +

(۵) مفت اشاعت۔ مسلم بھائیوں سے درخواست ہے کہ ہندوستان کے تعلیمیافتہ غیر مسلم طبقہ میں اسکی متعدد کاپیاں مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ جو احباب مفت تقسیم کی متعدد کاپیوں کیلئے عید الفطر سے پیشتر آرڈر بک کرا دینگے اُنھیں بھی ۲۵ فیصدی کمیشن اس وقت کی قیمت مشتہرہ پر ملا کرے گی +

(۶) اس کتاب کو مطالعہ کر کے ایک مسلمان بخوبی تبلیغ کا کام کر سکتا ہے +

درخواستہائے خریداری بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

فہرست مضامین

باب اوّل

کیا اوتار پیروی انسانی کیلئے کوئی نمونہ بن سکتے ہیں؟

باب دوم

انبیاء اللہ بشکل اسوہ

وعظ و تلقین رسوم شرعی پر غالب آ جاتی ہے۔ اور مذاہب میں ہم آہنگی کا باعث ہوتی ہے۔ تمام انسانوں کو خدا کی طرف سے ہدایت عطا ہوتی تھی لیکن دیگر انبیاء کے سوانح حیات اور ان کی ہدایت دونوں بمشکل دستیاب ہوتی ہیں یسوع کی تعلیم ممکن ہے کہ کسی مجرد شخص یا تارک الدنیا کے لئے مفید ہو لیکن قومی اور بین الاقوامی زندگی میں مطلق کارآمد نہیں صرف آنحضرت صلعم ہی صحیح معنوں میں تاریخی شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ کو اشرف الانبیاء اور اکمل الرسل تسلیم کرنے کے دلائل۔ عقل کی باتیں پرندوں سے بھی مل جاتی ہیں لیکن قول بغیر تاثیر بار آور نہیں ہوتا۔ مسیحیت کی تاریخ ظلم و ستم کی داستان ہے۔ جن اخلاقی اصولوں کی دوسرے انبیاء نے تعلیم دی تھی یہ ضروری نہیں کہ انھوں نے ان پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہو۔ چند دعاؤں یا چند معجزات یا چند بددعائیں دینے سے یا چند مواعیظ بیان کرنے سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ نبی کی بعثت کی علت غائی یہ ہے۔ کہ انسانیت کو ارتقائی مدارج طے کرائے۔ آنحضرت صلعم کی نبوت کی جملہ شرائط بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یسوع پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا۔ ڈاکٹر زویمر کی عدم واقفیت بحیث دنیا کی ابتدا اور انتہا ہے۔ اور منجی بھی ہے۔ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں ختم نبوت کی تشریح +

باب سوم

آنحضرت صلعم سے پہلے دنیا کی حالت

ظہور اسلام سے قبل دنیا پر اخلاقی ذہنی اور روحانی لحاظ سے تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مسیحیت ناکارہ اور بیجان تھی، دوسرے مذاہب بھی تاثیر سے خالی ہو چکے تھے، کل دنیا میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ اور ایک اولوالعزم پیغمبر کی ضرورت تھی۔ مسیح اور موسیٰ دونوں ایام تہذیب میں مبعوث ہوئے تھے لیکن آنحضرت اشد جہالت کے موقع پر اصلاح کیلئے مبعوث ہوئے جبکہ دنیا کا اخلاقی مطلع سخت تیرہ و تار ہو گیا تھا۔ مسیحیت بت پرستی کا شکار ہو چکی تھی۔ اور وحی الٰہی اوہام باطلہ میں دب کر رہ گئی تھی۔ قرآن مجید اپنے نزول کی وجہ بیان فرماتا ہے۔ دین الٰہی

اور تجدید کلیسیا گویا قرآن شریف کی ضرورت کا اعتراف تحریک جدید کے تقاضوں کی قرآن مجید میں پیش بندیاں ۔ اصلاح سے کلیسیا میں اصلاح نہ ہو سکی ۔ کیونکہ وہ اِک سیاسی تحریک تھی وحی آسمانی کیلئے ہمہ گیری شرط ہے ۔ مسیحیت نقائص سے مملو ہے ۔ جدید مصلحین کلیسیا کی کوششیں انسان مذہب قائم نہیں کر سکتا ۔ آنحضرتؐ کا توحید کا عقیدہ از سرِ نو دُنیا میں قائم کر دینا گویا تمام لوگوں پر اِک احسان ہے ۔ عقیدہ تثلیث در اصل مشرکانہ خیالات سے ماخوذ ہے ۔ آنحضرتؐ سے پہلے مسیحیت مختلف مذہبی مباحث کی جولانگاہ بنی ہوئی تھی ۔ شرک ۔ نے والتوحید اب رو بہ تنزل ہے +

باب چہارم

بعثت عظمےٰ

مسیحؑ اور موسیٰؑ کی رسالت مختص بالقوم تھی ۔ لیکن آپؐ کی رسالت عالمگیر ہے ۔ کیونکہ دُنیا عالمگیر پیغام کی خواہشمند تھی ۔ بشپ آف لنڈن اور بعثت مسیحؑ اُن کے خیالات کی تنگنظری قرآن مجید اور مسئلہ ارتقاء ۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ کو سب سے پہلے صحیح طور پر سمجھایا آنحضرتؐ نے دُنیا کو علوم جدید کا پیغام دیا ۔ آپؐ کے پیغام کی عالمگیریت آپؐ ہی نے سب سے پہلے انسان اس کی مخفی قوتوں اور نقائص سے آگاہ کیا ۔ نقائص کو دُور کرنے کا اور خوبیوں کو ترقی دینے کا طریقہ سمجھایا +

باب پنجم

شخصیتِ کامل

آپؐ عظیم انسان شخصیت کے مالک تھے ۔ آنحضرتؐ دُنیا کے بزرگ ترین انسانوں میں سے ہیں ۔ ڈیلی اکسپریس آپؐ اپنے صادق ہونے پر نہایت مستحکم ایمان رکھتے تھے ۔ دیرینہ عیوب اور باطل عقائد کا مقابلہ کرنے میں نہایت جری اور بیخوف تھے ۔ آپؐ نے کبھی دوسروں کی مدد کی خاطر دل خوش کن وعدے نہیں دیئے ۔ اُن کے دلوں میں غلط اُمیدیں پیدا نہیں کیں نہ بلند آہنگ دعاوی کئے ۔ بلکہ آپؐ کا دعوےٰ صرف یہی تھا ۔ کہ میں تو ایک ڈرانیوالا ہوں ۔ آنحضرتؐ ہر پہلو سے انسان تھے لہذا اس لئے انسانیت کیلئے کامل نمونہ بن سکتے ہیں ۔ آپؐ بادشاہوں کیلئے بھی اِک نمونہ ہیں ۔ اظہار تفاخر سے نفرت اور معاشرت میں سادگی ملحوظ فرماتے تھے ۔ اور ورثاء کے لئے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا +

باب ششم

مکمل سیرت (کیریکٹر)

بعثت سے پیشتر بھی آپ کا چال چلن نبوت کے شایاں تھا' اپنوں کی شہادت یسوع اپنے اقرباء کو مطمئن نہ کر سکے آپ کی صداقت کے متعلق آپ کے دشمنوں کی گواہی - اہل مکہ کی مخالفت ہر کی سختیوں کے مقابلہ میں آپ کا عظیم الشان استقلال آپ نے اپنی زندگی میں شیطان کو عملاً شکست دی نہ کہ محض کشفی طور پر - اہل مکہ کا چیلنج اور آپ کا استقلال - اہل مکہ کا آپ کے خاندان سے مقاطعہ گلی آپ کا عزم اور استقلال - آپ کا طائف جانا اہل طائف کی سرد مہری - آپ کا خدائے مطلق پر اعتماد کامل آپ کی اور یسوع کی تکلیف کیوقت دعاؤں کا موازنہ - اہل مدینہ کا آپ کی خدمت میں آنا - اور پیمان وفا کرنا - اہل مکہ کا ایذا رسانی میں شدت کرنا ان کا جوش وخروش اور آپ کو قتل کرنے کے منصوبے آپ کی ہجرت - سید امیر علی کے الفاظ میں آپ کی خوبیوں کے اظہار نے سلسلہ کی ایک ضروری کڑی ہے - کیونکہ اس ضمن میں آپ کی بعض اعلٰے صفت پروئے گئے ہیں آپ نے آسمانی بادشاہت دنیا ہی میں قائم کر دی - مدینہ میں سونے اور چاندی کی کثرت تھی لیکن آپ کا دولتکدہ ان چیزوں سے خالی تھا! آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے تھے - خود گرسنہ رہتے تھے مگر دوسروں کو کھلاتے تھے - آپ دنیا میں بطور مسافر تھے - تاہم ضروری سامان سے زیادہ کوئی چیز نہ رکھتے تھے - آپ کا مشغلہ محض اخلاق پر عمل کرنا - ان کی تلقین کرنا - اور ایثار کا سبق دینا تھا - عملاً ثابت کیا کہ معاہدات ملکی ردی کاغذ کے پرزے نہیں ہوتے - بلکہ مستند اور محترم دستاویزیں ہوتے ہیں - ایفاء عہد کا بیحد خیال فرماتے تھے فتح مکہ اور آپ کی علو ہمت +

باب ہفتم

حصول منتہائے کامیابی

صرف آپ ہی ایسے نبی گذرے ہیں جو اپنے مقاصد میں کامل طور پر کامیاب ہوئے - موسیٰ اور یسوع دونوں اپنی زندگی میں ناکام رہے - نبی کریم کی اصلاحات کے متعلق ایک تیجسالہ شاہد عینی کی شہادت - نجاشی حکمران ملک حبش کے دربار میں - آپ کی کامیابی پر سر ولیم میور کی شہادت - خلیفہ اعظم حضرت عمرؓ کی حالت اسلام سے قبل اور ما بعد کارلائل کی شہادت - عربوں کی حالت آپ سے پہلے اور آپ کے بعد - آپ کی بینظیر کامیابی آپ کی اعلیٰ روحانیت کی دلیل ہے - صحابہؓ کے ساتھ آپ کی مودت - حیرت انگیز اصلاح - آپ کی زبان سے جو لفظ نکلتا تھا - وہ لوگوں کیلئے ایک اٹل قانون تھا - سال نمایندگی - آپ کا آخری خطبہ اور مقصد کی تکمیل +

باب ہشتم

بہترین معلم دین

مقصد مذہب پوشیدہ طاقتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ نے قلب انسانی کا تجزیہ فرمایا۔ شہوت اور غضب یہ دو جذبات آپ کی نظر میں تمام جذبات کی اصل ہیں ان کی اعلیٰ اور ادنیٰ صورتوں کا بیان۔ بہشت کوئی مقامی شئے نہیں ہے ڈین انجی اور مسیحی بہشت۔ بہشت کا اسلامی تخیل۔ بہشت اور دوزخ حیات بعد الموت کی دو مختلف حالتوں کا نام ہے۔ نور و قوت انسانی کیلئے بمنزلہ لباس ہے۔ ہفت بہشت قرآنی اور اصل ہفت ارتقائی منازل کا نام ہے۔ یسوع کا علم ناقص تھا۔ انسان قابل ترقی ہے۔ اور اس کے ارتقائی سفر کا بیان۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نمونہ ہے۔ اور ہمیں او ہی صفات اپنے اندر پیدا کرنی ضروری ہیں۔ خدا کا مسیحی اور اسلامی تخیل۔ اخلاق یا نیکی دراصل الٰہی صفات کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن کا مرکز ہے۔ اسلامی نماز اس بات کے جانچنے کا موقعہ ہے کہ الٰہی صفت کیا ہیں۔ اور ان میں اور ہمارے اخلاق میں کس حد تک ہم آہنگی پیدا ہوئی ہے۔ اسلامی طریق حیات، اسلامی طرز تحیتہ۔ انسان اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ توحید کا حقیقی جلوہ صرف اسلام ہی میں نظر آتا ہے توحید کا مقصد۔ خدا غیر متشخص نہیں۔ قوائے انسانی اور معصومیت فطرت، مسئلہ خیر و شر عالمگیر اخوت اسلامی۔ عالمگیریت کے بانی آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ جملہ انبیاء معصوم ہیں اس معاملہ میں مسیحی مبلغین کی عجیب ذہنیت۔ اسلام میں کامل طور پر مذہبی رواداری موجود ہے مسیحی اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ آپ کے اور آپ کے خلفاء کے معاہدات اور فرمان آزادی ضمیر آپ نے سب سے پہلے دنیا کو تلوار کا صحیح استعمال سکھایا۔ اسلام میں اس کے استعمال کا موقعہ مساوات انسانی اور احترام نسوانی۔ مسیحیت کے عقاید خصوصی کی بناء پر عورت کو ذلیل مانا گیا ہے۔ پولوس اور اوائل مشائخ کلیسیا کے خیالات عورتوں کے متعلق، ان خیالات کا اسلامی خیالات سے موازنہ۔ عورتوں کے متعلق نبی کریم کی تعلیم۔ عورت کی روح کے متعلق اسلام پر ایک ناروا اعتراض آپ نے شادی کے فعل کو احترام بخشا۔ مسئلہ تعدد ازدواج اور اسکی اشاعت ازواج رسول۔ وحدت ازدواج مسیحی خوبی نہیں، موسوی شرع میں اسکی اجازت ہے۔ یسوع اس مسئلہ میں خاموش ہے۔ تعدد ازدواج پر دلائل، عدم ضرورت کی حالت میں اسلام اس مسئلہ پر عمل کرنا ترک کر سکتا ہے۔ عیسائی دنیا تعدد ازدواج پر اسلام سے زیادہ اور بری صورت میں عامل ہے۔ نبی کریم نے غلامی کا انسداد فرمادیا۔ آپ نے دنیا کی چوتھائی آبادی کو شراب اور جوئے کی لعنت سے آزاد کردیا۔ اسکی جگہ عقل اور علم کو درجہ احترام عطا کیا۔ آپ کی تعلیم عالمگیری شان رکھتی ہے اسلام پائندہ مذہب ہے +

باب نہم

عقائد مذہبی کا اعلیٰ ترین شارح

آپ سے پہلے مذہبی عقاید عقلی رنگ میں کہیں بیان نہیں کئے گئے ۔ قرآن مجید عقل کو استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے ۔ یسوع کی دلائل مغالطہ آمیز ہوتی تھیں ۔ اسلام اور تہذیب ہمعنان ہیں ۔ قرآن مجید فطرت سے اپنے حق میں شہادت پیش کرتا ہے ۔ حشر اور تسلسل حیات کا قرآنی ثبوت ۔ قرآن مجید تعدد الٰہ کا انکار اسی طرز میں پیش کرتا ہے جسمیں سائنس نے پیش کیا ہے ۔ اثبت واجب الوجود پر قرآنی دلائل ، نظریہ نظام و مقصد فی التخلیق ۔ دوسرے مذاہب نہ تو اپنے عقاید کا اثبات کرتے ہیں ۔ اور نہ دیگر مذاہب کا عقلی طور پر ابطال کرتے ہیں ۔ بیرونی مشنوں کی ناکامی کے اسباب +

باب دہم

اُسوۂ حسنہ

تمام احکام قرآنی معمولی بہا ہیں قوت کسی قیس کے وجود پر دلالت نہیں کر سکتی جس شخص نے تجربات زندگی مختلف شعبوں میں نہ حاصل کئے ہوں ۔ وہ کامل نمونہ نہیں بن سکتا یسوع زندگی کے بہت سے شعبوں میں انسانیت کیلئے نمونہ نہیں ہو سکتا ۔ معافی دینے کے لئے تیار رہو ۔ آپ نے اپنے ذاتی دشمنوں کو معافی دی ۔ آپ کا ایک بڑا دشمن پہلی اسلامی حکمران قبیلی کا شورش اعلیٰ ہوا ۔ آپ کی زندگی اخلاقیات قرآنی کا آئینہ ہے ، غلاموں کو آزادی بخشنا اور ایفاء عہد کرنا ۔ انصاف پسندی ایثار ۔ معدلت فی المعاملہ ۔ بہترین لوگ اپنا قرضہ خلوص کے ساتھ ادا کر دیتے ہیں ۔ ازالہ امتیازات بیجا نسخہ عزت ۔ آپ کی عصمت مآبی ، رحمدلی حیا اور انکساری ۔ خوبی اطوار +

باب یازدہم

اجتماعِ حسنات

مغربی مصنفین کا طرز عمل ۔ یہ لوگ فسانہ نویسوں کو آپ کی سوانح حیات میں مستند قرار دیتے ہیں ۔ آپ کے اخلاق کے متعلق امام غزالی اور دیگر مصنفین کے خیالات ۔ آپ کی صفت احسان و کرم ۔ آپ کی شجاعت آپ کی صفتِ عفو ۔ آپ کی انکساری طبع ۔ آپ دوسروں کا کام کر دیتے تھے ۔ مبادلہ تحائف گداگری ۔ سے آپ کو سخت نفرت تھی ۔ آپ کی مہمان نوازی +



باب نہم

عقائد مذہبی کا اعلیٰ ترین شارح

آپ سے پہلے مذہبی عقاید عقلی رنگ میں کہیں بیان نہیں کئے گئے ۔ قرآن مجید عقل کو استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے ۔ مسیحی کی دلائل مغالطہ آمیز ہوتی تھیں ۔ اسلام اور تہذیب ہمعنان ہیں ۔ قرآن مجید فطرت سے اپنے حق میں شہادت پیش کرتا ہے ۔ حشر اور تمثیل حیات کا قرآنی ثبوت ۔ قرآن مجید تعدد الٰہ کا ابطال اسی دلیل سے پیش کرتا ہے جو سائنس نے پیش کیا ہے ۔ اثبات واجب الوجود پر قرآنی دلائل ۔ نظریہ نظام و مقصد فی التخلیق ۔ دوسرے مذاہب نہ تو اپنے عقاید کا اثبات کرتے ہیں ۔ اور نہ دیگر مذاہب کا عقلی طور پر ابطال دیتے ہیں ۔ بیرونی مشنوں کی ناکامی کے اسباب +

باب دہم

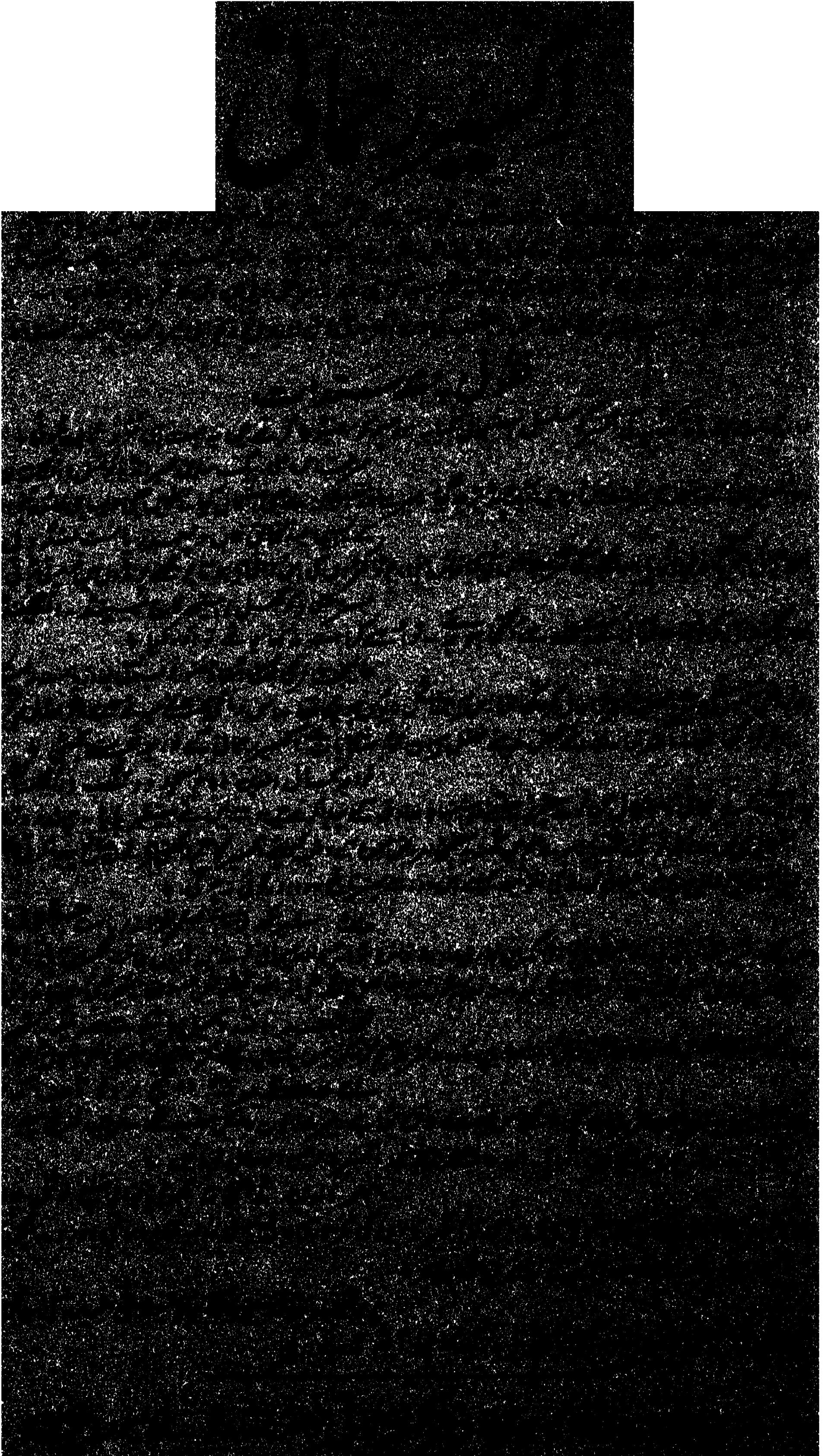
اسوۂ حسنہ

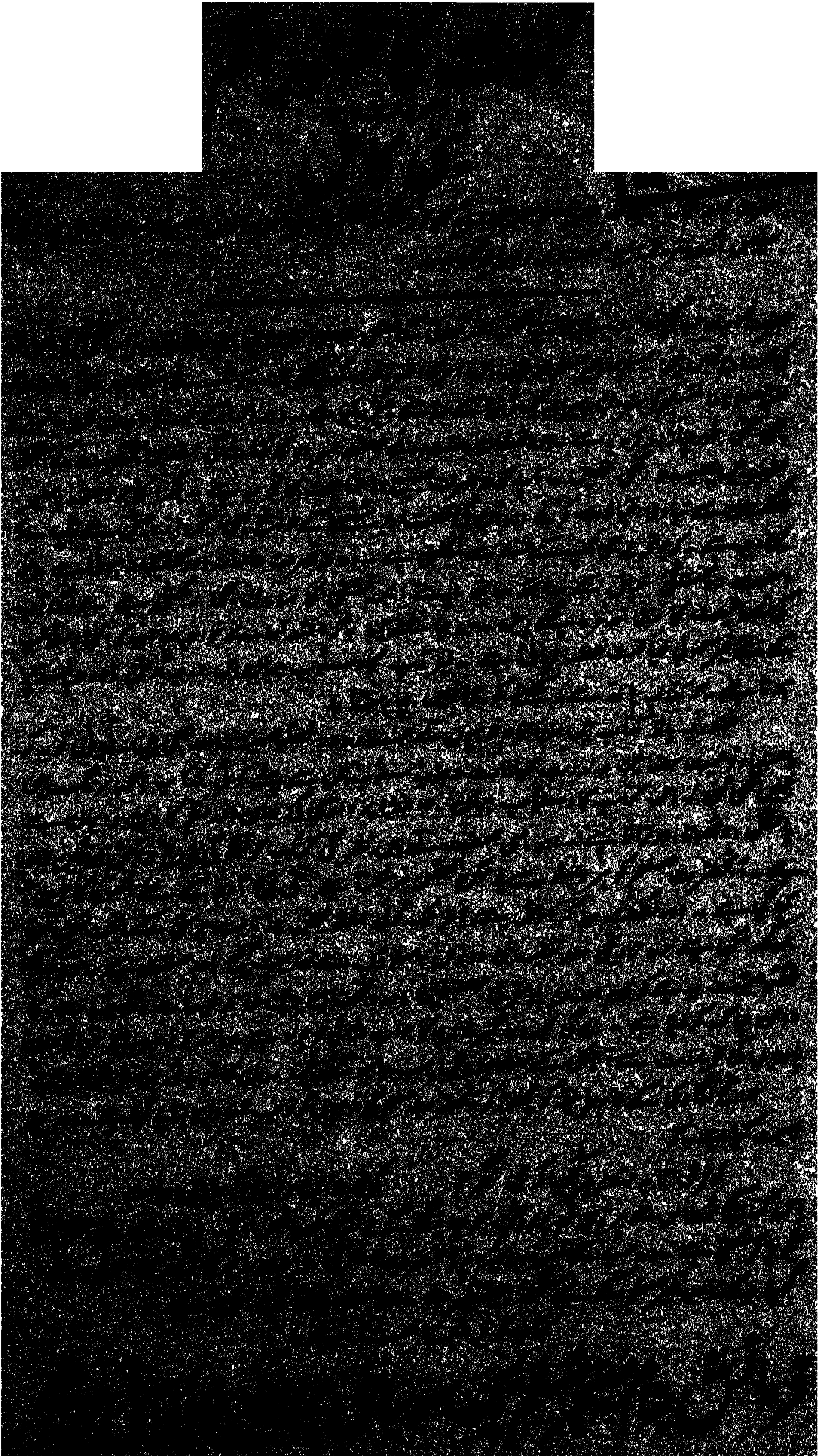
تمام احکام قرآنی معمولی باتیں ہیں قوت کسی نبی کے وجود پر دلالت نہیں کر سکتی جس شخص نے تجربات زندگی مختلف شعبوں میں نہ حاصل کئے ہوں ۔ وہ کامل نمونہ نہیں ہو سکتا لیکن زندگی کے بہت سے شعبوں میں انسانیت کیلئے نمونہ تھیں ہو سکتے ۔ معافی دینے کے بہت سے مواقع ہیں ۔ آپ نے اپنے ذاتی دشمنوں کو معافی دی ۔ آپ کا ایک بڑا دشمن پہلی اسلامی فتوحات میں کا نمونہ اعلیٰ ہوا ۔ آپ کی زندگی احسانات قرآنی کا نمونہ ہے ۔ غلاموں کو آزادی بخشنا ۔ ایفاء عہد کرنا ۔ انصاف پسندی بہت ۔ معاملات فی المعاملہ ۔ بہتر بن لوگ اپنا قرضہ خلوص کے ساتھ ادا کر دیتے ہیں ۔ ازالہ امتیازات بیجا ۔ مہربانی ۔ آپ کی عصمت تا بلی ۔ رحم دلی حیا اور انکساری ۔ خوبی اطوار +

باب یازدہم

اجتماع حسنات

مغربی مصنفین کا طرز عمل ۔ یہ لوگ قصہ نویسوں کو آپ کی سوانح حیات میں مستند قرار دیتے ہیں ۔ آپ کے اخلاق کے متعلق امام غزالی اور دیگر مصنفین کے خیالات ۔ آپ کی صفت احسان وکرم ۔ آپ کی شجاعت ۔ آپ کی صفت عفو ۔ آپ کی انکساری طبع ۔ آپ دوسروں کا کام کر دیتے تھے ۔ مبادلہ تحائف گداگری ۔ یہ آپ کو سخت نفرت تھی ۔ آپ کی مہمان نوازی +





اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیق عام پریس لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان

چھپ کر

خواجہ عبد الغنی پبلشر

نے

برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل بی مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ

نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ	مجلد عہ	اُم الالسنہ معروف بہ ندوہ کمال زبان بلا جلد ۱۲	مجلد ۱
مسلک مروارید معرکۃ الآراء دس لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد	مجلد ۱۲	براہین نیرہ - بلا جلد ۱۰	مجلد ۱
ینابیع المسیحیت - بلا جلد عہ	مجلد ۱۲	پیغام اسلام - مجلد	۸
ضرورۃ الاسلام - بلا جلد ۱۲	مجلد ۱	مقصد مذہب مجلد	۳
رازِ حیات یا انجیلِ عمل بلا جلد عہ	مجلد ۱۰	خطبات غربیہ - بلا جلد ۱۲	مجلد ۱۴
مکالمات ملتیہ - بلا جلد ۱۳	مجلد ۲	سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲	مجلد ۱
مطالعۂ اسلام - بلا جلد ۱۲	مجلد ۱	ہستی باری تعالیٰ - بلا جلد	۶
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - بلا جلد ۱۴	مجلد ۱۴	مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۴
لمعات انوار محمدیہ - بلا جلد ۶	مجلد ۱۰	اسلام اور علوم جدید	۴
مذہب محبت	۷	صلائے نصرت با اہل ہمت مجلد	۳
ذرات عالم کا مذہب	مجلد ۸	حیات بعد الموت	۱۲
اُسوۂ حسنہ معروف بہ ندوہ و کامل نبی بلا جلد	مجلد ۷	جہد للبقاء	۴

تمدّن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یعنی وہ تصنیف جدید جس میں واقعات حاضرہ پر بحث کے علاوہ موجودہ اقتصادی سیاسی معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے زیر طبع ہے

درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) آنی چاہئیں



فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ | بابت ماہ جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ماہ صفر ۱۳۴۹ھ | نمبر ۷

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

شذرات

تشریح تصویر۔ اس ماہ کے رسالہ کو عیدالاضحی کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ جو مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۹۳۰ء بروز جمعہ شاہجہان مسجد ووکنگ میں منائی گئی۔ اس سال جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے قائم مقام امام مسجد ووکنگ کی استدعا پر عالیجناب سید محمد امین الحسینی نے نماز عید پڑھائی۔ عالیجناب سید صاحب موصوف فلسطین کے مفتی اعظم اور یروشلم کی مسلم کونسل عالیہ کے میر مجلس ہیں۔ اس تصویر میں مفتی صاحب موصوف خطبۂ عید فرما رہے ہیں۔ مسجد ووکنگ کی نماز عیدین بفضلہ تمام قسم کی فرقی الجھنوں سے آزاد ہیں۔ ان میں تمام فرقوں کے مسلم بھائی بغیر کسی فرقی امتیاز کے ایک ہی صف میں دوش بدوش کھڑے ہو کر ہر ایک فرقے کے امام کی اقتدا میں فریضۂ نماز ادا کر کے واركعوا مع الراكعين کی عملی تفسیر پیش کر رہے ہیں +

برطانیہ عظمی کی مسلم سوسائٹی لندن

کے زیر اہتمام

لیکچروں کا سلسلہ

شاہجہان مسجد ووکنگ کی تازہ ڈاک میں یہ اچھی اطلاع ملی ہے۔ کہ ذیل کے تین عظیم الشان لیکچر گذشتہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء میں مسلم سوسائٹی لندن کے زیر اہتمام نہایت خیر و خوبی سے ہوئے۔ جن میں سامعین کی کافی تعداد تھی۔ اور اہالیان لندن نے ان لیکچروں کے سننے میں بہت دلچسپی لی +

پہلا لیکچر ۴ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو بروز اتوار ۷ بجے شام ہوا۔ جس میں فاضل دہر جناب پروفیسر ہارون مصطفے صاحب یون نے "تم دو آدمی کے زبان کتنی دیر توقف کرو گے" کے موضوع پر دیا +

دوسرا لیکچر ۱۱ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو بروز اتوار ۷ بجے شام ہوا جس میں عالیجناب مسٹر عبدالقادر خان صاحب نے جنہوں نے وسط ایشیاء اور جمہوریت سوویت میں [illegible] کے موضوع پر دلچسپ لیکچر دیا +

تیسرا لیکچر جناب مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ نے مورخہ [illegible] مئی سنہ ۱۹۳۰ء [illegible] اسلامی [illegible] دیا +

لیکچروں کا یہ سلسلہ لوگوں میں اسلام کے متعلق دلچسپی پیدا کرنے کا موجب ہو رہا ہے +

شائع کردہ - خواجہ عبدالغنی

سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن و لٹریری ٹرسٹ

مذہب اور تمدن

(از اسلامک ریویو بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء)

جس بات پر ہم نے بار بار لکھا۔ اس کا نقشہ پھر ہمارے سامنے ہے آنریبل برٹرنڈ رسل جو آجکل کے قلمی مشاہیر میں سے ہیں۔ مغرب کے ایک مشہور رسالے ریشنلسٹ اینول میں لکھتے ہیں۔ کہ کیا مذہب نے انسانی تمدن کی کہیں مدد کی۔ ان کا جواب تو ان کے معلومات کے ماتحت لازماً نفی میں ہے۔ بہت نسبت انھوں نے وہی غلطی کی ہے۔ جس کے مرتکب مغربی قلم کے دیگر بزرگ ہیں۔ انہوں نے اس سوال کے جواب میں عیسائیت کی چھان بین کی۔ اور جب عیسائیت کے صفحات اس سوال کے جواب دینے میں قاصر ہے۔ تو آنریبل مسٹر رسل نے عیسائیت کو مذہب کا ایک بہترین نمائندہ سمجھ کر ہر ایک مذہب پر جس میں انھوں نے اسلام بھی شامل کیا یہی فتوے صادر فرمایا:-

اب ان کی اس غلطی کا اور اسلام پر اس تازے حملے کا کون جواب دہ ہے۔ ووکنگ مشن نے ان گذشتہ چند سالوں میں اس الزام کے دفعیہ میں بیشک کوشش کی۔ اور اس معاملے میں مغرب کے تاریک مطلع کو صاف بھی کر دیا۔ لیکن ووکنگ مشن کی یہ کوشش دریا میں قطرہ یا آٹے میں نمک سے بھی کم ہے۔ اور طرفہ یہ ہے۔ کہ عیسائیت میں جن باتوں کے نہ ہونے نے حکیمان مغرب کو مذہب سے ہی متنفر کر دیا۔ وہ تو وہی باتیں ہیں۔ جن کو اسلام لایا۔ وہ تو وہی امور ہیں جن کا مذاق اسلام نے ہی پیدا کیا۔ اور وہ تو وہی ضروریات انسانی ہیں۔ جن کی طرف قرآن کریم نے نہ صرف انسان کو متوجہ کیا۔ بلکہ ان کے حصول کی راہیں بھی تجویز کر دیں۔ اور اس معاملے کو نہ صرف **قال** پر رکھا۔ بلکہ دو تین صدیوں کے اندر **حال** کر دکھایا۔

اس وقت کونسا امر موجودہ تمدن میں مایہ امتیاز ہے۔ جو اسلام سے نہیں لیا گیا؟ سوال یہ ہے۔ کہ کیا ہماری یہ باتیں صحیح ہیں یا خوش کن طفل تسلیاں ہیں۔ اگر اس بیان میں ہم راستی پر ہیں۔ تو یورپ اگر غلط رائے رکھتا۔ تو اس کا الزام ہمارے ذمہ ہے۔ تبلیغ یورپ کے سر پر تبلیغ ہمارا فرض ہے۔ یا دوسروں کا یہ ہماری غفلت کا نتیجہ ہے۔ جو آج مذہب روس سے جلاوطن کر دیا گیا۔ جاؤ لینن اور سلاطین موجودہ

قائدوں سے اس جلاوطنی کے اسباب پوچھو وہ عیسائیت کے متعلق وہی رونا روئینگے
جس کا علاج اسلام نے کیا۔ جو وہ چاہتے ہیں۔ وہی اسلام نے ایک بہترین شکل میں
تعلیم کی ہے۔ جن مقاصد عالی کو وہ خون کی ندیاں بہانے اور ناجائز طریقوں کے
ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تو وہی باتیں تھیں۔ جو قرآن نے تعلیم کیں۔ ہاں
ان کے حصول کی وہ راہیں بتلائیں۔ جو بذات خود انسان کے لئے رحمت ہو گئیں +

روس مسلمان ہو سکتا ہے۔ کیا ہم میں سے کسی کا فرض نہیں کہ اس معاملے میں روس کے سامنے
اسلام کو اسی نکتۂ خیال سے پیش کریں۔ جو لینن ٹراٹسکی یا سلاطین یا دیگر بولشویک
قائدین کے سامنے ہے۔ ان نمایندگان جدید تحریک روس میں ٹراٹسکی کو اسلام
کے مطالعہ کا کچھ موقع ملا۔ اور اس کا باعث وہ حسن سلوک اسلامی تھا جو ترکوں نے اسکے
ساتھ کیا۔ وہ آخر مسلمان ہو گیا۔ اس نے اسلام میں انہی امور کے نفاذ کی تعلیم و ترویج
ایک رحیمانہ انداز میں پائی۔ جن کے لئے آج خون کی ندیاں روس میں چلیں۔ ہم اپنی سیاسی
مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ کیا اس کا بہترین حل یہ نہیں۔ کہ ہم موجودہ خداوندان سیاست
کے خیالات کو اسلام کے متعلق بدلیں +

روس آج اسلام کی ڈیوڑھی میں آچکا ہے۔ وہ اپنے دل سے عیسائی شرک کو نکال چکا
وہ اسلامی باتیں اپنے میں لینا چاہتا ہے۔ پھر غفلت ہماری نہیں تو اور کس کی ہے
حضرت خواجہ صاحب کا خیال ہے۔ کہ وہ اس معاملے میں مسٹر ٹراوسکی سے سلسلہ جنبانی
کریں۔ خدا تعالیٰ انھیں صحت بخشے اور وہ اپنے ارادوں کو اپنی زندگی میں سرسبز
ہوتا دیکھیں۔ لیکن وہ کیا کیا کریں +

کیا روس عیسائیت کے جلاوطن کرنے میں حق بجانب نہ تھا؟

آج روس میں گرجے بند ہو گئے پادری جلاوطن کر دیئے گئے تبلیغ و تعلیم عیسائیت
جرم ہو گئی۔ اور تو اور اتوار کی تعطیل تک اڑا دی گئی۔ کیونکہ اسمیں بھی ایک مذہب
کی جھلک تھی۔ کلیسیائی خزانے لوٹ لئے گئے۔ اور لاکھوں نہیں کروڑ ہا روپے
جو کلیسیا کے قبضہ میں تھے۔ وہ قومی خزانے میں داخل ہو گئے۔ عیسائیت [illegible] روس کی

مذاہب کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہتا ہے۔ اور کرکے رہیگا۔ اگر اس کا بس چلا پھر کس کا اسلام اور کس کی اشاعت۔ لیکن ہمیں ٹھنڈے دل سے اس سوال کو سوچنا چاہئیے وا قعتاً یہی کہتے ہیں۔ کہ روس جدید ان مظالم میں حق بجانب ہے +

زار کی سلطنت مطلق العنانی و استبداد اور اتلاف حقوقِ عامہ کا مجسمہ تھی۔ شاہی خاندان اور چند امرا نے عامۃ الناس کی قسمت ان کے پرولے۔ پیسے ان کی راحت و آسائش پر قابض تھے۔ اس ظلم کی جوازیت کی آواز اگر وہاں آئی تو منبر کلیسا سے آئی۔ یہ ایک بے نقاب راز ہے۔ کہ یورپ کی سلطنتوں کی منشاء اور ان کی پولیسی کا نفاذ زیادہ حد تک مذہب کے ذریعے ہوتا ہے۔ یوں تو مغرب میں کوئی امر سلطنت کی طرف سے رواج نہیں پاتا۔ جب تک کہ اہل ملک اسے تسلیم نہ کرلیں۔ لیکن اس منشائے عامہ کو حاصل کرنے کے دو ذریعہ ہیں۔ ایک پریس دوسرا منبر مذہب۔ پریس سے کہیں زیادہ مذہب کا اثر عام طبائع پر ہوتا ہے +

جس بات پر مغربی کابینہ اور وزارت اتفاق کرلیتے ہیں۔ اور اس کا نفاذ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس امر کو مذہب کے مختلف اسقفوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اشارے پر آئندہ اتوار کو ہر گرجے میں تجویز کردہ پولیسی کی ضرورت پر وعظ و سرمن شروع ہو جاتے ہیں گویا اس پولیسی کے جواز میں خدا کی آواز کام کرتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کابینۂ مغرب کی مصلحت مصلحتِ عامہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ تو ظاہر ہے۔ کہ روس ایک ملک استبداد و ظلم تھا۔ زاریت اور وہاں کی امارت گویا مظالم کا مجسمہ تھی۔ لیکن ان مظالم کو وہاں خدا کے گھر سے ہی جائز ٹھیرایا ہوا تھا۔ اب اگر مظلوم جماعت طاقت میں آئی۔ تو کیوں وہ خدا ہی کو اپنے ملک سے نہ نکال دیتے۔ جو خدا اسی زاریت امارت کا بذریعہ کلیسیہ حامی تھا۔ کیونکہ ایسے خدا کے خدام بھی تختۂ مشقِ ظلم نہ ہوتے +

روس سے سرمایہ داری اور مذہب کا اخراج

مذہب اشتراکیت نے اگر زاریت و امارت کو روس سے نکالا۔ تو اس کے ساتھ سرمایہ داری کا بھی خاتمہ کیا۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ کہ سرمایہ داری اگر

سوسائٹی کی رفاہ کیلئے ضروری ہے۔ تو اس کا ایک مذموم سے مذموم پہلو بھی ہے جو لکھو کھا انسانوں کا

خون چوس کر اُسے چند سرمایہ داروں کے تعیشات کا باعث بنا دیتا ہے۔ مزدور گروہ کام کرتے
کرتے مرجاتا ہے۔ اور اُس کی گاڑھی محنت کا ثمرہ سرمایہ دار کے گھر چلا جاتا ہے۔ یہ سرمایہ داری
اس وقت اپنے خطرناک رنگ میں مغرب پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ اور اشتراکیت اس کو مٹانا چاہتی
ہے۔ اگر زاریت اور امارت کی پرستش روس میں مذہب نے کرائی۔ تو اس مذموم سرمایہ داری کی حمایت
بھی خدا کے گھر میں ہی ہوئی۔ اگر کلیسوی منابر نے ایک وقت ملوکیت کا وعظ کیا۔ تو دوسرے
وقت سرمایہ داری کے گیت گائے۔ مظلوم گروہ ایک مدت دراز سے ان باتوں کو خدا کے
گھر میں سنتا رہا۔ اب اگر اس سرمایہ داری کی ترویج میں وہاں خدا ہی نے حصہ لیا۔ تو کیوں
اشتراکیت اسلئے بھی خدا کو جواب نہ دے۔ الغرض مذہب کو اگر ذلیل کرایا۔ تو کلیسا کے
اس طرز عمل نے کرایا۔ مدعیان اشتراکیت اگر مذہب کے دشمن نہیں تو وہ سچے ہیں +

ضرورت تبلیغ اسلام

لیکن ہم بار بار کہتے ہیں۔ کہ اس سارے مکروہ واقعت کا ذمہ وار کون ہے۔ کیا فضائے عالم
کے اس مکدر کرنے والے امور کا دفعیہ اسلام میں موجود نہیں۔ ؟ خدا کو رب العالمین پکارا جس نے
امارت و ملوکیت کا خاتمہ کر کے سلطنت کو خادم پبلک قرار دیا۔ جس نے اگر موجودہ سرمایہ داری
کی ملامت کی۔ تو دوسری طرف اشتراکیت کی انتہائی باتوں کو بھی پسند نہ کیا۔ قوم اور نسل انسانی
سرمایہ کے سوائے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر اشتراکیت انفرادی مکسوبات کو سب میں یکساں تقسیم
کرنا چاہتی ہے۔ خواہ ایسے مکسوبات میں حصہ پانے والے خود کوئی ہاتھ ہلائیں یا نہ ہلائیں
تو سرمایہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ سچ ہے۔ کہ دنیا ان کم نصیبوں سے خالی نہیں جو اپنا
الحتیاج نہیں کما سکتے۔ ناگزیر حالات کے ماتحت زندگی کی گھڑ دوڑ میں یہ بدنصیب
دوسروں کے ہمقدم نہیں چل سکتے۔ ہاں اُن کی پرورش کا بہترین انتظام اشتراکیت
ہی نہیں۔ کیونکہ یہ ضروری سرمایہ کو تباہ کرتی ہے۔ بلکہ اس کا علاج خیرات حسنات اور
لوتہ ہے۔ اسی طرح اور بیسیوں باتیں ہیں۔ جو روس کیا کل دنیا مغرب چاہتی ہے۔ اور وہ سب
باسب قرآن میں موجود ہیں +

تمدن اسلام پر تصنیف

[illegible] آمدہ غرض اس طرح تو حاصل نہ ہوگی۔ کہ ہم گھر میں بیٹھے بیٹھے یہ باتیں کریں

خوش ہو جائیں تبلیغ چھوڑ ہمارا تو ان پر خود عمل نہیں۔ بہرحال غفلت کو ہم چھوڑ دیں۔ ان باتوں کو مغرب اور خصوصاً روس میں پہنچائیں۔ پھر دیکھ لیں کہ دنیا کا مذہب مستقبل اسلام ہوتا ہے یا نہیں یہ کسی مذہبی عصبیت کے جوش میں نہیں لکھا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ جو روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے۔ جب مغرب اور اس کی اتباع میں بعض مشرقی قومیں مذہب کو اُن چند باتوں کیلئے خیر باد کہہ چکی ہیں جنہیں وہ اپنے اپنے مذاہب میں نہیں پاتے۔ وہ ان کا نصب العین ہو چکی ہیں۔ لیکن اس کے حصول میں وہ ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اب اگر یہ وہی باتیں ہیں۔ جو سب سے اول دنیا میں نہ صرف بر نگ تعلیم اسلام نے پیش کیں۔ بلکہ اُن کے حصول کا راستہ بھی دکھلایا۔ اور نسل انسانی کے ایک بڑے حصہ نے اسلام کی گود میں پرورش پاکر انہیں حاصل کر لیا تو دنیا کا مذہب مستقبل کیوں اسلام نہ ہو۔ **حضرت خواجہ صاحب** اس لمبی بیماری میں رہین بستر تو رہے۔ لیکن اُن کی بیماری کی خاموش اور بظاہر بیکار گھڑیاں اسی مسئلے پر سوچنے میں گذریں۔ آخر اس لمبے غور و خوض کا نتیجہ ان کی یہ تصنیف ہوئی جس کا صحیح طور پر انھوں نے تمدن اسلام نام رکھا۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ یہ مضامین مغرب کی زبانوں کا لباس پہن کر اہل مغرب کے سامنے آجائیں۔ وما توفیقنا الا باللہ +

خواجہ عبد الغنی

اسلام اور توہم پرستی

از ایڈیٹر اسلامک ریویو ماہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء

ایک تاجر مذہب نے اپنی تجارت کو ترقی دینے کیلئے کچھ دن ہوئے ایک کتاب شائع کی جس کا نام اُس نے **اسلام پر رُوح پرستی کے اثرات** رکھا۔ ہم نے اس پادری کا نام تاجر مذہب اسلئے تجویز کیا۔ کہ اس کی غلط تجارت میں مصنف کتاب نے یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ کہ اسلام بھی توہم پرستی سے خالی نہیں۔ اسلام تو مسلمۃً خالص توحید پرستی ہے۔ اس نے ہر میدان شرک کو ہلاک کیا۔ یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ اسلام کی پاک تعلیم میں توہم پرستی کا شائبہ بھی ہوتا۔ قرآن کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ تو متوہمہ امور کی بیخ کنی کرتا ہے۔ خود نبی مکرم اُن کی ذاتی مثال اور آپ کے اقوال ہر قسم کی توہم پرستی کا خاتمہ کرتے ہیں۔ انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پہلے عرب کو ان باتوں سے پاک کر دیا

آپ فرماتے ہیں۔ کہ وہی لوگ بہشتی ہونگے۔ جو جنتر منتر اور ٹونے پر عمل نہیں کرتے۔ جو ایام جہالت کی طرح کوئی شگون نہیں لیتے۔ اور کل امور میں خدا کا بھروسہ کرتے ہیں۔ ان ارشادات سے ہوتے ہوئے حجر شجر نجم یا بروج پرستی کہاں رہ جاتی ہے۔ آپ کے فرزند جناب ابراہیم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کے فرزند کی وفات کے دن ہی سورج گھن میں آ گیا۔ مشرکین مکہ کی توہم پرستی نے ان دو واقعات کو ایک رنگ میں دیکھنا چاہا۔ انھوں نے یقین کر لیا۔ کہ اس وفات پر سورج بھی سیاہ پوش ہو گیا۔ اس امر پر ان مشرکین کو آنحضرت کے دعوے پر یقین آ گیا۔ وہ آپ کی خدمت میں ایک سچے تائب کے رنگ میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی گذشتہ معاندانہ کارروائی کیلئے معافی مانگی اور اسلام کو قبول کرنا چاہا لیکن خدا کے نبی نے جونہی یہ بات سنی۔ آپ نے انکے قبول اسلام سے انکار کر دیا۔ اور یہ فرما کر رخصت کیا تم کسوف خسوف پر ستو اہم نہ ہو۔ یہ کسی انسان کی موت پر واقع نہیں ہوا کرتے۔ ان انقلابات سے ایک مسلم کو خدا کی عبادت میں کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ اسکی توحید کو منانا ہے۔ اور خدا کے ورالہام کا طالب ہو"+

کیا یہ باتیں کسی مفتری کے منہ سے نکل سکتی ہیں۔ خطرناک سے خطرناک دشمنان اسلام اپنے حلقہ غلامی میں لانے کا ایک بہترین موقع پیدا ہوتا ہے لیکن آپ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ہاں یہ پادری مصنف کتاب زیر بحث کب ان چالوں سے باز آ سکتا ہے۔ جن کے ذریعہ قدیم زمانے میں ہزار در ہزار اہل امریکہ اسی قسم کے واقعہ پر خسوف پر عیسائی کر دیئے گئے+ ان ایام میں کثرت سے امریکہ کے لوگ سورج پرست تھے جب وہاں کا ایک پادری ان پر اپنے مذہب کی صداقت میرہن نہ کر سکا تو اسے ایک چال سوجھی سورج گرہن ہونیوالا اس نے بروئے حساب ہندسہ سورج گرہن کے وقت کا اندازہ کر لیا۔ اور ان پرستاران آفتاب کو کہا۔ کہ تمہارا خداوند (آفتاب) میرے خداوند کے سامنے فلاں دن اور فلاں وقت گردن تسلیم جھکا دیگا۔ اور غائب ہو جائیگا۔ یہ پیشگوئی پوری ہونی تھی سورج گھن میں آ گیا۔ اور خداوند مسیح کے جلال کے گیت گائے گئے۔ مسیحی فارٹ مشن نے بھی ایک مثال ہیں۔ اور جگہ بھی اس قسم کی چالیں چلی گئیں خود جٹلینڈ علاقہ ڈنمارک۔ نے اسی ایک قسم کی چال پر مسیحیت قبول کی۔ اہل جٹلینڈ اسبات کے قائل تھے۔ کہ ہر چیز میں ایک روح ہوتی ہے جو پرستش کے قابل ہے۔ اور یہ ارواح ان کی نیک و بد کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ امرا کے گھر کے سامنے ایک پتھر ہوا کرتا تھا جس کی روح اس گھر کی محافظ سمجھی جاتی تھی۔ ایک پادری ایک دن جٹلینڈ کے ایک امیر کے پاس آیا اور اسے کہا۔ کہ میں تھوڑا سا پانی پتھر پر ڈالونگا جس پانی پر کہ مسیح کا نام پڑھا جائیگا۔ تو تمہارا خدا ایک منٹ میں یہاں سے بھاگ جائیگا۔ اور یہ پتھر شق ہو جائیگا۔ یہ امر کونسا مشکل تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جٹلینڈ کا علاقہ عیسائی ہو گیا۔ جہالت توہم کو پیدا کرتی ہے۔ اور وجو پرستی اس فطرت کو ابھارتی ہے۔ انسانی دل خواہ کسی سچے مذہب کے تحت ہو لیکن نا تربیت یافتہ حالت میں اس قسم کے توہم کا شکار ہو سکتا ہے میں اس سے انکار نہیں کہ بعض مسلم بھی ان باتوں کے

شکار ہو چکے ہیں۔ لیکن اسلام کو اس سے کیا تعلق۔ اسلام بیشک ایک مخالفانہ تنقید کے ماتحت آ سکتا ہے۔ اگر اس میں کوئی تعلیم توہم پرستی کی ہو۔ عیسائی دنیا تو آنکھوں میں تنکہ دوسروں پر تنقید کرتے ہیں۔ ان کے معتقدات میں ایک بھی بات نہیں جس کی بنا توہم پرستی نہ ہو۔ گناہوں سے پاک مریم کا ہونا کنواری کا خدا کو جننا مقدس خون کی برکت۔ کفارہ برکات عشائے ربانی اور دیگر مقدس عناصر بپتسمہ کنفرمیشن مسیح کے ساتھ ہر عیسائی کا نکاح ہونا وغیرہ وغیرہ جو معتقدات عیسائیت میں ہیں۔ یہ تو سب کے سب توہم پرستی کا تودہ طومار ہیں۔ جو عیسائی مجالس نے تجویز کی ہیں۔ خود جناب مسیح کو تو ان باتوں کا علم بھی نہ تھا۔ ہاں یہ ساری باتیں مسیح کے پہلے مذاہب اصنام پرستی میں موجود تھیں۔ ان مذاہب کو دنیا سے مٹانے کیلئے اور اپنے مذہب کو ہر دلعزیز کرنے کیلئے دوسری صدی کے پادری کو یہی سوجھا۔ انھوں نے نہ مذہب کے بیان کا تو خاتمہ کیا۔ لیکن اس کا ہر ایک خط و خال عیسائیت سے زیب و زینت کا موجب ہوا۔

مُسلم قربانی

جناب ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کو ایک ظالمانہ بدعت سے بذریعہ قربانی بہائم نجات دی۔ نسل انسانی کے افراد عقیدہ باطل کے باعث مذبح پر لائے جاتے تھے۔ ان کا دل چیر کر دیوتا کا بڑا اعادہ مذہب آسمان کی طرف پیش کر کے اسے خدا کی نذر کیا کرتا تھا۔ جس سے سمجھا جاتا تھا۔ کہ نسل انسانی نے سزائے گناہ سے نجات پائی۔ یہ جو عیسائیوں نے صلیب مسیح کے متعلق ایک عقیدہ بنا رکھا ہے اور کفارہ کو ذریعہ نجات ٹھیرایا ہے کیا یہ کوئی نئی بات ہے۔ ایام جاہلیت میں کفر و اباطیل سے ہزاروں نہیں لاکھوں نونہالان بنی آدم کو اپنے گناہ کے کفارہ میں ہلاکت کا منہ دکھلایا یسوع سے پہلے کئی ایک منجی ہندی داستانوں میں نظر آتے ہیں۔ جن کی داستان ہوبہو وہی ہے جو ہم کلیسیا کی مسیحی کہانی میں سنتے ہیں۔ اس کے اعادہ کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ امور بہ تکرار ان صفحات میں زیر قلم آ چکے ہیں۔

الغرض جناب ابراہیم تک انسان کی اولاد قربانگاہ پر لائی جاتی تھی۔ آپنے بذر لیوہ حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کی جگہ مینڈھے کو خدا کے نام پر ذبح کیا۔ اور اس طرح نسل انسانی کے ایک بھاری حصہ کو اس ظالمانہ بدعت سے نجات دی۔

غرض تو قربانی کی ایک قسم کا صدقہ اور خیرات تھی جس کو قرآن کریم نے بالتشریح واضح کر دیا ۔ لیکن نسل انسانی نے عموماً قربانی تو اپنے گناہ کا کفارہ ہی سمجھا ۔ حتٰے کہ بعض مسلمانوں میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں ۔ کوئی نہیں سمجھتا ۔ کہ خدا تعالیٰ کس طرح خون اور گوشت سے خوش ہو جاتا ہے ۔

پچھلے ماہ مجھے ایک مکرم دوست نے جو کلکتہ یونیورسٹی کے ایم ۔ اے اور بنگال میں ڈپٹی کلکٹر ہیں ۔ اس امر کے متعلق دریافت کیا ۔ مجھ سے وہ صحیح طور پر سمجھتے ہیں ۔ اگر قربانی سے گناہ کی معافی ہو سکتی ہے ۔ تو پھر مسلم قربانی اور ہندو یا عیسائی قربانی میں کیا فرق ہے ۔ میں بلا تامل کہتا ہوں ۔ اور ایسا ہی میں نے اس دوست کو لکھا ہے ۔ کہ اگر ہماری قربانیاں بھی اسی غرض کیلئے ہیں ۔ تو فی الواقع عیسائی یہودی اور ہندو قربانی میں کوئی فرق نہیں لیکن خدا کے کلام نے اس مسئلہ کو سورۂ حج[1] میں صاف کر دیا ۔ پہلے تو اس بات کو تسلیم کیا ۔ کہ اسلام سے پہلے بھی دنیا میں قربانی کا رواج تھا ۔ لیکن آگے چل کر قرآن نے فرمایا[2] ۔ اس کی بھاری غرض یہ ہے ۔ کہ غربا اور مساکین اور خصوصاً وہ افراد نسل انسانی جو مفلوک الحال ہوں لیکن اپنے افلاس کو ظاہر کرنا نہیں پسند کرتے ۔ یہ لوگ ہی سید الطعام یعنی گوشت سے بہرہ مند ہو جائیں ۔ اہل ثروت تو کم و بیش ہر روز ہی گوشت کھا لیتے ہیں لیکن اس نعمت الٰہی سے غربا فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔ اسلئے اسلام نے قربانیوں اور صدقات کا اسلئے رواج دیا اور ان مواقع پر بہائم کا ذبح کرنا پسند کیا کہ مسکین طبقہ بھی اس نعمت الٰہی سے فیضیاب ہو جائے ہم اگر خود گوشت کھا سکتے ہیں ۔ تو ہمارے غریب ہمسائیوں کا بھی اس میں حصہ ہے ۔ وہ صدقات اور قربانیوں کے ذریعہ ان میں پہنچ جاتا ہے ۔ یہ جو کچھ میں کہتا ہوں تعلیم قرآن کے مطابق کہتا ہوں ۔ چنانچہ حاشیہ میں آیات قرآنی اور ان کے ترجمے کو میں نے لکھ دیا ہے

---

[1] ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالھکم الہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین ۔

اور ہر قوم کیلئے ہم نے عبادت مقرر کی ہے ۔ تاکہ اللہ کا نام اس پر یاد کریں ۔ جو اس نے انہیں چارپائے جانوروں سے دیئے ہیں ۔ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ ۔ اور عاجزی اختیار کرنیوالوں کو خوشخبری دو ۔

[2] واطعموا القانع والمعتر کذلک سخرنھا لکم لعلکم تشکرون ۔

اور سوالی اور مصیبت زدہ کو کھلاؤ ۔ اسی طرح ہم نے انہیں تمہارے کام میں لگا دیا ہے ۔ تاکہ تم شکر کرو ۔

ہاں اسی موقع پر قرآن کریم نے اس غلط عقیدہ کی بھی تردید کر دی ۔ کہ قربانیوں سے خدا تعالےٰ خوش ہوتا ہے ۔ اور انسان کے گناہ بکری کی گردن پر چھری پھیرنے سے دُور ہو جاتے ہیں ۔ چنانچہ قرآن نے فرمایا لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم یعنی اللہ کے ہاں نہ جانوروں کا گوشت اور نہ ان کا خون پہنچتا ہے یعنی یہ باتیں اسکی جناب میں مقبول نہیں ۔ اس کے ہاں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے ۔ خدا کی جناب میں تمہاری نیکی تمہاری پرہیزگاری اور خلق خدا کو نفع رسانی پسند ہے ۔ قربانی کی یہ غرض کہ مسکین خلق خدا کے مُنہ میں ایک بہترین غذا پہنچ جائے اور ہر ایک تنگدست بغیر پیسہ خرچنے کے اس خوراک کو لیلے یہ بذات خود ایک تقویٰ ہے ۔ والا تم لاکہ جانوروں کو ذبح کرو ۔ خدا خون سے تو خوش نہیں ہوتا ۔ قرآن کریم کے ان احکامات نے مسئلہ قربانی کو صاف کر دیا ۔ کہ یہ کسی گناہ کے کفارہ میں نہیں کی جاتی ۔ ہاں اس کا ایک عملی رنگ بھی ہے جس کی طرف مقدس الفاظ نے اشارہ کیا ہے انسان کے اندر بہیمیت اور ملکیت کے دونوں جوہر ہیں ۔ انسان نے اس دُنیا میں حیوانی فطرت پر غالب آکر تقوے کی وہ راہیں اختیار کرنی ہیں ۔ کہ حق پر گامزن ہو کر وہ فرشتوں کے خصائل حاصل کرے ۔ لیکن یہ مقام اسی کو نصیب ہوگا ۔ جب اُس کی بہیمیت ختم ہو جائیگی ۔ ذبیحہ جانور بکرا مینڈھا ۔ گائے ۔ اونٹ وغیرہ بہیمیت کا مجسمہ ہوتے ہیں ۔ عید کے دن کسی اور صدقہ کے وقت انسان ان جانوروں کے گلے پر چھری نہیں پھیرتا ۔ بلکہ اس میں اشارہ ہے ۔ کہ وہ اپنی بہیمیت پر چھری پھیرے لہٰذا جس نے قربانی کرتے وقت اپنی حیوانیت کو ذبح نہیں کیا ۔ اور اپنی بہیمیت پر چھری نہیں چلائی ۔ وہ تقوے کے اعلےٰ منازل سے بہت دور رہا قربانی میں یہ سبق دیا گیا ہے ۔ کہ تم اپنے نفس پر چھری پھیر کر خدا کے سامنے اس طرح کے مطیع و منقاد ہو جاؤ ۔ جس طرح یہ ذبیحہ جانور تمہارے آگے گردن جھکا دیتے ہیں ٭

ناظرین رسالہ اشاعت اسلام کی خدمت میں ضروری التماس رسالہ ہذا کی فنا و بقا منحصر خریداران رسالہ پر ہی منحصر ہے آپکی ہی توجہ سے پھل پھول سکتا ہے اور آپ کی عدم توجہی ہو سکتی ہے ۔ اس وقت تک ہمارا حلقہ اشاعت اس قدر قلیل ہے کہ سالانہ اخراجات مشکل پورے کرتے ہیں ۔ اسلئے ہر ایک ناظر رسالہ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں کم از کم دو جدید خریدار بہم پہنچا کر رسالہ کی مالی اعانت فرمائیں ۔ آپ کی ادنےٰ کوشش ہی رسالہ کا قیام و ہستی وابستہ ہے ۔ اسلئے جلد سے جلد دو جدید خریدار ضرور فراہم فرما کر مشکور فرمائیں ٭

خادم مینیجر رسالہ اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

تصنیفات جدید پر تنقیدی نوٹ

میں پہلے مسلمان یا ہندوستانی

وطنیت اور مذہب کی پیش آمدہ الجھن کا اگر معقول اور مدلل سلجھاؤ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو پڑھا جائے۔ یہ اوراق در اصل تو حضرت خواجہ صاحب کی ضخیم کتاب **تمدن اسلام** کا ایک حصہ تھی لیکن بعض اہل الرائے کے کہنے پر انھیں الگ کتاب کی صورت میں چھاپا گیا۔ اس کتاب میں کسی مذہبی عصبیت سے کام نہیں لیا گیا۔ اس امر کو تسلیم کر کے کہ عام طور پر مذہب نے وطنیت کو تباہ کر رکھا ہے مصنف نے ان اوراق میں دکھایا ہے اگر زندگی سے چلانے نہ دیئے بعض اچھے اصولوں کی [illegible] اور خصوصاً ان اصولوں کی جو ہندوستان جیسے مختلف المذاہب وقوم اور مختلف [illegible] کے مناسب حال خواجہ صاحب ان اصولوں کو گن دیا ہے۔ اور [illegible] سکتے ہیں کہ ان اصولوں پر جو بیان لاتا ہے۔ اسی کا دوسرا نام مسلمان ہے۔ یہ کتاب ۲۰x۲۶ کی تقطیع پر [illegible] کاغذ اور بہترین طباعت کی کتاب ہیں۔ ۸۰ صفحہ پر پبلک کے سامنے آئی ہے قیمت بھی کوئی زیادہ نہیں صرف ۸ [illegible]

منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور سے مل سکتی ہے

ایمانیات اسلامی

تمدن اسلام جلد حصہ دوم

اس جلد کا طغرا ئے امتیاز اس کا وہ باب ہے جس کو ایمانیات اسلامی پر فاضل مصنف نے قلمبند کیا۔ یہ [illegible] چھوٹا مختصر [illegible] اپنی نوعیت میں آپ اپنا نظیر ہے۔ مصنف کی ہمہ گیر نگاہ نے خود اس مضمون کو اچھی طرح اور حیرت سے دیکھا ان کے نزدیک پیغمبر عرب کی صداقت پر آپ کی تعلیم پر ایمانیات اسلام ایک روشن دلیل ہے۔ فاضل مصنف نے دکھلایا ہے کہ ایمانیات اسلامی کے تمام یا زیادہ اجزا میں ہر ایک بھی جز و ایسی نہیں جس کے قبول کرنے میں کسی قوم خواہ تمدن کو انکار ہو سکے۔ اگر ان ایمانیات پر عمل کرنے نے ایک انسان کو مسلمان کر دینا ہے۔ تو یہ تمام دنیا خواہ ان کا کوئی عقیدہ ہو۔ عملاً اسلام کے قبول کرنے پر مجبور ہے۔ اگر ایک اچھی مرفع الحال متمدن اور بہتر سے پاک زندگی ہی ایک انسان کا نصب العین ہونی چاہیئے تو پھر ایسی زندگی کے اجزائے ضروریہ یہی ہیں جیسے آنحضرت صلعم نے ایمانیات میں جمع کر دیا۔ اس مضمون کے علاوہ اس کتاب میں دو اور مضمون بھی ہیں جو [illegible] کی جان ہے۔ انہیں سے ایک تو انسانی ذمہ داری کے متعلق ہے اور دوسرا ضرورت الہام جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ انسان نے ہر شعبہ زندگی میں جو بہتر سے بہتر چیز حاصل کی اس کا اصل سرچشمہ الہام الٰہی تھا۔ تمدن اسلام کی دوسری جلد ایک سو چالیس صفحہ پر ۲۰x۲۶ کی تقطیع میں ختم ہوئی ہے کاغذ نہایت اعلیٰ قیمت [illegible] محصول ڈاک ۔ منیجر مسلم بک سوسائٹی ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور سے مل سکتی ہے

سورۂ والشمس

اس سورۂ شریفہ سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ انسان میں کُل نیچر کے قوا مجتمع ہیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝

سورج اور اسکی روشنی گواہ ہیں۔ اور چاند جب اُس کے پیچھے آتا ہے۔ اور دن جب اسے روشن کرتا ہے۔ اور رات جب اُسے ڈھانپ لیتی ہے،

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا

اور آسمان اور اس کا بنانا اور زمین اور اُس کا بچھانا اور نفس اور اس کی تکمیل پھر اسے اسکی بدی کا اور

وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝

اس کے تقوے (کے رستے) کا بتا دیا۔ وہ کامیاب ہوا جس نے اسے پاک کیا۔ اور وہ نامراد رہا جس نے اُسے قتل کیا۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے حق کو جھٹلایا جب

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا

اُن کا ایک بڑا بدبخت اُٹھا تو اللہ کے رسُول نے انہیں کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی (پینے) کا خیال رکھو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر اس (اونٹنی) کو مار ڈالا

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝ (الشمس)

تو اللہ نے اُن کے گُناہ کی وجہ سے ان پر عذاب بھیجا پھر اسے برابر کر دیا۔ اور وہ اسکے انجام سے نہیں ڈرتا (محمد علی)

اس سُورہ شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس انسانی ایک عالم صغیر ہے جس میں کائنات کی کُل چیزیں بالقوت موجود ہیں۔ اور انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس کا نفس اس طرح تکمیل پائے کہ اس سے مظاہر قدرت کے سے کمالات ظاہر ہونے لگیں۔ چنانچہ یہاں مظاہر قدرت میں سے قرآن کریم نے اُن چند مظاہر کو بیان کر دیا ہے جو کائنات میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں مثلاً سورج، چاند، دن، رات، زمین اور آسمان +

باقی جو کچھ بھی کائنات میں ہے۔ وہ انہی چھ چیزوں کا نتیجہ ہے جب یہ چھ کی چھ چیزیں نفس انسانی میں موجود ہیں۔ تو اس کی تکمیل اسی وقت سرانجام پا سکتی ہے جبکہ ان کے فیوض اس کی ذات سے مترشح ہونے لگیں لیکن انسان میں ایک چیز ایسی بھی ہے جو ان مظاہر قدرت میں نہیں پائی جاتی۔ اس چیز کا وجود انسان کیلئے جس قدر مفید ہو سکتا ہے اسی قدر مضر بھی۔ اگر وہ ایک طرف اسے مرتبہ کمال پر پہنچا سکتی ہے۔ تو دوسری طرف زوال کی طرف بھی لے جا سکتی ہے۔ یہ جوہر انسان کی قوت اختیار یا آزادی مرضی ہے جس کے صحیح استعمال کیلئے وہ صحیح قوت تمیز کا محتاج نظر آتا ہے اسی لئے مذکورہ بالا آیات میں جہاں تکمیل نفس کا ذکر کیا۔ وہاں یہ اطلاع بھی دے دی کہ ہم نے انسان کو نیکی اور بدی دونوں میں تمیز کرنے کا علم دے دیا ہے (فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا) اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی بتا دی۔ کہ اگر وہ ربانی ہدایات پر چلیگا۔ تو اس کا نفس تکمیل پا کر ان عظیم الشان مظاہر قدرت یعنی سورج چاند وغیرہ کے کمالات ظاہر کرنے کے قابل ہو جائیگا (قد افلح من زکّٰھا) لیکن اگر اس نے ان کو نظر انداز کر دیا تو اس کی ترقی پذیر طاقتیں مردہ ہو کر رہ جائینگی۔ اور وہ ناکام و نامراد رہیگا (قد خاب من دسّٰھا)+

پھر اس سورۃ شریفہ کے باقی حصہ میں انسان کو ایک اور مخلوق اونٹ کی طرف توجہ دلا کر یہ سبق دیا ہے۔ کہ اگر ایک انسان دنیا میں سورج اور چاند نہ بن سکے تو اس کا وجود کم از کم ان فیوض کا مظہر تو ہو جو ایک اونٹ میں پائے جاتے ہیں ساتھ ہی یہ تہدید بھی فرما دی۔ کہ اگر اس کا وجود کسی رنگ میں بھی نافع للناس نہیں تو وہ دنیا میں رہنے کے قابل

نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا وہ ہلاک ہو جائیگا۔ اور اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔
خلاصہ اس سورت کا یہ ہے۔ کہ جب نفس انسانی میں ان تمام کمالات کے اظہار کی استعداد موجود ہے۔ جو مظاہر قدرت اپنے اپنے دائرہ میں کر رہے ہیں۔ تو پھر اس سے بھی یہی باتیں ظاہر ہونی ضروری ہیں۔ ورنہ وہ محض لاشے ہے! اور وہ وہی قوانین ربوبیت جنہوں نے اس کی یہاں تک پرورش کی ہے اس کی اس زندگی کا خاتمہ کر دیں گے۔ جس میں وہ اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے اپنی اعلیٰ استعدادوں اور قوتوں کو ضائع کر رہا ہے (فدمدم علیهم ربهم بذنبهم فسوّٰها) یعنی ان کے گناہوں کے سبب سے ان کے رب نے انھیں تباہ کر دیا +

اب میں کسی قدر اجمال کے ساتھ اس سورہ شریفہ کے شمار کردہ مظاہر قدرت کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں +

یہ ظاہر ہے۔ کہ نیر اعظم یعنی سورج کل مخلوقات ارضی بلکہ مادہ حیات ہی کا باعث قیام ہے۔ اسی کے ذریعہ سے دنیا ومافیہا کی تمام چیزیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور اپنے خواص کو ظاہر کر رہی ہیں۔ جب سورج زمین کے کسی حصہ پر چمکتا ہے۔ تو اس کی روشنی حرارت اور قوت نہایت تیزی کے ساتھ فضائے آسمانی کو چیرتی ہوئی زمین کے اندر داخل ہو کر انواع و اقسام کی اجناس کی پیدائش کا باعث ہو جاتی ہے یہی حالت اجرام فلکی کی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے سورہ والطارق میں ظاہر کیا ہے[۱] +

---

[۱] اس نوٹ کو صفحہ ۱۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں +

الغرض جو کچھ زمین پر نظر آرہا ہے۔ یہ سب آفتاب ہی کا فیض ہے یا بالمقابل چونکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ اِنْ كُلُّ

آسمان گواہ ہے اور رات کو آنیوالا اور تجھے کیا خبر ہے کہ رات کو آنے والا کون چمکتا ہوا ستارہ ہے کوئی جان

نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۙ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۙ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ يَّخْرُجُ

نہیں مگر اس پر حفاظت کرنیوالا ہے پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ گرائے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے وہ پیٹھ

مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۙ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۙ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ

اور پسلیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ اُس کے لوٹانے پر بھی قادر ہے جس دن چھپی باتیں ظاہر ہو جائینگی۔

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۙ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ

تو اس کیلئے نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار آسمان گواہ ہے جو (مینہ کو) لوٹاتا ہے اور زمین جو (بوٹوں سے) پھٹ پڑتی ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۙ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۚ

یہ یقیناً فیصلہ کی بات ہے۔ اور یہ بیہودگی نہیں۔ یہ بھی ایک تدبیریں لگے ہوئے ہیں اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں۔

فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (الطارق)

پس تو کافروں کو مہلت دے انہیں تھوڑی مہلت دے (محمد علی)

طارق کے معنی لغلی ایک تو رات کے وقت آنے والے کے ہیں۔ دوسرے دروازہ کو سختی کے ساتھ کھٹکھٹانے والے

کے "نجم" اس جگہ کل اجرام فلکی کا قائممقام ہے "ثاقب" کے معنی عربی زبان میں ایک تو بڑی

تیزی کے ساتھ چیرنے والے کے ہیں۔ دوسرے حل تمام کرنیوالے کے یعنی مثل کے کل اجرام فلکی (بقیہ بر صفحہ ۲۷۳)

کائنات کی بعض چیزیں اس کی تیز روشنی یعنی تمازت کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے اسی
سے فیض یافتہ ایک اور جرمِ فلکی یعنی چاند راتوں کو نمودار ہوتا ہے (اس لئے چاند کے
ساتھ لفظ "تلٰہا" آیا ہے یعنی سورج کے بعد، اس کے نقشِ قدم پر آنے والا) جس طرح آفتاب
کی وجہ سے درختوں پر پھل پیدا ہوتے اور پکتے ہیں اسی طرح چاند کی وجہ سے ان میں شیرینی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲۔ کی روشنی اور ایسا ہی کل ہمادی اشیاء کے ذرات خلا کو چیرتے ہوئے بطن زمین میں
داخل ہو جاتے ہیں اور وہاں طرح طرح کی اشیاء کی پیدایش کے لئے باعث حل ہو جاتی ہیں۔ یہ سورۃ اس
اصول کو بھی قایم کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہر شے کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تشریح میں سب سے پہلے یا
اجرام فلکی کو لیا ہے کہ جن کی روشنی کے نتائج بھی محفوظ ہو جاتے ہیں ان کا بھی ظہور رات کے وقت ہوا کرتا ہے
جبکہ ان کی روشنی فضائے عالم کو چیرتی ہوئی زمین پر آتی ہے (اسی لئے انہیں "طارق" بھی کہا ہے) اور
اس کے اندر جا کر نطفہ کی طرح قایم ہو جاتی ہے جہاں مواد منویہ سے مل کر طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتی ہے
جو محفوظ رہتے ہیں اس مثال کے بعد انسان کی پیدائش کا ذکر کیا جس کی ترقی نطفہ سے چل کر ان مخفی قویٰ
کے ظہور سے وابستہ ہو جاتی ہے دوبارہ زندہ ہونے پر ظاہر ہوں گے (یوم تبلی السرائر) آخر میں یہ کہا والسماء
ذات الرجع والارض ذات الصدع۔ جو کچھ زمین سے نکلتا ہے وہ بطور نطفہ آسمان سے ہی آتا
ہے اور بلوغت تک اس کی حفاظت ہوتی رہتی ہے۔ آخر میں آنحضرت کو تسلی دی ہے کہ آپ کے مخالفین جو
چاہیں کریں ہم آپ کی حفاظت کریں گے، اور آپ کے مشن کو سرسبز کر کے چھوڑیں گے یعنی خدا کسی چیز کو پیدا نہیں کرتا جس کی حفاظت
وہ اس اصول کی تشریح میں اول اجرام فلکی کا ذکر کیا اور اشارہ کیا [illegible]
پھر نطفہ انسانی کا جس سے [illegible]

لطافت اور ذائقہ پیدا ہوتا ہے۔ سورج اور چاند کے بعد "دن" پر غور کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ اس کے نمودار ہوتے ہی زمین پر زندگی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ چادر غفلت میں لپٹے ہوئے انسان بیدار ہو کر کام کاج میں لگ جاتے ہیں۔ خفتہ طاقتیں حرکت میں آجاتی ہیں۔ مایوسیاں، امیدوں سے مبدل ہو جاتی ہیں غرض دن کی طفیل انسانی کائنات میں ایک قسم کی تجدید حرکت اور زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کاروبار سے ماندہ ہو کر انسان لازمی طور پر استراحت کا جویا ہوتا ہے، یہ کام رات کے سپرد ہے۔ دن بھر کے تھکے ماندے لوگ اس کے سایہ عاطفت میں آکر راحت حاصل کرتے ہیں۔ علاوہ بریں "رات" پردہ پوش عیوب بھی ہے ہر قسم کے بدنما اور ناخوشگوار مناظر پر تاریکی کا پردہ ڈال دیتی ہے۔ علاوہ ازیں رات کے نور اور ظلمت، موسموں کی تبدیلی، ان کے ماتحت ہواؤں کا چل کر بادلوں کا جمع کرنا اور دیگر نظام عالم میں مفید آثار پیدا کرنا، یہ سب چیزیں انسان کے لئے از حد مفید ہیں تو یہ کرشمہ اختلاف لیل و نہار کا ہے۔

ان چار چیزوں کے فوائد بیان کرنے کے بعد، خلاصہ کے طور پر یہ سورۃ شریفہ، آسمان اور زمین کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتی ہے اور اس امر میں زمین کے ایک خاص فیض رسانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً انسان کا جذبہ سخاوت اس خیال کی بنا پر اکثر افسردہ ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کے سرمایہ میں کمی نہ آجائے لیکن اس سخاوت کی جیسی زریں مثال زمین نے قائم کی ہے وہ اپنی نوعیت میں عدیم النظیر ہے۔ آئے دن اس میں سے طرح طرح کی چیزیں نکلتی رہتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فصل

میں اس کا خزانہ خالی ہو جائے گا لیکن جب نئی فصل آتی ہے تو اس کی سخاوت پھر اسی شان سے شروع ہو جاتی ہے، گویا زمین ہر آن اپنی فیض رسانی کے لحاظ سے قائل رہی ہے جس کی طرف لفظ طحٰہا) اشارہ کرتا ہے لیکن زمین کا یہ اجرائے فیض، جس میں مداومت کا رنگ پایا جاتا ہے ان چیزوں کے طفیل ہے جو آٹھوں پہر آسمان سے زمین پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ ان مظاہر قدرت کے فیوضات میں ان اخلاق الٰہیہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو ان مظاہر ستہ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان پر آٹھوں پہر ہو رہے ہیں۔ انسان نے نہ صرف مادی ترقی کر کے ان مظاہر کے کمالات اپنے اندر پیدا کرلی ہے بلکہ فیض رسانی میں انہی کی طرح وسیع اختیار کو بھی برتتا ہے۔

جیسا میں نے بیان کیا ہے، یہ چھ مظاہر قدرت باقیماندہ کل مظاہر کے لئے بمنزلہ رُوح ہیں، گویا ساری کائنات کے قایم مقام ہیں۔ نفس انسانی عالم صغیر ہونے کے ماتحت انہی کے باہمی امتزاج کی ایک شکل ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ نفس انسانی میں بھی سورج چاند، دن رات، اور آسمان اور زمین کے خواص بالقوت موجود ہیں پس اگر نفس انسانی تہذیب و تعدیل سے مزین ہو کر درجہ کمال کو پہنچ جائے (ونفس وما سوّٰہا) تو کوئی وجہ نہیں کہ نسل انسانی کے مکمل اور مہذب افراد سے سورج اور چاند، دن رات، آسمان زمین کے سے فیوضات سرزد ہوں یعنی سورج کی طرح وہ دنیا میں ایک نئی رُوح نہ پھونکیں اپنی تدبیر و تعلیم سے دوسروں کی خفتہ طاقتوں کو بیدار نہ کریں۔ اسی لئے انبیاء کو قرآن کریم نے "سورج" سے تشبیہ دی ہے (سراجاً منیرا)۔

یہ صحیح ہے کہ کل نسل انسانی آفتاب کے سے خواص اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتی لیکن اس کے آفتاب صفت افراد کے فیض صحبت سے اکثر انسان "چاند" بن جاتے ہیں۔ جب یہ آفتاب صفت انسان دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں تو دن کی طرح افراد عالم میں ایک بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی مفید کام میں لگ جاتا ہے مردہ طاقتیں زندہ ہو جاتی ہیں۔ فاسق فاجر لوگ متقی اور جاہل لوگ علمبردار علم و فضل بن جاتے ہیں انہی لوگوں کے فیوضات سے تمدن میں نئی نئی راہیں نکل آتی ہیں، اور ان کے ظہور کے وقت نسل انسانی جس مایوسی میں مبتلا ہوتی ہے اس سے نکل کر اُمید کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتی ہے۔ قریب قریب یہی نقشہ ہر نبی کی بعثت پر کھینچے ہیں چنانچہ سوئی ہوئی اور اخلاقی طور پر مُردہ، اور ظلمت و توہم زدہ دنیا پر جو تہذیب و تمدن کا ایک دست دن چڑھا تو وہ روحی فداہ، محمد عربی صلعم کی بعثت کے وقت تھا۔ آپ سے پہلے ساری کائنات مردہ ہو چکی تھی، آپ کی بعثت کی بدولت اُس میں نئے سرے سے جان پیدا ہو گئی۔ اسی لئے قرآن نے یہ فرمایا:

اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا (حدید ع ۲)

جان لو کہ خدا نے اب مردہ زمین کو زندہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے (حالی)

چنانچہ آنحضرت صلعم نے جو اپنا نام "قیامت" رکھا ہے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ جس طرح محشر کے روز مردے زندہ ہوں گے اسی طرح میری بعثت سے روحانی مردے زندہ ہوں گے۔

یہ باتیں میں نے کسی اعتقادی رنگ میں نہیں لکھی ہیں۔ ناظرین تاریخ تمدن عالم کا مطالعہ کریں اس کا ہر ورق بآواز بلند کہتا سنائی دے گا کہ آج سے چودہ سو برس پہلے، یہ زمین اقتصادی، اخلاقی علمی اور روحانی غرض ہر پہلو سے مردہ ہو چکی تھی لیکن بعثت نبوی کے بعد ہی انسانی ترقی کے ہر شعبہ میں ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

فی الواقع محمد عربی صلعم نے اپنے وجود با جود سے ایک کامل انسان کی مثال اس دنیا میں قایم کر دی آپ زمانہ کے لئے سورج چاند، دن رات، اور زمین و آسمان بن کر تشریف لائے۔

فی الجملہ اگر نفس انسانی میں کل مظاہر فطرت جمع ہو گئے ہیں تو تکمیل پانے کے بعد اُس سے زمین و آسمان کی طرح فیض رسانی کے خواص کیوں نہ ظاہر ہوں گے؟

اس سورۃ شریفہ میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ وہ دنیا میں حیوانوں کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اُس سے مظاہر قدرت کے سے افعال سرزد ہوں۔ رہی یہ بات کہ وہ لاعلمی کی بنا پر، اپنی قوت اختیار کو غلط طریق سے استعمال کر بیٹھتا ہے اس لاعلمی کو دور کرنے کے لئے اُسے آسمانی ہدایت ملے گی اسی لئے ان آیات کے بعد یہ فرمادیا: فالھمھا فجورھا و تقوٰھا "یعنی اسی وجہ سے ہم نے انسان کو نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی قوت و علم عطا کر دیا۔ ان آیات کے اخیر میں بطور تنبیہ یہ فرمادیا کہ اگر انسانی تربیت ربانی سے فائدہ اُٹھائے تو اُس کی تکمیل نفس ہو جائے گی (قد افلح من زکٰھا) اور اگر فائدہ نہ اٹھائے تو خائب و خاسر ہوگا یعنی اگر ان تینوں

پر کا بند نہ ہو جو تکمیل نفس کے لئے مقرر ہیں تو نا کام اور نامراد رہے گا (قد خاب من دسّٰہا)

اس سورۂ شریفہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ مظاہر قدرت پابندی قوانین ہی کی بنا پر اپنی اپنی استعدادوں کو ظاہر کر کے کائنات کی فیض رسانی کا موجب ہوتے ہیں، جن کی اگر وہ پابندی نہ کریں تو نہ صرف فیض رسانی سے محروم ہو جائیں بلکہ ایک دوسرے کی ہلاکت اور تباہی کا موجب بن جائیں۔ اسی طرح انسان بھی شرائع اور حدود الٰہیہ کی پابندی ہی سے منبع فیض بن سکتا ہے۔ گویا انسان ہدایت ربانی کا محتاج ہے الہام و وحی کی علت غائی بھی یہی ہے جس کا ذکر سورۂ بقر کے شروع میں کیا گیا (اولٰئک علی ھدی من ربھم)۔

ان حقائق عالیہ کو اس سورۂ شریفہ میں بیان کرنے کے بعد، قرآن کریم نے عرب کی ایک مشہور قوم کی تاریخ کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے "ناقۃ اللہ" یعنی نفس انسانی کی کونچیں کاٹ دیں اور اُسے بیکار کر دیا۔ اور یہی امران کی ہلاکت کا موجب ہوا۔ یہ قوم "ثمود" تھی جس کے افراد، ہدایت ربی سے اس قدر دور جا پڑے تھے کہ اُن سے سورج اور چاند کے خواص تو کیا ظاہر ہوتے، وہ تو مخلوق کی اتنی خدمت بھی نہ کر سکے جتنی ایک اونٹنی کر سکتی ہے۔ ناقۃ اللہ والی آیات لفظی معنوں میں بھی صحیح ہیں۔

یوں تو اللہ پاک کی بنائی ہوئی ساری چیزیں اپنے اندر بے شمار منافع رکھتی ہیں لیکن عربوں کے سمجھنے کے لئے اونٹ سے بہتر کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ یہی جانور ان کو لق و دق ریگستان میں جہاں تمام سواریاں بیکار ہو جاتی ہیں ایک جگہ سے

دوسری جگہ آسانی کے ساتھ لے جاتا ہے پھر اپنے گوشت سے انہیں اس جگہ غذا بہم کر دیتا ہے جہاں اور کوئی چیز میسر نہیں آسکتی۔ اس کی پشم لباس کے لئے، چمڑا اسباب خانگی اور خیمہ کے لئے، اور ٹانگوں کی ہڈی اس خیمہ میں ستون کے کام آتی ہے۔

ان ریگستانی بیابانوں کے طے کرنے والوں پر کبھی کبھی ایسا وقت بھی آجاتا ہے جبکہ پانی کی چار بوندیں کبریت احمر کا حکم رکھتی ہیں، میلوں تک، پانی تو درکنار، نمی کا نام نہیں ہوتا، انسانی افراد موت کے کنارہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت ہلاکت سے بچنے کا آخری مرحلہ بھی اسی اونٹ کی بدولت طے ہوتا ہے اس کے کوہان میں پانی کی جو خاص مقدار جمع رہتی ہے وہ اس نازک وقت میں انسان کے کام آتی ہے۔

الغرض اونٹ جو مظاہر قدرت میں سے ایک معمولی مظہر ہے، ایک خاص تمدن کے لوگوں کو کل شرب خوراک و پوشاک، اور دیگر ساری ضروریات زندگی مہیا کر دیتا ہے جو لازمہ حیات کہی جاسکتی ہیں۔ پس قرآن کریم انسان سے خطاب کرتا ہے کہ "اے انسان! تیرے نفس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہدایت ربی کے ماتحت تکمیل پاکر، آفتاب و مہتاب وغیرہ کے خواص ظاہر کرے، لیکن اگر بعض مجبوریوں کی بنا پر ایسا نہ ہوسکے تو کم از کم تیرا وجود دوسروں کے لئے اونٹ کی طرح نفع رساں تو ہو اور اگر تو یہ بھی نہیں کرسکتا تو تیرا وجود و عدم برابر ہے تو دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

الغرض اس سورہ شریف میں اس امر کی تعلیم دی گئی ہے کہ تہذیب انسانی اس وقت کمال کو پہنچے گی جبکہ اس میں تہذیب قدرت کی شان پیدا ہو جائے گی۔ اسی کی تشریح میں، قرآن کریم نے چند مظاہر قدرت کی طرف اشارہ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی بیکار یا باطل نہیں ہے۔ پھر مذکورہ بالا مظاہر قدرت یعنی سورج چاند وغیرہ کو بیان فرما کر یہ ثابت کیا کہ تہذیب و تمدن کی تکمیل کے جو اجزائے ضروری ان سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ اگر نفس انسانی سے بھی جبّاً اور اخلاقاً ظاہر ہونے لگیں یعنی جب اس کے ساتھ وہ اخلاق الٰہیہ سے متصف ہو تو اس وقت اس کا تمدن اپنے منتہائے عروج کو پہنچ جائے گا۔

چنانچہ سورہ نحل میں جہاں زمین پر خلافت الٰہیہ کے نزول کی خوشخبری دی گئی اس میں ان ہی دو امور کا ذکر ہے وہ ذیل کے الفاظ سے شروع ہوتی:۔

أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ

اللہ کا حکم آگیا سو اس کے لئے جلدی مت کرو۔ وہ پاک و بلند ہے اس چیز سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۝ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ تَعَالَىٰ

میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ بتاؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو مجھ سے ڈرو۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا

عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ (النحل۔ رکوع ۱)

وہ بہت بلند ہے اس سے جو شریک ٹھہراتے ہیں۔ انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر دیکھو وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے (مترجم)

یعنی خدا کی سلطنت تو آ ہی چکی ہے اس کی تکمیل کے لئے جلدی مت کرو اسی غرض سے

خدا کے فرشتے اپنے کسی خاص بندے پر نازل ہوتے ہیں اور اس امر کے حصول کے لئے ان تین باتوں کی تلقین کرتے ہیں کہ تم اپنے معاملات میں یا اس مقصد عالیہ کے حصول میں اپنا خدا کسی اور کو نہ سمجھنا ۔ دوم یہ کہ زمین و آسمان کی چیزیں باطل نہیں ہیں بلکہ ہر ایک چیز تمہارے فائدہ کے لئے بنی ہے جس کو تمہیں حاصل کرنا ضروری ہے ۔ تیسری بات یہ کہ انسان بلحاظ طبیعت جھگڑالو واقع ہوا ہے اور اس خصومانہ طبیعت کو دور کرنے میں ہی تکمیل تمدن ہو سکتی ہے ۔

ان آیات نے ایک تو اس امر کی تشریح کر دی کہ زمین پر آسمانی بادشاہت الٰہی اس وقت قائم ہو گی جب انسان تمام قدرت کی چیزوں کو اپنے مفید مطلب بنائے گا اور پھر اپنی خصومانہ طبیعت کو ترک کر کے خصائل ستودہ حاصل کرے گا ۔ اور یہ دونوں باتیں اسی وقت حاصل ہوں گی جب الہام الٰہی اس کی رہنمائی کرے گا ۔ چنانچہ اول تو اس ابتدائی رکوع میں ان چیزوں کی طرف اشارہ کر دیا جن کو انسان اپنے دائرہ قدرت میں لا چکا ہے پھر اس رکوع کے خاتمہ پر یہ بیان کیا کہ کسی چیز کے حاصل کرنے میں صحیح اور غلط راستے ہوتے ہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فرض ہے کہ وہ ان مقاصد عالیہ کے حصول میں تمہیں صحیح راستہ پر چلائے[1] ۔ پھر دوسرے رکوع میں ان تمام مظاہر قدرت

---

[1] وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ (سورہ نحل ع ۱)

(اور اللہ پر ہی سیدھی راہ کا بتانا ہے اور بعض ان میں ٹیڑھی ہیں ۔ مرتب)

کا ذکر کر دیا جن سے انسان نے بعثت نبوی تک کما حقہٗ فائدہ نہیں اٹھایا تھا اور محض
اس لئے کہ وہ مظاہر اُس کے عذاب بنے ہوئے تھے ۔

توحید و تمدن

الہام الٰہی نے اس رکوع میں یہ بتایا کہ یہ سب چیزیں انسان کے فائدے کے لئے
اس کے ماتحت کر دی گئی ہیں، ہاں یہ بات تبھی حاصل ہوگی، جب وہ کامل توحید پر
قائم ہو جائے گا اور اسی توحید پر قائم ہونے سے حقیقتہً میں (دیگر الفاظ) انسان متصف
باخلاق اللہ ہو جائے گا ۔

چنانچہ اس کے بعد کے دو رکوعوں میں توحید اور منکران توحید کا ذکر فرما کر اس بات
پر زور دیا ہے کہ یہ انبیاء اسی توحید کا سبق لے کر آئے ہیں اور آنحضرت صلعم بھی انہی
میں سے ایک ہیں ۔

یوں تو قرآن کریم نے مختلف طریقوں سے اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ توحید ہی تمدنی
ترقی کا موجب ہے لیکن یہاں میں ایک بات کا ذکر کرتا ہوں جس کی طرف قرآن کریم
نے اسی سورۃ کے الفاظ ذیل میں اشارہ کیا اور جو تمدن عالم کی تاریخ میں ایک بھاری
منزل ثابت ہوئی ۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا

اور اللہ نے کہا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ وہ صرف ایک ہی معبود ہے سو مجھ ہی سے ڈرتے رہو اور اسی کا ہے جو کچھ

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ٥ (سورہ نحل ع ۷)

آسمانوں اور زمین میں ہے اور خدا جزا اسی کی لازم ہے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کا تقوی کرو گے (ہرگز نہیں)

تمدن و تہذیب کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے ابتدائی مراحل میں سے جنہوں نے جدید فلاسفیوں کی توجہ اپنی طرف منعطف کر کے انہیں اس علمی تحقیق پر قائم کر دیا جس پر پہلے مسلمان پہنچے تھے پہلی بات یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر کوئی نہ کوئی قانون حاوی ہے یہ قوانین جس پر کائنات چل رہی ہے گو ایک دوسرے کے متضاد ہیں اور جن کی اس تاثیر سے اشیائے مختلفہ میں مختلف خواص پیدا ہو جاتے ہیں لیکن یہی قوانین مختلفہ ہی چیزوں کے پیدا کرنے میں متضاد ہونے کے باوجود ہم آہنگی سے کام کرتے ہیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ متضاد قوانین مختلف خداؤں کے بنائے ہوئے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ سب کے سب ایک ہی دست وحدت سے نکلے ہوئے نظر آتے ہیں ٭

مشرک دنیا نے مظاہر قدرت میں اختلاف و تضاد دیکھ کر ان کو مختلف دیوتاؤں کے دائرہ اقتدار میں رکھ دیا یہ دیوتا آپس میں اُن کے نزدیک برسر پیکار تھے۔ اور ان میں موافقت اور یگانگت نہ تھی اسی لئے ان کی نگاہ میں ایک خدا کی پیدا کردہ چیز دوسرے خدا کی پیدا کردہ اشیا کی مالک تھی۔ لہذا ان چیزوں کو مل کر کوئی تیسری چیز بصورت انسان پیدا کر دینا ناممکن تھا ایسی صورت میں علوم کیمیاوی کا پیدا ہونا درکنار اس کا وہم تک بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی بنا پر آیت بالا میں اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے یعنی تم اشیاء کائنات کا خالق مختلف خداؤں کو نہ سمجھو اور خدا ان سے ذرو سب اشیاء کا خالق میں ہی ہوں اور

جو چیزیں زمین و آسمان میں نظر آتی ہیں وہ بڑی متضاد ہوں سب کی سب میری ہی اطاعت کرتی ہوئی ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو سکتی ہیں۔ نزول قرآن کے وقت جیسے کہ میں نے لکھا یہ باتیں انسان کے علم میں مطلق نہ تھیں۔ ایک طرف تو وہ انہیں اپنا خدا بنائے ہوئے تھا۔ دوسری طرف ان خداؤں کو متضاد الحالات دیکھ کر ان میں اسے کوئی اتفاق کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ چنانچہ زرتشتی لوگوں نے خیر و شر کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر ان کے دو خدا مان لئے ایک کو یزدان اور دوسرے کو اہرمن کہا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو علوم جدیدہ کی زیب و زینت دو علوم ہی نظر آتے ہیں ایک علم طبیعیات دوسرا علم کیمیا۔ اگر طبیعیات کا موضوع اشیائے کائنات یعنی مظاہر قدرت اور ان کے خواص کو دریافت کرنا ہے تو کیمیاوی علوم ان تراکیب کیمیاوی کو دریافت کرتے ہیں جن کی بنا پر متضاد الخواص چیزیں باہم مل کر ایک تیسری ضد چیز بن جاتی ہیں تاریخ مذہب کے واقف کار جانتے ہیں۔ کہ انسان علوم طبیعیات میں تب تک کوئی ترقی نہ کر سکا جب تک مظاہر قدرت اس کے معبود بنے رہے۔ اسی طرح متضاد الخواص اشیا کا اگر وہ متضاد الحالات دیوتاؤں کے قبضہ میں تھیں ہم آہنگ ہونا بھی دشوار تھا حالانکہ اس ہم آہنگی کے سوا علم کیمیاوی میں کسی ترقی کا ہونا ناممکن تھا ہاں یہ امر دو صورتوں میں سے ایک میں ہو سکتا تھا یعنی یا تو مختلف دیوتا آپس میں کوئی مصالحت کر لیں۔ لیکن یہ صورت تو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ رومی یونانی اور ہندی دیوتا بروایت علم الاصنام ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان سب مختلف الخواص

چیزوں کو ایک خدا کے ماتحت مانا جائے اور پھر اس کے کسی اور قانون کے ماتحت
ان کا ہم آہنگ ہونا تسلیم کرلیا جائے جس پر علوم کیمیادی کی بنیاد رکھی جائے۔ چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ قرآن شریف سے نازل ہو کر ان کل متضاد الحالات اشیاء کو، جو اصنام زمانہ
میں خدا تھیں، نہ صرف خدا کی مخلوقات بلکہ انسان کا خادم قرار دے دیا۔ دوسری طرف
جیسے کہ آیات مندرجہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے، یہ بھی بتادیا کہ یہ سب متضاد الخواص چیزیں
اپنے خالق کی حکومت اور قانون کے ماتحت مطیع ہیں لہذا نئی نئی چیزیں پیدا کرتی رہتی ہیں
انہیں تعلیمات قرآنی کی وجہ سے اگر علوم طبیعیات نے اپنا کمال پایا، تو مسلمانوں کے
ہاتھ سے پایا جبکہ یہ معبودان انسان یعنی مظاہر کائنات انسان کے خدام قرار دیئے گئے
اور اس پر خدا کی آخری کتاب نے ظاہر کیا کہ وہ اس کے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ ربالعلم
کیمیا، وہ تو مسلمان ہی دنیا میں لائے لیکن اس وقت جب قرآن نے ان پر ظاہر کر دیا
کہ اشیاء کائنات مختلف الخواص ہونے پر بھی ایک دوسرے کے ساتھ امتزاج پا سکتی
ہیں یوں تو تیل کا خاصہ ہے کہ وہ کپڑے کو چکٹ کر دے اور پوٹاش کاربونیٹ
آف سوڈا اور کھار وغیرہ اس چکناہٹ کو دور کر دے، لیکن آخرالذکر چیزیں کپڑے کو
جلا بھی دیتی ہیں گویا یہ دونوں چیزیں اپنے خواص میں کپڑے کے لئے ایک دوسرے
کی برخلاف درخصوصی ہیں لیکن کیمیادی ترکیب کے ماتحت یہ دونوں متضاد چیزیں مل کر
صابون جیسی مفید چیز بن جاتی ہیں۔ صابون کا بیان مثال کے طور پر ذکر کیا۔ ورنہ اصل میں
چیزیں جو کائنات میں ہر روز پیدا ہوتی ہیں اور اسی رنگ میں اب انہیں انسان بھی

یدا کرتا رہتا ہے ، وہ سب متضاد الخواص اجزا کے سے ترکیب پاتی ہیں اور اسی کا
ام ترکیب کیمیاوی ہے جو ہر وقت نیچر میں کام کر رہی ہے ۔ سو غور کیجئے کہ اب اگر
ماری مادی تہذیب کو ان دو علوم سے گہرا تعلق ہے تو یہ دونوں اس وقت تک
رجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک خدا کی وحدنیت کا کامل تصور ذہن انسانی میں نہ
جائے یعنی ان کے متعلقہ قوانین کو کسی ایسی ذات سے وابستہ کرنا چاہئے جو ان پر
حکمراں ہے ۔ اسی لئے اس سورہ شریف کی ابتدا اگر اس بشارت سے ہوئی کہ سلطنت
بانی اب دنیا میں قایم ہونے والی ہے تو اس کا وجود اس ایمان سے وابستہ کر دیا۔
خدائے واحد لاشریک لہ پر مبنی ہونا چاہئے (سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون) (سورہ نحل آیت ا)
یہاں ہی سے بخوبی اشارہ کر دیا ہے کہ تہذیب و تمدن "زمین پر تبھی پیدا ہو سکتی ہے
جب اشیائے کائنات انسان کی خدمت کرنے لگیں اور اس کے لئے ایمان بالتوحید
کی ضرورت ہے اس آسمانی بادشاہت کی تکمیل کے لئے جیسا کہ بار بار اوپر بیان ہوا
دوسری ضروری بات یہ ہے (تخلقوا باخلاق اللہ الحدیث) کہ انسان متصف باخلاق
الٰہیہ ہو اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ خدا کو ایک مانا جائے اور اس کے
صفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے ۔

جس بات نے موجودہ تہذیب و تمدن مغربی کو اخلاقاً تباہ کر رکھا ہے اور اسباب
آسائش پیدا ہو جانے کے باوجود وہ لوگ جسمانی راحت سے محروم ہیں ، اس کی وجہ
خود دانایان مغرب نے تسلیم کر لی ہے وہ دولت اور اسباب آسائش کی غلط تقسیم ہے

جو خدائے رب العالمین پر ایمان نہ لانے سے پیدا ہوئی ۔ اس غلط تقسیم کے باعث اگر ایک طرف آسائش کا من برس رہا ہے تو دوسری طرف انہی علاقوں میں فقر و فاقہ حکومت کر رہا ہے ۔ اشتراکیت یا سوشلزم اور اس کے بالمقابل سرمایہ داری ملوکیت پرستی یا استبداد کا اصلی باعث جس کی مخالفت کا جذبہ اس وقت مغربی دنیا میں زور و شور سے پیدا ہو چکا ہے وہی غلط تقسیم دولت ہے جو دہریت یا مادیت پرستی نے پیدا کر رکھی ہے ۔

اشتراکیت کے حامی ، اس مذہب کو پھیلانا چاہتے ہیں کہ کل مرفہ الحال لوگوں کے مکسوبات تو جایداد سلطنت بن جائیں ۔ پھر وہ سلطنت حسب احتیاج ان کو تقسیم کر دے ۔ یہ امر گو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن بہت جلد تمدن اور ترقی کی رفتار کو روک دے گا ۔ کیونکہ بروئے اصول اسلام ذاتی ملکیت یا بالفاظ دیگر کسی کا اپنی محنت کے نتائج اور مکسوبات کے مالک ہو جانے کا خیال ہی اس کے قوائے عملیہ کو حرکت دیتا ہے اگر اشتراکی حکومت میں ایک شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کے مایحتاج کا انتظام تو سلطنت کر دے گی اور مایحتاج کے علاوہ جو کچھ وہ کمائے گا وہ سلطنت کے قبضہ میں چلا جائے گا تو لازماً ہر ایک انسان اُسی قدر کام کرے گا جو سلطنت نے اُس کے مایحتاج کے لئے کافی قرار دیا ہے ۔ چنانچہ یہ امر کوئی نظریہ نہیں ہے اس کا رنگ عملی طور پر روس میں موجود ہو چکا ہے ۔ اسی لئے قرآن کریم نے اسی سورۃ میں انسانوں میں سے ایسے تین گروہوں کا بھی ذکر کر دیا ہے جو موجودہ حالات میں فلاکت

ہلاکت کا منہ دیکھیں گے۔ ایک تو وہ جو ارذل عمر کو پہنچ کر نہ صرف کسی کام ہی کے قابل نہیں رہتے۔ بلکہ حاصل کردہ علم کو بھول کر ان راہوں ہی سے ناواقف ہو جاتے ہیں[1] جو کبھی ان کا ذریعہ معاش تھیں ان کے بعد رکوع ۱۰ میں دو اور جماعتوں کا ذکر کر دیا ایک وہ جو قوائے ضروریہ سے محروم پیدا ہوتے ہیں[2] مثلاً گونگے اور بہرے۔ دوسری وہ جو کسی انقلاب زمانہ کی وجہ سے یا کسی معاہدہ کے ماتحت، جیسا کہ آج کل اقتصادی دباؤ سے ایک نئے رنگ میں ہو رہا ہے۔ دوسروں کی غلامی میں چلے جاتے ہیں[3] اگر اول الذکر دو گروہ اپنے مایحتاج کے لیے دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں تو تیسرے گروہ کے رب کوئی ایسا امر نہیں ہوتا جو اس کے قوائے عملی کو کامل طور سے حرکت میں لا سکے۔

موجودہ تمدن مغرب نے اس قسم کی مخلوقات کو قضا ہی کے سپرد کر رکھا ہے۔

---

[1] وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا (النحل ع ۹)

(اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو نہایت خراب عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے)

[2] ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ (النحل ع ۱۰)

(اور اللہ دو شخصوں کی مثال بیان کرتا ہے ایک ان میں سے گونگا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے جدھر بھیجا جائے کوئی بھلا کام نہ کرے)

[3] ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ (النحل ع ۱۰)

(اللہ ایک بندہ کی مثال بیان کرتا ہے جو دوسرے کے قبضہ میں ہے کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا (نحل))

خطبۂ حجۃ الوداع

از پروفیسر ابراہیم

(ماخوذ از اسلامک ریویو ماہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء)

حج مکہ کے دن قریب تھے۔ اور نبی مکرم صحابہؓ اور احباب کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جب آپ عرفات کے قریب پہنچے۔ تو جزیرہ نما کے ہر گوشہ سے پیروان اسلام جوق بہ جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آنحضرت صلعم اُٹھے۔ اور آپ نے اس بھاری جماعت کو مخاطب کیا جو وہاں جمع ہو گئی تھی۔ آپ کے قدموں میں آپ کے جاں نثار مہاجر اور انصار تھے اور پھر ہزار در ہزار وہ لوگ تھے جنہوں نے ہر طرح کی تکالیف کے مقابل اسلام کو قبول کیا تھا۔ ان میں وہ لوگ بھی جمع تھے۔ جو ایک وقت آپ کو روپیہ عورت اور حکومت کی لالچ دیتے تھے۔ اگر آپ ان کے خداؤں کے خلاف وعظ کرنا چھوڑ دیں۔ لیکن آج اُن کا اور رنگ تھا۔ آغاز اسلام میں آپ خانہ کعبہ میں نماز کیلئے جاتے تو آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے۔ آپ کے کپڑوں پر نجس چیزیں پھینکی جاتیں۔ اور آپ کو ہنسی میں اُڑایا جاتا لیکن آج وہی مضحکہ اُڑانے والے خاموش اور مؤدب خادمان اسلام کی حیثیت میں حاضر ہیں۔ آپ طائف میں تبلیغ اسلام کیلئے آ گئے جہاں آپ کی تواضع گالی گلوچ اور پتھروں کی بارش سے کی گئی۔ آج وہی اہل طائف خوشی سے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ سرکردگان قریش جنہوں نے نبی مکرم کو جلاوطن کیا پھر ہجرت میں آپ کا محاصرہ کیا۔ وہ جوشیلے نوجوان جو تلواریں سونت کر آپ کے قتل کیلئے آپ کے گھر کا محاصرہ کرتے تھے۔ وہی جنہوں نے آپ کا تعاقب کیا۔ وہی آج میدان عرفات میں غلامانہ حیثیت سے موجود ہیں۔ آپ کی مقدس تحریک کو سطح زمین سے مٹانے والے آپ کے سر کی قیمت رکھنے والے گھر کی سمت سے آپ پر پتھر برسانے والے آپ کے گھر کو آگ لگانے کی کوشش کرنیوالے زہر دینے کی تجویز کرنے والے الغرض سارے ہی لوگ وہاں تھے لیکن سب اپنے افعال پر نادم ہیں۔ گردنیں نیچے جھکائے ہوئے ہیں تلواریں نیام میں کئے ہوئے ہیں اور سب گوش بر آواز ہیں۔ کہ ان کے پاک ہونٹوں سے کیا نکلتا ہے ۔

اس نظارہ کو دیکھ کر آپ کے پاک دل میں کئی ولولے اُٹھے ہونگے۔ ایک مغضوب مقہور راندہ از وطن خویش آماجگاہ ملامت اسی میدان میں جو اُس کی تکالیف کا منظر تھا۔ آج اُسکے سامنے ایک اور خوش کن منظر پیش کر رہا ہے۔ خوشی کے آنسو آپ کی آنکھ میں آئے۔ ساتھ ہی آپ کے

محبت بھرے سینے سے درد مند آہ بھی نکلی۔ کیونکہ عظیم الشان مجمع میں وہ لوگ نہ تھے جنہوں نے اسلام کے مقدس نظریہ پر جان دی تھی۔ آپ اُٹھے اور ایک ایسے لہجہ میں آپ نے ذیل کے الفاظ فرمائے۔ جو اپنی نوعیت میں جُدا گانہ تھے" +

"اے لوگو میرے الفاظ کو سُنو کیونکہ میں نہیں جانتا۔ کہ میں اگلے سال تک اس مقام پر تم میں ہونگا۔ تمہاری زندگیاں اور تمہاری جائدادیں ایسی ہی مقدس اور حرمت والی ہیں۔ جیسے یہ دن اور مہینہ جب تک کہ تم رب العلمین کے آگے حاضر نہ ہو تم نے ضرور ایکدن وہاں حاضر ہونا ہے۔ اور تمہیں خداتعالیٰ کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا +

اے لوگو تمہارے حقوق تمہاری بیبیوں پر ہیں ایسے ہی اُن کے حقوق تم پر ہیں۔ اپنی بیبیوں کے ساتھ مُروت و مودت سے سلوک کرو۔ بیشک تم خدا کے آگے اُن کے متعلق ذمہ وار ہو۔ سُود تم پر حرام ہو گیا۔ قرضدار اصل روپیہ واپس کریگا۔ اور اس رسم کا آغاز میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کے گھر سے شروع ہوگا۔

" پرانے قسم کی امارت آج میرے پاؤں تلے تباہ ہو چکی کسی عرب کو کسی عرب پر کوئی فضیلت نہیں ایسا ہی جو عربی نہیں اُسے کسی عرب پر کوئی خاص فضیلت نہیں تمام آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم خاک سے بنا ہے +

" اے لوگو! میری باتیں سُنو اور سمجھو جان لو کہ کُل مسلمان بھائی تم سب ایک اخوت میں منسلک ہو۔ جو کسی کی ملکیت ہو۔ اُسے کوئی نہیں لے سکتا۔ وہ اسی کے قبضے میں رہیگی۔ جتنے کہ وہ خوشی سے دیدے۔ غیر انصافی کی راہوں سے بچو +

جو اسیران جنگ ہیں۔ یاد رکھو اُنھیں وہی خوراک دو جو تم کھاتے ہو۔ اُنھیں وہی کپڑے دو جو تم پہنتے ہو۔ اور اگر تمہارے نزدیک اُن سے کوئی ناقابل معافی غلطی ہو جائے۔ تو تم اُن کو اپنے سے جُدا کر دو۔ وہ خدا کے بندے ہیں۔ اُن سے سختی نہ کرنی چاہیئے۔ میں تمہارے پاس دو باتیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک وہ باتیں تمہارے شامل حال رہینگی۔ تم گمراہی کی طرف نہیں جا سکتے ایک خدا کی کتاب اور دوسرا اس کے رسول کے سُنن +

جو یہاں موجود ہے یہ میری باتیں اس تک پہنچا دے جو یہاں نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ میرے الفاظ کو جو یہاں نہیں ہے۔ اس کے مقابل جو یہاں ہے زیادہ یاد رکھے۔ اے لوگو جو یہاں جمع ہو کیا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔ اور اپنے الفاظ پورے کر دیئے" +

تمام حاضرین وقت نے یہ یک زبان کہا۔ کہ ہاں آپؐ نے پہنچا دیا۔ ایک خاص قسم کی رونق آپؐ کے چہرے پر آگئی۔ آپؐ کی آنکھیں امتنان شکر کے آنسوؤں سے پُر نم ہو گئیں۔ اور آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے۔ اور تین دفعہ آپؐ نے فرمایا۔ اے رب العالمین میں تیرے آگے عرض کرتا ہوں تو ہی اس کا شاہد ہو +

تمام مؤرخین نے بہ یک زبان تسلیم کیا ہے۔ کہ نبی عربؐ کے مقابل کسی مذہبی یا سیاسی پیشوا کو اس قسم کی اطاعت اور انقیاد نصیب نہ ہُوا۔ جو آپؐ کے متبعین میں آپؐ کے متعلق تھا۔ آپؐ کو اس قوت و شوکت کا علم تھا۔ جو عربوں میں آپؐ نے پیدا کر دی تھی۔ آپؐ نے صاف الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں تمہارے ہاتھوں میں ہونگی۔ لیکن نہ آپؐ کو فوجی قوت یا دنیوی جاہت کا وہم تک بھی نہ تھا۔ عرب کا مسلّم بادشاہ اپنے خطبے میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہتا جس میں اس کی ذاتی سطوت و شوکت نظر آئے۔ دُنیا سے جانے والا بہادر اپنے ملک اپنی قوم اپنے سپاہیوں یا اپنی مستورات تک کا ذکر نہیں کرتا۔ حالانکہ ان سب باتوں کو اس کا تعلق تھا۔ سچا ہے صداقت نے آخری وقت بھی یہی کہا۔ جو حق دراست تھا۔ وہ ایک لفظ بھی اپنے متعلق نہیں کہتا جس میں اس کی ذاتی فتح و نصرت کی طرف اشارہ ہو۔ اگر کچھ کہا تو مظلوموں عورتوں غلاموں غریبوں اور تکلیف زدگان کی حمایت میں کہا۔

تیرہ سو برس گذر چکے لیکن جو طریق عمل اس اُمّی لقب پیغمبر اسلام نے اس خطبے میں تجویز کیا۔ وہ آج بھی کُل دُنیا میں پیروی کا محتاج ہے +

نتائج ناواقفیت

از جناب ڈاکٹر ٹائش ڈی ۔ سی ۔ ایل ۔ ایم ۔ اے

از اسلامک ریویو ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

ایک اولو العزم دل کا مسلمان اور حامیٔ اسلام ڈاکٹر ٹائش کی شخصیت میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ آپ کو قرآن کریم سے خاص تعلق تھا۔ آپ کی قلم خصوصاً زندگی کے ان آخری ایام میں حمایت اسلام کیلئے وقف ہو گئی تھی۔ نظم اور نثر دونوں میں آپ نے کئی دن تعلیم اسلام کی خوبیاں ظاہر کیں۔ آپ کی تحریریں بیسیوں کیلئے باعث ہدایت ہو گئیں۔ نہایت رنج کے ساتھ ہم اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ شاید آپ کی قلم کا نکلا ہوا یہ آخری مضمون ہوگا جس میں آپ نے پھر اسلام کو عیسائیت پر فوقیت دی ہے +

ہم قرآن کریم میں کئی جگہ پر دیکھتے ہیں کہ نہ صرف مسلمان بلکہ یہودی عیسائی صابی کسے باشد جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لے آیا ہے۔

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون +

اور جس نے نیک اعمال کئے۔ اس کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم ہی۔ اس بلند تعلیم نے نہ صرف متبعین آنحضرت صلعم کیلئے دروازہ رحمت کھولا۔ بلکہ یہ تعلیم تو اُن کی بھی بخشش کا باعث ہو گئی جنہوں نے آپ کا یا آپ کی تعلیم کا نام تک بھی نہ سنا مسیحی تعلیم میں یہ وسعت قلب ہمیں نظر نہیں آتا۔ وہاں تو جناب مسیح یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں +

تم دنیا میں جاؤ۔ اور انجیل کی بشارت ہر ایک کو دو۔ جو اس پر ایمان لائے۔ اور جسے بپتسمہ ملا وہی نجات پائیگا لیکن جو ایمان نہ لائے وہ ابدی جہنم میں جائیگا (مرقس باب ۱۶)

اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اکثر معلمین عیسائیت کے نزدیک وہ لوگ سب کے سب جہنمی ہو گئے۔ جو مسیحی بشارت پر ایمان نہ لائے خواہ انہوں نے عمر بھر اسے سُنا تک نہ ہو۔ ڈریڈ بوڈ جو ساتویں صدی عیسوی میں ہالینڈ کا بادشاہ تھا۔ اس کے متعلق ایک واقعہ چلا آیا ہے۔ جس سے مذکورہ بالا عقیدے کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ کوئی عیسائی پادری اس کے پاس گیا۔ جس کے وعظ سے وہ عیسائی ہونے پر طیار ہو گیا لیکن رسم بپتسمہ کے ادا کرنے کے لئے جب وہ پانی میں پاؤں ڈالنے لگا تو اس نے پادری صاحب سے دریافت کیا۔ کہ اس کے وہ رفقا جو ہمیشہ جنگ میں اس کے ساتھ رہے۔ موت کے بعد کہاں گئے۔ عقیدہ مذکورہ بالا کے ماتحت پادری صاحب کا جواب تھا۔ کہ وہ جہنم واصل ہوئے۔ اس پر ریڈ بورڈ نے فوراً پانی سے تو اپنا پاؤں نکال لیا۔ اور فوراً کہا کہ بہتر ہے۔ کہ میں ان کے ہمراہ دوزخ میں رہوں بجائے اس کے کہ تم جیسے اجنبیوں کے ساتھ بہشت میں جاؤں۔ شاہ ہالینڈ نے یہ کہا اور عیسائیت نے انکار کر دیا۔ اگرچہ ایمانیات مجوزہ کلیسیائے انگلستان میں یہ بات کھلے طور سے تو بیان نہیں کی گئی مگر نتیجہ یہی ہے مثلاً ایمانیات کی دفعہ ۸ میں لکھا ہے۔ کہ تین باتوں پر ایمان لانا ہوگا (یعنی الوہیت مسیح۔ کفارہ۔ اور اس کی ابنیت) نویں دفعہ کی رُو سے وہی عذاب سے بچیگا۔ جو (مسیح پر) ایمان لایا۔ اور جس نے اس کے نام پر بپتسمہ پایا۔ تیرھویں دفعہ کا منشا یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے مسیح کے فضل کو نہ پایا۔ اُن کے کل اعمال گناہ ہے۔ اٹھارھویں دفعہ میں گویا ایک مسلمان کو خیر و برکت سے محروم کیا گیا +

اس کے الفاظ کے ماتحت وہ لوگ لعنتی ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ وہ شریعت یا اپنے مذہب کی پیروی سے نجات پا سکتے ہیں۔ خواہ وہ اس شریعت کے ماتحت کتنا ہی اپنی زندگی کو صالح کریں وہ (عذاب سے بچ نہیں سکتے) کیونکہ مقدس نوشتہ جات یہی تعلیم کرتے ہیں۔ کہ صرف یسوع مسیح کا ہی ایک نام ہے جس سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ گویا وہ سب کے سب انسان جنہوں نے عمر بھر میں مسیح کا نام نہ سُنا ہو یا وہ سکروڑ در کروڑ مخلوق جو مسیح کی پیدائش سے پہلے دنیا میں آئی اور چلی گئی۔ وہ سب کے سب جہنمی ہو گئے +

کثرت سے ایسے عیسائی ہیں جو اس معاملے میں اسلامی عقیدے کو عیسائی اصول پر ترجیح دینگے

مگر بچپن ہی جو تعلیم پائی ہو۔ وہ بالآخر ہو جاتی ہے لیکن اُن میں بعض ایسے بھی ہیں۔ جو ان باتوں پر نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انہی میں سے ایک نامی شخص ٹوری تھا جس نے ۱۸۷۰ء میں ایک نظم صداقت پر لکھی تھی اسمیں بھی اس عقیدے سے نفرت ظاہر کی ہے +

میرا قبول اسلام
نفسیات کے پہلو سے

علم النفس القوی

ذیل کی سطور اس لیکچر کا خلاصہ ہیں۔ جو ہمارے ایک نومسلم بھائی شیخ ڈی لارنگ ہیرٹ صاحب نے برٹش مسلم سوسائٹی لندن میں گذشتہ بار دا گست کو دیا۔ یہ لیکچر اس سال کے اسلامک ریویو ماہ اپریل میں شائع ہوا۔

علم النفس و القوی تعلیم دیتا ہے۔ کہ گو ہم وقت پر سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن جو فعل ہم کریں یا جو لفظ ہمارے منہ سے نکلے۔ یا جو خیال ہمارے دل میں گذرے۔ ان سب کی تہ میں کوئی وجہ ہوتی ہے۔ یہ ہماری طبیعت ہر وقت ہماری زندگی میں کارنمایاں کرتی ہے خصوصاً کسی شخص کی زندگی میں اس قسم کی تبدیلی واقع ہو جائے۔ جو اس کے مستقبل کو قطعاً بدل دے۔ تو بالضرور اس کی تہ میں کوئی بھاری وجوہ پیدا ہو گئے ہونگے۔ ایک معقول انسان کا فرض ہے۔ کہ انھیں دریافت کرے۔ میرے آج کے لیکچر کا عنوان بھی یہی ہے۔ میں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ میری زندگی میں یہ ایک بھاری زاویہ تبدیلی ہے۔ میرا فرض ہے۔ کہ میں اس کی وجہ بیان کروں۔ کہ میں کیوں مسلمان ہوا۔ اس امر کے لئے میں نے نفسانیات کے اصول پر اپنے خیالات کا تجزیہ کیا +

کئی سال تک میں اس امر کو محسوس کرتا رہا۔ کہ مجھ میں کسی بات کی کمی ہے۔ گو میں اُسے نہ سمجھ سکا لیکن اندر ہی اندر میں اس تلاش میں لگا رہا۔ ایک طرف تو اس امر کا احساس کہ مجھ میں کسی چیز کی کمی ہے۔ اور دوسری طرف اس کے سبب کو نہ سمجھنا یہ بذات خود ایک اضطراب تھا مجھ میں غیر اطمینانی کی ایک حالت پیدا ہو گئی۔ میرا اپنا مذہب میرے لئے باعث تسلی نہ تھا میں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ لیکن نہ روشنی نظر آتی تھی۔ اور نہ دل کو اطمینان حاصل ہوتا تھا بہر حال میں اس غور و فکر میں لگ گیا +

انسان پر ایسے اوقات گذرتے ہیں۔ جب وہ اپنے آپ سے الگ ہو کر کسی اور نکتہ نگاہ سے امور زندگی پر غور کرتا ہے۔ یہ زاویہ رُوح ہوتا ہے۔ رُوح جسمانی قیود سے باہر نکلنا چاہتی ہے۔ وہ جسمانیات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک وقت ایسے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ جہاں ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ خدا کیا ہے۔ اور وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ یہ بات نہ ہمیں کوئی فاضل الٰہیات سکھلا سکتا ہے۔ نہ کوئی حکیم یا فلسفی ان ہی حالات میں میں اس نتیجہ پر آ گیا۔ کہ میں رُوحانی خوراک کا محتاج ہوں +

میں نے اس خوراک کی ضرورت پر بھی غور کیا۔ اور یہی سوچتا رہا۔ کہ اس کے حصول کا آغاز کیا ہوگا۔ یہ سوال بھی اسی کے سامنے آیا۔ کہ کیوں یہ خواہش آج تک میرے مذہب نے مجھ میں پیدا نہ کی۔ آخر مجھے یہ سمجھ آ گئی۔ کہ میرے مذہب میں بعض امور شکوک سے خالی نہیں۔ جو اندر ہی اندر میرے عقائد کو کھا رہے ہیں۔ در اصل مجھے اس وقت یہ سمجھ آ گئی۔ کہ عیسائی مذہب چند رسمیات اور متحکمانہ عقائد کا مجموعہ ہے۔ جنہیں عقل قبول نہیں کر سکتی۔ میرے سامنے یہ سوال آ گیا۔ کہ کیا امانت و دیانت کے ساتھ میں ان باتوں کو قبول کر سکتا ہوں۔ جو کلیسیہ مجھے تعلیم کرتا ہے۔ کیا یہ باتیں خدا کی طرف سے آئی ہیں۔ آہستہ آہستہ مجھے یہ نظر آنے لگا۔ کہ عیسوی کلیسیا نے تو بہت سی باتیں تجویز کر رکھی ہیں۔ جن کو میری خداداد عقل و منطق قبول نہیں کر سکتی۔ خواہ ان کے کوئی معنے میں کروں یا تو عقل کا گلا گھونٹ کر میں انہیں تسلیم کروں یا میرا اس مذہب میں رہنا ایک منافقانہ زندگی ہے +

یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ میں رومن کیتھولک مذہب میں پیدا ہوا جس کے احکامات خدائی احکامات کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے سامنے کسی کو ہاں یا نہ کے سوا بے کوئی چارہ نہیں۔ گویا مذہب کیا ہے۔ پادریوں کی پوری استبدادانہ حکومت ہے لیکن میں ان باتوں کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ اور میں اس فیصلے پر آ گیا۔ کہ اگر میں اس کلیسیا کو نہ چھوڑوں تو پھر میں ایک منافق ہوں۔ ان حالات میں میرے لئے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ میں اس جوئے کو اپنی گردن سے اُتار دوں۔ یہ تو آسان کام تھا۔ لیکن میرے سامنے یہ سوال آ گیا۔ کہ میرے عقائد کی آئندہ صورت کیا ہوگی۔ لہٰذا میں نے خود ہی اپنے آپ سے سوال کیا۔ کہ اس وقت میرے کیا عقائد بالتعیین ہیں۔ اور میں کیا مانگتا ہوں +

توحید۔ میں لاشریک خدا کو مانتا تھا۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا میرے لئے ایک گھبراہٹ کا موجب تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک اس کی عظمت و جلال و شوکت کے یہ منافی ہے +

خدا سے براہ راست دُعا پر میرا ایمان تھا۔ ایک قادر مطلق خدا کو کسی واسطہ یا وسیلے کی کیا

ضرورت ہے۔ وہ ایک تائب اور منیب دل کو پہچانتا ہے۔ اور ہمارے مایحتاج کو پورا کر سکتا ہے۔
پھر کسی کے درمیان آنے کی کیا ضرورت میری سچی سعی و عمل نے ہی مجھے نجات دینی ہے۔ اور ایک دن ہم نے
ہی اپنے اعمال کی جوابدہی اس کے سامنے کرنی ہے۔ پھر کس کا واسطہ اور کس کا وسیلہ +

حیات بعد الموت پر بھی میرا ایمان تھا۔ بسا اوقات یہ سوال میرے سامنے آیا
کہ کوئی آیندہ زندگی نہیں۔ تو ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔ اور اس زندگی کا مقصد کیا ہے۔ میں تو اس
نتیجے پر آیا۔ کہ جسے ہم موت سمجھتے ہیں۔ وہ دراصل عالم جسمانیات کو ختم کر کے ہمارے سامنے اس
رُوحانی عالم کو کھول دیتی ہے جو اس وقت ہماری آنکھوں سے مخفی ہے +

اخوت انسانی میں عالمگیر اخوت انسانی پر بھی ایمان رکھتا ہوں۔ ہم سب اس خدا کے
بچے ہیں۔ اور بلا تمیز رنگ و قوم ہم سب اس کی نگاہ میں یکساں ہیں مصلحت ربانی کے ماتحت ہم اس
زندگی کو پورا کرنے آئے ہیں۔ اب اگر ہم یہ ایمان رکھ لیں۔ کہ خدا تعالیٰ ہر ایک انسان سے یکساں محبت
رکھتا ہے۔ اور ہم نے اس کے اخلاق کی پیروی کرنی ہے۔ تو لازماً ہم سب سے محبت کرینگے +

ایمان برانبیا میرا یہی عقیدہ رہا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر قوم میں وقتاً فوقتاً اپنے
رسل بھیجتا رہا ہے۔ جو انسان کو اسکی منشاء سے واقف کرتے رہے +

یہ میرے عقائد کا خلاصہ ہے یا میرے ایمان کی بنیاد ہے۔ یہ تو آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ان حالات
میں میں کسی ایسے مذہب کی تلاش میں تھا۔ جو ایک طرف معقول اور عملی ہو نہ آزاد اور قیود سے پاک ہو۔
اور دوسری طرف رہبانیت یا کلیسوی تحکمانہ قیود سے ارفع ہو۔ یہ مذہب مجھے ملگیا اور یہ اسلام ہے +

اُسوۂ حسنہ

معروف بہ

زندہ و کامل نبی

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ کار نہیں
رہتا کہ حضرت محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہوسکتا ہے۔ تو وہ آپ کی ذات پاک ہے +

درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہئیں

استدعاء دعا

کوئی دردمند اہلِ دل سبب دُعا اٹھائے

میری امراض ۔ میرے لئے تو مُوا بھی اُٹھے ہے ۔ گذشتہ جنوری میں اللہ پاک نے صحت کے سامان کر دیئے ۔ ایامِ بیماری میں بعض ایسے مضامین سر میں آئے۔ جو بیماری سے پہلے وہم و گمان میں بھی نہ تھے ۔ آخر ان مضامین نے تصنیف نو یعنی تمدن اسلام کی شکل اختیار کی ۔ لکھنے کو تو کوئی ۷۰۳ صفحہ تک لکھ گیا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز روزِ اول ۔ جو کچھ اس نقاہت میں ۔ میں نے لکھوا دیا وہ خود میرے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوا ۔ ایام موجودہ کی ضروریات کے مطابق قرآن کریم پر میرے نزدیک یہ نیا علم کلام ہے +

مئی کے شروع میں یکلخت طبیعت اُردو میں لکھنے سے رُک گئی ۔ اور یہی خیال پیدا ہوا ۔ کہ یہ باتیں انگریزی زبان میں لکھی جانی چاہئیں ۔ یہ ارادہ تو شروع سے ہی تھا لیکن موجودہ نقاہت کے باعث یہی دل نے فیصلہ کیا کہ ان نئی باتوں کو سردست زبان اُردو میں جمع کر دیا جاوے ۔ میں تو اپنی طرف سے نوٹ لکھنے لگا تھا ۔ لیکن وہ تو مستقل کتاب بن گئی +

بہرحال چھ سات مئی کو انگریزی کتاب شروع کر دی گئی ۔ سترہ صفحہ تک لکھے گئے ۱۱مئی کو میں پہاڑ (ہزارہ) کی طرف جانے کو تھا ۔ کہ روانگی سے تین گھنٹے پہلے یکلخت دائیں شُش سے خون آنا شروع ہو گیا ۔ اور بڑی مقدار میں خون آیا۔ یوں تو ۲۴ جون ۱۹۲۷ء کو مرض سِل کے جراثیم سینہ میں پیدا ہو چکے تھے اور یہ تین سال اس مرض کا مقابلہ رہا ۔ لیکن اس لمبے عرصہ میں مرض نے یہ صورت کبھی اختیار نہ کی تھی ۔ یوں تو ابتدا سے مجھے اس دُنیا سے رُخصت ہونے میں

ایک لمحہ بھر کے لئے تامل نہیں ۔ میں اپنے آپ کو ایک خوش نصیب ترین نصیب انسان جانتا ہوں یہاں رہ کر میں نے کیا لینا ہے ۔ البتہ یہی ایک خیال باقی ہے ۔ کہ مقتضیات زمانہ کے مطابق یہ جو نیا علم کلام میرے سر میں آیا ہے ۔ وہ تو بالخصوص یورپ کے لئے ہے اگر ان باتوں کو میں دل میں ہی لے گیا ۔ تو معلم حقیقی نے یہ باتیں کیوں مجھے القا کیں ۔ اب بھی ایک اسی قسم کا واقعہ ہوا ہے ۔ ممکن ہے ۔ کہ اسی کے لئے میں کچھ دن اور رہ جاؤں ۔ یوں تو خون سینہ سے برابر دس دن کم و بیش جاری رہا ہے لیکن جس رات خون کی شدت تھی ۔ اسی وقت مسئلہ تمدن کے متعلق ایسا امر ذہن نشین ہوا ۔ جو نہ صرف نیا ہی تھا ۔ بلکہ قرآن کریم کی ایک عظیم الشان صداقت تھی ۔ سب سے عجیب بات یہ ہے ۔ کہ مغربی حکماء کا اسلامی تمدن کے متعلق ایک خاص اعتراض جو کم از کم ۲۵ سال سے میرے سامنے رہا ہے ۔ اس کا جواب مجھے اس رات سے پہلے کبھی سمجھ میں نہیں آیا ۔ نہ میں نے کسی اور مسلم متکلم کی تحریر میں دیکھا +

مقام حیرت ہے ۔ کہ خدا کی طرف سے علم آنا شاید نئکا بیعت کو چاہتا ہے ۔ اس صداقت کے ذہن نشین ہونے پر پھر مجھے حیرت ہوئی ۔ کہ ایک طرف تو میں مراحل موت کو طے کر رہا ہوں ۔ اور دوسری طرف قرآنی انکشافات کا یہ حال ہو رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ۔ کہ اصل مصلحت کیا ہے اس خیال نے ہی اس صعوبت ناک شکل کو میرے لئے راحت و اطمینان کا موجب کر دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے ۔ جو میں نے سمجھا ہے کیا عجب کہ میں پیش آمدہ مقصد کی تکمیل کے لئے مہلت پالوں +

پرسوں رات اسی خیال میں تھا ۔ کہ ذیل کی چند باتوں نے نظم کی شکل اختیار کر لی ۔ میں نے شاعری کا کبھی شوق نہیں کیا ۔ ہاں طبیعت کا رجحان اگر ہو تو صورت دوسری ہے ۔ بہرحال یہ شاعری نہیں ۔ ایک کیفیت کا اظہار ۔ اخیر میں میں نہایت درد کے ساتھ دعا کا ملتجی ہوں ۔ آگے بھی دوستوں کی دعاء سے ہی اللہ پاک نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا +

کیفیات

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

مرض افزود علمِ قرآنے — واہ! چہ رحمانِ کرد سامانے
مرضم۔ مرحبا! چہ خوش قدمی — یافتم از تو گنجِ عرفانے
شیخ گوید کہ اینک از مرضیست — آرے آرے برو خدا جانے
شستش شدہ پارہ پارہ ہر نفسے — نفخِ رُوح شُد بہ ایں شانے
اے عجب تر بخوانِ مرض الموت — یافتم نعمتے ز رحمانے
راست گفتہ۔ بہ خنجرِ تسلیم — گشتہ شُد ہر کہ۔ یافتہ جانے
طعم اُو از کلامِ ربّانی — طائرِ قُدس را عجب شانے
جسم و جانم شدہ نحیف و نزار — لیک تازہ از دوست ایمانے

آہ! توفیق دہ۔ کہ بنویسم
آنکہ القا شدہ دریں شانے

ایک ناقابلِ تلافی نقصان

۲۰ جون ۱۹۳۰ء کی شب کو سرکارِ عالی نواب صاحب بہادر رام پور سٹیٹ ایک مدّت تک بیمار رہنے کے بعد اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون ٭

آپ کا نام نامی ہز ہائنس عالیجناب سید محمد حامد علی صاحب تھا۔ آپ کو فارسی عربی اور انگریزی میں کافی دسترس حاصل تھی آپ اکثر اسلامی کاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ مشن ووکنگ بھی ایک مدّتِ مدید سے آپ کے الطاف کریمانہ سے بہرہ یاب ہو رہا تھا۔ ہمیں ہز ہائنس کی وفات حسرت آیات پر اُن کے ولیعہد عالیجناب نواب سید رضا علی خان صاحب بہادر و دیگر اعزّہ کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ مسلمانانِ ہند کو اُن کے انتقال سے ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے ٭

خادم۔ خواجہ عبدالغنی
سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

مورخہ ۲۳ جون ۱۹۳۰ء
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

اسلام یعنی دُنیا کا آئندہ مذہب

ترجمہ مضمون جناب مولوی عب[illegible]ید صاحب ایم اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

مشرق اور مغرب میں زندگی کی بہت سی صورتوں میں اختلافات موجود ہے۔ اور جو رسوم تیرہ سو برس پہلے دُنیا میں رائج تھیں۔ وہ نہ آج **مشرق** میں پائی جاتی ہیں نہ **مغرب** میں۔ لیکن جو اصُول صداقت آنحضرت صلعم نے اُس وقت وضع فرمائے تھے۔ وہ آج بھی صحیح اور لائق عمل ہیں +

نُور ظلمت یا خیر و شر ہزاروں سال سے موجُود ہیں۔ اور غالباً رہتی دُنیا تک یُونہی قائم رہینگے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جب کوئی شخص ہمیں بتائے۔ کہ نجات کے لئے صرف ایمان باللہ اور اعمال حسنہ درکار ہیں۔ تو ہمیں اس اصول کو اسلام کا خلاصہ سمجھ لینے میں کوئی دقت محسُوس نہیں ہوتی۔ بلکہ ہم فوراً پکار اُٹھتے ہیں۔ کہ یہ تو اسلامی تعلیم ہے۔ کیونکہ اسلام ہم کو تحکمانہ عقائد رکھنے پر مجبُور نہیں کرتا۔ اور اس کی تعلیمات میں کوئی بات ایسی نہیں جس پر ایک مغربی انسان اعتراض کر سکے +

مغربی ارباب فضل کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے سب سے بڑی دلیل جو جو ہم اسلام کی صداقت یا اپنے دعوے کی تائید کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ سچے مسلمان کے دل میں **شرک** یا بُت پرستی کا خیال کبھی پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس میں دہریت لا ادریت یا تشکیک کے جراثیم کبھی نہیں پائے جاتے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے۔ جو اسلام کی آئندہ عظمت کا ایک زبردست نشان ہے۔ مسیحیت میں علے الاعلان اتحاد اور ارتباط کا فقدان نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جو ایک انسان کو خدا سے واصل کر سکتی ہیں۔ جو عالم الغیب قادر مطلق اور کائنات کا نگہبان ہے۔

ہم اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اکثر مذاہب نے ایسے عقائد پیش کئے جو یا دریوں یا برہمنوں کے وضع کردہ ہیں۔ خدا تعالےٰ

کے حاضر و ناظر ہونے کو مبہم اور تاریک کر دیا ہے۔ لیکن اسلام کہتا ہے۔ انسان جس جگہ چاہے خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق خاطر پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے لئے نہ کسی خاص عمارت کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی خاص "واسطہ" یا "پادری" کی بہشت کی کنجی، صرف طبقہ پادر سے مختص نہیں۔ بلکہ ہر شخص کے ہاتھ میں ہے۔ اور ہر شخص نیک اعمال بجا لا کر بہشت کا دروازہ کھول سکتا ہے۔ گویا بہشت بھی خدا کی عام نعماء میں سے ایک نعمت ہے۔ مثلاً ہوا، پانی، روشنی جو کسی خاص انسان، نبی، پیر پادری یا بادشاہ کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ اور جو لوگ اس کے خلاف تعلیم دیتے ہیں یقیناً ان کی ذاتی اغراض اس معاملہ سے وابستہ ہیں۔ دشمنان اسلام اسلام کی ایک تعلیم کو عموماً مغربی عورتوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اسلام سے متنفر ہو جائیں اور وہ مسئلہ تعدد ازدواج ہے حالانکہ تمام مشرقی ممالک میں شاذ و نادر ہی کوئی مسلمان ایک سے زیادہ نکاح کرتا ہے۔ اور نہ اسبات سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہے کہ اگر مغرب میں اسلام کی اشاعت ہوگئی تو یہاں کے مروجہ قوانین میں تبدیلی پیدا ہو جائیگی یا کرنی پڑیگی۔ میں اس کی جگہ تعدد ازدواج کے حسن و قبح سے تعرض کرنا نہیں چاہتا، اگرچہ یہ بات بآسانی ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ انگلستان میں اس کے قیام سے بہت سی مشکلات کا دروازہ کھل جائیگا ✦

"تعدد ازدواج" پر مشرق میں ہزارہا سال سے عملدر آمد ہو رہا ہے۔ لیکن دشمنان اسلام اس اصول کو "محمدی تعلیم" بتاتے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں اور پادری لوگ بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ محض دروغ بافی ہے۔

آنحضرت صلعم نے بت پرستی کا قلع قمع فرمایا۔ اطفال کشی بند فرمائی۔ اور بیشمار اصلاحات نافذ فرمائیں۔ اس ملک میں جو سر تا پا جہالت اور توہم پرستی میں غرق تھا، اور منجملہ دیگر اصلاحات آپ نے غیر مقید تعدد ازدواج پر بطور اصلاح قیود عاید کر دیں۔ یہ واضح ہو کہ آپ نے اس زمانہ کی رسوم کی اصلاح نہ کر کے آئندہ اخلاقی ترقی کی شاہراہ قائم فرما دی۔ کیونکہ کوئی شخص یہ توقع نہیں کر سکتا کہ ایک رسم جو ابتدا سے عام چلی آرہی ہو۔ وہ آن واحد میں دور ہو سکتی ہے۔ بہرکیف آنحضرت صلعم نے اسمیں قرار واقعی اصلاح فرما دی۔ اور اس معاملہ میں قرآن مجید نے توریت اور انجیل دونوں پر تفوق آمیز اضافہ کیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کتابوں میں تعدد ازدواج پر قیود عارض نہیں کی گئیں، صرف اسقدر معین کر دیا گیا ہے۔ کہ بشپ کے لئے صرف ایک عورت سے شادی کرنے کی اجازت ہے لیکن اسمیں بھی اس امر کی وضاحت نہیں کہ اگر حالات مجبور کریں۔ تو کیا کیا جائے ✦

اسلام اور ترقی

ترقی کے لحاظ سے اسلام بینظیر مذہب ہے۔ اور جملہ انبیاء میں آنحضرت صلعم ہی ایک ایسے نبی گزرے ہیں جنہوں نے اپنے مشن کو جیتے جی کامیاب ہوتے دیکھ لیا۔ یعنی آپ کا تلقین کردہ مذہب آپ کی زندگی ہی میں قائم ہوگیا۔ تاریخ کے ماہرین جانتے ہیں کہ کسی اور نبی نے، نہ عیسےٰ نہ موسیٰ نے اپنی زندگی میں اپنے مذہب کو مضبوطی کے ساتھ قائم نہیں کیا۔ ان کے مذاہب کی نشرو اشاعت یا بقاؤ استحکام کا سہرا اُن لوگوں کے سر ہے جو ان کے بعد پیدا ہوئے۔ انھوں نے تالیف قلوب کے لئے اُن کی تعلیمات میں مشرکانہ عقاید بھی داخل کردیئے +

ہمارے مخالفین جانتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی سادگی خوبی اور معقولیت کی وجہ سے اسلام کی ترقی حیرت انگیز و عدیم المثال طور پر ہوئی ہے۔ تاہم ان کو اس بات کے کہنے میں باک نہیں ہوتا۔ کہ اسلام تو بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلعم کو مجبوراً حفاظت خود اختیاری کے اصول پر عمل کرتے ہوئے جنگوں میں شریک ہونا پڑا۔ اس لئے وہ محض آپ کے شریک جنگ ہونے کو اپنے جھوٹے الزامات کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ قبل اس اعتراض کے دفعیہ کے میں غیر مسلم دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے نہایت صاف لفظوں میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا ہے۔ اور مسلمانوں نے اپنے مذہب کی اشاعت میں اس اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھا ہے۔ وہ یہ ہے "لا اکراہ فی الدین" یعنی مذہب کے بارہ میں کوئی جبر نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم نے اس اصول پر عمل فرمایا۔ اور تاریخ اسلام میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا۔ جس پر کوئی مخالف اعتراض کرسکے۔ یعنی یہ کہہ سکے کہ فلاں موقعہ پر فلاں شخص کو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا گیا +

جب آنحضرت صلعم کو کافی شوکت و قوت حاصل تھی۔ اس وقت نجران کے عیسائیوں کا وفد، اسقف نجران کی قیادت میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضور نے ان کو چند مراعات بھی عطا فرمائیں لیکن کسی نے کسی رنگ میں اُن عیسائیوں کو مسلمان ہوجانے کیلئے مجبور نہیں کیا۔ عطا کردہ مراعات میں سے چند یہ ہیں:۔

"ان کے (عیسائیوں کے) مذہب یا رسوم شرعی سے کوئی تعرض نہ کیا جائیگا۔ ان کے مراعات خصوصی میں تبدیلی نہ کی جائیگی۔ کسی اسقف کو عہدہ سے معزول نہ کیا جائیگا۔ نہ کسی راہب کو خانقاہ سے نکالا جائیگا۔ نہ کسی پادری کو پادریت سے خارج کیا جائیگا۔ وہ لوگ بدستور سابق اپنی اپنی

جگہوں پر قائم رہینگے۔ ان کے بُت یا صلیبیں نہ توڑی جائینگی۔ اُن سے عُشر وصول نہ کیا جائیگا۔ نہ اُن سے فوجوں کے لئے سامان رسد مُہیّا کرنے کو کہا جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ +

آنحضرت صلعم نے مجوسیوں کو بھی یہی مراعات عطا فرمائی تھیں۔ اور آپ کی تقلید و اتباع آپ کے سارے خلفاء مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی، حضرت فاروق اعظم رضی، حضرت عثمان غنی رضی، حضرت علی رضی اور تمام مسلمان بادشاہوں نے کی۔ اور اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا +

شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) میں عید الاضحیٰ

عید الاضحیٰ کی سعید تقریب مؤرخہ ۹ مئی سنہ ۱۹۳۰ء بروز جمعہ مسجد ووکنگ میں منائی گئی۔ عید قربان کا یوم سعید مسلمانوں کے لئے خوشی و مسرت کا دن ہے۔ اس روز مسلمانانِ عالم کے قلوب۔ اُن مسلم بھائیوں کے لئے۔ جو مکّہ معظّمہ کے متبرک شہر میں جمع ہوتے ہیں محبت و ہمدردی کے جذبہ سے معمور ہو جاتے ہیں! اسلام چاہتا ہے۔ کہ ہر مسلم اگر اُسے توفیق ہو تو سال بھر میں ایک دفعہ فریضۂ حج ادا کرے +

یہ اجتماع عظیم مختلف اقوام و ملل کے احباب پر مشتمل تھا۔ جو گوناگوں زبانیں بولتے تھے۔ اور کہ جو اپنے مسکن سے دُور و دراز ممالک سے صعوبت سفر برداشت کر کے اس مبارک مجمع میں شامل ہوئے تاکہ اس مقدس مقام پر پہنچ کر سچی عقیدت و ارادتمندی کے پھول چڑھائیں۔ اور اپنی آرزو بھری جبین نیاز کو اس طرف خم کریں۔ جس کی طرف کہ وہ ہر روز اپنے وطنوں میں نماز کے وقت خم کیا کرتے تھے +

یہ امر متفقہ طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ کہ دنیا کے مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کی بلند سے بلند تعلیم بھی اپنے متبعین کے دلوں میں اس قسم کی اشتراکی زندگی اور مذہب کے وسیع و

جامع رشتہ میں منسلک ہونے کے احساس کو پیدا کرنے میں کوئی بہترین تدبیر دنیا بھر میں حج کا منظاہرہ حج کے روز مکہ معظمہ میں دکھائی دیتا ہے +

اشتراک عبادت کا یہ روح پرور منظر دنیا بھر میں فقط ایک ہی مقام پر نظر آتا ہے جہاں کہ چھوٹے اور بڑے میں اسود و احمر میں کوئی بھی تمیز نہیں کی جاتی خواہ کوئی افریقہ کے مغربی ساحل کا سیاہ فام حبشی ہو یا مشرق بعید کا چینی تمام اقوام کے مہذب و شائستہ مسلم اپنے دور و دراز کے حبشی بھائیوں میں کوئی امتیازی تمیز روا نہیں رکھتے +

سرے کے درختانِ صنوبر کے بیچ مسجد ووکنگ میں ۹ ۱/۲ بجے صبح تمام اطراف و اکناف انگلستان میں دوست و احباب آنے شروع ہو گئے بوقت نماز تک اس مجمع کی تعداد تین صد سے متجاوز ہو گئی سالار جنگ میموریل ہوم کے سامنے کے وسیع میدان کو بیش قیمت ایرانی قالینوں سے مزین کیا گیا جو کہ جناب مسٹر محمد امین العربی سے عاریتاً تقریب مذکورہ کی خاطر لئے گئے عالیجناب سید امین الحسینی کی اقتداء میں نماز عید ادا ہوئی - جو کہ فلسطین کے مفتی اعظم اور یروشلم کی مسلم کونسل عالیہ کے میر مجلس ہیں +

جناب مفتی صاحب موصوف ۱۱۱ ہمپٹن ہل روڈ لندن مسلم نماز گاہ کو اکثر اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف بخشتے رہتے ہیں آپ کے اخلاق فاضلہ و وسیع القلبی نے جو کہ ہر ایک مسلم کا طغرائے امتیاز ہے تمام اہالیان لندن کو گرویدہ کر لیا ہوا ہے +

نماز عید کے بعد حضرت اقدس موصوف نے عربی زبان میں ایک مختصر سا خطبہ پڑھا جس کا جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے قائمقام امام مسجد ووکنگ نے ان احباب کی خاطر جو عربی سے محض نابلد تھے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس نصیحت آمیز و سبق آموز خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی مصائب حاضرہ کا علاج قرآن کریم میں مضمر ہے ہر ایک مسلم کو قرآن کریم کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے آپ نے فرمایا کہ عید کی سعید تقریب محض **روحِ قربانی** کو زندہ و قائم رکھنے کی غرض سے منائی جاتی ہے جس کا بہترین نمونہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی ذات اقدس میں جلوہ گر ہے جنہوں نے احکام الٰہیہ کی انقیاد میں اپنی جانوں تک کر دینے میں پوری پوری مستعدی دکھائی + ایثار و قربانی کے بغیر مذہب یا کوئی بھی تمدن قوم آج تک بغیر ایثار اور قربانی کے بام رفعت تک نہیں پہنچی +

خطبہ کے اختتام پر کل دوستوں نے ایک دوسرے کو عید مبارک کہی۔ اور نہایت خوشی سے باہمیں معانقہ کیا +

مسجد ووکنگ اس قدر کشادہ نہیں کہ عید کے اجتماع کی سمائی گنجائش ہو۔ اسلئے مجبوراً سرد سے سرد موسم میں عیدین کے اجماعتوں کا باہر میدان ہی میں بندوبست کیا جاتا ہے۔ ان اوقع پر موسم کا ہمیشہ ہی خطرہ رہتا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس تقریب پر دھوپ خوب نکلی۔ گو اختتام خطبہ پر کچھ ترشح بھی ہوئی +

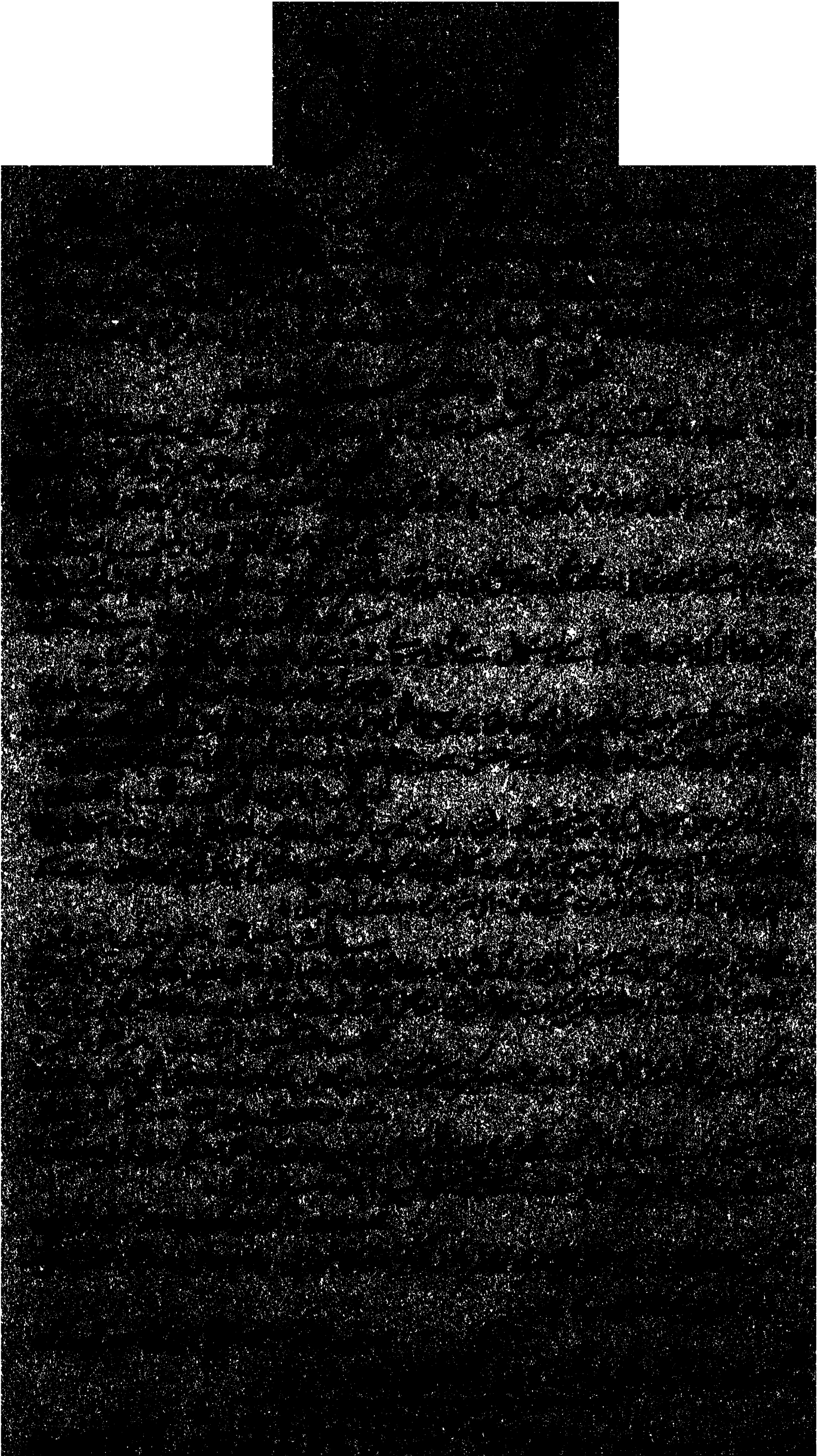
نماز و خطبہ وغیرہ سے فارغ ہو کر تمام مہمانوں کو وسیع خیموں کے نیچے ہندوستانی طرز کی دعوت دی گئی۔ ہم ان تمام احباب کے ممنون ہیں جنہوں نے معزز مہمانوں کی خاطر و مدارت کرنے میں اپنی مخلصانہ خدمات پیش کیں۔ اور فرائض مہمان نوازی کو باحسن وجوہ سرانجام دیا +

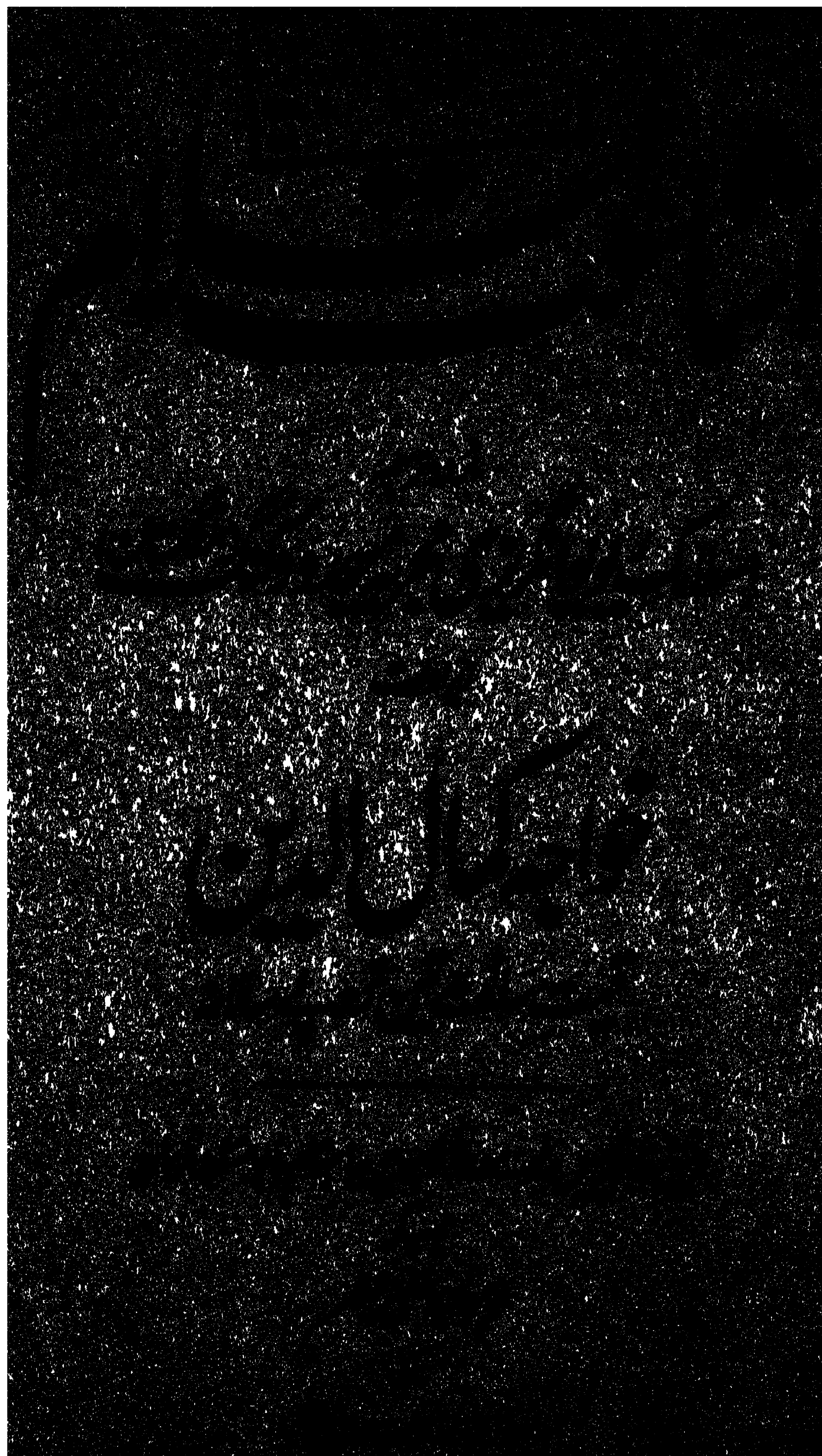
جمعہ کی نماز ۲ ½ بجے دوپہر کے جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے قائمقام امام مسجد ووکنگ کی اقتدا میں ادا ہوئی +

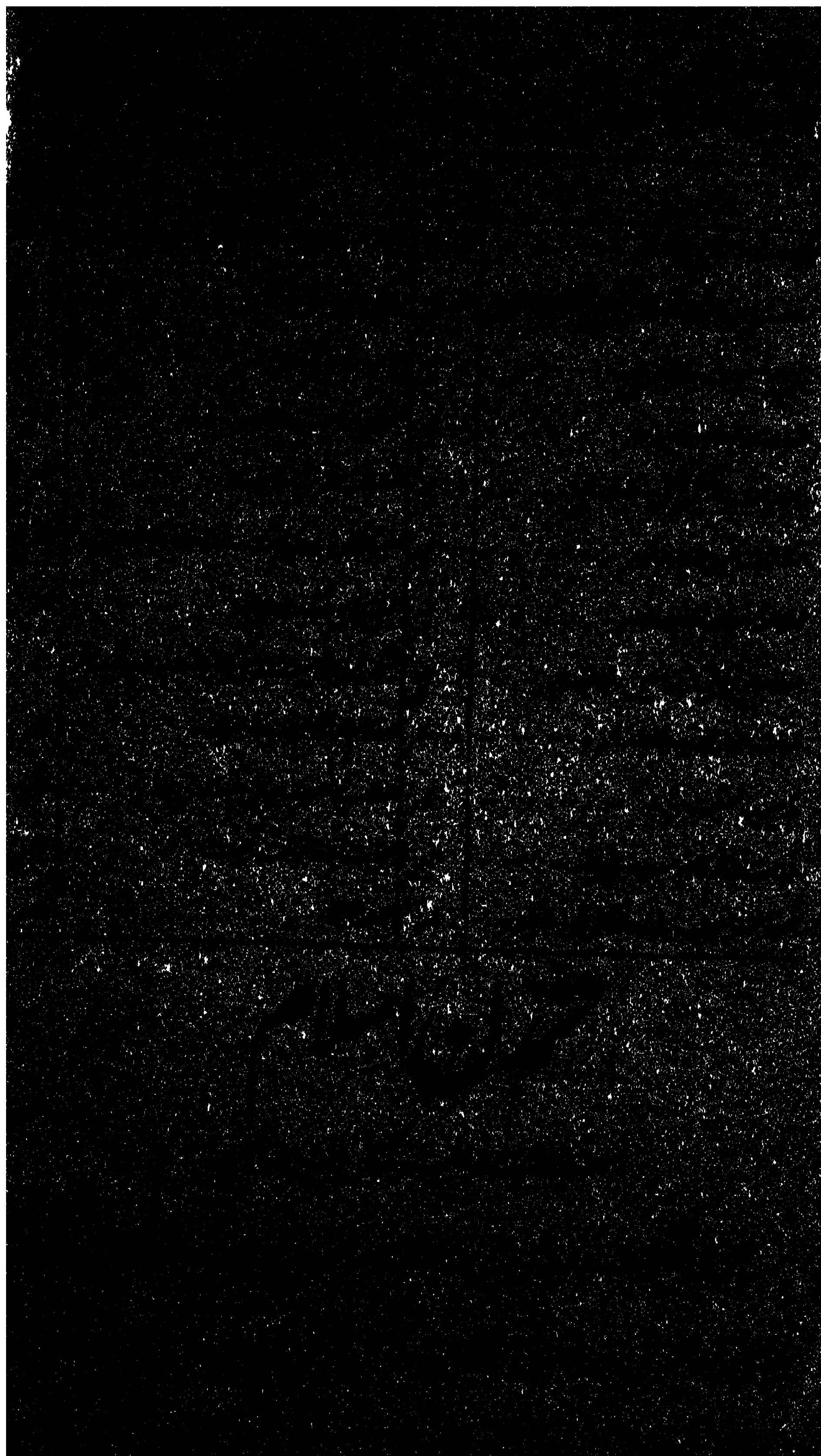
ذیل میں چند ایک معززین کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں جو اس سعید تقریب میں شامل ہوئے :-

ہز ہائنس سردار شاہ ولی خان صاحب افغان منسٹر لندن ۔ خان ذوالفقار خاں۔ عالیجناب لارڈ ہائینڈ لیڈی ہیڈلے بالقابہ۔ پروفیسر ایچ۔ ایم۔ لیون اور ان کی اہلیہ محترمہ۔ مسٹر حبیب اللہ لوگرو (سکرٹری برٹش مسلم سوسائٹی برطانیہ) سر عمر حیات خاں صاحب ۔ اہلیہ صاحب بوکین ہملٹن مسٹر عبداللہ یوسف علی۔ اور ایرانی سفارت کے چند ممبر +

ہز اکسیلنسی موسیٰ کاظم پاشا جو عرب فلسطینی سفارت کے پیشوا ہیں۔ اور ہز اکسیلنسی مصری منسٹر۔ یہ ہر دو بزرگ اس موقعہ پر شامل ہونے سے معذور رہے +









DECLARATION FORM

I, Mary Nigh[illegible] [illegible] do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt Islam as my religion; that I worship One and only Allah (God); that I believe Muhammad to be His messenger and servant; that I respect equally all prophets—Abraham, Moses, Jesus, etc.—and that I will live a Muslim life by the help of Allah.

La ilaha illa Allah
Muhammadur Rasul Allah

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

میں اُن برادرانِ اسلام کا تہِ دل سے مشکور ہوں۔ جنہوں نے میری اس اپیل پر توجہ فرمائی۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ جب تک اس مستقل فنڈ سے مفادِ مشن کے اخراجات کے مد بہ حصّہ کے کفیل نہ ہو جائیں۔ تب تک مشن مالی مشکلات سے آزاد نہیں ہو سکتا اور یہ مشکل امر ہیں
میری اپیل پر حضرت نواب صاحب والئ منگرول نے [illegible] روپیہ کا [illegible] وعدہ کیا ہے۔ اس حصّہ کے شامل کرنے پر یہ فنڈ پچیس ہزار سے اوپر ہو گیا ہے۔
یہ رقم لائڈ بنک میں بصورت فکسڈ ڈیپازٹ [illegible] تک بنک میں جمع ہوتی ہے
اور آج اس وقت اس کی آمد قریباً تین صد روپیہ مشن کو دی گئی یعنی شمولیت عطیہ نواب صاحب ممدوح

ایک اور گرانقدر مستقل امداد

سب سے اولیٰ تو میں اُن اپنے عزیزوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے آڑے وقت میرا ہاتھ بٹایا۔ اُن میں سے خانصاحب شیخ محمد اسمٰعیل جنرل مرچنٹ راولپنڈی خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مشن اور خواجہ عبدالمجید صاحب [illegible] مشن خاص کر قابلِ شکریہ ہیں ان سب سے بڑھ کر وہ میرے قدیمی دوست قابل شکریہ ہیں جنہوں نے اس معاملہ میں خاص طور پر حصّہ لیا ہے۔ اور جن کے نام نامی کو اُن کی منشاء کے خلاف میں یہاں ظاہر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی وجہ سے میں اس محسن کا بھی ابھی تک نام لینا پسند نہیں کرتا جنہوں نے اس آڑے وقت دریا دلی سے امداد فرمائی۔ آپ نے ایک صد پونڈ تو مسجد ووکنگ کے بیرونی دروازہ کے بننے کے لئے عنایت فرمایا اور ایک صد پونڈ کا موجودہ ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے متعلق وعدہ دیا۔ اور ایک ہزار روپیہ کی مستقل طور سے سالانہ امداد کا وعدہ بھی دیا۔
۰۰۰۰۰ اس مشن کو آئندہ میری ذات سے وہ تعلق نہ ہو گا۔ جو اب تک رہا ہے۔ یہ باضابطہ ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ ذیل میں تین اُن غیر احمدی اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مشن کا ٹرسٹی یا مینجنگ کمیٹی کا ممبر ہونا قبول فرما لیا ہے۔ ان میں سے صرف دو اصحاب

کی طرف سے منظوری کی اطلاع نہیں ہوئی۔ اور یہی اصل وجہ ہے۔ کہ ٹرسٹ ڈیڈ کے رجسٹر ہونے میں دیر ہوئی ہے۔ اُن اصحاب کے نام نامی یہ ہیں۔ لارڈ ہیڈلے۔ بالقابہ سر عباس علی بیگ منسٹر ریاست بڑودہ۔ سر محمد شفیع صاحب بیرسٹر لاہور خانصاحب بدرالدین صاحب خلف الصدق نواب صاحب منگرول۔ خان بہادر غلام صمدانی صاحب افسر مال ضلع پشاور۔ حکیم جمیل خانصاحب خلف الصدق مسیح الملک جناب حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم۔ میاں احسان الحق صاحب سشن جج کیمبل پور۔ میجر شمس الدین صاحب سیکرٹری ریاست بہاولپور خانصاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب جنرل مرچنٹ پنڈی۔ آنریبل سر عبدالکریم صاحب غزنوی۔ کلکتہ۔ نواب واجد علی خانصاحب رئیس کراٹیہ۔ مشرقی بنگال۔

ضروری اطلاع

اس رسالہ میں بھی ۸ صفحے زیادہ دئے گئے ہیں۔ تاکہ رسالہ فروری مارچ کی کمی پوری ہو۔

ان اوراق میں ۴۲ صفحہ کتاب تمدن اسلام کے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہ مضمون بہت سی لائبریریوں میں مفت جاوے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہمارے احباب اس رسالہ کی خریداری کے بڑھانے میں کوشش فرمائیں اس کتاب کے مضامین سے واقف ہونا اور اس کی اشاعت کرنا ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے۔

مینیجر رسالہ

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۰ء — **فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام** — ۵ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ

ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آئندہ انتظام سے متعلق ضروری اطلاع

میں نے اس سے پہلے اعلان کیا تھا۔ کہ میں نے مسلم مشن ووکنگ کو آئندہ کیلئے ایک غیر فرقی ٹرسٹ کے حوالے کرنا تجویز کیا ہے جو مشن کے متعلق کل امور کا مالک ہوگا۔ اس کے پہلے مشن کا انتظام مالی وغیرہ [illegible] احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں تھا۔ اب تجویز بالا کے مطابق انجمن مذکور نے مشن اور متعلقہ مشن کے انتظام کو واپس کر دیا ہے۔ لہذا معاونین مشن اور اشاعت اسلام میں دلچسپی لینے والوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ آئندہ جو زر امداد ووکنگ مشن کے لئے [illegible] انجمن اشاعت اسلام کی بجائے جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ برانڈرتھ روڈ لاہور کے نام بھیجا کریں [illegible] حسب معمول قدیم [illegible] رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوگا [illegible] ٹرسٹ کا [illegible] حسب اعلان سابقہ سال کے [illegible] لیکن [illegible] اس فیصلہ کے بعد [illegible] ٹرسٹیوں میں [illegible] نئے ٹرسٹی تجویز ہوکر ان کے نام [illegible] منظوری [illegible] ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیج دیئے گئے ہیں [illegible] ہو جائیگا۔ اور ایسے [illegible] ذریعہ مشن [illegible] اشاعت اسلام کی خاطر [illegible]

موقوف [illegible]

خادم خواجہ کمال الدین
عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ لاہور
۱۱ مارچ ۱۹۳۰ء

ووکنگ مشن کا اب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے کوئی تعلق نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء نمبر ۴

شذرات

تشریح تصویر اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ میری نجدہ بریری کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے جس کا اعلان اسلام ذیل میں درج ہے:۔

ایک انگریز خاتون کا قبول اسلام

میں میری نجدہ بریری ایمان اور خلوص کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتی ہوں۔ کہ میں نے بطیب خاطر برضا و رغبت خود بلا جبر و اکراہ مذہب اسلام قبول کیا ہے۔ اور اس کی رو سے آئندہ صرف ایک خدا کی پرستش کرونگی۔ اور حضرت ختمیت مآب سرور عالم محمد رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول تسلیم کرونگی۔ اور جملہ انبیاء مثلاً ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یکساں عزت کرونگی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک سچے مسلمان کی سی زندگی بسر کرونگی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہولناک آتش زدگی کی ابتدائی چنگاریاں کسی گزشتہ نمبر کی اشاعت میں ہم نے اس مسئلہ پر کہ آیا مسلمان اردو یا ہندی زبان بولیں اور عربی الفاظ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے یا نہیں کسی قدر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی تھی۔ اس سلسلہ میں تسلیم کرنا

دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ڈیلی میل مورخہ ۸ نومبر [illegible]ء میں ایک مضمون نگار نے اپنے مضمون بعنوان بائیبل پر اعتراضات میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ بہت حد تک ہمارے افکار و نتائج سے مطابقت رکھتے ہیں اور ان سے ہمارے مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ اور وہ ہماری اس پیش بندی کے بھی مصدق ہیں۔ کہ پادری لیسی نے بائیبل کے بیانات کی غیر واقعیت اور عدم صحت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ درحقیقت اس عظیم الشان آتش زدگی کی ابتدائی چنگاریاں ہیں۔ جو کلیسائیت کے قصر میں واقع ہونے والی ہے۔ یا اس خوفناک سیلاب کی چند ابتدائی موجیں ہیں جو اس عمارت کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر اپنے ساتھ بہا لیجائیگا۔ مضمون نگار مذکور نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ اس قدر دلچسپ ہیں۔ کہ ہم باوجود طوالت ان کو نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ کلیسیا میں تحریک جدیدہ کی تعلیمات اور مسلمات کا ذکر کرتے ہوئے۔ یہ صاحب رقمطراز ہیں۔ کہ "مسیح کے ایک باکرہ سے پیدا ہونے تیسرے دن اسی جسم کے ساتھ جی اٹھنے اور مع جسم آسمان پر چڑھ جانے کے عقاید تو مدت ہوئی رخصت ہو چکے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ عہد قدیم کے کل معجزات؟ لیکن اب معمولی معجزات بھی مدار یقین نہیں رہے۔ اور ڈاکٹر بارنز اور ڈین انجی دونوں بزرگ یہی تلقین کر رہے ہیں۔ کہ ان پر ایمان لانا ایک مسیحی کے لئے ضروری نہیں۔ ہے"

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "تو کیا یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ بائیبل کے فلاں فلاں مقامات یا تو تمثیلی رنگ میں ہیں۔ یا غیر واقعی ہیں۔ لوگ بائیبل کو نئے زاویۂ نگاہ سے پڑھتے رہینگے اندریں حالات کیا ضرورت ہے۔ کہ ہمارے مذہب کے علمبردار اور عہدیدار گرجوں میں کھڑے ہو کر مسیح کی معجزات پیدائش یا موت کے متعلق لمبے چوڑے وعظ کیا کریں۔ جبکہ بعد چندے وہ انہی گرجوں میں یہ اعلان کرنے پر مجبور ہونگے۔ کہ جو کچھ انہوں نے اب تک بطور معتقدات مذہب بیان کیا ہے۔ وہ سب غلط ہے۔ اس سے تو یہی بہتر ہے۔ کہ ہمارے پادری بجائے [illegible] کہنے کے محمد (صلعم) یا کنفیوشس کی تعلیمات پیش کر دیا کریں۔ کیونکہ آیندہ چلکر ان کی تردید کی [illegible] تو نہ ہوگی۔ بہرکیف ہمیں ایسی کلیسیا کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ جس کی بنیاد ہی جھوٹی روایات پر ہو۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "اگر یہ نئی جماعت جو تحریک جدیدہ کے ماتحت بن رہی ہے۔ عقاید کے لحاظ سے یونی ٹیرین ہو تو بھی غنیمت ہے۔ کیونکہ ہمیں پتہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہم ہیں کہاں؟ اور ہمارا مسلک کیا ہے؟ بعض لوگ تحریک جدیدہ کے عقاید کو یونی ٹیرین عقاید سے جدا نہیں کر سکتے [illegible] ایک مسیحی قبل انگلستان میں

علیحدہ ہو گئے تھے۔ جو وہاں ڈاکٹر کی تحریک جسے جدید مسیح کے حامیوں کی پوزیشن سمجھنے سے بہر حال مطلوب ہے کیونکہ وہ یہ بھی
یہ سمجھتا ہے کہ ایک انسان جس بات پر ایمان رکھتا ہو۔ اسے بطور عقاید مذہبی کے کس طرح پیش کر سکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو
ایک متبرک کلیسیا کا رکن کس طرح قرار دے سکتا ہے جبکہ وہ عقاید مذہب کا ان روایات تسلیم کئے جاتے ہیں ممکن
ہے کہ یہ استدلال بعض لوگوں کو ناگوار معلوم ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں سر مو غلط بیانی یا دروغ گوئی نہیں ہے۔
جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ وہ منطقی طور پر بالکل صحیح ہے۔ اور تحریک جدید کے حامیوں کے دوستوں یعنی مہربان
معترضین کی نظر میں بھی یہ تحریک یونی ٹیرین ازم یعنی مسیحیت کے اس فرقہ کی چھوٹی بہن معلوم ہوتی ہے جو مسیح کو
محض انسان تسلیم کرتا ہے۔ اور خدا کو واحد جانتا ہے یعنی تثلیث تجسم اور کفارہ ان تینوں عظیم الشان عقاید سے انکار
کرتا ہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ڈاکٹر بارنز اور ڈین انج دونوں عشاء ربانی میں شرکت کرتے ہیں
(عشاء ربانی ایک اہم کلیسیائی رسم مذہبی ہے) لیکن وہ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس یادگاری دعوت میں جناب مسیح جسمانی
طور پر موجود ہوتے ہیں یا اس ضیافت میں جو غذا میز پر رکھی جاتی ہے۔ اور اس کے جسم اور خون میں تبدیل ہو جاتی ہے لیکن
منصف مزاجی کی رو سے تو ان لوگوں کو اس قسم کی تمام کلیسیائی رسموں سے محترز رہنا چاہئے۔ کیونکہ اگر ان کا بس چلے تو
یہ لوگ ان رسموں کی بھی کایا پلٹ کر رکھ دیں۔ بیشک مجلس لیمبتھ کے فیصلے عنقریب مرد و مسترد سمجھے جائیں گے
اور پادری لوگ جو برکت دیتے ہیں۔ وہ بھی بہتوں کی نظر میں پسندیدہ فعل نہیں رہا ہے۔ بلکہ وہ زمانہ جلد آ جائیگا۔
جبکہ کلیسیائی پادریوں کی ایک جماعت بائبل کے کتابوں خصوصاً انجیلی رسالوں اور خطبات کو از سر نو ترتیب
دیگی۔ اور جس قدر خوارق عادات اور معجزات ان میں درج ہیں سب کو کتر بیونت کر کے رکھ دیگی۔ اور "عشاء ربانی"
محض ایک یادگاری عبادت رہ جائیگی جس میں تقدیس روٹی کی شان مطلق نہ ہوگی۔ اور یہی ڈاکٹر بارنز کی دلی خواہش ہے
کیونکہ وہ کہا کرتے ہیں کہ اس بات کا کوئی سائنٹیفک ثبوت نہیں ہے کہ مسیح ان کلیسیائی رسوم کی تقریب میں نفس نفیس
شریک ہوتا ہے لیکن ہمیں تعجب ہے کہ ڈاکٹر موصوف اس بات کا سائنٹیفک ثبوت مانگتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایمان کیلئے
اس قسم کے ثبوت کی ضرورت ہو تو کوئی شخص خدا پر بھی ایمان نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ خدا کی ہستی کا بھی
کوئی سائنٹیفک ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔

علم الحیوانات اور بائبل

بائبل مقدس اگرچہ ہمیشہ کسی مذہبی کتاب ہی سمجھی جاتی رہی ہے لیکن اگر معلومات متعلقہ اور رواج مستمرہ کی وجہ سے ان میں شانِ تقدس پیدا ہو جائے تو فی الحقیقت حقائق ثابت ہو سکتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ تعلیم یافتہ طبقہ تو اب اسکی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ فلاں سائنٹیفک مسئلہ پر فلاں مذہبی کتاب کا فتویٰ کیا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو یہ بات معلوم کرنی ہو کہ عقل و حکمت کے معاملہ میں کلیسیائی مسیحیت کس حد تک تنگدلی اور تعصب کا مظاہرہ کر سکتی ہے۔ تو اُسے اُس صورت حال کا معائنہ کرنا چاہیئے جو حال ہی میں بمقام برمنگھم واقع ریاست ہائے متحدہ امریکہ پیدا ہوئی۔ جبکہ ہاورڈ کالج (جو کہ بیپٹسٹ فرقہ کا قائم کردہ ہے) اسکے ایک پروفیسر علم الحیوۃ کو جن کا نام نامی ڈاکٹر **ایچ سی ڈے** ہے۔ کالج کے منتظمین کلیسیاء کی طرف سے اس مضمون کی چٹھی موصول ہوئی۔ کہ آپ براہ کرم کالج سے استعفٰی دیدیجئے۔ کیونکہ اُن عقائد کی تعلیم دیتے ہیں۔ جو مسیحی مذہب کے خلاف ہیں یعنی آپ اپنے طلباء کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ نوح کی کشتی اور وہیل مچھلی کا واقعہ جس طرح بائبل میں مذکور ہے لائق اعتماد نہیں ہے +

اس واقعہ کو پڑھ کر ہمیں "منکی ٹرائیل" یاد آگیا یعنے جبکہ پروفیسر اسکوپ پر سرِ عدالت یہ الزام لگایا گیا تھا۔ کہ یہ استاد اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ بندر اور دیگر حیوانات انسان کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ پروفیسر ڈے کا قصور صرف اتنا ہے۔ کہ انہوں نے طلباء سے صاف لفظوں میں یہ بات کہہ دی۔ کہ وہیل کا حلق اتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ کہ وہ انسان کو نگل ہی نہیں سکتی۔ اور نوح کیلئے اس قدر بڑا جہاز بنا لینا اس زمانہ میں قطعاً ناممکن تھا۔ کہ وہ دنیا جہان کے حیوانات اس میں رکھ سکیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں تو لوگوں کو چھوٹی سی کشتی بھی بنانی نہیں آتی تھی +

اصل بات یہ ہے کہ بائبل نے اس جگہ بھی (کیونکہ وہ انسانی محدود اور ناقص دماغ کی اختراع ہے) ایک غلطی کی ہے۔ کہ طوفان نوح کو عالمگیر قرار دیدیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اور دیکھ میں آپ ہی زمین پر پانی کا طوفان لاتا ہوں۔ کہ ہر ایک جسم کو جس میں زندگی کا دم ہے۔ آسمان کے نیچے سے مٹا ڈالوں اور سب جو زمین پر ہیں مر جائیں گے" (دیکھو پیدائش باب ۶ ورس ۱۷)

بہر حال قرآن کریم نے حسب معمول بائبل کی اس غلطی کی بھی اصلاح کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ طوفان صرف

قوم نوح تک محدود تھا۔ اور اسی قوم کی اصلاح کے لئے نوح مبعوث ہوئے تھے چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں :-

فکذبوہ فانجینٰہ والذین معہ فی الفلک واغرقنا الذین کذبوا بایٰتنا

ترجمہ: پس لوگوں نے اُس (نوح) کو اور اُن لوگوں کو جو کشتی میں اس کے ساتھ (سوار) تھے جھٹلایا الخ ہم نے نجات دی۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔

اسی طرح قرآن کریم یونس کے معاملہ میں بائبل کے بیان کی تردید اور اصلاح کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ مچھلی نے یونس کو سالم نہیں نگلا تھا۔ جیسا کہ آیت میں لکھا ہے :- فالتقمہ الحوت وھو ملیم۔ پس مچھلی نے اپنے منہ سے پکڑ کر اُسے کھینچا جبکہ اس نے وہ کیا جسکے لئے اس پر الزام لگایا گیا تھا (۳۷ : ۱۴۲)

فی الجملہ بیچارے پروفیسر پر ایک اور نوجوان مسٹر گیل مین نے بھی جو مدرسہ الٰہیات کے ایک ہونہار طالب علم معلوم ہوتے ہیں اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہے۔ اور آخر میں بائبل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی ہے کہ پروفیسر مذکور کو راہ راست دکھائے۔

بحالہ ہم یہ بات علی الاعلان کہے دیتے ہیں کہ جب تک لوگ اس حقیقت پر ایمان نہیں لائیں گے کہ اصلی بائبل ضائع ہو چکی ہے اس وقت تک قدیم اور جدید خیالات کے متبعین میں آئے دن اسی قسم کے تنازعات برپا ہوتے رہیں گے۔ موجودہ قلمی نسخوں میں باہم اس قدر شدید اختلافات پائے جاتے ہیں کہ ہم بسا اوقات یہ معلوم ہی نہیں کر سکتے کہ کونسا نسخہ اقرب الی الصواب ہے؟ اندریں حالات پینٹ فنڈامینٹلسٹ یا دوسرے فرقوں کا بائبل کے الہامی کتاب ہونے کے متعلق کسی کے ساتھ مباحثہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ اور جو لوگ یہ کہکر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں کہ ہمیں صحت الفاظ سے غرض نہیں۔ ہمارا مقصود تو وہ تعلیم ہے جو ہم اس کتاب سے اگرچہ اس میں دروغ کی آمیزش ہو گئی ہے اخذ کر سکتے ہیں۔ وہ حقیقت اپنے معتقدات اور مذہب دونوں کی جڑوں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آب صافی کا چشمہ (قرآن) موجود ہے۔ تو گدلے پانی (بائبل) کے پیچھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے؟

جاپان میں مسجد

جنگ عظیم سے بہت عرصہ پہلے کا واقعہ ہے کہ مرحوم پروفیسر محمد برکت اللہ نے جن کی یاد اب بھی ہمارے دل کو بےچین کرتی ہے۔ اور جن کا انتقال امسال ہوئے بحالت جلاوطنی ہوا جبکہ وہ ہندوستان اور اسلام کی خدمت میں مصروف تھے، مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کی تھی کہ سرزمین جاپان اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے نہایت موزوں ملک ہے۔ پس اس سلسلہ میں یہ خبر نہایت مسرت افزا اور خوش آیند ہے کہ جاپان کے مسلمانوں نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کیلئے پہلا اور اہم قدم اٹھا لیا ہے یعنی ہم بڑی خوشی کے ساتھ اپنے رسالہ کے ناظرین کو یہ خوشخبری سنانی چاہتے ہیں۔ کہ ٹوکیو مسلم مسجد کمیٹی کے سکرٹری مسٹر ایس احمد نکایاماتی ڈوری اکومی کوبی نے جو روئداد ہمارے پاس بھیجی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی مسلمانوں نے ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور یہ قدم جیسا کہ اسلام کی تاریخ بتاتی ہے۔ ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی اشاعت میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور آگے چلکر مسجد ہی تبلیغ دین کا مرکز بن جاتی ہے۔ مسٹر محمد آبیرام مصری قونصل اس کمیٹی کے صدر منتخب کئے گئے ہیں +

یہ معلوم کرنا مسرت بخش بھی ہے۔ اور کمیٹی مذکورہ کے ارکان کی مستعدی پر ایک دلیل بھی کہ ان جلسوں میں جو ۲۰ ماہ اکتوبر اور ۳ ماہ نومبر ۱۹۲۹ء کو منعقد ہوئے۔ پانچ ہزار ین (سکہ جاپان) جمع ہو گیا ہے۔ اور امید ہے کہ مصر اور ہندوستان کے مسلمان بھی فراخ حوصلگی کے ساتھ اس کار خیر میں حصہ لینگے +

جس وقت پچاس ہزار ین جمع ہو جائینگے۔ اس وقت تعمیر کا کام شروع کر دیا جائیگا +

ہم اس تجویز کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور اس کی کامیابی کے لئے صمیم قلب سے دعا کرتے ہیں

وہ عقائد جن کی تلقین جناب مسیح نے نہیں فرمائی

مسیحیت میں پادریت کی بنا اس حقیقت کے اعتراف پر مبنی ہے۔ کہ جناب مسیح نے اپنی تعلیم ناقص حالت میں چھوڑی تھی۔ جیسا کہ یوحنا کی انجیل ۱۶: ۱۲ میں ان کا قول ان الفاظ میں مذکور ہے۔ "مجھے ابھی بہت سی باتیں تم سے کہنی ہیں۔ لیکن جب وہ یعنی صداقت کی روح آئیگی تو وہ تمہیں صداقت کی طرف متوجہ کریگی"۔ اور اسی انجیل (۱۴: ۱۶) میں لکھا ہے "جناب مسیح نے فرمایا۔ کہ فارقلیط (جس کے معنے دراصل محمود ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کا لقب ہے) یعنی صداقت کی روح جس کا [illegible]

میری تصدیق کے لئے بھیجیگا (چنانچہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ کا مُصدِّق ہے) انھیں تمام باتیں سکھائیگی جو
میں نے تلقین کی ہیں۔ اسکی یاد دہانی کریگی"۔ لہٰذا اپنی الہٰیات کی تشریح اور ان میں اضافہ کرنے کیلئے جناب مسیح
نے اپنی الٰہی طاقت کلیسیا کو تفویض کر دی تھی۔ اسلئے پادریوں کا طبقہ معزز ادارے سمجھے اور اسی مفروضہ کی بنا پر
کلیسیا کو نظام آسمانی، پوپ کو معصوم عن الخطاء اور پادریوں کو زمین پر خدائی شریعت کا علمبردار تسلیم کیا جانے
لگے۔ بروجنٹ کے سامنے ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ جس وقت عوام الناس میں خود اعتمادی پیدا ہو گی اور اس حقیقت
کا علم پیدا ہو جائیگا۔ کہ خدا اور بندے کے درمیان کوئی شفیع نہیں۔ یعنی کسی ایسی ہستی کی ضرورت نہیں جو اُسے
خدا سے ملائے۔ اس وقت کلیسیا اور پادریوں نے جو شان الوہیت اور خدائی اختیارات اپنے لئے خود ہی متعین کرنے
ہیں ان کی بنیادیں ہل جائینگی۔ اور اسلام اور مسیحیت میں اس لحاظ سے اصولی فرق پایا جاتا ہے کیونکہ اسلام
میں یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے متبعین میں سے ہر فرد کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اور آزادی فکر و عمل عطا کرتا ہے۔
بالمقابل مسیحیت انسان کو دوسروں کا دست نگر اور اخلاقاً غیر ذمہ دار بناتی ہے۔ اسلام میں پادریوں کی طرح کوئی جماعت
موجود نہیں ہے ⁂

مسیحیت میں پادریت کے قیام کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے نیو ٹائمز نے جو انگلستان کے کیتھولک فرقہ
کا آرگن ہے، جناب مسیح کی شخصیت کے دو پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سوال کے جواب میں "آیا جناب مسیح نبی تھے"۔ وہ لکھتا ہے
کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تھے۔ یہ بات تو مشکوک ہے۔ آگے چل کر دوسرے سوال کے جواب میں "آیا وہ پادری بھی تھے" لکھتا ہے
قطعاً وہ تھے انہوں نے اپنے آپ کو کبھی پادری نہیں کہا۔ یعنی پادری ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ اور اس اصطلاحی لفظ کی تعریف
عبرانیوں کے نام پولوس کے خط میں ملتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پادری وہ شخص ہے۔ جو خدائی باتوں کو تعلیم دینے کیلئے متعین
کیا جائے۔ اور گناہ کے عوض نذر و نیاز اور قربانی دے سکے۔ پس پادریت میں تین باتیں ہیں۔ اول پادری وہ ہے جسکو
خدا کی طرف سے امداد و نصرت حاصل ہوتا ہے۔ دوم خود پادری نہیں بن سکتا۔ بلکہ مقرر ہوتا ہے۔ ثالثاً اس کے تقرر کا مقصد یہ ہے
کہ خدا اور انسان کے درمیان "واسطہ" کا کام دے یعنی انسان کو خدا سے ملانے۔ تعلقات ملانے کا طریق نذر و نیاز اور
چڑھاوے وغیرہ مخصوص باتیں ہیں۔ جن کے کہا ہو چکے ہیں ایک شخص پادری کا منصب اختیار کر سکتا ہے۔ اس کے عقیدے
در حقیقت ہوتے ہیں پادری کا مقصد انسان کو خدا سے ملانا ہے اور اس کا کام نذر و نیاز اور قربانی ہے۔ [illegible]

کو منجملہ ان باتوں کے جن کا یسوع مدعی ہے۔ پادریت کو دخل نہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ یسوع نے
پادری ہونے کا دعوے نہیں کیا لیکن اس توضیح سے نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو بات
جس کا یسوع نے ذکر نہیں کیا غلط یا جھوٹی ہے؟ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے تو پھر بھی ماننا پڑیگا کہ کلیسیا
کی جملہ تعلیمات و رسومات ایمانیات یسوع کی تلقین کردہ ہیں اور ان سب کا ماخذ اس کے اقوال [illegible] ہیں۔
لیکن یہ وہ بات ہے جسے کوئی مسیحی تسلیم نہیں کر سکتا۔ مثلاً یسوع کے خون کی بدولت گناہوں سے نجات
کی تعلیم خود یسوع کے الفاظ میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ عقیدہ تو پولوس نے کلیسیا کو سکھایا ہے۔ کیونکہ ہمارے
خداوند نے یہ بات دوسروں پر چھوڑ دی۔ کہ وہ اس کے کاموں پر گواہی دیں۔ اور دنیا کو بتائیں۔ کہ وہ کون
تھا، کیا تھا۔ اور کس لئے اس دنیا میں آیا تھا؟ اور بنی نوع آدم کے حق میں اس کا وجود کس حد تک مفید
ہے؟ اسی طرح ہمارے خداوند نے بچوں کا بپتسمہ، استحکام شرعی، تثلیث کا عقیدہ تحکمانہ جیسا کہ نائسین کریڈ
(عقیدہ مرتبہ مجلس مذہبی منعقدہ بمقام نائس در ۳۲۵ء) میں تلقین کیا گیا ہے۔ یا خداوند کا دن منانا
وغیرہ وغیرہ ان میں سے کسی بات کی تلقین نہیں کی ہے یعنی اس نے کبھی یا کہیں یہ نہیں کہا کہ تثلیث پر ایمان لاؤ،
بچوں کو بپتسمہ دو یا خداوند کا دن مناؤ۔ لیکن تمام مسیحی دنیا ان تمام باتوں (عقاید) کو راست اور صحیح تسلیم کرتی
چلی آئی ہے۔ اور ان رسوم کو بمنزلہ فرض یقین کرتی ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہمارا خداوند اپنے خون سے گناہ سے نجات کا عقیدہ
سکھانے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اپنی قربانی یا خون سے ہمیں گناہوں سے نجات دینے کیلئے آیا تھا۔ اگر اس نے اپنے آپ کو
"پادری" نہیں کہا تو پیغمبر بھی تو نہیں کہا"۔

ہمیں تو اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ کہ اغیار نے جناب مسیح کے نام پر بہت سے عقاید ان کے مذہب میں داخل کر دیئے
کیونکہ اس زمانہ میں ایسا کرنا آسان تھا۔ تعجب ہے تو اس بات پر کہ اگرچہ ان کے عقائد کے متعلق ہر سمجھدار عیسائی یہ یقین رکھتا ہے
کہ وہ جناب مسیح کے تلقین کردہ نہیں ہیں لیکن ان کو اس طرح مانتا ہے گویا وہ خود انہوں ہی نے تلقین کئے تھے۔ اس جگہ یہ
بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انہی خود ساختہ عقاید کے خلاف زبردست احتجاج کیا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر
براؤن صدر میتھوڈسٹ یونین انگلستان ہمیں مطلق تعجب نہ ہوگا۔ اگر آئندہ دس سال کے بعد کلیسیا اس دنیا سے
عنقا کی طرح ناپید ہو جائیگی۔ ڈاکٹر موصوف نے اخبار ڈیلی نیوز مجریہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۰ء میں لکھا ہے۔ کہ
کلیسیا کے فرائض کی ادائیگی گذشتہ سال بقدر [illegible] نفوس کم ہوگئی۔ اور سنڈے اسکولوں کی حاضری میں گیارہ ہزار کی
کمی واقع ہوگئی۔ میتھوڈسٹ کلیسیا ملک چھوڑ کر دوسری کلیسیاؤں کا بھی یہی حال ہے۔ اسی وجہ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں

یہ نہیں۔ کہ اب کلیسیائیں بہت ہی زیادہ محترم ہوگئی ہیں۔ بلکہ اس روزافزوں کا باعث یہ ہے۔ کہ جس قدر عقائد جناب مسیح کے نام پر مروج ہیں۔ وہ اصلی نہیں ہیں۔ ان کے تلقین کردہ عقائد صرف اسلام ہی میں پائے جا سکتے ہیں۔ عیسائی عقائد اس دور میں معقول ہیں۔ کہ اگرچہ ان کی نشر و اشاعت میں مادی ذرائع کو زیادہ دخل نہیں۔ تاہم لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی جاتی ہیں۔ اور ان کا ماخذ یعنی قرآن مجید جو خدا کی آخری مکمل الہامی کتاب ہے اور ہر قسم کے شکوک سے پاک و صاف ہے۔ الغرض پادریت جس نے انجیل کی تعلیمات کے نقائص کو دور کرنے اور کمی کو پورا کرنے کا اجارہ لیا ہوا تھا۔ اب روز بروز زوال پذیر ہو رہی ہے۔ اور انجام کار اس کی جگہ وہ الہام ربانی رائج ہو جائیگا۔ جس کا ماخذ اور منشاء قرآن مجید ہے۔ جو خدا کا سچا اور کامل الہام ہے +

امریکہ کا غیر مؤثر حکم امتناعی اور امتیاز حیات بعد الموت

وولسٹیڈ ایکٹ کی حمایت اور مخالفت میں جس کا منشاء یہ ہے۔ کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شراب کا استعمال ناجائز قرار دیا جائے۔ بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اگرچہ یہ اصول دراصل اسلامی تعلیمات کا طغرائے امتیاز ہے۔ اور اسی کی رو سے نہ صرف مسلمانوں کی ذہنی اور جسمانی خوشحالی میں اضافہ ہوا ہے۔ بلکہ بہت سے خاندان تباہ ہونے سے محفوظ رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے۔ اگر ان لوگوں کے دلائل کا مطالعہ کیا جائے جو اس قانون کے نفاذ کے خلاف ہیں۔ کہ یہ حکم امتناعی اگرچہ گزشتہ دس سال سے نافذ ہے۔ امریکن لوگوں کی زندگی پر کسی طرح بھی مؤثر ثابت نہیں ہوا۔ اور اگرچہ ہم نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات کے اس تفوق پر جو مسیحی ممالک کے مقابلہ میں اسے حاصل ہے۔ نیک نیتی کے ساتھ اظہار فخر و مباہات کیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ وہ تمام اصول جن کی بنیاد حیات بعد الموت کے عقیدہ پر نہیں ہے۔ بلکہ محض بنیادی خیالات پر ہوتی ہے۔ انسانوں کی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسے تعجب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے خیال کی تصدیق اس اصول کی عظمت میں کوئی کمی نہیں کرتی جو امریکہ میں آجکل بھی زیر آزمائش ہے۔ جو لوگ مذہبی امور میں مداخلت کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ اس تبدیلی پر غور کریں۔ جو آنحضرت صلعم نے نہ صرف اپنی قوم میں بلکہ کروڑوں انسانوں میں قرآن کی ایک آیت سے پیدا کر دی تھی۔ جس میں شراب پینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ خواہ وہ کسی تعداد میں کیوں نہ ہو۔ اور اس کے بعد وہ وولسٹیڈ ایکٹ کی کارروائی پر نظر ڈالیں۔ کہ باوجود لاکھوں روپیہ صرف کرنے کے ابھی تک حکومت کو کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ بات ہمیں دیکھنے کے قابل ہے۔ کہ صرف مذہب ہی ایمان باالغیب اور حیات بعد الموت پر ایمان رکھنے سے ہم اپنی نفسانی خواہشات اور عادات کو چھوڑ کر نفس کے میلان پر فتح پا سکتے ہیں۔ جن قوموں میں حیات بعد الموت کا اعتقاد نہیں ہوتا۔ وہ جیسے شروع تمام مجبوریوں۔ ۔ ۔ زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے۔ اور اس کے نزول میں حضرت مسیح کی

کی ہیں یہی اقوام عالم ان لوگوں کی سنگدلی پر فتح نہیں پا سکتیں جو اس حکم امتناعی کے خلاف جد و جہد کر رہے ہیں اور ان کی جد و جہد محض اس مغالطہ پر مبنی ہے۔ کہ کسی کو دوسرے کی شخصی آزادی میں دخل دینے کا حق حاصل نہیں ہے، جو انقلاب آنحضرت صلعم نے پیدا کیا وہ فوج پولیس یا روپیہ کے زور سے نہیں کیا بلکہ قرآن کی مدد سے ہوا تھا۔ کہ شراب میں نقصان زیادہ ہے نفع کم ہے۔ اور ایک سوشل ریفارمر (تمدنی مصلح) کیلئے یہ بات ہمیشہ ایک معمہ رہیگی۔ کہ ان الفاظ نے کس طرح شراب کا استعمال بند کرا دیا۔ واضح ہو۔ کہ شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور شرابخوری قبل از اسلام کوئی عادت مذمومہ نہ تھی۔ جس طرح آج بھی اس بات کو برا نہیں سمجھا جاتا۔ اور ان میں کوئی ٹمپرنس سوسائٹی (اعتدال قائم کرنیوالی مجلس) پائی جاتی تھی۔ یہودی اور عیسائی بھی اس علت میں گرفتار تھے۔ انسانی تجربہ بتاتا ہے۔ کہ تمام بری عادتوں میں شرابخوری کا ترک کرا دینا سب سے زیادہ مشکل ہے۔ لیکن قرآن کی ایک آیت نے اس ام الخبائث کا نام صفحۂ عرب اور آگے چلکر عالم اسلام سے مٹا دیا۔ تاریخ عالم میں کسی ایسے حیرت انگیز انقلاب کی دوسری نظیر نہیں مل سکتی۔ جو اس قدر آسانی کے ساتھ عمل میں آیا ہو۔

ایوننگ نیوز مورخہ ۱۷ جنوری سنہ ۹۳۰ء میں اس قانون کے نتائج بدیں الفاظ بیان کیے گئے ہیں۔ شراب اب تک امریکہ کی ساری ریاستوں میں فروخت ہوتی ہے۔ اور صرف **نیو یارک** میں ۲۵۰۰۰ سے زائد مقامات ایسے ہیں۔ جہاں خفیہ فروشی جاری ہے۔ ممانعت سے پہلے صرف ۱۰۰۰۰ مقامات ایسے تھے۔ گویا خفیہ فروشی اب ایک مستقل پیشہ اور تجارت بن گئی ہے اور اسمیں اس قدر نفع ہے۔ کہ وہاں کے لکھ پتی خدا سے چاہتے ہیں۔ کہ یہ حکم ہٹا لیا جاوے۔ اور اس سلسلہ میں بڑا ہو وغیرہ کمیٹ ہوگئے ہیں۔ اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہے۔ اگرچہ شیکاگو میں قتل و غارت کا سلسلہ قائم ہے لیکن سرکاری آدمیوں نے بجائے مجرموں کو گرفتار کرنے کے سینکڑوں بیگناہوں کو قتل کر دیا۔ اور جیلخانے بھر دیئے۔ اور خفیہ فروشی کے اس قدر مقدمات عدالتوں میں دائر ہیں۔ کہ کام کرنا دشوار ہوگیا ہے۔ آجکل امریکہ میں ہر شخص کی زبان پر شراب ہی کا تذکرہ ہے۔ اور ہزاروں لڑکی لڑکے جو اس سے پہلے شراب کے متعلق کچھ گفتگو نہ کرتے تھے۔ اب اس معاملہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اور اب تک ستر اسی کروڑ روپیہ اس سلسلہ میں صرف ہو چکا ہے۔

ہم تو یہی کہتے ہیں۔ کہ جب تک امریکہ میں کلیسائی مذہب رسمی طور پر برسر اقتدار رہیگا۔ اس حکم کی یہی مٹی پلید ہوتی رہیگی۔ کیونکہ کلیسا۔ دین اور دنیا میں ہم آہنگی پیدا کرنا جانتی ہی نہیں۔ لوگوں کی

حقیقت میں کامل انقلاب جو اسی مذہب سے پیدا ہو سکتا ہے۔ جو تمام انسانی ضروریات کا ضامن ہے جسکے ذریعے دین
اور دنیا دونوں کو سر سبز کر سکے۔ اور یہ کام صرف ایک فقیہ ہی کر سکتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے ؛

دنیا میں دوبارہ امن و امان قائم کرنے کی کوشش

جبکہ ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں۔ جنیوا میں بڑی طاقتوں کی بحری کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں خیال کیا جاتا ہے کہ بعض اہم مسائل پر جو متضاد پہلوؤں پر پہنچی ہیں۔ بحث کی جائیگی۔ گویا امن عالم کے قیام کے سلسلہ میں ایک نئی کوشش عمل میں آئیگی ؛

ہر شخص اور مخصوصاً مسلمان اس کانفرنس کی کامیابی کا خواہشمند ہوگا۔ اگر کسی کانفرنس مذکور کے کسی نتیجہ پر اختلاف ہوگا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص صلح کی بنیاد زیادہ مضبوط اور پائدار چاہتا ہے۔ لیکن جب تک ضعیف اقوام کے حقوق کا لحاظ نہ کیا جائے اس قسم کی کانفرنسوں کا کوئی فائدہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ نقص در اصل بہت اہم بات ہے۔ کیونکہ پیندے میں ذرا سا سوراخ ہو تو بڑے سے بڑا جہاز ڈوب سکتا ہے ؛

چنانچہ ہمارے سامنے مجلس **بین الاقوامی** مؤسسہ ۱۹۱۹ء کی مثال موجود ہے جسے لوگ مجلس بین الاقوامی کے بجائے مجلس بین الاول یورپ سمجھتے ہیں۔ اور جب تک اس مجلس کی پالیسی پر نسلی امتیازات حکمران رہینگے اور جب تک فیصلے مختلف حکومتوں کی بری اور بحری طاقتوں کے لحاظ سے ہونگے۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی اور جب تک بڑی اقوام کی حکومتیں قومیت پرستی پر مبنی ہیں۔ اور جب تک وہ اپنے حقوق کو سب سے بالا سمجھینگی۔ اس وقت تک صلح یا امن کا دور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر دنیا کے ایک حصہ میں جنگ ختم ہوگی۔ تو دوسرے حصہ میں شروع ہو جائیگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود مجلس مذکورہ کے بنگامی پروپیگنڈا یا مادی کوششوں سے بین الاقوامی صلح قائم نہیں ہو سکی۔ اور کانفرنس یا جلسہ منعقد کرکے تو یہ بات قطعاً ناممکن ہے۔ ہاں قیام امن و امان کی ایک صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ اس اصلی عقیدہ کو قبول کیا جائے جو مذہبی خیالات پر مبنی ہو جس کی تعلیم یہ ہو کہ خدا واحد لاشریک ہے۔ اور تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دنیا میں امن و امان اس وقت قائم ہو سکتا ہے جبکہ زبردست حکومتیں اپنے اپنے زاویۂ نگاہ میں اخلاقی، اعتمادی، اقتصادی اور مذہبی تبدیلی پیدا کر دیں ؛

اس تبدیلی کے پیدا کرنے کے لئے اور یہ تبدیلی اس قوم کا فرض خصوصی ہونا چاہئے جو قدرت کی طرف سے کمزور اقوام کی محافظ مقرر ہو۔ قرآن مجید نے ثابت [illegible] اقوام اسلام [illegible] زبردست اقوام کے [illegible]
اصول و اسباب پر [illegible] ۔ ہاں ان کے [illegible] ۔ [illegible]

[illegible] آنحضرت [illegible] کہ جو [illegible]
اور ایک کے دوسرے پر زیادتی کرنے کا سبب محض دنیاوی لالچ ہوتا ہے اور یہ لالچ آجکل کی طاقتور اقوام کی ملک گیری
کے نام سے مشہور ہے۔ قتل و غارت بھی جس کا نام جنگ و جدل ہوتا ہے۔ اسی حرص کا نتیجہ ہوتا ہے۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب خلفائے راشدین کے عہد حکومت میں اسلامی حکومت کو وسعت حاصل ہوئی۔ تو خلفاء ہمیشہ اپنے گورنروں کو یہی تلقین کرتے تھے۔ کہ جو اقوام تمہارے زیر قیادت آجائیں یا جن سے دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ ان کے حقوق کا خیال رکھو۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضہ نے جبکہ آپ قریب الموت تھے فرمایا کہ میرے بعد جو شخص بھی خلیفہ ہو میں اسے وصیت کرتا ہوں۔ کہ مفتوح اقوام کے حقوق کا خاص لحاظ رکھے اور ان سے ان کی بساط سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔"

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو در ہندوستان از یکم جنوری تا ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان	نمبر ۱	.	.	۱۳۴
آمد اسلامک ریویو	نمبر ۲	.	۸	۲۹۵
میزان	-	.	..	۴۲۹

تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	۳	.	.	۵
خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در انگلستان	.	.	.	.
میزان	.	.	.	۵

دستخط [illegible] سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ در ہندوستان از یکم جنوری تا ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ جنوری	۴۵۶	جناب عبدالحق صاحب گجرات	.	.	۵
۲ جنوری	۴۵۷	" ایف اکبر صاحب پانگوٹی (?)	.	.	۲
"	۴۵۸	" عبدالشکور صاحب لاہور	.	.	۱
"	۴۵۹	" عبدالحق صاحب گجرات	.	.	۵
[illegible]	۴۶۱	[illegible] صاحب [illegible]	.	.	[illegible]
۸ جنوری	۴۶۲	" ڈاکٹر ابراہیم - ای صدیقی صاحب کلکتہ	.	.	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	.	۱۰
[illegible]	[illegible]	[illegible] صاحب [illegible]	.	.	۲
		میزان	.	.	۱۳۴

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان از یکم جنوری تا ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ جنوری	۴۶۰	جناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible]	-	.	۱
۸ جنوری	۴۶۲	" ڈاکٹر ابراہیم - ای صدیقی صاحب کلکتہ	.	.	۱۰
۱۱ جنوری	۴۶۳	[illegible] خان صاحب [illegible]	.	۸	۴۹
۱۴ جنوری	۴۶۶	[illegible] صاحب [illegible]	.	.	۵
		[illegible] اسلامک ریویو	.	.	۲۳۰

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ در ہندوستان

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	.	۵
		میزان	.	.	۵

گوشوارہ آمد و خرچ اسلامک ریویو و ووکنگ مشن ٹرسٹ متعلق [illegible] ابتدا یکم جنوری لغایت آخر فروری سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	صفحہ	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	صفحہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	ٹ	۳	۱۵	۸۹۴۹	خرچ مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	۲۸	۳	۷	۲۰۸۲
		-	-	-	خرچ مشن و اسلامک ریویو در انگلستان	۲۸	۰	۱۰	۳۳۵۶
میزان		۳	۱۵	۸۹۴۹	میزان	۰	۳	۱	۶۴۳۹

خواجہ کمال الدین بانیٔ مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن ووکنگ و اسلامک ریویو یکم جنوری لغایت آخر فروری سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۷/۱	۱	جناب محمد عبد الواحد صاحب۔ اجمیر	-	۰	۱۲
۲/۱	۸	″ عبد علی صاحب۔ بجنور	۰	۰	۶
″	۹	″ سید مقبول احمد صاحب۔ بجنور	۰	-	۵۰
۲۱۰	۱۰	″ صبیح الدین صاحب [illegible] جھنگ	۰	-	۱
″	۱۱	″ امیر حسن صاحب۔ کاکوری	۰	۰	۱
″	۱۲	زر قیمت قرآن بقیہ مترجم شاہ [illegible] صاحب	۰	۴	۱۸۵
″	۱۳	جناب فضل امین احمد صاحب اوجین	-	۰	۵
۲۴	۱۹	″ عبد المجید صاحب ناگپور	-	-	۲
″	۲۰	زر قیمت قرآن بقیہ مترجم شاہ [illegible] صاحب	۰	۱۴	۱۸۶
″	۲۱	جناب عطاء الرحمٰن صاحب پٹنہ	۰	۰	۶۵
۲۵ ″	۲۲	امداد از مسلم بک سوسائٹی لاہور	۰	۰	۵
″	۲۴	جناب محبوب خان صاحب۔ دھارواڑ	-	۰	۱
۲۶	۲۹	جناب طاہر علی صاحب بالس گاؤں	۰	۰	۲
″	۳۰	جناب شوکت حسین صاحب مراد آباد	-	۰	۴
″	۳۳	″ عبد الوہاب صاحب [illegible] زکوٰۃ	-	۰	۲
۲۹/۱	۳۵	[illegible]	۰	۰	۵
۳۰/۱	۴۱	جناب [illegible] صاحب [illegible]	۰	۰	۱
۳۱/۱	۴۲	″ حاجی احمد صاحب رنگون	-	-	۶
۴/۲	۴۵	Dr. M. [illegible]			[illegible]
″	۴۶	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	۰	۱۰
″	۴۹	″ قلی خان صاحب	-	-	۶۰
″	۵۰	″ محمد اسلم خان صاحب مردان	-	-	۳۰
″	۵۱	″ محمد خان صاحب راولپنڈی زکوٰۃ	۰	۰	۱۰
″	۵۲	″ محمد [illegible] صاحب	-	۱۰	۵
″	[illegible]	مسز [illegible] صاحبہ منگرول	۰	-	[illegible]
″	۶۰	جناب ضیاء الدین احمد صاحب پشاور	۰	۰	۳۰
۶/۲	۶۸	″ خواجہ صلاح الدین [illegible] لاہور	۰	۰	۷
″	۶۹	″ [illegible] الدین صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰
۸/۲	[illegible]	″ سید محبوب علی صاحب [illegible]			[illegible]
[illegible]	[illegible]	″ [illegible]	-	-	[illegible]

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۰/۲	۹۱	عطیہ از مسلم لٹریری ٹرسٹ برائے ادائیگی تنخواہ ملازمین دفتر لاہور	۰	۰	۱۰۱۶
″	۹۲	چندہ ملازمین دفتر لاہور نومبر سنہ ۱۹۲۹ء	۳	۷	۱۰
″	″	پراویڈنٹ فنڈ ملازمین دفتر لاہور نومبر سنہ ۱۹۲۹ء	۰	۸	۷
″	″	بونس ″		۱۱	۳
″	۹۳	چندہ ملازمین دفتر لاہور دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء	۹	۱۴	۱۳
″	″	پراویڈنٹ فنڈ ″ ″	-	۱۳	۹
″	″	بونس ″ ″	۰	۱۳	۴
″	۹۴	چندہ ملازمین دفتر لاہور جنوری سنہ ۱۹۳۰ء	۹	۱۴	۱۳
″	″	پراویڈنٹ فنڈ ″ ″	-	۱۳	۹
″	″	بونس ″ ″	۰	۱۳	۴
	۹۶	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	۰	۰	۲۰
	۹۷	جناب [illegible] خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	-	۰	۲
	۹۸	بنت حضرت خواجہ صاحب لاہور	-	-	۱
	۹۹	امداد از مسلم بک سوسائٹی ″	۰	۰	۱۰
			-		
۲/۲	۱۰۰	از ریاست [illegible] حصہ مشن قسمت ریویو	-	۰	۳۰۰۰
۱۰/۲	۱۰۱	جناب محمد زکی صاحب۔ [illegible]	-	۰	۴
″	۱۰۳	″ کے ایچ نیاز صاحب [illegible]	-	۰	۲
″	۱۱۰	″ نواب بہادر رجب علی خان صاحب بہاولپور	-	۰	۲۰
″	۱۱۱	″ خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر لاہور	-	۰	۱۰
۱۱ ″	۱۱۲	جناب اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۲
″	۱۱۳	جناب [illegible] حسین صاحب معرفت تقسیم ریویو	-	-	۱
″	۱۱۴	″ عبد الفتاح صاحب [illegible]	-	-	۵
″	۱۱۸	″ صاحبزادہ عبد الصمد صاحب رامپور	-	-	۳۰
۱۳/۲	۱۱۵	″ عبد الحلیم صاحب [illegible]	-	-	۵
″	[illegible]	[illegible]	-	[illegible]	۶۴۵

[illegible] جنرل سیکرٹری

نقشہ تفصیل آمد مشن ووکنگ و اسلامک ریویو از جنوری لغایت آخر فروری ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳ جنوری	۱۵۰	جناب چوہدری عبدالحق صاحب گجرات	-	-	۵
"	۱۵۲	" غلام محمد صاحب دفتری لاہور	-	۴	-
	"	" محمد وارث خان ملازم دفتر لاہور	۶	۶	۱
۲۴ جنوری	۱۵۳	" سید مقبول احمد صاحب بجنور	-	-	۵
۲۷ "	۱۶۸	" فضل کریم صاحب رسولپور۔ زکوٰۃ	-	-	۱۰
۲۸ "	۲۰۶	" ظہیر الدین صاحب [illegible]	-	-	۵
۱۴ فروری	231	[illegible] Burma		-	2
"	۲۲۲	" محمد جان صاحب چنیوٹ زکوٰۃ	-	-	۱۰
"	۲۲۳	" بسم اللہ صاحب باندہ زکوٰۃ	-	-	۴
"	۲۲۴	" ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور زکوٰۃ	-	-	۵
"	۲۲۵	" یو حاجی احمد صاحب رنگون	-	-	۲۰
"	۲۲۶	" علی محمد صاحب بکرم گنج۔ زکوٰۃ	-	-	۵۰
"	۲۲۷	" عبدالحمید صاحب ناگپور	-	-	۲
۱۹ "	۲۶۴	" عبدالکریم صاحب [illegible]	-	-	۴۰
۲۰ "	۲۸۷	" محمد نور بخش صاحب بہاولپور	-	۱۴	۷
۱۹ فروری	۲۲۸	" ارشاد علی عدن کمیٹی مفت تقسیم	-	-	۵
۲۱ "	۳۰۶	" محبوب جان صاحب ہبلی	-	-	۱
"	۳۰۷	" سید محمود صاحب بنگلور	-	-	۱
۲۲ "	۳۰۸	" کپتان ایم۔ اے جعفری صاحب			۲۵
"	۳۲۰	جنابہ ظاہرہ بی بی صاحبہ بانس گاؤں	-	-	۲
"	۳۲۱	جناب محمد احسن صاحب لکھنو کاکوری	-	-	۲
"	۳۲۲	" انیس الحق صاحب آرہ۔ زکوٰۃ	-	-	۲

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۲ جنوری	۳۲۳	جناب سید محمد سعید الحق صاحب [illegible]	-	-	۱۰۰
	۳۲۴	" عبدالشہید خان صاحب پونا	-	-	۲۲
	۳۲۵	" مس ایل۔ اے خان صاحبہ گوالیار	-	-	۱۵
۲۵ فروری	۳۵۷	" سید جواد علی صاحب گورکھپور	-	-	۵
"	۳۵۸	" عبدالرشید خان صاحب [illegible]	-	-	۱۰۰
"	۳۵۹	" خوندکار انور علی صاحب [illegible]	-	-	۵
۲۶ "	۳۶۳	منافع سالانہ فکسڈ ڈیپازٹ	-	-	۱۴۷
۲۷ "	۳۸۲	جناب صبیح الدین صاحب دہلی	-	-	۱
"	۳۸۴	" کے۔ پی۔ محمد بذل اللہ مدراس	-	-	۱۰
"	384	K. M. [illegible]	-	-	۲
"	۳۸۵	واپسی امپریسٹ	-	-	۳۰۰
"	۳۸۶	واپسی پیشگی خلیفہ عبدالمجید صاحب	-	-	۵۰
"	۳۸۷	" " از سفیر برائے سفر جموں	-	-	۱۰
۲۸ "	۳۸۸	" محمد نصیر صاحب [illegible]	-	-	۲۳
۲۴ فروری	۳۶۱	جنابہ والدہ صاحبہ عبدالحمید صاحب لاہور	-	-	۱
"	۳۶۲	لالز اینڈ کمپنی لاہور	-	-	۵
۲۸ فروری	۳۸۹	جناب محبوب خان صاحب ہبلی [illegible] فنڈ	-	-	۷
"	۳۹۰	Rahmatullah [illegible]	-	-	
		Burma [illegible] Fund	-	-	25
		[illegible]	-	-	25
		قیمت اسلامک ریویو	۹	۱	۲۱۵۲
		کل میزان	۳	۱۵	۸۹۲۹

نقشہ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو از جنوری لغایت آخر فروری ۱۹۳۰ء

تاریخ	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
	ٹکٹ ماہانہ سٹیشنری لیٹر، تار، رسید بک، ریپر، [illegible] کاپی پیپر [illegible]	-	-	۲۰۴
۲۶	تنخواہ عملہ ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء	-	۱۱	۶۴۶
۳۰	" " " دسمبر ۱۹۲۹ء	-	۱۳	۷۲۱
۳۰	" " " جنوری ۱۹۳۰ء	-	۱۳	۷۲۱
۵	وارث خان محرر تحریک ریویو	-	-	۲۰
۶	پیشگی سفر خرچ برائے سفر بطرف جموں	-	-	۱۰
۷	" خلیفہ عبدالمجید صاحب برائے سفر رامپور	-	-	۵۰
۸	بیتہ تار رجسٹرڈ [illegible]	-	-	۱۵
۹	بل [illegible] ٹکٹ [illegible] وغیرہ	-	-	۱۰
۱۳	ٹکٹ	-	-	۲۰
۱۴	[illegible]	۹	۱۰	۲۸
۲۰	واپسی [illegible] امانت محمد عمر مشن	-	-	۳۰
۲۱	اجرت دفتری بابت اپیل	۶	۱۰	۱۵
۲۲	چھپائی [illegible]	-	-	۲۵
	کاغذ [illegible]	-	-	۵
	[illegible]	-	۱۴	۳۰
	[illegible]			

نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
	سفر خرچ سفیر مشن بطرف بہاولپور			
بل ۳۲	سفر خرچ خلیفہ عبدالمجید صاحب شیخوپورہ	-	۱۵	۳
	" " بہاولپور	۶	-	۴۰
	سٹیشنری پیپر ٹکٹ [illegible]	[illegible]	۸	۵
	[illegible]			
۳۷	مہترانی بابت ماہ جنوری [illegible]	-	۱۰	۹
	[illegible]			
	[illegible]	-	-	[illegible]
	کاغذ [illegible]			
۴۳	ٹکٹ	-	-	۱۵
۴۴	بل سفر رامپور خلیفہ عبدالمجید صاحب	-	۱۱	۷۰
۴۵	" متفرق	-	۱۰	۱۱
۴۶	بل سفر خرچ خواجہ عبدالغنی صاحب سرحد	۳	۵	۱۴
۴۷	بل " سفیر برائے سفر جموں	-	۲	۹
۴۸	بل [illegible] ۱۷ تا ۹	۹	۲	۸۰
۴۹	[illegible]			

[illegible]

[illegible]

روپیہ	آنہ	پائی	پونڈ — شلنگ — پنس		نمبر
			۴۲ — ۱ — ۵	طباعت اسلامک ریویو ماہ نومبر ۱۹۲۹ء	۱۳
۲۶۰۵	۵	۰	۹۶ — ۴ — ۴	ہاشر ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء	۱۴
			۱۰۰ — ۱۷ — ۹	،، نومبر ۱۹۲۹ء	۱۵
۶۷۱	۵	۰	۴۳ — ۱۰ — ۰	تنخواہ عملہ ایلیٹ ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء	۱۶
۳۳۵۶	۱۰	۰		میزان	

گوشوارہ آمد و خرچ ریزرو فنڈ از ۹ دسمبر تا نہایت اخیر فروری سنہ ۱۹۳۰ء

روپیہ	آنہ	پائی	نقشہ	تفصیل خرچ	روپیہ	آنہ	پائی	نقشہ	تفصیل آمد
۱۵۲	۱۰	۰	۲	خرچ	۵۴۴	۱۳	۰	۱	آمد ریزرو فنڈ
۱۵۲	۱۰	۰		میزان	۵۴۴	۱۳	۰		میزان

خواجہ کمال الدین بانئے مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد ریزرو فنڈ مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ از ۹ دسمبر ۱۹۲۹ء تا ۲۸ فروری ۱۹۳۰ء

Reserve Fund [illegible]

روپیہ	آنہ	پائی	نام	نمبر	رسید	روپیہ	آنہ	پائی	نام	نمبر	رسید
۵	۰	۰	جناب شیخ محمد امین صاحب جموں	۱۹	[illegible]	۵۰	۰	۰	جناب [illegible]	۱	[illegible]
۱	۰	۰	،، منشی عطا محمد صاحب	۲۰		۱۴	۱۲	۰	،، عبدالرحیم خان صاحب مردان ۔ زکوٰۃ	۲	[illegible]
۲۵	۰	۰	،، عبدالمجید صاحب ڈائرکٹر جنرل ایگریکلچر	۲۱		۲۵	۰	۰	،، محمد [illegible] صاحب چنیوٹ	۳	[illegible]
۵	۰	۰	،، مستری محمد دین صاحب	۲۲		۵	۰	۰	،، محمد سراج الحق صاحب گورکھپور	۴	[illegible]
۱	۰	۰	،، منشی طفیل احمد صاحب	۲۳		۴	۸	۰	،، سید عبدالحلیم صاحب کالی ہاتھی	۵	[illegible]
۱	۰	۰	،، مولوی غلام محمد صاحب	۲۴		۱۰	۰	۰	،، منظم علی صاحب کلکتہ	۶	[illegible]
۱	۰	۰	،، چوہدری عبدالرحمان صاحب	۲۵		30	[illegible]	—	M. [illegible]	7	[illegible]
۱	۰	۰	،، مستری یعقوب علی صاحب	۲۶		17	—	—	Rai Kyaw Aung [illegible]	۸	[illegible]
۲	۰	۰	،، خواجہ مقبول احمد صاحب	۲۷		۵	۰	۰	،، ایس ایس محمد صاحب	۹	[illegible]
۵۵	۰	۰	،، محمد شفیع محمد خان صاحب	۲۸		۳	۰	۰	،، سیکرٹری انجمن [illegible]	۱۰	[illegible]
50	۰	۰	On behalf of [illegible]	29		5	۰	۰	Mohd. [illegible]	۱۱	[illegible]
						۴	۰	۰	،، ظہیر الدین صاحب سراج	۱۲	[illegible]
50	۰	۰	A. H. M. Abdul [illegible] Patna	30	[illegible]	۲	۱۱	۰	،، محمد ذکی صاحب [illegible]	۱۳	[illegible]
13	2	۰	S. N. [illegible]	31		13	4	۰	Mohd. Wali Shafi [illegible]	۱۴	[illegible]
10	—	—	S. A. Zafar Sh. [illegible]	32	[illegible]	۱۹	۰	۰	،، خان بہادر حبیب علی خان صاحب بہاولپور	۱۵	[illegible]
2	8	—	Rai Kyaw Aung [illegible]	33		۴	۰	۰	،، سید عبدالحلیم صاحب کالی ہاتھی	۱۶	[illegible]
۸	۰	۰	محمد شریف اوری	۳۴		[illegible]			[illegible] Rangoon	۱۷	[illegible]
						۱	۰	۰	،، [illegible] صاحب [illegible]	۱۸	
۵۴۴	۱۳	۰	میزان								

نقشہ نمبر ۲ تفصیل خرچ از ۹ دسمبر تا نہایت ۲۸ فروری سنہ ۱۹۳۰ء ریزرو فنڈ

روپیہ	آنہ	پائی	تفصیل	نمبر	
۳۶	۴		دفتری غلام محمد [illegible]	۱	[illegible]
۶۳	۱۲		اجرت چھپائی اسپیشل انگریزی [illegible]	۲	
۵۲	۱۴		اجرت چھپائی [illegible] اردو	۳	
۱۵۲	۱۰		میزان		

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیاں حسنِ طبیعت نہیں مجھے

موجودہ زمانہ میں تمام اربابِ حلّ وعقد کا اس امر پر اتفاق ہوچکا ہے، کہ جب تک اس ملک کی دو بڑی قومیں یعنی ہندو اور مسلمان، ایک دوسرے کے قومی اور مذہبی جذبات کا پاس، اور ایک دوسرے کی اجتماعی اور انفرادی ضروریات کا لحاظ نہ کرینگے۔ اُس وقت تک نہ ہندوستان کے مصالح روبکار ہوسکتے ہیں۔ اور نہ ملکی مفاد میں ترقی ہوسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابلِ افسوس بات یہ ہے۔ کہ عرصہ سے، ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کچھ ایسی نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ کہ جو مراعات وہ اچھوتوں اور چماروں یعنی ہندوستان کے ادنیٰ ترین طبقوں کے ساتھ روا رکھنے کو تیار ہیں، مسلمانوں کو اُن سے بھی محروم رکھنا چاہتے ہیں، اور بعض کوتاہ اندیش اور ناعاقبت بیں حضرات تو اُس دن کے منتظر ہیں، جب، مسلمان بقول البغاں، اپنا بوریا بدھنا سمیٹ کر، اُسی طرح ہندوستان کو خیرباد کہہ دیں گے جس طرح موروں نے اسپین کو کہہ دیا تھا۔ منصف مزاج لوگ جانتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں سے باہمی کشمکش دن بدن بڑھتی جاتی ہے جو نہ صرف ہندوستان کو شاہراہ آزادی پر گامزن ہونے سے روکتی ہے۔ بلکہ خود یہاں کے باشندوں کے سیاسی اضمحلال کا موجب بنتی ہے، اور بن رہی ہے۔ اس خیال کو ہندو مسلمان دونوں اپنے دلوں سے نکال دیں کہ وہ ایک دوسرے کو تباہ کرسکتے ہیں یا کوئی قوم دوسری سے تنگ آکر اِس ملک کو چھوڑ دے گی، دونوں کو یہیں رہنا ہے اور یہیں مرنا ہے۔

بے شک مسلمان غفلت کی چادر تانے، سو رہے تھے۔ لیکن اب بیدار ہوگئے ہیں حوادث زمانہ نے اُن کی آنکھیں کھول دی ہیں، اور وہ اُس ایثار کو جس کے ساتھ قومی ترقی وابستہ ہے

مذہباً دوسروں سے زیادہ، اپنا شعار زندگی بنانا جانتے ہیں۔ حالات گذشتہ شاہد ہیں۔ کہ مسٹر گاندھی کی تحریک ترک موالات و عدم تعاون جس سرفروشی اور جانبازی کی متقاضی تھی، بعض اہل۔ زیادہ تر مسلمان ہی ثابت ہوئے۔

ہندوستان کی ان دو بڑی قوموں میں سے، اگر ایک علم، دولت، اور تجارت میں بڑی ہوئی ہے تو دوسری میں وہ اولوالعزمی، جانفروشی اور قوت ایثار موجود ہے کہ جس دن یہ قوت ظہور پذیر ہوئی۔ تو پھر چاروں طرف مسلمان ہی مسلمان ہوں گے۔ اور سیاسی امور کی باگ انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن میں اس امر کو بھی ہندوستان کے حق میں مضرت رساں اور اس کی مجموعی فلاح میں حائل سمجھتا ہوں، ہماری بہبود تو اسی میں ہے۔ اور یہی ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ہم لوگ باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔

آج کچھ سال پہلے جن مہاتماؤں نے ہندو مسلم اتحاد قائم کرنا چاہا، اور اس کوشش میں ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے، افسوس ہے کہ ان کے پیش نظر ملکی مفاد نہ تھا بلکہ مخصوص قومی اغراض تھیں۔ انہوں نے یہ کوشش ہندوستانیوں کے فائدہ کے لئے نہیں کی بلکہ اپنی قوم کے لئے سیاسی قوت حاصل کرنے کے لئے۔ اور جب اُن کے زعم میں یہ بات انہیں حاصل ہو گئی تو مسلمانوں سے سلسلۂ اتحاد و رابطۂ تعلقات منقطع کر دیا۔ اگر وہ بزرگ اپنے اس طریق عمل پر از سر نو، غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ مخالفت جو دن بدن ہندو مسلمانوں میں ترقی پر ہے۔ ان کی ساری اغراض کو خاک میں ملا رہی ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی بنا پر ایک قوم دوسری قوم کو نفرت کرتی ہے؟ ہمارا قصور، جہانتک ہم نے غور کیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ ہم پیغمبر عرب (ارواحنا فداہ) کی اتباع اور اطاعت کو موجب سعادت یقین کرتے ہیں اور کسی "لال بیگ" کی پیروی نہیں کرتے۔ یہ ذہنیت بھی قابل داد ہے کہ ہمارے دوستوں کی نگاہ میں ایک چمار تو اس لئے قابل عزت ہے کہ اس کے نام پر لفظ "ہندو" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

لیکن ایک مسلمان محض اس لئے قابلِ نفرت ہے کہ اس کے وجود سے اُن کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا۔ مگر واضح ہو کہ بالمقابل ایسی کوششیں بھی ظہور پذیر ہو رہی ہیں جو اچھوت اور برائے نام ہندو اور غیر اچھوتوں میں وہ زبردست خلیج پیدا کردیں گی جس کی وسعت، ابھی ہندوؤں کی نظر سے پنہاں ہے جن حالات و واقعات اور جس کوشش خاصہ نے اچھوتوں میں سے نمائندگان قوم پیدا کرکے اُن میں قوتِ مدافعت پیدا کردی ہے، وہی کوشش ایک دن مردم شماری میں اُن کو، ہندو قوم سے الگ تھلگ، ایک مستقل قوم بنا کر دکھا دے گی۔ ایسی صورت میں ہمارے مہاتماؤں، کو اچھی طرح غور کرلینا چاہیئے کہ مسلمانوں سے قطع تعلق کرکے وہ کس قوت کے حصول کی فکر میں ہیں؟ یا تو آئندہ مردم شماری میں، ورنہ دس بیس سال کے بعد، ہندوؤں کی تعداد مردم شماری کے رجسٹر میں تیرہ ۱۳ چودہ ۱۴ کروڑ سے زیادہ نظر نہ آئے گی۔

غور طلب بات یہ نہیں کہ کس کس فرد کے نام پر لفظ "ہندو" کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ بلکہ یہ کہ کس قوم کے معتقدات یا اخلاقی زوایائے خیال یا مطامح نظر، ایسی قابلیت اور استعداد رکھتے ہیں کہ اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں کے صحیح جذبات قلبی کی آئینہ داری کرسکیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہندوؤں کے مختلف فرقوں میں اس قدر افتراق اور اختلاف ہے کہ ہندو مسلم میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں پایا جاتا، آریہ سماجی بھائیوں کی طرح ہم بھی بُت شکن مشہور ہیں۔ لیکن جس عزت اور احترام کی نگاہ سے ہر مذہب کے بزرگ کو ہم دیکھتے ہیں، ایک آریہ ہندو بزرگوں کو اس طرح نہیں دیکھتا لہٰذا آریوں کے مقابلہ میں، مسلمان سناتن دھرمیوں سے اقرب اور نزدیک تر ہیں۔

ان اوراق میں ہم اس برگزیدہ ہستیؐ کو ہندو بھائیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، جس نے ہندوستان کے مذاہب سے ہماری توجہ کو منعطف کرکے عرب کا حلقہ بگوش کردیا۔ اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں ہے۔ کہ جس میں تعلیم یافتہ، صحیح الدماغ، خالی الذہن ہندو نے اس محبوب ہستیؐ کے حالات کا مطالعہ کیا، بہرکیف اس کا گرویدہ ہوگیا۔ پس میں خلوص بھرے دل سے ہندو بزرگوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ شارع عربؐ کے سوانح حیات منصفانہ اوراق ذرا کھ دیکھیں

خود پھر فیصلہ کریں۔ کیا ایسے قدسی نفس اور محبوب انسان کی پیروی کرنے میں ہم نے کوئی غلطی کی ہے ؟ مجھے تو پورا پورا یقین ہے کہ جب وہ اس بالا تر ہستی کے حالات کا مطالعہ کریں گے۔ تو ان کے دلوں میں اس کامل انسان سے ایسی محبت پیدا ہو جائے گی جو اس نفرت کو یک لخت دور کر دے گی۔ جو اس وقت بد قسمتی سے ہندو مسلمانوں میں پائی جاتی۔

ان اوراق کا مطالعہ ایک اور وجہ سے بھی ہندو مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ ہر انسان کا نصب العین انفراداً یا اجتماعاً کامیابی ہی ہوا کرتا ہے۔ لیکن کامیابی چند مخصوص اخلاق حسنہ سے متصف ہونے پر منحصر ہے۔ جس شخص یا رہنما میں وہ اخلاق موجود ہوتے ہیں وہ کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ بلکہ حیرت انگیز طریق پر اور قلیل عرصہ میں وہ کچھ کر دکھاتا ہے۔ جو عام حالات میں ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ آپ شوق سے تمام دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ ہر ایک مذہبی بزرگ یا پیشوا کے سوانح حیات دیکھ لیں۔ لیکن صرف شارع عرب ہی ایسی ہستی آپ کو مل سکے گی جو اس مقصد عالیہ کی تکمیل کے بعد دنیا سے رخصت ہوئی۔ جس کے لئے مبعوث ہوئی تھی۔ حضرات موسیٰ عیسیٰ زرتشت، رام چند، کرشن اور عارف باللہ گوتم بدھ، سب کے سب مسلم عقیدہ کے مطابق منجانب اللہ تھے۔ اور ہماری نگاہ میں لایق صد احترام ہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ انہیں نے اپنی بعثت کے فرائض ادا کرنے میں انتہائی کوشش سے کام لیا لیکن زمانہ نے انہیں اُن کی زندگی میں کامیابی تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ بعض تو اس کی حسرت ہی لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ دوسری طرف سرور کائنات کی زندگی پر غور کیجئے۔ آپ کی راہ میں مشکلات حائل تھیں۔ جن کا عشر عشیر بھی دوسروں کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ لیکن ان مشکلات کی وجہ سے آپ نے گھر بار اور بیوی بچے، چھوڑ چھاڑ، جنگل کی راہ نہیں لی۔ بلکہ جرأت، ہمت، استقامت اور حوصلہ کے ساتھ اُن مشکلات کا مقابلہ کیا اور فوق العادت کامیابی حاصل کی۔

آج ہمارے سامنے بھی، مصالح ملکی و قومی و مذہبی کے میدان میں چند اہم مشکلات موجود ہیں۔ جن پر غالب آنے کے لئے ایک خاص قسم کے کیریکٹر اور سیرت کی ضرورت ہے۔ ہر قوم نے

ایسے عظیم الشان انسان پیدا کر دیئے ہیں جن کی زندگیاں ہمارے لئے، خواہ ہم کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، قابل اتباع ہیں۔ اور ہم مسلمان تو مذہباً ایسے لوگوں کو اپنے لئے نمونہ بنانے پر مجبور ہیں اور تعلیمات قرآن کی رو سے ہم لوگ اپنے انبیاء اور دوسرے ہادیوں میں کسی قسم کا فرق بھی نہیں کر سکتے۔

کاش یہ وسعت قلب دیگر مذاہب کے لوگوں میں بھی ہوتی اور وہ اسی نگاہ سے دوسری اقوام کے بزرگوں کو دیکھ سکتے تو فی الحقیقت نصف سے زیادہ اختلاف و منافرت باہمی دور ہو گئی ہوتی۔ میں اپنے ہندو دوستوں کی خدمت میں یہ اوراق ہدیتاً بھیجتا ہوں تاکہ وہ ایک کامیاب ترین شخص کے حالات کا مطالعہ کریں اور اس سیرت اور کیرکٹر کو دیکھیں جس کی بدولت اُسے ایسی عدیم النظیر کامیابی حاصل ہوئی، اور اگر اُن کا ضمیر اجازت دے تو اُس کی پیروی کریں، نہ اس خیال سے کہ مسلمان ہو جائیں یا اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں بلکہ اس لئے کہ ان میں بھی وہ اخلاق حسنہ پیدا ہو جائیں جو کامیابی عطا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ اس امر کو دیکھیں کہ آپؐ کے سامنے کون کون سی مشکلات موجود تھیں۔ اور وہ انہیں اُس "فصل" میں نظر آئیں گی جس کا عنوان "دنیا قبل بعثت محمدؐ" ہے۔ اس کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ خود اُن کی راہ کامیابی میں محمدؐ عربی کی مشکلات کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے۔ پھر وہ اس امر کو بھی دیکھیں کہ آپؐ کی ہمدردی یا آپؐ کا خیال اصلاح کسی خاص قوم سے وابستہ نہیں تھا۔ بلکہ آپؐ کی فوق العادت کامیابی کا راز زیادہ تر اسی بات میں مضمر تھا کہ آپؐ کل مخلوق الٰہی کی اصلاح کرنی چاہتے تھے، اور اُسے صرف اپنی قوم یا سرزمین تک محدود رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ نیز ہمارے دوست، آپؐ کے اس دل اور اس کی وسعت کو دیکھیں جس نے آپ کو "انسانیت" کی رفعت کی طرف مائل کیا، اور جس نے آپؐ کے مشن کو کسی خاص قوم یا خصوصیت وابستہ کرنے کے بجائے، کل دنیا کی بہبود اور فلاح کی جانب راغب کیا۔ عربوں کی اصلاح کر کے آپؐ نے دنیا کے سامنے اصلاح کا نمونہ پیش

کردیا، کیونکہ آپؐ کے زمانہ میں، ملک عرب اخلاقی زاویہ نگاہ سے زبون ترین حالت میں تھا۔ یہ باتیں ہمارے دوستوں کو اس "فصل" میں ملیں گی، جس کا عنوان "بعثت عظمیٰ" ہے۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر، اصول کامیابی کے لئے، جیسا کہ لکھ چکا ہوں ایک خاص شخصیت اور خاص عزائم و اخلاق فاضلہ کی ضرورت ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ آپؐ کے حالات زندگی میں اُن خصائص کو تلاش کریں۔ یہ امور صراحت کے ساتھ اُن کو اُن فصلوں میں ملیں گے جن کے عنوانات "عدیم النظیر شخصیت" "فقید المثال سیرت" اور "مجموعہ اوصاف حمیدہ" ہیں۔

سب سے زیادہ دلفریب بات جو اس عظیم الشان انسانؐ میں مجھے نظر آتی ہے، اُسکی وہ مقناطیسی قوت کشش ہے جس کی بنا پر آپؐ نے بارہا اپنے اشد مخالفین کے قلوب کو مسخر کر لیا جس دن آپؐ نے پیغامِ توحید سُنایا، جو نہ صرف آپؐ کے ملک کی تعلیمات کے خلاف تھا بلکہ اس کے قبول کرنے سے اہل مکہ اور خصوصاً قریش کی اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی عظمت و وجاہت خاک میں مل جاتی۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آپؐ کے پیغام کا قبول کرنا عربوں کے لئے کس قدر دشوار تھا۔ کیونکہ مذہب سے قطع نظر کرکے، کہ اس کا ترک کرنا چنداں دشوار نہیں ہے، اُن باتوں کا یک لخت ترک کرنا نہایت دشوار ہے جن سے مذکورہ بالا عظمت و وجاہت سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھونا پڑے۔

لیکن با ایں ہمہ، جب آپؐ نے پیغام توحید سُنایا، تو بالمقابل ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے اس پیغام کو عزت مرعوبیت اور غور کے ساتھ نہ سنا ہو۔ اور جس بات نے آتش مخالفت کو سرد کر دیا، وہ آپؐ کا سابقہ طرز زندگی اور پاکیزہ چال چلن تھا۔

قریش کے سربرآوردہ لوگوں نے بارہا اس معاملہ پر غور کیا۔ لیکن ہر دفعہ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ یہ شخص "الامین"، "راستباز"، اور دیانت دار ہے۔ اس کی ذات افترا اور کذب و دروغ سے بہت ارفع ہے، ناممکن ہے کہ اُس نے جھوٹ موٹ ایسا دعویٰ کیا ہو۔ کیسے باور

کیا جائے کہ جس شخص نے گذشتہ چالیس سال کے عرصہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ وہ آج یکایک دروغ گوئی پر کمربستہ ہو جائے۔ اور جس نے اپنی ساری زندگی عامۃ الخلائق کی بہبود میں بسر کی ہو وہ آج یک لخت اُن کو مضرت پہنچانے کے درپے ہو جائے جب وہ لوگ عاجز ہو جاتے تھے۔ تو یہ کہنے لگتے کہ شاید آپؐ کو "جنون" ہو گیا ہے۔ یا کسی آسیب کا خلل ہے۔ لیکن اس بات سے بھی اُن کے دل مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ آپؐ کی گفتگو سراپا معقولیت اور جاذبیت ہوتی تھی۔

الغرض ہم میں سے ہر مدعی رہنمائی کو یہ سوچنا چاہیئے۔ آیا اس کی سابقہ زندگی میں وہ باتیں موجود تھیں جو عربؐ کے اُس کامیاب انسان میں پائی جاتی تھیں؟ اس بات کو دیکھنے کے لئے میں نے حضرت قبلہ ام، مولانا محمد علی صاحب مدفیوضہ، کی ایک مختصر مگر لطیف تصنیف بعنوان حضرت محمدؐ مصطفےٰ" سے ایک فصل کا اقتباس، درج کر دیا ہے۔

نہایت قابل غور امر

مجھے ان باتوں کے کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن میرے حلقہ واقفیت میں ایسے ہندو بزرگ موجود ہیں جن کے غور و فکر کے لئے میں یہ باتیں لکھنی چاہتا ہوں۔ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن کسی نہ کسی رہنما کو خدا کی طرف سے، تو وہ ضرور ہی یقین کرتے ہونگے۔ وہ اس امر پر غور کریں کہ کن کن حالات کی موجودگی پر اور کسی قسم کی تاریکیوں کے دور کرنے کے لئے ربانی نور کسی انسان کی شکل میں جلوہ گر ہوا کرتا ہے۔ وہ ان حالات کا تفحص کریں جن کی بنا پر مختلف زمانوں میں اور مختلف قوموں میں مذہبی رہنما پیدا ہوتے رہے ہیں۔ تسہیل مطالب کے لئے، میں ہندو بھائیوں کے سامنے اوتار کا فلسفہ پیش کرتا ہوں۔ اُن کے مسلمہ بزرگوں کی رائے یہ ہے کہ جب دنیا میں بدی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ تو خدا کی طرف سے کوئی "اوتار" ظاہر ہوتا ہے جس کی تعلیم و تلقین اور اعمال زندگی سے ظلمت کافور ہو جاتی ہے۔ وشن بھگوان کے جتقدر "اوتار" دنیا میں ظاہر ہوئے اُن کے ظہور کے اوقات بھی اسی

حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور شری کرشن جی نے تو اس حقیقت کو گیتا کے چوتھے اشلوک میں بیان فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ علامہ فیضی نے یوں کیا ہے:-

چو بنیاد دین سست گردد بسے نمایم خود را بشکل کسے

جناب موسیٰ یا جناب عیسیٰ کے حالات بعثت بھی اسی فلسفہ کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اب اگر یہ فلسفہ صحیح ہے تو خدا کے لئے اُن تاریک اور مذموم ترین حالات پر غور کرو جو بعثت محمدی کے وقت نہ صرف عرب میں رونما تھے۔ بلکہ کل دُنیا پر مُسلط تھے اور اِن حالات کا اُن حالات کے ساتھ موازنہ کرو جو دوسرے ہادیان عالم کے وقت میں موجود تھے۔ ایسا کرنے کے بعد یقیناً آپ اِس فیصلہ پر مجبور ہونگے کہ بعثت محمدیؐ کے وقت، کل دنیا جس تاریکی میں مبتلا تھی۔ وہ تاریکی تاریخ عالم میں اپنا نظیر نہیں رکھتی پس اگر کرشن جی مہاراج نے مذکورہ بالا اشلوک میں ایک حقیقت منتبہ کا اظہار کیا ہے۔ تو پھر ایسے تاریک وقت میں خدا کی طرف سے کوئی ہادی کیوں مبعوث نہیں ہوتا؟ رہی یہ بات کہ آنحضرت صلعم کا ظہور ملک عرب ہی میں کیوں ہوا؟ اِس کی وجہ بھی ظاہر ہے اُس وقت بے شک دنیا کا کوئی حصہ بدی سے خالی نہ تھا۔ لیکن تمام بدیوں کا مجموعہ عرب میں موجود تھا۔ دیگر ممالک میں خاص خاص اقسام کے غلط عقاید مروج تھے، لیکن عرب کے مختلف قبائل میں وہ سب کے سب موجود تھے پس ناظرین خود فیصلہ کریں کہ ان دنوں حالات، عرب سے موزوں تر ملک ربانی نور کی بعثت کے لیے اور کون سا ہو سکتا تھا؟ یہ بھی غور کریں کہ جب اس وقت ساری دنیا پر تاریکی کا عالم طاری تھا تو مُصلح وقت، بجائے کسی خاص قوم یا قبیلہ کے، ساری دنیا کو کیوں نہ اپنا مخاطب بناتا؟ دیگر ہادیان دین اپنے اپنے وقت میں جن بدیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے، وہ بدیاں اُن کے ظہور کے وقت دوسری جگہ نہ تھیں۔ اسی لئے اُن کا پیغام مختص بالقوم اور مختص بالمکان ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دوسروں کا خیال نہ کیا۔ لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کُل نسلِ انسانی قابل اصلاح تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کا مشن کُل نسل انسانی کے لئے تھا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے " دنیا قبل بعثت محمدی " کا مطالعہ کیا جائے جب یہ امر ثابت ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ آنحضرت صلعم کو "مصلح عالم" اور کل انسانوں کا نبی تسلیم

نہ کیا جائے۔

ضمناً یہ بھی لائق غور ہے کہ آپ کی زندگی میں آپ کی بعثت کے نتائج کیا ظہور پذیر ہوئے ظاہر ہے کہ علم، حکومت، اخلاق، اقتصادیات، سیاست وغیرہ یہ سب باتیں انسانی تمدن کے لئے ازبس ضروری ہیں، اور انہی چیزوں کے حصول کے اصول صحیحہ تلقین و تعلیم کرنے کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے، اور جو بات آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہی تو ہے کہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں قوم کو یہ سب زرین اصول تعلیم فرمائے، اور انہیں ان اصولوں پر کاربند فرما کر قعر مذلت سے نکالا اور عروج کامرانی تک پہنچا دیا۔ ناظرین ان امور کو مذہبی نقطۂ خیال سے نہ دیکھیں بلکہ اس پہلو سے، کہ جو شخص مذکورہ بالا امور میں انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا سکتا ہے وہ قابل احترام، اور لائق اتباع ہستی ہے یا نہیں؟

اب میرے ہندو بھائی ان باتوں پر غور کرنے کے بعد خود ہی فیصلہ کریں کہ اگر ہم مسلمان، اس محبوب ہستی کو اپنا پیشوا اور ہادی تسلیم کرتے ہیں۔ تو کون سی برائی کے مرتکب ہوتے ہیں؟ اور امور مندرجہ اوراق کو سامنے رکھ کر، اگر سرور عالم سے بہتر اور برتر کوئی شخصیت ان کے ذہن میں ہو تو اس کے نام ونشان سے اطلاع دیں۔ وہ اس بات پر غور کریں۔ کہ اگر ہم مسلمانوں میں آنحضرت صلعم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی اہلیت پیدا ہو جائے، جو بدقسمتی سے دو ڈیڑھ صدیوں سے ہم میں باقی نہیں رہی ہے۔ لیکن ہمارا قدم اب پھر اسی تعلیم پر گامزن ہو رہا ہے۔ تو ایسی صفات رکھنے والے مسلمان کیا اس لائق نہیں کہ ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے، اور انہیں نفرت و حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے؟

آخر میں ایک بات اور گوش گزار کرنی چاہتا ہوں۔ گزشتہ پچاس میں جو مذموم اور نفرت انگیز لٹریچر ہندو پریس سے نکلا، اس نے ہندو مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو بہت زیادہ شدید اور وسیع کر دیا، برادران ہندو ان اوراق کو پڑھ کر بخلوص نیت کے ساتھ، اپنے دلوں میں یہ سوال کریں کہ کیا شرافت انسانی اس امر کی اجازت دیتی ہے۔ کہ ایسی پاکیزہ سیرت اور پسندیدہ خصلت والے انسان کی شان میں، ان ناپاک اور قابل نفرت خیالات کا اظہار کیا جائے جو ہندو پریس کے ایک خاص حصہ نے کتابوں اور رسالوں کی شکل میں ہندوستان کے طول

وعرض میں شائع کئے، اُن لوگوں نے ایسی تصانیف شائع کر کے نہ صرف اپنے اندر اخلاقی محاسن کے فقدان کا ثبوت دیا۔ بلکہ مادر وطن کے ساتھ بھی دشمنی کی۔ اصلی بات یہ ہے کہ محمد عربی سے شاید اُن لوگوں کو اس قدر عداوت قلبی نہ ہو۔ لیکن تاجرانہ اغراض کی بنا پر اس ناپاک حرکت کے مرتکب ہوئے، نیز اس خیال سے بھی ایسے گندے لٹریچر کو شائع کرتے ہیں۔ کہ ہندو مسلمانوں میں دشمنی کی آگ بھڑکتی رہے۔ تاکہ اِن کی رونق بازار اور لٹریچر کی خریداری قائم رہے۔

اگر ہندو مسلم اتحاد، ہمارے اور ملکی مفاد کے لئے ضروری ہے۔ تو سب سے پہلے ایسے گندے لٹریچر کو روکنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اور اگر اس کے خلاف شرافت انسانی جوش زن نہ ہو تو کم از کم سیاسی مصلحتوں ہی کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ ایسے لٹریچر کی موجودگی اور اس کی روز افزوں پیداوار میں، ہندو مسلم اتحاد کی کوشش، محض نقش بر آب ہوگی

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔

الداعی الی الخیر .... خواجہ کمال الدین

کیا بائبل فی الواقع خدا کا کلام ہے

پادری کینن جے۔ اے ڈیسی نے واقعی بہت اخلاقی جرأت دکھائی جو ورسیسٹر ڈایوسسن کانفرنس منعقدہ ورسیسٹر بتاریخ ۸ ار اکتوبر ۲۹ء میں پادری کینن ریون آف لیورپول کی تقریر بعنوان "مسیحی زندگی میں بائبل کا مرتبہ" کے بعد اس طرح اظہار خیالات کیا:۔

"حاضرین مجلس! مجھے افسوس ہے کہ میں فاضل مقرر سے اختلاف رائے ظاہر کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے لئے یہ کہنا ناممکن ہے کہ بائبل کوئی مستقل کتاب ہے یا جو واقعات اس میں مندرج ہیں۔ وہ صحیح ہیں۔ پس میری رائے میں اسے "خدا کا کلام" نہیں کہہ سکتے۔ پرانے اور نئے دونوں عہد ناموں میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی بنا پر اس مجموعہ کو "کلام الٰہی" قرار دیا جائے بلکہ اُن کو ادب کا ضخیم مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔ اور میں انہیں ادبی نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ بائبل میں اُن لوگوں کا غیر مربوط تذکرہ درج ہے۔ جو تاریکی میں حق کی جستجو کرتے رہے، اس کے علاوہ اور کوئی بات مجھے اس کتاب میں نہیں ملی . . . . ."

ہمیں یقین ہے کہ جو لوگ موجودہ بائبل کی منازل ترتیب اور اُن اختلافات لفظی سے، جو اُن نسخوں میں پائے جاتے ہیں۔ جن سے تراجم کئے گئے ہیں، واقف ہیں، پادری مذکور کے خیالات کو یہ کہہ کر رد کرنے سے پہلے اچھی طرح غور و فکر کر لینگے کہ یہ تو محض سطحی عامیانہ اور توہم پرستی پر مبنی ہیں۔

ہماری رائے میں تو دنیا کو پادری مذکور کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ کہ اُنھوں نے لوگوں کی توجہ ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت کی طرف مبذول کر دی ہے جسے لوگوں کو اب سے بہت پہلے تسلیم کر لینا چاہیئے تھا۔ اور جب ہم مذہبی تعصب رکھنے والوں کی طرف سے اس قسم کے اعلانات کے خلاف غیظ و غضب کا طوفان بے تمیزی مشاہدہ کرتے ہیں تو اُن کی اہمیت ہماری نگاہوں میں اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ واضح ہو کہ یہ اعلان اُس شخص کی طرف سے ہے جس کے ہاتھوں میں بائبل کو یہ کہہ کر سونپا گیا تھا کہ "اب تمہیں خدا کے اس [illegible]

تبلیغ واشاعت کے مرتبہ پر فائز کیا جاتا ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ارکان کلیسا کو پادری کا مرتبہ دیتے وقت یہ توقع تھی کہ وہ نئے اور پرانے عہد نامہ کی ساری مستند کتابوں پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ اور جس نے یہ کہہ کر اُن کی توقعات بہر تو ثیق ثبت کی تھی کہ "میں ان کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں" پادری مذکور کی عمر اِس وقت ۷۶ سال کی ہے"۔ ان دنوں حالات ہم اِس بات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ اُنہوں نے اب تک اپنے مذہبی فرائض کو کس طرح انجام دیا یا وہ اس مرتبہ پر کس طرح فائز رہ سکے ؟ پس ہم پادری میتی صاحب سے بصد ادب التماس کرتے ہیں کہ وہ اس گتھی کو سلجھا دیں۔ اخبار ڈیلی میل مجریہ ۲۳۔ اکتوبر ۲۹ء میں ایک خاتون نے پادری مذکور کے خیالات پران الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ ہم اسے اس لئے درج کرتے ہیں کہ ناظرین پر پادری مذکور کی نازک پوزیشن واضح ہو جائے "اگر پادری میتی اس عقیدہ سے منکر ہیں کہ بائبل خدا کا کلام ہے تو پھر وہ ورسیسٹر کے گرجہ سے قطع تعلق کیوں نہیں کر لیتے، جس کے عوض اُنہیں بارہ ہزار روپے سالانہ تنخواہ ملتی ہے۔ بلکہ اُنہیں مذہبی عہدے ہی سے مستعفی ہو جانا چاہیئے اور کلیسائے انگلستان کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کلیسا کا تو بنیادی عقیدہ یہی ہے کہ بائبل خدا کا کلام ہے۔ پس اگر وہ اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے تو نہ اُنہیں پادری کے عہدہ پر قائم رہنا زیب دیتا ہے۔ اور نہ کسی کلیسا بلکہ مسیحیت ہی میں اُن کے لئے کوئی جگہ نکل سکتی ہے"

لیکن، قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے، پادری مذکور کا قول چنداں تعجب خیز نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کتاب مقدس نے تو ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ہی اسبات کا اعلان کر دیا تھا۔ کہ بائبل خدا کا کلام نہیں ہے۔ ہم پادری میتی کے اس قول سے بالکل متفق ہیں۔ کہ "انہوں نے اس امر کو بوضاحت تمام بیان کر دیا ہے کہ بائبل ایک دلچسپ اور حیرت انگیز تاریخی مجموعہ ہے۔ لیکن ہم اس مجموعہ کو "خدا کا کلام" کسی طرح قرار نہیں دے سکتے۔ اس کے بعض اجزاء بے شک الہامی ہیں۔ لیکن وہ اُن لوگوں کے اقوال ہیں۔ جو خدا اور اُس کی راہوں کی تلاش میں سرگرم تھے۔ اور روحانی طور پر اس کے دیدار کے آرزومند تھے۔ بائبل کی نوعیت کے متعلق جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ اُسی کی وجہ سے بےشمار لوگ مسیحیت سے

متنفر نظر آتے ہیں۔ وہ بہت سے لوگ جو گرجہ نہیں جاتے بجا طور پر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ بائبل میں اور خصوصاً عہد قدیم میں بڑی سنگدلانہ تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ عہد قدیم کے بڑے حصہ پر کلام الٰہی کا اطلاق درست نہیں ہو سکتا"

اس کے بعد پادری موصوف لکھتے ہیں۔ "مجھے پورے طور پر اس بات کا یقین ہے۔ کہ بائبل کو خدا کا کلام تسلیم کرنے کے غلط عقیدہ کی بدولت دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے"

ہم پادری صاحب کے خیالات کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے اُن کا اقتباس محض تحسین کے لئے پیش نہیں کیا بلکہ اپنے ناظرین اور بالخصوص مسیحی دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانی مد نظر ہے کہ پادری موصوف کے خیالات جو اُن کے پیشروان ملّت مثلاً اسٹراس اور باؤر کے خیالات سے مطابقت رکھتے ہیں، دراصل قرآن مجید کے فیصلہ کی صدائے بازگشت ہیں"

اہل مغرب کو، آنحضرت صلعم کے پیغام کی نوعیت کو بدرجہ احسن سمجھنے کے لئے، ابھی کچھ وقت اور لگیگا۔ کیونکہ یہ لوگ تو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ آپؐ نے اپنا پیغام مخالفانہ رنگ میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات حقیقت سے بعد المشرقین رکھتی ہے۔ آپؐ کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ مسیحی دنیا کو پادریوں کے حلقہ غلامی سے نجات عطا کر دیں۔ کیونکہ یہی وہ دقیانوسی طبقہ ہے۔ جو دو ہزار سال سے برابر اس بات کی رٹ لگائے جاتا ہے کہ موجودہ مجموعہ بائبل درحقیقت "کلام اللہ" ہے۔ بہرحال جائے شکر ہے۔ کہ جس عظیم الشان قصر کی تشکیل آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی۔ اس کی بنیادیں اب نمایاں ہو گئی ہیں انشاءاللہ عنقریب پوری عمارت کی تکمیل ہو جائے گی۔

ایک گھنٹہ میں بائبل کے تیرہ سو (۱۳۰۰) قطع بریدہ نسخوں کی فروخت

اس زمانہ میں جب کہ بائبل کے صحیفہ آسمانی ہونے کے خلاف ایسے زبردست اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ اور حلقہ معترضین میں نہ صرف عامۃ الناس بلکہ بائبل کے ماہرین مسیحی

پادری بھی شامل ہیں۔ "برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی" کی طرف سے خبر چھپی ہے۔ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ آج کل جماعت مذکور ۳۰۰ نسخے فی گھنٹہ کے حساب سے فروخت کر رہی ہے۔ عامۃ الناس، جو بائبل کی ساخت اور ترتیب سے واقف نہیں ہیں۔ معدودے چند لوگوں کو جن کی تعداد بے شمار ہے حیرانی ہوگی جو بائبل کے راز دروں سے واقف ہیں۔

جہاں تک تعدادِ فروخت کا سوال ہے ہم بھی، دیگر ناظرین کی طرح، سوسائٹی کی کوششوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے۔ آیا کسی شے کی فروخت کی کثرت، اس کی عمدگی اور خوبی کی دلیل قرار دی جا سکتی ہے؟

ہم نے ہمیشہ جماعت مذکورہ کی مساعی جمیلہ کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔ لیکن ہم اس بات کے سمجھنے سے واقعی قاصر ہیں کہ "ڈیلی ایکسپریس" مجریہ لندن ۱۹ اکتوبر ۲۹ء نے مندرجہ ذیل تعریفی الفاظ کس بنا پر لکھ دیئے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے:-

بائبل دنیا کی تمام کتابوں میں بہترین ہے۔ اسی لئے اس کی اشاعت سب سے زیادہ ہے۔" اس کتاب کے گذشتہ سال میں ۱۲۰۰ مختلف زبانوں کے ایک کروڑ دس لاکھ نسخوں کا فروخت ہو جانا، اس کی خوبی کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر بائبل واقعی دنیا کی بہترین کتاب ہے، جیسا کہ لوگ کہتے ہیں، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ "نیشنل سنڈے اسکول یونین" کی طرف سے جو بائبل شائع ہوئی ہے۔ اس میں مروجہ بائبل کی اکثر و بیشتر عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں، سوائے اس کے اور کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ مروجہ بائبل میں ایسی عبارتیں بھی موجود ہیں۔ جو نوجوان لڑکوں یا لڑکیوں کے مطالعہ کے لائق نہیں ہیں۔ پس "ڈیلی ایکسپریس" کا یہ دعویٰ کہ "بائبل، ہر مزاج، ہر افتادِ طبع، ہر جذبہ، اور ہر کیفیت دماغی کو غیر معمولی اور دائمی طور پر اپیل کرتی ہے" سراسر غلط ہے۔ خاص خاص عبارتوں کو حذف کر دینے سے یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہے کہ کم از کم نوجوان لڑکے لڑکیوں کے حق میں، ان عبارتوں کا اثر مضرت رساں ہے۔

ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ بائبل میں بعض مقامات الہامی ہیں۔ لیکن ہمارا موقف ہے کہ ساری کی ساری بائبل الہامی نہیں ہے، بلکہ انسانی تالیف ہے اور اس میں ہر قسم کا

تحریف، تبدیل، تغیر، ترمیم، تنسیخ، الحاق وغیرہ ہوتا رہا ہے۔

آمدم برسر مطلب، یونین مذکور نے جو بائبل شائع کی ہے، اُس میں وہ تمام عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں۔ جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ مرد اور عورت کے باہمی تعلقات سے ہے خواہ وہ ازدواجی ہوں یا غیر ازدواجی۔ اس اُصول کے ماتحت عزیز مصر کی بی بی مساۃ زلیخا اور حضرت یوسف کے قصہ میں بہت قطع بُرید کر دی گئی ہے۔ مروجہ بائبل کی عبارت اس طرح ہے "یوسف کے آقا (عزیز مصر) کی جورو زلیخا نے یوسف کی طرف میلان طبع ظاہر کیا اور کہا "میرے ساتھ زنا کر" لیکن یونین مذکور کی بائبل میں یوں لکھا ہے " زلیخا نے یوسف کو ناکاری کی ترغیب دی"۔ اسی ضمن میں، وہ تمام طویل عبارتیں جن میں زلیخا کی داستان عشق والفت مرقوم ہے۔ خصوصاً زلیخا کا یوسف سے الحاح زاری کرنا اُسے خلوت میں طلب کرنا، درخواست وصل پر یوسف کا انکار، زلیخا کا اصرار، آپس میں نزاع لفظی، ہاتھا پائی تک نوبت پہنچنا، یوسف کا دامن چھڑا کر بھاگنا، زلیخا کا دامن پکڑنا، دامن کا اُس کے ہاتھ میں رہ جانا یوسف کا نکل جانا وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں حذف کردی گئی ہیں۔ پھر زلیخا کا جذبہ نسوانی سے مغلوب ہو کر یوسف سے برسر کین ہونا، اور اپنی خفت مٹانے کے لئے خدام سے فرضی داستان بیان کرنا، تاکہ خود محفوظ رہے اور یوسف گرفتار بلا ہو جائے، یہ واقعات بھی ندارد ہیں اور اس بائبل میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے، اُس سے ناظرین پر یوسف و زلیخا کے باہمی تعلقات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی ہے۔

اسی طرح سمسون کے قصہ میں اُس عورت کا ذکر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اس کے تعلقات وابستہ تھے۔ روتھ اور بواز کے تعلق باہمی کی داستان بھی حذف کر دی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے نوجوانوں کے جذبات برانگیختہ ہو سکتے ہیں۔ داؤد نے مساۃ ابیجیل کو جن طریقوں سے اپنی زوجیت میں لیا وہ بھی یکسر نکال دئے گئے ہیں۔ لیکن یہ عورت جس گستاخی کے ساتھ اپنے بدمزاج خاوند کے ساتھ پیش آئی اُس کا بیان مفصل طور پر موجود ہے کتاب سکنا تمہ پر بائبل کی نظموں کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔ اور بعض قابل دید زبور کے گیت مثلاً آسمان خدا کا جلال ظاہر کرتا ہے، شامل ہیں۔ لیکن رجمات اور نظمیں نکال دی گئی ہیں۔

اِن امور کے ہوتے ہوئے ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ کوئی شخص بائبل میں صحت کو معیار نہیں قرار دے سکتا ہے کہ بائبل میں اس قسم کے تغیرات لفظی و معنوی بکثرت کئے گئے ہیں جو مختلف لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ اور چونکہ بائبل خدا کا کلام نہیں، باستثنائے ان مقامات کے جو کمتر ہیں، اِس لئے برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کا فروخت کے اعداد و شمار کو بطور مباہات کے پیش کرنا محض لایعنی ہے۔

کیا قرآن مجید، خدا کا کلام ہے

پادری مسیحی کے بیان پر جو تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے متعلق یہ سوال اٹھائیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جو لوگ پادریوں کی اسلام کے متعلق تصانیف پڑھ چکے ہیں اور روایتوں سے متاثر ہو چکے ہیں، وہ لوگ شاید ہمارے دلائل سُننے کے لئے بھی آمادہ نہ ہونگے۔

اگرچہ قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی جا سکتی ہے لیکن سردست ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اِس کا دامن مندرجہ بالا عیوب سے پاک ہے یا نہیں۔ اگر ناظرین اُس تنقید سے کماحقہٗ واقف ہو جائیں جس کی بنا پر ہم بائبل اور قرآن مجید کی خوبیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں تو پھر بائبل کی نوعیت کے متعلق ہمارا نقطۂ نظر باسانی، اُن کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ ہمارا دعوٰی یہ ہے۔ کہ موجودہ بائبل میں صرف چند فقرات ایسے خال ہیں۔ جو اُس الہامی بائبل کا جزو ہیں۔ جو اب ناپید ہے۔ اور موجودہ بائبل تو انسانی تصنیف ہے جو مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آئی ۔

قرآن مجید، کلام اللہ ہونے کا مدعی ہے اور ایک ایسا عمدہ اُصول بیان کرتا ہے جس کی مدد سے ہر شخص، نہ صرف قرآن مجید بلکہ ہر الہامی کتاب کے دعوے کو جانچ سکتا ہے۔ وہ اصول اس آیت میں بیان کیا گیا ہے "پس لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے، اگر یہ کتاب خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو اس میں لوگوں کو بہت سے اختلافات ملتے" (۴: ۸۲)
یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآنی واقعات میں کہیں تخالف یا تضاد نہیں ہے۔ بخلاف بائبل

میں بکثرت موجود ہے۔ علاوہ بریں قرآنی پیشگوئیوں میں بھی اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ایسی تعیین جبکہ آنحضرت صلعم دنیاوی لحاظ سے نہایت کمزور اور بے یار و مددگار تھے کسی قسم کا تخالف نظر نہیں آتا۔ اگر یہ پیشگوئیاں، عالم الغیب خدا کی طرف سے نہ ہوتیں جو ماضی اور استقبال دونوں کا یکساں علم رکھتا ہے، تو اس میں ضرور تخالف پایا جاتا۔

اب اسی اُصول کو مدنظر رکھتے ہوئے، اگر بائبل کی اوراق گردانی کی جائے تو بیحد اختلافات مل سکتے ہیں۔ مثلاً "خروج"، "اسلاطین" اور "یہود" میں "آرک اف شلم وڈ" کا جو بیان موجود ہیں، اُن کا آپس میں مقابلہ کرنے سے ہمارے دعوے کی تائید ہوسکتی ہے۔ خروج ۲۵/۱۰ و ۱۱ و ۳۳ اور سلاطین ۸/۹ میں لکھا ہے کہ "موسیٰ نے حراب میں صرف دو پتھر کی تختیاں رکھیں"۔ لیکن یہود ۹/۴ میں لکھا ہے کہ "اُس میں ایک سونے کا پیالہ تھا جس میں منّی اور ہارون کا عصا اور عہد نامہ کی تختیاں تھیں"۔ اب ان بیانوں میں کون سا صحیح ہے اور کون سا غلط، اس کا فیصلہ ہم عیسائی پادریوں ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بہرکیف یہ بات ثابت ہوگئی کہ بائبل کے اُن دونوں بیانات میں زبردست تخالف موجود ہے۔ اور الہامی کتاب درکنار، کسی معمولی انسانی تصنیف میں بھی اس قسم کا اختلافات نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرا اعتراض جو ہم نے بائبل کے کلام الٰہی ہونے کے خلاف کیا تھا یہ ہے کہ اس میں بعض معاملات کے متعلق ایسی عریاں زبان استعمال کی گئی ہے کہ کوئی شریف النفس انسان، بغیر خجالت محسوس کئے ہوئے اُسے نہ خود پڑھ سکتا ہے نہ دوسروں کو سُنا سکتا ہے۔ اس بات کا ثبوت اُس بائبل سے مل سکتا ہے جو سنڈے اسکول یونین کی طرف سے حال میں شائع ہوئی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں یہ بات نہیں ہے۔ نازک ترین احساسات کا انسان شروع سے آخر تک بغیر شرمائے پڑھ سکتا ہے، علاوہ بریں نازک مضامین بھی بلحاظ زبان و طرز بیان نہایت خوبصورتی کے ساتھ مرقوم ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے "یقیناً ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہم خود اس کے محافظ ہیں" (۱۵ : ۹) دنیا میں اور کوئی کتاب ایسی نہیں جس کی حفاظت اس کے متبعین نے اس شدومد کے ساتھ کی ہو۔ لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں قرآن مجید از اول تا آخر محفوظ ہے جو نسخہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مروج تھا۔ اُس میں اور موجودہ نسخوں میں سر مو

تفاوت نہیں ہے۔ دُنیائے اسلام میں کوئی نسخہ پایا نہیں مل سکتا جو دیگر نسخوں سے ایک حرف بھی
بھی مختلف ہو۔ قرآن مجید کا مذکورہ بالا دعویٰ ایک عجیب و غریب پیشگوئی ہے جو آج بھی اس کتاب
کی صداقت پر ایک روشن گواہ اور زبردست دلیل کا کام دے رہی ہے۔ سوائے خدا کے
اور کون ہستی اتنا بڑا دعویٰ کر سکتی تھی؟ چودہ صدیاں گزر گئیں لیکن کوئی شخص اس دعوے کو باطل
نہ کر سکا۔

ایک امر اور بھی قابلِ غور ہے جو قرآن کی اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ "قرآن میں باطل
ہرگز کبھی راہ نہ پا سکے گا، نہ آگے سے نہ پیچھے سے، کیونکہ یہ کتاب حکیم اور حمید ہستی کا الہام
ہے" (۴۱ : ۴۲) آثارِ قدیمہ کی جدید تحقیقات نے بھی قرآن مجید کے اس دعوے پر مہرِ توثیق
ثبت کر دی ہے۔ بائبل میں محض فرعون (رامیسز ثانی) کی غرقابی کا حال لکھا ہے۔ اس کے
علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ اس کی نعش دستیاب ہو گئی تھی تاکہ آیندہ
نسلوں کے لئے عبرت کا کام دے سکے۔ (۱۰ : ۹۲) قرآن نے جس زمانہ میں اس راز کو آشکار کیا،
اس وقت کوئی شخص اس حقیقت سے خبردار نہ تھا اور یہ فیصلہ نہ کر سکتا تھا کہ بائبل کا بیان
صحیح ہے یا قرآن کا۔ رامیسز ثانی کی نعش حال ہی میں دریافت ہوئی ہے اور قرآن کے ان
الفاظ کی صداقت پر دلیل ہے جو ایک اُمّی محض کی زبان وحی ترجمان سے صادر ہوئے۔ یہ
قرآن مجید کے مافوق البشر حقائق و معارف پر یہ ایک زبردست شہادت قرار دی جا سکتی ہے۔
آنحضرت صلعم کو یقیناً اس جدید تحقیقات کا کوئی علم نہیں تھا۔ ایک مثال اور بھی پیش کی جا سکتی
ہے وہ یہ کہ بائبل میں لکھا ہے کہ مچھلی نے یونس کو زندہ نگل لیا تھا۔ لیکن قرآن مجید اس کے خلاف
ہے اور اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ بڑی سے بڑی مچھلی حتیٰ کہ وہیل کا حلق بھی اس قدر
وسیع نہیں ہوتا کہ کسی انسان کو نگل سکے۔

ایسے بہ حالات قرآن مجید کے یہ الفاظ کس قدر درست اور صحیح ہیں کہ "قرآن مجید میں
باطل راہ نہیں پا سکتا نہ آگے سے نہ پیچھے سے" (۴۱ : ۴۲)

کیا کوئی شخص بائبل کے متعلق بھی یہی دعوے کر سکتا ہے؟

تمدن اسلام

زمین پر خلافت الٰہیہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی [1] (سورۂ علق آیت ۱-۶)

یہ زبردست آواز غار حرا (عرب) کے گوشہ میں بیٹھے ہوئے ایک عظیم الشان انسان

---

[1] اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے [illegible]

ے سُنی۔ جو زمانہ کے پُرآشوب حالات کو دیکھ کر اُن کے دفیعہ کی فکر میں گھلا جاتا تھا۔ اس آواز میں نہ صرف اُس کی موجودہ پریشانیوں کا مداوا تھا، بلکہ اس میں ایک عظیم الشان خوش خبری بھی مضمر تھی جس کی رو سے انسان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر پہنچنا مقدر ہو چکا تھا۔ دنیا کی تاریخ میں انسانی تکریمت و عظمت کے متعلق یہ انکشاف اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا *

اس آواز میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ انسان کا پیدا کرنے والا وہ خدا ہے جس کا ایک نام "رب" ہے، جو بتقاضائے ربوبیت، اشیائے کائنات میں مخفی استعدادیں رکھ کر انہیں رفتہ رفتہ بلوغت تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی رب نے نشو و نما کی جو جو استعدادیں ذرات عالم میں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں، ان میں سے کل کا یا اکثر کا خلاصہ انسان ہے جس کے ظہور کا اب وقت آچکا ہے انسان کی پہلی شکل بلحاظ جسمانیت رحم مادر میں خون کی ایک پھٹک ہوتی ہے لیکن مقررہ قوانین فطرت کے ماتحت یہی ناچیز خون کی پھٹک رحم مادر میں جسمانی طور پر بہترین مخلوق خداوندی بن جاتی ہے *

واضح ہو کہ بروئے تحقیق جدید، عالم جسمانیات میں مادہ کے اندر جس قدر بھی استعداد نشو و نما ہے۔ اس کا کامل اور بہترین ظہور شکل انسانی میں ہو چکا ہے یعنی جسمانی طور پر مادہ کی ترقی ہیئت انسانی سے آگے نہیں ہو سکتی لیکن مادہ کی یہ شکل انسانی ترقی کی آخری منزل نہیں بلکہ جسم انسانی میں منتقل ہونے کے بعد، مادہ کے ذرات، ایک خاص امتزاجی کیفیت کے ماتحت، ایک نئی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں، جس کا نام نفس ناطقہ

یہ قوت مدرکہ ہے اسی کو انگریزی میں Consciousness کہتے ہیں اسی کو قرآن کریم نے "خلق آخر" کہا ہے۔ یہی وہ لطیفہ ربانی ہے جو نسل انسانی کو دیگر مخلوقات سے متمیز کرتا ہے گویا آیندہ نسل انسانی کی ترقی کی یہ پہلی منزل ہے ؞

آیت مذکورہ بالا کا مطلب یہ ہے کہ جس رب العالمین نے پھٹک کو انسان جیسی خوبصورت وعظیم الاستعداد شکل میں منتقل کر دیا۔ اب وہی رب اُسے آگے لے جانا چاہتا ہے یعنی عالم جسمانیات کے انسان کو عالم ادراک کی بہترین مخلوق بنانا چاہتا ہے۔ جس میں اقتصادیات۔ تمدن۔ سیاسیات۔ مذہب اخلاق روحانیات وغیرہ وغیرہ امور ادراکیہ شامل ہوتے ہیں ؞

اس الہام اولین میں "رب" کے ساتھ لفظ "اکرم" بھی استعمال ہوا ہے۔ اس میں صریح اشارہ ہے کہ جس طرح "رب" خود مکرم ہے اسی طرح اس کی یہ بہترین مخلوق یعنی انسان

لہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ نطفہ بناکر رکھا پھر ہم نے نطفہ کو لوتھڑا بنایا اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اسے ایک اور پیدائش دیکر اٹھا کھڑا کیا پس نہ بابرکت ہے وہ جو سب بنانے والوں سے بہتر ہے (مومنون)

بھی مکرمت کے لحاظ سے اعلے مقام پر پہنچے گا۔ اس میں وہ صفات عالیہ پیدا ہوں گی جن کا رنگ رب السمٰوات والارض کی شان میں نظر آ رہا ہے۔

اس آیت نے ساتھ ہی ساتھ ان راہوں کا پتہ بھی دے دیا جن پر گامزن ہونے سے انسان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم"[1] یعنی منشائے ایزدی ہو چکا ہے کہ آج کے بعد مادیات، اخلاقیات اور روحانیات میں نئے علوم پیدا ہوں گے۔ جن کی اشاعت لکھنے پڑھنے یعنی قلم سے ہوگی[2]، اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ان علوم کو حاصل کر کے اس دنیا میں بطور نائب وہ ارفع اور اعلیٰ مقام حاصل کرلے گا جو اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو اس کائنات میں حاصل ہے۔

اس آیت کی یہ تفسیر قرآن کریم نے حسب معمول، خود ہی دوسری جگہ کر دی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "واذ قال ربك للملائكة انی جاعل فی الارض خلیفه" یعنی خدا نے

---

[1] سورۂ علق ۱۲

[2] جس وقت قرآن کریم نازل ہوا، اس زمانہ میں دلچسپی نشاۃ کتابوں کی فراوانی تھی نہ فنون طباعت و کتابت کا چرچا تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں کثرت اخبارات و رسائل، فراوانی سامان طباعت، ارزانی کتب، سہولت کسب و اشاعت علوم، روز مرہ کے مشاہدات ہیں، اور یہ سب باتیں بحیثیت مجموعی قرآن پاک کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی مصداق ہیں اور یہ سب چیزیں اس نزول سے الہام کے بعد وجود میں آئیں ۱۲

حیثیت سے اپنا خلیفہ زمین پر بنانے کا ارادہ کرکے فرشتوں کو اس امر سے مطلع کیا۔

کائنات میں جو سلسلۂ تخلیق جاری ہے، جس کے ماتحت، مادہ نے لاکھوں شکلیں جو باعتبار نوعیت باہم دگر مختلف ہیں، اختیار کی ہوئی ہیں، اور ہر ایک نوع میں جو بیشمار استعدادیں بالقوۃ موجود ہیں اور وہ خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ مختلف قوانین کے بموجب اپنے اپنے خواص کو دن بدن ظاہر کرتی رہتی ہیں، یہ سب کچھ بروئے تعلیم قرآن ربوبیت ہی کے کرشمے ہیں۔

لیکن اب اللہ تعالےٰ نے یہ ارادہ کیا کہ اس کی جملہ صفات ربوبیت جو زمین پر انتظام ربانی کے متعلق کام کر رہی ہیں اُن کا ایک بھاری حصہ انسانی میں پیدا ہو جائے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ مختلف ذرات اور اشیاء مفردہ کو جمع کرکے اُن سے آئے دن نئی چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اُسی طرح انسان بھی اس قابل ہو جائے کہ مادہ کو مختلف ترکیبیں دے کر اُن سے مختلف چیزیں ایجاد کرے۔ چنانچہ اس اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لئے جن جن باتوں کی ضرورت تھی ان کا ذکر بھی قرآن نے کر دیا۔ ایک طرف تو یہ بتایا کہ جو کچھ کائنات میں نظر آتا ہے[1] وہ انسان کے فائدہ کے لئے بنایا گیا ہے، دوسری طرف اس بات کی اطلاع دے دی کہ کائنات کی چھوٹی بڑی ساری چیزیں اس کی خدمت

---

[1] هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ بقرہ ع ۳
وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔

کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ جب وہ انہیں اپنا خادم بنانے کی راہوں سے واقف ہو جائیگا تو وہ اس کی غلامی میں آجائیں گی۔ اس کے علاوہ ایک اور حقیقت بھی ظاہر کر دی قرآنی تعلیم کی رو سے اشیائے کائنات کے خواص کا ظہور خواہ وہ عالم مادیات کے متعلق ہوں یا اخلاقی و روحانیات کے، ایک خاص مخلوق سے وابستہ ہے جسے قرآنی اصطلاح میں "ملائکہ" کہتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت "رب" نے انسان کو اپنی طرف سے زمین پر حاکم بنایا تو ملائکہ سے فرمایا[۲] کہ انسان تمہارا مسجود ہو گا یعنی تم سب اس کی اطاعت کرو گے۔ کیونکہ اس کی حکومت اسی وقت کامل ہو سکتی تھی جب عالم مادیات وغیرہ کی مشین کے چلانے والے یعنی ملائکہ بھی اس کے ماتحت ہوں۔ اس موقع پر انسان کو ملائکہ پر حکومت کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا یعنی اسے کائنات کی ہر چیز کے متعلق علم حاصل کرنے کا حکم دیا، اور ان علوم کے حاصل کرنے کی استعداد پہلے سے اس میں

---

[۱] اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (لقمان ع ۳)

کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو پورا کیا۔

[۲] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (بقرہ ع ۴)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو۔

[۳] وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران ع ۲۰)، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (بقرہ ع ۴)

اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے رہتے ہیں۔ اور آدم کو سب کے نام سکھائے۔ (محمد علی)

رکھ دی یہی علم آدم الاسماء کلھا کی حقیقی تفسیر ہے۔ اور قصہ آدم جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے وہ اسی خلافت الٰہیہ کا نقشہ ہے یعنی انسان کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ وہ رب العالمین کا نائب بن کر ان تمام مادی، اخلاقی و روحانی قوتوں کو حاصل کرے جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف اجمالی طور سے "غار حرا" والے الہام میں اشارہ ہوا ہے کہ رب اکرم کا مخلوق بھی اب ربانی درجہ مکرمت پہنچے گا اور زمین پر بطور "رب" حکومت کرے گا اور بفحوائے آیہ شریفہ "علم الانسان مالم یعلم" انسان علوم جدیدہ کو حاصل کرکے یہ مرتبہ پائے گا۔ علوم جدیدہ سے مراد نہ صرف وہ علوم ہیں جن کی تعبیر لفظ سائنس سے ہوتی ہے بلکہ اُن کے وہ شعبے بھی جن کے ذریعہ سے کائنات کی اخلاقی اور روحانی قوتیں بھی انسان کے زیر نگیں ہو جائیں گی گویا جس بشارت عظمیٰ کی طرف الہام اولیں نے اشارہ کیا تھا اُس کی تفسیر قصہ آدم سے بیان کردی گئی یوں تو نشاۃ کائنات کے علاوہ قصہ پیدائش آدم یا اُس کی داستان ہبوط مختلف مذاہب کی کتابوں میں پہلے سے موجود تھی لیکن قرآن کریم نے اس سارے واقعہ کو ایک نئے رنگ میں بیان کیا ہے یعنی وہ کوئی رام کہانی نہیں بلکہ اُس کے اندر ایک حقیقت علمی پوشیدہ ہو الغرض بروئے تعلیم قرآن دنیا میں الہام صرف اس لئے آیا تھا آج سے تیرہ سو سال پہلے کے ایک حقیر مخلوق یعنی انسان کو اس بلند مکرمت پر پہنچا دے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد جو واقعات عالم میں رونما ہوئے ہیں انھوں نے کون سی الہامی کتاب کے بیان کی تصدیق کی ہے۔

جہاں تک مادیات کا تعلق ہے آج انسان مکرمت کے ایک درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور اس مکرمت کے حصول کا ذریعہ خالصتاً علوم جدیدہ ہی ہیں جن کے حاصل کرنے سے بعض قوائے عالم (ملائکہ) اُس کے مطیع ہو چکے ہیں۔ اور باقی بھی ہوتے جاتے ہیں۔ انسان، ہوا پانی اور دوسرے عناصر کے قوانین متعلقہ کا علم پا کر ان پر حکومت کر رہا ہے اور ان علوم کی نشر و اشاعت، ترویج فن تحریر کی شرمندہ احسان ہے۔ یہ تمام واقعات براہ راست اُس حقیقت کبرے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی خوشخبری قرآن کریم نے الہام اول یا قصہ آدم میں دی تھی +

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جس تہذیب کی طرف انسان کا قدم اُٹھ رہا ہے وہ اُنہی باتوں کا ایک مختصر سا خاکہ ہے جو کائنات میں کام کرتی نظر آتی ہیں اور اس کا نام ہم نے ان اوراق میں تہذیب قدرت تجویز کیا ہے۔ انسان کی موجودہ ترقی کے بہت سے ذرائع ہیں جن میں سے دو امور کو باقی سب پر فوقیت ہے ایک میکنزم (Machinism) یعنی صنعت آلات مختلفہ دوسری استعمال قوت برقی ..... صنعت آلات تمام تر اس بات کی متقاضی تھی کہ کائنات کی ہر چیز میں ترتیب و تنظیم و ترکیب پانے کی استعداد پہلے[۱] سے موجود ہو تاکہ ایک شے دوسری شیاء سے ترکیب پا کر ایک مفید

---

[۱] وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ○ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (الرحمٰن ع)

اور آسمان کو بلند کیا اور میزان قایم کیا۔ تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو۔

بن جاسکے۔ چنانچہ مروجہ مشینوں کا کوئی پرزہ ایسا نہیں جس میں اُس مشین کے لیے مفید ہونے کے خواص پہلے سے موجود نہ تھے[1] اور یہ خواص بلکہ لازم کی ایجاد سے پہلے اپنے اپنے رنگ میں ابد الآباد سے کام کر رہے تھے۔ انسان نے صرف ان خواص کو سمجھ لیا اور اس ایک نکتہ پر اپنی صنعت وحرفت کی ساری عمارت کھڑی کر دی ٭

مشین وآلات کی صنعت صدہا قسم کی اشیا کو چاہتی ہے اُسی کی تحقیق ودریافت نے علم کیمیا کو پیدا کیا۔ انہیں اشیا میں مثلاً مختلف قسم کے نمک اور طرح طرح کے تیزاب شامل ہیں۔ ان اشیائے مطلوبہ کو اب انسان خود بھی پیدا کر لیتا ہے لیکن جن طریقوں سے وہ پیدا کرتا ہے وہ وہی ہیں جن کے ذریعے دست قدرت انہیں کائنات میں ابد الآباد سے پیدا کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں انسانی مشین تو کسی وقت کام کرنے سے رہ بھی جاتی ہے لیکن قدرت ایک لمحہ کے لئے[2] بھی ان اشیا کی پیدائش میں غفلت نہیں کرتی۔ اس حقیقت

---

[1] یہ وہ حقیقت ہے جو مغرب میں سب سے پہلے حکیم سپنسر کو نظر آئی اور اسی حقیقت نے اُسے خدا کی ہستی کا قائل کر دیا۔ چنانچہ یہ نظریہ کہ صنعت آلات وآلات عالم میں استعداد ترتیب وتنظیم کی متقاضی ہے۔ اور وہ استعدادیں ان میں پہلے سے موجود ہیں "سپنسرزم" کہلاتا ہے

[2] لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ (بقرۃ ع) كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن ع)

نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ ہر آن وہ ایک شان میں ہے۔

[illegible] سے دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ (محمد علی)

پر اول قرآن نے اور پھر تجربہ اور مشاہدہ نے شہادت دی۔ قرآن نے اس صداقت عظمیٰ کو بیان کر کے انسان کو یقین دلانا چاہا کہ اس کی ضروریات کے لئے جس مواد کی ضرورت ہے وہ آنکھوں پہر پیدا ہو رہا ہے۔ لہٰذا اُسے بھی چاہئے کہ اُن اشیاء کو استعمال میں لانے کے لئے ان تھک کوشش کرے۔

الغرض انسانی صنعت و حرفت اُن استعدادوں کی ایک مختصر سی عملی تصویر ہے جو زمین و آسمان میں پہلے ہی سے موجود تھیں۔ اور جن پر کائنات کا ایک بڑا حصہ چل رہا ہے۔

برقی قوتوں کو قبضہ میں لانے کے متعلق بھی یہی نظر آتا ہے۔ انسان قوت برقی کو اسی طریق سے پیدا کرتا ہے جس طریق سے وہ کائنات میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جو جو کارہائے نمایاں وہ کائنات میں کر رہی ہے وہ سب کے سب انسان کے دست قدرت میں آتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اُن اسباب کی تشریح بھی ہو سکتی ہے جنہیں صنعت آلات اور حکومت علی البرق کے علاوہ انسان نے اپنے تمدن کی ارتقائی منازل میں بہم پہنچالیا ہے۔ الغرض مادی تہذیب انسانی کا کمال اسی میں مضمر ہے کہ وہ زمین پر اُن چیزوں کو پیدا کرلے جن کی وساطت سے تہذیب قدرت کارفرمائی کر رہی ہے یعنی ضروری ہے کہ انسانی تہذیب ارضی، تہذیب قدرت کا عکس ہو۔ کوئی شخص خدا کو ماننے یا نہ مانے وہ دہریہ ہو لاادریہ ہو یا متشکک ہو لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا، کہ تہذیب انسانی،

ہے عملی تہذیب قدرت کا ایک ادنیٰ اور معمولی سا چربہ ہے۔

اب اگر اس تہذیب قدرت کا خالق کسی ہستی کو قرار دے دیا جائے اور قرآنی اصطلاح میں اُسی کا نام "رب العالمین" ہے تو گویا انسان زمین پر وہی کرنا چاہتا ہے جو رب کائنات آسمان پر کر رہا ہے۔ اور جس دن انسان میں یہ ربانی شیون پیدا ہو جائیں گی اس دن مادی تہذیب انسانی اپنے انتہائی عروج کو پہنچ جائے گی۔ یہی وہ حقیقت ہے

لے لفظ تہذیب مختلف معنوں میں استعمال ہو رہا ہے بعض کے نزدیک تو اس لفظ کا اطلاق صرف اخلاقیات پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت بہت وسیع ہے۔ اس لفظ کا قایم مقام جو قرآن کریم نے تجویز کیا ہے وہ اس سے زیادہ واضح ہے اشیاء کائنات میں جن میں انسان بھی شامل ہے خالق کائنات نے لا انتہا استعدادیں رکھ چھوڑی ہیں۔ کمال تہذیب انسانی اس دن کا منتظر ہے جب یہ استعدادیں کامل طور پر ظہور پذیر ہوں۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے لفظ فلاح سے تعبیر کیا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی بھی یہی ہیں۔ یعنی مخفی قوتوں کا ظاہر ہو جانا۔ صحیفہ نباتات میں کل کی کل چیزیں اپنی اپنی استعداد کو کام میں لا رہی ہیں۔ گویا جہاں تک قدرت نے بالقوہ استعدادوں کو بالفعل کرنے کا موسم اپنے ذمہ لیا ہے۔ وہ تو بوجہ الکمال پورا ہے اسی حقایق کو سامنے رکھ کر میں نے ان ربانی شیون کا نام تہذیب قدرت رکھا ہے۔ دوسری طرف انسان کی موجودہ تہذیب اسی تہذیب قدرت کی نقل بھی ہے۔ جو اپنے کمال کو اس وقت پہنچ جائے گی جب تمام کائنات مسخرہ انسان کی حکومت میں داخل ہو کر بعینہ دست قدرت کو حاصل ہے۔

جس کی طرف قرآن نے کسی جگہ تفصیل کے ساتھ اشارہ کیا اور قصۂ آدم میں خصوصیت کا
ذکر کیا۔ اسی لئے انسان کو خلیفۃ اللہ علی الارض قرار دیا۔ وہ اس مقام پر اس وقت
پہنچے گا جب اس میں ان افعال ربانی کے علاوہ اخلاق ربانی بھی پیدا ہو جائیں۔
اس میں شک نہیں کہ گزشتہ دو صدیوں سے مغرب میں "مذہب" کو نفرت کی نگاہ
سے دیکھا جا رہا ہے اور یہ رجحان طبع گزشتہ پچاس سال سے مشرق میں بھی ہو چلا ہے
اس کی بھاری وجہ یہ ہے کہ دنیا کے سامنے علی العموم مذہب کا صحیح نقشہ موجود نہیں تھا
اور مذہب کا جو مفہوم عام طور پر اہل مذاہب نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ عند العقلاء قبولیت
کے قابل نہیں۔ سب سے بڑھ کر مذہب سے وحشت کا باعث وہ قتل و مقاتلہ ہے جو مذہب
کے طفیل نسل انسانی میں پیدا ہو گیا جس نے اس اخوت و اتحاد کا خاتمہ کر دیا جو ہر ملک
میں انسانی تمدن و ترقی کے لئے ضروری ہے مثلاً نزول الہام یا مذہب کا مقصد
مسیحی کلیسا نے یہ قرار دیا ہے کہ وہ انسان کو کسی ایسی مصیبت یا ہلاکت سے نجات
دینے آیا جس میں خود نسل انسان کا بحیثیت مجموعی ذرہ بھر قصور نظر نہیں آتا۔ اس قصور
کی تشریح بائبل میں قصہ ہبوط آدم سے کی گئی ہے۔ یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابو البشر
سے کوئی غلطی ہو گئی تو کل کی کل نسل انسانی ایک شخص کی غلطی کی پاداش میں کیوں ہلاکت
کے گڑھے میں اتاری جائے۔ جس طرح نسل انسانی کی یہ ذمہ داری عقل و انصاف کے خلاف
ہے اسی طرح اس ہلاکت کا جو علاج بتایا جاتا ہے وہ بھی ایک نرالی منطق اپنے اندر
رکھتا ہے یعنی کل کی کل نسل کا ہونا ایک معصوم انسان کے ... مصیبت کا کفارہ ہو

تیسرا باب بائبل کی مخالفت حق اعتقاد کی طرف سے بھی اور ضرور ہوگی

سلطان مقابل کی وجہ سے مذہب اور کتاب خدا کی حیثیت سے عرض خلاف ہوا۔ یہ ہے کہ پہلے وقتوں میں

ایک شیطان دشمن انسان ابلیس جس میں کوئی پرندہ نکل آیا۔ جب اس پرندہ کی وجہ سے شیطان ان کے حسب

علم و دست کی تو اس سے اس خلیفہ پرندہ کو دور کرنے کے بجائے کل شیطین کو عتاب کرنا چاہا اور یہ

خدا کو یہ کہ اس کی بادشاہی میں اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ پہلے تو انسان کو پیدا کر

بیٹے جانور کے ساتھ اسے باغ عدن میں رکھا اور اسے سارے درختوں کا مالک بنایا۔ جب اس انسان سے کوئی

غلطی سرزد ہوگئی تو اس پر پس مواخذہ ہی نہیں ہوا بلکہ خدا کو یہ فکر بھی دامنگیر ہوگئی کہ کہیں انسان نے شجرہ

یعنی درخت علم کا پھل کھایا جس سے وہ علم کا مالک ہوگیا۔ کہیں درخت حیات کا پھل نہ کھائے کیونکہ

حسب روایت کتاب پیدائش یہ درخت بھی اسی باغ میں موجود تھا۔ خدا کو خیال ہوا کہ مبادا وہ بھی انسان

بھی ہماری طرح حی و قیوم ہو جائے گا۔ اس لئے اس کو بہشت سے ہی نکال دیا اور اس جہان میں ہمیشہ کے لئے

تک اس کی ساری آئندہ نسل کو ابدی ہلاکت دی۔

عالم الغیب ہونے کی حیثیت سے خدا کو اس بات کا تو علم ہونا چاہئے تھا کہ انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا

چنانچہ کتاب کی عبارت سے بھی یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ گناہ کے معنی شریعت کے ہیں کہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اسی طرح اگر عبادت کی غرض صرف یہی ہو جیسی کہ علی العموم ہر مذہب میں پائی جاتی ہے کہ حمد و ثنا کے چند مقررہ کلمات خدا کی شان میں کہہ دیئے جائیں جن کو سن کر وہ خوش ہو جائے تو خدائے بزرگ و برتر کی ہستی کے متعلق یہ خیال بجائے خود ایک نہایت مضحکہ انگیز امر ہے۔ اس نوعیت کا خدا تو اس خود پسند اور خود بین انسان سے بھی گیا گزرا ہوگا جس کے کان مدح و ستایش کے دل خوش کن کلمات سننے کے خوگر ہو چکے ہیں خدائے قدوس تو ان احتیاجات سے برتر و بالا ہونا چاہئے چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا[1] کہ خدا تو انسانی عبادات و تسبیحات سے مستغنی ہے یہ تو انسان کے اپنے فائدہ کے لئے ہیں اسی طرح اگر خدا نذر و نیاز اور قربانیوں سے خوش ہو سکتا ہے تو وہ ہمارے

۱؎ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (عنکبوت ع ۱)

اور جو کوئی کوشش کرتا ہو وہ اپنی ہی جان کی بہبودی کیلئے کوشش کرتا ہے اللہ یقیناً جہانوں سے بے نیاز ہے (محمد علی)

(بقیہ صفحہ ۱۶۱) کی تجویز اس کے علم میں آئی جس خدا کی ذات اور وحدانیت کا یہ عالم ہو اور جس کی ذات بے مثل ہستی کے معارف کا اسلام قائل ہو وہ خدا کس طرح عقلمندوں کے نزدیک کسی قوت اور [illegible] ہو سکتا یقینی معرفت علوم جدیدہ کی روشنی سے مجتنب ہونے کے بجائے موجب کے رنگ اگر مذہب ہی سے بیدار ہو جائیں تو غیر متوقع بات نہیں ہے جن کو آزاد خیال کہا جاتا ہے وہ لوگ کسی بلند ہستی کے وجود کے اب بھی کیوں منسوخ [illegible] ثبوت [illegible] وہ سائنس نے خود ہم پہنچا دیا ہے ان لوگوں کا اگر [illegible] ہو تو [illegible] تعلیم کے متعلق [illegible] رنگ میں مذکورہ بالا باتیں بطور حقائق پیش کی ہیں [illegible]

دلوں میں اپنی عزت کس طرح پیدا کرسکتا ہے ایک طرف تو اُسے ارحم الراحمین کہا جاتا
ہے۔ دوسری طرف اُسے اس قدر سنگ دل دکھایا جاتا ہے کہ وہ کسی مجرم کا گناہ اس
وقت تک معاف نہیں کرسکتا جب تک کسی بے گناہ انسان یا حیوان کو خاک و خون
میں تڑپتا ہوا نہ دیکھ لے یا ایسا ہی جب تک وہ غضبناک خدا اپنے اکلوتے بیٹے کو سولی پر
لٹکتا ہوا نہیں دیکھ لیتا اُسے چین نہیں پڑتا۔ واضح ہو کہ یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ میں نے تو یہاں کلیسائی
معتقدات اور مصطلحات کا خلاصہ دیدیا ہے۔ یہ باتیں ہرگز ہرگز میں نے تعریضاً نہیں لکھیں
یہ تو مذاہب عیسوی کی الہیات میں داخل ہیں۔ اندریں حالات، وہ لوگ جن کی عقلیں
علوم جدیدہ کی روشنی سے منور ہو چکی ہیں کب اور کس طرح ان مذاہب کو عزت کی نگاہ
سے دیکھ سکتے ہیں؟ ضروری تھا کہ اہل بینش ان باتوں کو آہستہ آہستہ مزخرفات میں شامل
کرکے مذہب ہی سے دستبردار ہو جائیں، اور یہی ہوا۔ اس بات کا مزید افسوس ہے
کہ مذہب کا یہ افسوسناک حشر، ان مسیحی معتقدات اور کلیسائی الہیات کی بدولت ہوا
جن کو بعض نام نہاد علمبرداران تہذیب و تمدن، علوم سماوی کے نام سے پیش کیا کرتے
ہیں۔ اہل یورپ نے دیگر مذاہب عالم کو بھی اسی مسیحیت پر قیاس کیا اور سب کو دفتر
بے معنی سمجھ کر انہیں طاق نسیاں پر رکھ دیا یعنی مجرد مذہب ہی کو ناقابل التفات قرار دیدیا۔

علاوہ ازیں ایک ہی قوم و ملک کے باشندے اختلاف مذہب کے باعث آپس میں
ایک دوسرے کے کچھ ایسے دشمن ہوئے جس سے قومی ترقی و تہذیب مفقود ہوگئی ان
حالات میں کیوں قومیت و وطنیت کو مذہب پر ترجیح نہ دی جائے لیکن یہ مذہب تھا ان

[illegible] حق تو یہ ہے کہ گر یہ بات کی مصداق ہو جو [illegible] حقیقت سے تو
آج ہو سکے ممکن کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کائنات کے اس لا انتہا ہی سلسلہ پر ایک زبردست
اور لامتناہی ہستی حکمران ہے اور اس کی حکومت بھی کیا منضبط قوانین پر مبنی ہے اور انسان
حقیقی فلاح اور دائمی راحت اسی ہستی کی منشا کے مطابق زندگی بسر کرنے سے میسر
آ سکتی ہے قرآن حکیم نے اس لطیف اور عمیق حقیقت کو کس طرح ایک جملہ میں ظاہر کیا فرمایا
کہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین (سورۂ کورت ع) یعنی تمہاری خواہش اللہ کی خواہش
کے موافق ہونی چاہئے کہ وہ رب العالمین ہے یعنی تمہاری ربوبیت کے جو قوانین اس نے
بنا رکھے ہیں ان قوانین کے مطابق اگر تمہارا طریق عمل ہوتا تو تم فلاح پا سکتے ہو سب اس
حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

بہر صورت اس بات سے مجھے کوئی سروکار نہیں اس ہستی کا نام کیا ہے آپ اسے [illegible]

[illegible] الی [illegible]

[illegible] کا انجام تیرے ہی کی طرف ہی ہے ۱۲

[illegible] العزیز العلیم (مؤمن ع) [illegible] بین السماء و الارض [illegible]

[illegible] کا ارادہ ہے [illegible] اور اس [illegible]

[illegible] (سورۃ [illegible])

[illegible]

رب العالمین نہ کہیں ''نیچر'' کہیں یا ''باعث اول''۔''علۃ العلل'' کہیں یا ''وجود مطلق'' یہ سب نزاع لفظی ہے۔ اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس ہستی کی منشا کے بموجب زندگی بسر کرنے ہی سے فلاح دوام حاصل ہو سکتی ہے۔ اب اگر قوانین فطریہ کو اس کی مرضی کا آئینہ قرار دے دیا جائے اور اس لئے قرآن نے صحیفہ فطرت کا نام کتاب مبین[1] تجویز کیا ہو تو ان قوانین کے علم و اطاعت سے ہی ہمارا مقصود حاصل ہو سکتا ہے اس صورت میں انسان اس بات کا طبعاً محتاج ہے کہ وہ ان قوانین سے آگاہ ہو اس علم اور اس کے عمل کے سوا تو وہ ایک لمحہ بھر کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب اسی سلسلہ میں اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے اور یہ ایک امر ناگزیر ہے کہ اس ہستی کی ''مشیت''[2] یا بالفاظ دیگر اس کے ساختہ پرداختہ قوانین سے بذریعہ دریافت یا تحقیق اطلاع پانا، ایک مشکل اور نہایت ہی بعید الحصول[3] بات ہے جیسا کہ تاریخ علوم ظاہر کرتی ہے اس نے خود، انسان کو اپنی مرضی سے وقتاً فوقتاً

---

[1] وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (انعام ع)

اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں اور نہ تر اور نہ خشک مگر وہ کھلی کتاب میں ہے۔

[2] وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (بقرہ ع)

اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔

[3] وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ (نحل ع)

اور اللہ پر ہی سیدھی راہ بتانا ہے۔

آگاہی دینے کا انتظام کردیا تو انسان کی طرف خدا کی طرف سے الہام کا آنا ایک ضرورت حقہ نظر آتی ہے دوسری طرف اس نظریہ کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ انسان اپنی مشیت ایزدی یعنی قوانین فطریہ کے دریافت کی طرف خود بخود متوجہ نہیں ہوا بلکہ الہام الہٰی (قرآن) نے ہی آ سے اس طرف متوجہ کیا یہ امر بذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان وحی الہٰی کے مدد کے بغیر خود کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہر اس شخص کے سامنے آسکتی ہیں جو کائنات پر غور کرنے کی تکلیف گوارا کرے۔

اب فرض کرلو۔ کہ دنیا میں ایک ایسا مذہب بھی ہے جس نے انسان کو اطلاع دی کہ اس کا تمدن و تہذیب اس کی راحت و آرام، قوانین بالا کے دریافت کرنے اور ان کے مطابق چلنے پر منحصر ہے اس مذہب نے یہ بھی بتلایا کہ انسان میں ان باتوں کے حصول کی استعداد بھی موجود ہے اور اس استعداد کو استعمال کرنے اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کا راستہ بھی وہ مذہب بتا دے اور یہ اطلاع بھی دے کہ جو کچھ آسمان پر ہو رہا ہے وہ انسان کے ذریعہ سے زمین پر بھی ہو سکتا ہے۔ گویا انسان اس قادر اور علیم الغیب ہستی کا نائب بن سکتا ہے، وہی مذہب، ایسے وقت میں جبکہ کل دنیا عناصر اور اصنام پرستی میں گرفتار تھی یہ اطلاع دے کہ یہ جملہ مظاہر کائنات انسان کے نفع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اور علوم متعلقہ کے حاصل کرنے کے بعد انسان ان پر حکومت کرسکتا ہے، ایسا ہی وہ مذہب یہ اطلاع بھی دے کہ جو قواے فطر" یعنی ملکوت السموات کائنات میں کام کر رہے ہیں، وہ سب کے سب علوم ضروریہ کے

حاصل ہونے پر، اس کے اشارہ پر چلیں گے، پھر ان سب سے بڑھکر وہ مذہب تہذیب
اخلاق کے لئے انسان کے سامنے خود خالق کائنات کے اخلاق بطور نمونہ دکھلائے
مثلاً اس مذہب کے پیرو رب العلمین کے اخلاق کی اتباع میں ہر ایک بنی نوع کے خادم
ہو جائیں اور قومی تخالف کے باعث کسی دوسری قوم والے سے بھی کاوش نہ رکھیں،
فی الجملہ اس مذہب کی یہ تعلیم ہو کہ انسان اپنی مادی تہذیب میں تو وہ اسباب پیدا کرے
کہ جس سے وہ کائنات کی طرح عناصر کائنات پر حکومت کرے اور اس کی اخلاقی تہذیب
رب کائنات کے اخلاق کے مطابق ہو مثلاً جس کے فضلوں کی بارش ہر قومی لونی
لسانی یا ملی امتیاز سے بالا ہو کر سب نسل انسانی پر ایک طرح برستی ہے تو پھر میں نہیں سمجھتا
کہ ایسا مذہب کیوں انسان کے لئے ایک ضرورت حقہ نہ سمجھا جائے۔ اسی طرح اُس مذہب
کی تاریخ یہ بھی بتائے کہ اس کے متبعین نے اُس کی تعلیمات پر چل کر منزل مقصود کو حاصل
بھی کر لیا اور اس طرح انسانی ترقی کو معراج پر پہنچا دیا مثلاً اور امور کو چھوڑ دیا جائے اس
مذہب نے انسان کو اخوت کا وہ سبق دیا کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں اور یہ تصادم قومی
جو آج کل بڑھتا جاتا ہے اس کا علاج وہی اخوت ہے جو بانی اسلام نے تلقین کی تھی یہ
دوسری بات ہے کہ جب مسلم کہلانے والے اُس مذہب کی اطاعت میں سست ہو گئے تو ان سے
حاصل کردہ ترقی بھی لے لی گئی۔ اور اس کے مادی حصہ کو اُن لوگوں کے حوالہ کر دیا
گیا، جو انہی کے نقوش قدم پر چلنے والے تھے۔ اور آج جس بات کا نام تمدن و تہذیب
ہے وہ عالم مادیات میں اُسی طریق کی صدائے بازگشت ہے، فی الجملہ اگر کوئی مذہب

ایسا ہو تو پھر کوئی سلیم الطبع انسان، خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو ہو، بلکہ مذہب سے منکر ہی کیوں نہ ہو، کس طرح مذہب کے اس پیش کردہ نظریہ کو قبول کرنے میں تامل کر سکتا ہے؟ یا اس کے خلاف کوئی دستورِ زندگی اختیار کر کے فلاح کے معراج پر پہنچ سکتا ہے۔

میں اس بات کو بھی تسلیم کئے لیتا ہوں کہ "غارِ حرا" کی آواز بقول بعض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہی غور و فکر کی ایک مشہود تصویر تھی۔ اور جو کچھ آپ نے دنیا کو اطلاع دی، وہ آپ کے اپنے ہی ذہن رسا کی پرواز تھی اور جس کو آپ نے (معاذ اللہ) وحی والہام سے تعبیر کر دیا۔ لیکن فیصلہ طلب امر تو یہ ہے کہ یہ باتیں بتلا کر آپ نے دنیا پر احسان کیا یا نہیں؟ آپ کے ذریعہ عالمگیر اخوت پیدا ہوئی یا نہیں؟ اور آپ نے انسان کو حقیقی ترقی کی شاہراہ پر چلایا یا نہیں؟ اور اب بھی انسان کی آئندہ ترقی انہی نقوش پر چلنے سے وابستہ رہے یا نہیں جس کی راہیں آپ نے تعلیم فرمائیں؟

آج علوم جدیدہ کی روشنی میں ہمارے لئے یہ ثابت کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ عرب کے اس عظیم الشان فرزند نے جو کچھ پیغام دنیا کو دیا وہ خدائے برتر کی طرف سے تھا جیسے کہ آئندہ ثابت کیا جائے گا۔ لیکن اگر مذہب کے معنی یہی سمجھے جائیں کہ وہ اس کوشش اور تجویز کا نام ہوتا ہے جو حقیقی ہمدردانِ طبقۂ انسان یعنی انبیا کی طرف سے بنی نوع آدم کی بہبود کے لئے عمل میں آئی، اور آنحضرت صلعم نے بھی ایسا ہی کیا، اور اس طرح غرضِ مذہب فلاحِ انسانی کو قرار دیا جائے تو پھر جس مذہب نے فلاح کے وہ اصول مرتب کر دیئے جو اوپر مذکور ہو چکے، تو اس مذہب کو صحیح طریقِ زندگی سمجھ کر کیوں نہ قبول کیا جائے؟

اسی طرح اگر انسانی تہذیب و تمدن کا کمال پس پردہ برتر ہستی کے طریق کار، اس کی سنت مستمرہ اور اس کے شیون مختلفہ کے اختیار کرنے پر منحصر ہے، جیسا کہ ظہور میں آرہا ہے، اور اگر کوئی مذہب اپنی الٰہیات میں، انہی شیون و سنن کو بطور صفات اسمائے الٰہیہ بیان کر دے اور وہ راہیں بھی بتا دے جنہیں عرف عام میں تو شریعت کہتے ہیں لیکن جن کی غرض خالصتاً یہ ہو کہ ان پر چل کر انسان میں بھی وہی صفات پیدا ہو جائیں تو اس علم الٰہیات کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

آج کل دہریت مزاج لوگ نہ صرف عبادات کو ایک لاضروری چیز قرار دیتے ہیں بلکہ مختلف مذاہب کی تجویز کردہ شکل عبادت پر استہزا بھی کرتے ہیں لیکن اگر ان مقدس الفاظ کی غرض جو کسی مذہب کی عبادت میں مستعمل ہیں، شیون مذکورہ بالا کو ایک عبادت کرنے والے کی نگاہ کے سامنے لانا ہو اور ان کے طریق حصول کی طرف بھی ان میں اشارات موجود ہوں، تو پھر ایسی عبادت نہ صرف مفید مطلب ہوگی بلکہ انسانی زندگی کا جزو لاینفک قرار دیئے جانے کے قابل ہے۔ اس عبادت کا تو مقصد یہ ہوگا کہ ہم اپنی زندگی کو اس طریق پر چلائیں جس پر فطرت کی دوسری چیزیں چل رہی ہیں۔

رہا عبادات میں خاص جسمانی اوضاع کی پابندی کرنا یہ تو محض اظہار اطاعت کی مناسب شکلیں اور اعتراف عبودیت کے موزوں طریقے ہیں۔ ہماری عبادت کا اصلی میلان تو صفات الٰہیہ کو حتی المقدور اپنے اندر جذب کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ مثلاً "سجدہ" و "رکوع" کے معنی اطاعت بھی آتے ہیں۔ سجدہ سے مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت

عاجزی اور خلوص کے ساتھ اپنی خودی سے علحدہ ہوکر ہمہ تن اس کی اطاعت میں حاضر ہو جاتے ہیں اسی طرح اگرچہ جسمانی حرکات و سکنات، ہمارے جذبات قلبی اور احساسات درونی کو طبعاً مضبوط کر دیتے ہیں اور یہ وہی ہیں جو شاہان مجازی کے سامنے اظہار اطاعت و انقیاد کے لئے روا رکھے جاتے ہیں، تو کوئی شخص تا وقتیکہ وہ مخبوط الحواس اور فاتر العقل نہ ہو، اس طرز عبادت پر استہزا نہیں کر سکتا۔

قربانی کے متعلق اسلام نے صاف طور سے کہہ دیا ہے کہ مذبوحہ جانوروں کا گوشت یا خون خدا کی جناب میں[1] نہیں پہنچتا بلکہ جو چیز اس کی نظر میں مقبول ہو سکتی ہے وہ قربانی کرنے والوں کی نیت اور اُن کا تقویٰ ہی ہے۔ اور نہ یہ فعل بذات خود خدا کی خوشنودی کا موجب ہو سکتا ہے، قرآن کا ایک مقصد یہ ہے کہ مساکین اور غربا، جنہیں سید الطعام یعنی گوشت سے بہرہ اندوز ہونے کی استطاعت[2] نہیں ہے، وہ بھی اس تقریب کی بدولت گاہے گاہے اس لذت سے آشنا ہو سکیں۔ یہی غرض خیرات اور صدقات اور زکوٰۃ سے وابستہ ہے تو اب میں ایک منکر مذہب سے پوچھتا ہوں کہ وہ کن وجوہ کی بنا پر ان باتوں کو

---

[1] لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج ع)

نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون لیکن اُسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

[2] فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج ع)

تو ان سے کھاؤ اور سوال نہ کرنے والے اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ (حج ع)

موزوں اعتراض قرار دے سکتا ہے؟

اس مجوزہ بالا مذہب کے سارے خط وخال جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں اسلام میں پائے جاتے ہیں، اور جس الہام ربانی یعنی قرآن سے یہ مذہب وابستہ ہے اسی نے انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دیا ہے۔ اور اس پر وہ تمام دروازے کھول دیئے ہیں جن میں ہو کر وہ اس عالی مقام تک پہنچ سکتا ہے[1]۔ اسلام کی تلقین کردہ صفات الہیہ پر اگر

---

[1] اگر کوئی آزاد خیال ان مذہبی اصطلاحات کو پسند نہ کرے تو مضائقہ نہیں وہ ان کے مفہوم کو سامنے رکھ کر دیکھے کہ موجودہ تہذیب و تمدن اسے آج کس طرف لے جا رہا ہے اور آیا یہ وہی کام تو نہیں جو علت وجہ الکمال کائنات میں کوئی پس پردہ ہستی کر رہی ہے اور اگر انسانی تہذیب ان ساری باتوں کی ایک ادنیٰ سی نقل ہو اور ان ساری باتوں کے بنانے والے کا نام خدا رکھا جا سکتا ہے۔ تو پھر انسان تو زمین پر اسی کی نیابت کر رہا ہے یوں تو لفظ تہذیب کا مفہوم ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق تجویز کرے لیکن تہذیب سے مراد اشیائے کائنات کی وہ صورت بالغہ ہے جب یہ اشیا ماننے اپنے ودیعت کردہ قویٰ کو بالفعل کر دیں یعنی جب کل کی کل مخلوق اپنی اپنی مخفی قوتوں کو ظہور میں لے آئے گی۔ اور ان میں انسان کی مادی، اخلاقی اور روحانی قوتیں بھی شامل ہیں۔ تو اس وقت دنیاوی اور زمینی تہذیب اپنے کمال کو پہنچ جائے گی۔ کائنات کی کل چیزیں حضرت انسان کے قویٰ اور اکیہ کے سوا اپنی اپنی استعدادوں کو اپنے اپنے مناسب محل و موقعہ پر ظاہر کر رہی ہیں۔ انہی باتوں کو انسان تکمیل تہذیب کیلئے اپنے قبضے میں لانا چاہتا ہے وہ پھر وہ ربانی تاب نہیں جتنا چاہتا تو وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں تمدن و تہذیب کی وہ کونسی شکل ہے جو تہذیب انسان کے لئے مذکورہ بالا معنوں میں خلیفۃ اللہ بننے سے متعلق نہیں ہو سکتی

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کائنات مشہودہ، اُن تمام کی واقعیت اور حقیقت پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہے۔ اور جس چیز کا نام قانون فطرت ہے اور جس کے علم اور اتباع پر موجودہ تہذیب کا دار و مدار ہے وہ درحقیقت بعض صفات الٰہیہ مذکورہ قرآن کی عملی تصویر ہے[۱]۔

گویا ان صفات الٰہیہ کو پیش نظر رکھنے، اور اُن کے اقتضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خواہش، ہم کو قوانین فطرت کی جستجو و تحقیق کی طرف مائل کرتی ہے۔ چنانچہ قرون اولیٰ کے مسلمان اگر علوم جدیدہ کے بانی اور ان کو جدید نہج پر چلانے والے ثابت ہوئے تو اس کا باعث انہی صفات کی جستجو اور پیروی تھی۔ قرآن کریم نے ایک طرف تو بتا دیا کہ دنیا میں کوئی شے بیکار نہیں اور فلاح وہی شخص پائے گا جو ان کو استعمال کرنے کے طریقوں سے واقفیت حاصل کرے[۲] دوسری طرف سورۂ فاتحہ میں، جو مسلمانوں کی نماز کا مغز ہے، خدا کی اُن چار صفات کا ذکر ہے جو ہر دم مذکورہ بالا تہذیب قدرت کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ یہ سورہ شریفہ ہمیں ترغیب دیتی ہے کہ ہم بھی اُن چاروں صفات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ باقی آئندہ۔

---

[۱] فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ (الذاریات ۔۔۔)

سو آسمان اور زمین کے رب کی قسم وہ یقیناً سچ ہے جیسا کہ تم [illegible]

[۲] هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ ع)

وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا (محمد علی)

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان

چھپ کر

خواجہ عبد الغنی پبلشر

نے

برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام انچارج مسجد ووکنگ (انگلستان)

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ ...	مجلد عہ	ام الالسنہ معروف بہ تنزہ وکمال زبان بلا جلد ۱۲ر	مجلد عہ
سلک مروارید معرکۃ الآراء دس لیکچر وں کا مجموعہ بلا جلد عہ	مجلد عہ	براہین نیرہ بلا جلد ۱۲ر ...	عہ
ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ ...	۱۲ر	پیام اسلام فی جلد ...	۸ر
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲ر ...	عہ	مقصد مذہب صرف ...	۳ر
راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ ...	عہ	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲ر	مجلد عہ
مکالمات قلبیہ بلا جلد ۱۲ر ...	عہ	سیر فکاہیہ روحانیات فی الاسلام بلا جلد ۱۲ر	مجلد عہ
مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲ر ...	عہ	ہستی باری تعالےٰ بلا جلد ...	۶ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ بلا جلد ۱۲ر ...	عہ	یسوع کی الوہیت اور مسیح کی کامل انسانیت پر ایک نظر	۴ر
لمعات انوار محمدیہ بلا جلد ۶ر ...	۱۰ر	اسلام اور علوم جدیدہ صرف ...	۴ر
مذہب محبت ...	۷ر	صلائے نصرت بہ اہل سنت فی جلد ...	۳ر
ذات عالم کا مذہب۔ فی جلد ...	۸ر	حیات بعد الموت قیمت ...	۱۲ر
اسوۂ حسنہ معروف بہ تنزہ وکامل نبی بلا جلد ...	۷ر	عید الفطر	۴ر

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یعنی وہ تصنیف جدید جس میں واقعات حاضرہ پر بحث کے علاوہ موجودہ مذہبی سیاسی معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے

زیر طبع ہے۔

درخواستیں بنام:۔

مینیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) آنی چاہئیں۔



فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام

بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء — ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آیندہ انتظام کے متعلق ضروری اطلاع

میں نے اعلان کیا تھا کہ میں نے مسلم مشن ووکنگ کو آیندہ کیلئے ایک غیر فرقی ٹرسٹ کے حوالے کرنا تجویز کیا ہے جو مشن اور مشن کے متعلق کل امور کا مالک ہوگا۔ اس سے پہلے مشن کا انتظام مالی وغیرہ دراصل آمد و خرچ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں رہا۔ اب تجویز بالا کے مطابق انجمن مذکور نے مشن اور متعلقہ کام مشن کے انتظام کو واپس کر دیا ہے۔ لہذا معاونین مشن و اشاعت اسلام میں دلچسپی لینے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ آیندہ جو زر امداد ووکنگ مشن کے لئے یا مشن ہذا کی معرفت اشاعت اسلام کیلئے بھیجنا چاہیں وہ احباب ڈاکٹر غلام محمد صاحب فنانشل سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ براندرتھ روڈ لاہور کے نام بھیجیں اور کسی کے نام نہ بھیجیں حسب معمول قدیم یہ روپیہ رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوگا اور ہر ایک رقم کی رسید باضابطہ معطی صاحبان کی خدمت میں پہنچیگی۔ نئے ٹرسٹ کا ڈیڈ تو حسب اعلان سابقہ امسال کے اخیر رجسٹر ہو جاتا اور اس سال کل کاروبار نئے ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ لیکن انجمن کے اس فیصلہ کے بعد جو اخیر میں ہوا۔ مجوزہ ٹرسٹیوں میں تغیر و تبدل کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ بنا بریں بعد نئے ٹرسٹی تجویز ہو کر ان کے نام بغرض منظوری دیگر مجوزہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیج دئے گئے۔ جن کی منظوری آنے پر ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹر ہو گی۔ اب نئے انتظام پر چند ہفتے اور لگ جائیں۔ خیر میں پھر دوبارہ عرض ہے کہ آج کے بعد ووکنگ مشن کی امداد میں یا بذریعہ مشن ہذا اشاعت اسلام کی خاطر جو احباب زر امداد بھیجیں۔ وہ بجز فنانشل سیکرٹری نہ تو انجمن اور نہ کسی اور صاحب کی معرفت بھیجیں +

ووکنگ مشن کا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے کوئی تعلق نہیں

خادم خواجہ کمال الدین

عزیز منزل۔ براندرتھ روڈ لاہور ۱۳ اپریل ۱۹۳۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

شذرات

عید الفطر ۱۳۴۸ھ کے موقعہ پر ووکنگ میں اجتماع جس کا فوٹو تصویر میں ہے۔

اگرچہ انگلستان میں موسم سرما حد درجہ ناخوشگوار ہوتا ہے اور اس وجہ سے عیدین کے موقعہ پر یہ خرابی موسم اجتماع مسلمین و غیر مسلمین کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے لیکن اس مرتبہ، احباب کثیر تعداد میں شریک تقریب ہوئے۔ اُس کو دیکھکر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے موسم کی خرابی کا مطلق لحاظ نہیں کیا۔ چنانچہ امسال چار صد احباب سے زیادہ عید کے موقعہ پر ووکنگ میں مجتمع ہوئے اور اُنکی موجودگی، ایک سطحی نظر والے کیلئے بھی نہایت دلچسپ نظارہ تھی اور جو لوگ ہر معاملہ کو غور سے دیکھنے کے عادی ہیں، اُن کیلئے بھی اس اجتماع میں نہایت قابل قدر اہمیت مضمر تھی، کیونکہ اس کی بدولت، اُن لوگوں کو اسبات کے اندازہ کا موقع ملا کہ اسلام میں اخوت اور یگانگت کی روح فوق العقل طریق پر کارفرمائی کر رہی ہے جس کی بدولت، موجودہ زمانہ کی نسلی اور تمدنی مسائل کا قرار واقعی طور پر حل دستیاب ہو سکتا ہے۔

ایک درجن سے زیادہ اقوام کے نمائندہ مسلمان احباب اس تقریب سعید پر ووکنگ مسجد کے دلکشا سبزہ زار میں جمع ہوئے جو نہ صرف جزائر برطانیہ کلاں سے بلکہ دنیائے مختلف ممالک سے آئے تھے تاکہ ووکنگ میں جمع ہو کر عید منائیں۔ یہ تقریب ہمایشہ ماہ رمضان کے خاتمہ پر عمل میں آتی ہے۔ عید کی نماز ۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو اتوار کے دن ساڑھے گیارہ بجے ادا کی گئی۔ نماز میں انگریز نومسلموں کے علاوہ ہندوستانی، مصری، عربی، ایرانی، شامی، ملائی، افریقی اور روسی مسلمان بھی شامل تھے۔

نماز کے بعد مولوی عبد المجید صاحب ایم، اے امام مسجد ووکنگ نے ایک مختصر مگر بلیغ خطبۂ عید ارشاد فرمایا احباب کے لئے ناممکن تھا کہ ایسی سخت سردی میں زیادہ دیر تک گھاس پر بیٹھے رہیں۔ اس لئے فاضل خطیب نے مصلحتاً اختصار سے کام لیا۔ خطبہ کے دوران میں، موصوف نے اسلامیات کے متعلق، مسیحی احباب کی سرد مہری اور تغافل شعاری پر اظہار افسوس کیا، علی الخصوص اُن لوگوں کے طرز عمل پر جو سلطنت برطانیہ میں رہتے ہیں۔ موصوف نے کہا میں سمجھ نہیں سکتا کہ انگریزی اصحاب، اس مذہب کی تعلیمات سے اس درجہ بیخبر کیوں ہیں، جو دنیا کی آبادی

کے پانچویں حصہ کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ ظاہر بات ہے کہ "سلطنت برطانیہ کا مفاد" اُن دس کروڑ مسلمانوں سے وابستہ ہے جو برطانی جمہوریت میں مساویانہ حقوق رکھنے والے افراد ہیں۔ کسقدر رنج کا مقام ہے ذمہ دار اصحاب، مدبرین ملک نے، اور ارباب صحافت نے، جو رائے عامہ پر اثر ڈال سکتے ہیں، ابھی تک اس بات کا احساس نہیں کیا، کہ اُنکی تحریر و تقریر کہاں تک موثر ہو سکتی ہے۔ ضمناً انہوں نے اس ناپاک اور دل آزار لٹریچر کا تذکرہ بھی کیا جو "برٹانیہ اینڈ ایو" جنوری نمبر میں شائع ہوا ہے۔

بعد ازاں انہوں نے مسیحی لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اہل اسلام آپ لوگوں سے صرف اس بات کے متمنی ہیں کہ آپ پیغمبر عرب آنحضرت صلعم کی حقیقی عظمت کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں، ہمارے مسیح دوست اپنے اقوال و افعال سے آنحضرت کی ویسی ہی عزت کرنی سیکھ جائیں جیسی وہ اور مسلمان دونوں جناب مسیح کی کرتے ہیں مسلمان تو خود اُن کے پیشوا کی تکریم کرتے ہیں پھر بھلا اُنکو مسیحیوں سے کیا نفرت ہے۔ مسلموں کو مخاطب کر کے کہا آپ کو محسوس کرنا چاہیے کہ آپکے اسلاف کسقدر عزت اور شوکت کی زندگی بسر کر چکے ہیں۔ پس یہ گذشتہ عظمت آپکی آئندہ شوکت و شان کیلئے بمنزلۂ مدارج ابتدائی ہونی چاہیئے اور آپکو وہ عظمت و شان حاصل کرنے چاہیے، جسکا نقشہ ڈاکٹر سر اقبال مدظلہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "اسرار بیخودی" میں کھینچا ہے اور یہ بات اُسی وقت حاصل ہوگی جب آپ اپنے اسلاف کے کارناموں اور اُن کی عظمت کو سامنے رکھیں۔

شرکائے نماز میں ہز ایکسیلنسی سفیر افغانستان سفیر مصر سفیر عراق، ڈاکٹر او مسز لیون ہمسوطیب اللہ لوگرو، لارڈ اور لیڈی ہیڈلے، کے اسما خصوصیت کے قابل ذکر ہیں۔ ایسا ہی سفیر البانیہ بھی تھے۔

مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو اور مسیحی احباب نے بھی فراخدلی کے ساتھ اس تقریب سعید میں حصہ لیا۔

خطبہ کے بعد احباب نے باہمدگر معانقہ و مصافحہ کیا، مبارکبادی اور کچھ وقت باہم گفتگو اور تبادلۂ خیالات میں صرف کیا۔ ایک بجے کے قریب، چا اور فواکہات سے مہمانوں کی تواضع کی گئی جسکے لئے مسجد کے سامنے سبزہ زار میں ایک خوبصورت شامیانہ ایستادہ کیا گیا تھا۔ ہز ہائینس سر آغا خاں ۔۔۔ اور اُنکی بیگم محترمہ جنہوں نے ووکنگ مشن کی امدادوں میں ہمیشہ فراخ حوصلگی کے ساتھ حصہ لیا ہے اور اس کے مقاصد سے ہمیشہ ہمدردی ظاہر فرمائی ہے چونکہ اس موقعہ پر انگلستان سے باہر تشریف فرما ہیں۔ اس لئے شریک تقریب نہ ہو سکے۔

یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ اس تقریب سعید اور اس کی مختلف دلچسپیوں کی گویا او متحرک تصاویر بھی لی گئیں، اور اس وجہ سے امام موصوف کا وہ خطبہ جو انہوں نے نماز کے بعد سنایا اور جس

یں اسلام کے متعلق بہت سی پیدا ہوا لیکن مروج غلط بیانیوں کا قرار واقعی ازالہ کیا گیا ہے، بہت سے سنجیدہ اصحاب اور ارباب غور و فکر کے لئے فائدہ اور دلچسپی کا موجب ہو جائیگا، اور اس کی بنا پر اُن غلط فہمیوں کا قلع قمع ہو جائیگا جو اسلام کے متعلق عام طور سے پھیلی ہوئی ہیں ۱۲

۲۷ راپریل سنہ ۱۹۳۰ ء

عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ خواجہ عبد الغنی سیکرٹری مسلم ووکنگ مشن لاہور

برٹش مسلم سوسائٹی اور ووکنگ مشن

مغربی ممالک میں عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ " روزہ " کسی قوم کے اقتصادی مفاد کے حق میں مضرت رساں ہوتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عمل کرنے کی استعداد میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے ۔ لیکن جہاں تک برٹش مُسلم سوسائٹی زیر صدارت عالیجناب الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی سرگرمیوں کا تعلق ہے، یہ خیال محض غلط ثابت ہوتا ہے ۔

عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ، جو کچھ عرصہ ہوا طبی مشورہ کے ماتحت مصر گئے تھے حال میں انگلستان واپس تشریف لائے ہیں، حسب معمول اپنے محبوب مذہب اسلام کی بہبودی اور ترقی کی، تجاویز سوچنے میں مشغول ہیں ۔ ۲۵ رفروری کو موصوف نے، انگلو فلسطینی کلب واقع فرسٹ ایونیو ہوٹل ہائی ہولبورن لنڈن میں انگلستان بحیثیت ایک اسلامی طاقت، عنوان پر نہایت دلکش تقریر فرمائی ۔ کلب کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا سامعین کی تعداد ڈہائی سو سے اُوپر ہی ہوگی ۔ کرنیل ہیرلڈ سالومن او ۔ بی ۔ ای ۔ ایم ۔ سی صدر جلسہ تھے ۔ لارڈ موصوف نے مذہب اسلام کی رواداری پر خاص زور دیا اور نہایت واضح طریق پر، اسلام کی فوقیت جمیع ادیانِ عالم پر ثابت فرمائی خصوصاً مسیحی مذہب پر جس کی تاریخ خون آشامیوں اور مردم آزاریوں کی ایک مسلسل داستان ہے ۔ لیکچر کے بعد حسب معمول سوالات کی اجازت دی گئی اور جیسا کہ گمانِ غالب تھا لوگوں نے فلسطین کی موجودہ صورت حال پر، بہت سے عمیق اور چبھتے ہوئے سوالات کئے ۔ ضمناً اس کی صراحت بھی لازمی ہے کہ سامعین میں، بہت سے یہودی بھی تھے جن کے سوالات کو دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس مشفقانہ سلوک کو قطعاً فراموش کر چکے ہیں جو زمانہ وسطیٰ میں مسلمانوں نے بحیثیت حکمران اُن سے روا رکھا تھا ۔ پھر صاحب صدر نے جناب مولوی عبد المجید صاحب قائم مقام امام مسجد ووکنگ سے درخواست کی کہ وہ اُن سوالات کا جواب دیں جس پر مولوی صاحب موصوف نے ایک مفصل تقریر فرمائی اور اسی ضمن میں یہودی احباب کے سوالات

کی نوعیت پر اظہار تعجب بھی کیا اور خواہش ظاہر کی کہ یہودی لوگوں کو اُن سوالات کے متعلق زیادہ وسعتِ قلب سے کام لینا چاہیئے کیونکہ اُن کی بہبودی بھی مسلمانوں کی بہبودی سے وابستہ ہے۔ اور اس پر بھی زور دیا کہ یہود اور مسلمان صدیوں تک باہم شیر و شکر رہ چکے ہیں پھر ان یکایک سابقہ تعلقات کو بالائے طاق رکھکر مصروف جنگ ہوجانا کچھ معنی رکھتا ہے۔ اور اس تبدیلی کا باعث بعض خارجی اثرات ہیں۔

۱۹ رفروری کو جناب مولوی عبد المجید امام مسجد کا قایم مقام ووکنگ نے جماعتہ لسانیات سائینس و ادبیات بین الاقوامی ۸ ٹوٹنہم اسٹریٹ لندن کے سامنے، خلیفہ المامون پر ایک لیکچر دیا۔ پروفیسر مصطفےٰ لیون صدر جلسہ تھے۔ فاضل لیکچرار نے، مامون الرشید کی عالمانہ زندگی کو خوب عمدگی کے ساتھ پیش کیا۔

جناب مسٹر جمال حسینی صاحب سیکرٹری عربک ایگزیکٹو نے ۲۵ تاریخ کو سوا تین بجے شام، ووکنگ مسجد میں، فلسطین میں اسلامی مفاد" پر نہایت مبسوط تقریر فرمائی۔ اور تقریر کے بعد بحث و تمحیص کا بازار اچھی طرح گرم ہوا۔ کرنیل بلیکیتی جو کسی زمانہ میں فلسطین ریلوے کے انچارج رہ چکے ہیں، اور محض صدارت کی خاطر لندن سے ووکنگ تشریف لائے تھے، اس جلسہ کے صدر تھے۔ انہوں نے صدارتی تبصرہ میں فرمایا کہ "اعلانِ بالفور" کی بدولت صیہونی جماعت نے جو صورت افتراق و انشقاق، فلسطین میں پیدا کر دی ہے اسکی اہمیت کا قرار واقعی اندازہ لگانا ضروری ہے اور میری دلی تمنا ہے کہ عربوں کیساتھ کامل طور سے انصاف کیا جائے موصوف نے یہ بھی کہا کہ فلسطینی شہروں کے عربی ناموں سے یہ بات ثابت ہے کہ عرب لوگ اس خطہ میں، بنی اسرائیل کے آنے سے پہلے ہی آباد ہو چکے تھے۔ اور یہود کی طرح، فلسطین اُنکا بھی آبائی وطن ہے۔ اور اگر حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ میں اُنہوں نے اس ملک کو زیر نگین کیا تو گویا حق بحقدار رسید' والا معاملہ تھا۔

جناب مسٹر حسینی صاحب نے برٹش مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام بھی لیکچر دیا تھا اور اس کے بعد بھی خوب بحث مباحثہ ہوا۔

ووکنگ اور سوسائٹی کے زیر اہتمام لکچروں کے علاوہ لندن عبادت گاہ ۱۱۱ کیمپڈن ہل روڈ لندن میں ہفتہ وار لکچروں کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہے۔

مصری لیگیشن آف گریٹ برٹین اینڈ آئرلینڈ نے ہز ایکسیلنسی ڈاکٹر حامد محمود کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا، جمعہ کے دن ۲۸ رفروری کو ہوٹل میٹروپول لندن میں عمل میں آئی۔

اس بات پر تمام اسلامی دنیا مصریوں کیساتھ اُنکی شریک حال ہے کہ مصر میں دوبارہ دستوری حکومت قایم ہوگئی ہے۔

۲۶ راپریل ۱۹۳۰ء عزیز منزل خواجہ عبد الغنی سیکرٹری مسلم ووکنگ مشن لاہور۔

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان انگلستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰

تفصیل آمد	صفحہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان		
آمد مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	عسا	۱۱	۳	۴۷۷۲
آمد ریزرو فنڈ " "	عسا۲	۰	۰	۳۸۰۹
میزان آمد		۱۱	۱۳	۸۵۸۱

تفصیل خرچ	صفحہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	عسا۳	۰	۹	۲۰۸۳
خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان	عسا۴	۵	۶	۲۱۳۳
میزان خرچ		۵	۱۵	۴۲۱۶

نقشہ عسا تفصیل آمد اسلامک ریویو و ہندوستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
یکم	-	جناب عملہ ملازمین لاہور کا چندہ	۰	۸	۱۴
۳	۴۱۳	جناب محمد عبد الجبار صاحب ناگپور	۰	۰	۵
۳	۴۱۴	" شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد	۰	۰	۴۰
"	۴۱۵	" نور الحق صاحب ہزاری باغ	۰	۰	۲
"	۴۱۶	" حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	۰	۰	۲۰
"	۴۱۷	" معرفت محمد ابراہیم صاحب شاہپور	۰	۰	۱۰
"	۴۱۸	" فاطمہ بی بی صاحبہ " لاہور	۰	۰	۱
"	۴۲۲	" قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور	۰	۰	۱
"	۴۲۴	" رئیس عظمت اللہ صاحب اودنی شاہپور	۰	۰	۱۰
"	۴۲۵	" ریاض الحق صاحب گجر گنج	۰	۴	۳
۹	۴۳۰	" محمد ابراہیم صاحب لائل پور	۰	۰	۴
"	۴۴۱	" نواب وجاہت علی صاحب کراچی	۰	۰	۲۰
"	۴۴۴	" ایم۔ ڈی صاحب فیض آباد	۰	۰	۲
۱۴	۴۴۷	" منہاج الدین صاحب رحیم یار خان	۰	۰	۱۰
"	۴۴۹	" عبد الحی فخر تیا مکلنٹا علیگڑھ	۰	۱۰	۶
۱۸	۴۵۱	" فتح محمد صاحب داؤد	۰	۰	۴
"	۴۵۴	" مرزا محمد یحییٰ خان صاحب نواب پور	۰	۰	۱۰
۱۹	۴۵۸	۱۰۰۴۲ Rs کی رقم ریزرو فنڈ میں تھی۔ اسمیں سے ۱۰۰۲۳ Rs تو ریزرو فنڈ میں ڈالے گئے۔ اور ایک ہزار روپیہ کی رقم قرضہ جو ۱۰ فروری سنہ ۱۹۳۰ کو آنمبر ۱۹ مسلم لٹریری فنڈ سے ادائیگی تنخواہ کے لئے لی گئی تھی بصیغہ آمد جاریہ میں ڈالا گیا ہے	۰	۰	۱۰۰۰
۲۰	۴۶۰	جناب محمد شفیع صاحب حیدر آباد	۰	۰	۵
"	۴۶۱	" چودہری سردار محمد خان صاحب لکھیر	۰	۸	۳
"	۴۶۲	" بدر الحسن صاحب جوار	۰	۰	۴
"	۴۶۳	" نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۶
"	۴۶۴	" ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی کلکتہ	۰	۰	۱۰
۲۲	۴۶۷	" از جماعت پشاور پشاور	۰	۰	۵
"	۴۶۸	" صاحبان حاجی غلام مصطفےٰ خاں میاں محمد حسین ملک علی رجب بھائی احمد میاں محمد میاں	۰	۰	۱۶

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۲	۴۶۹	از جناب احمد یار صاحب دولتانہ فیروز پور	۰	۰	۲۵۰
۲۴	۴۷۰	جناب حضور نواب بھوپال (اسمعٰ تفسیر)	۰	۸	۴۹
۳۰	۴۹۷	از جناب صاحبان " کے۔ ایچ نیاز نیوزی لینڈ " عابد زیدی صاحب میر صاحب حامد صاحب	۰	۰	۱۵
۳۱	۵۰۱	" کے۔ ایچ یوسف خاں عدن	۰	۰	۵۰
"	۵۰۸	" محمد امین صاحب سادھوبانی	۵	۲	۱۲
"	۵۰۹	" عبد الرحمن صاحب دہلی	۰	۰	۳
۱۴	۵۱۰	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۰
"	۵۱۱	ڈاکٹر این اکبر خاں بانکنڈی	۰	۰	۲
۱۵	۵۲۰	" نواب کرامت جنگ صاحب سومانی گوٹھ	۰	۰	۲۰
"	۵۲۳	" قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور	۰	۸	۸
	۵۲۷	" شیخ مولا بخش۔ شیخ میاں محمد " شیخ محمد اسمٰعیل صاحب	-	-	۱۰۰
۲۳	۵۳۰	" سیدہ طاہرہ بی بی صاحبہ ناسور	۰	۰	۲
"	۵۳۱	" محمد امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱
۲۵	۵۳۲	" محبوب خاں صاحب بنگلی	۰	۰	۱
۲۶	۵۳۳	" سید محمود صاحب بنگلی	۰	۰	۱
	۵۴۰	" فضل دین صاحب بھوپال			۵
	۵۴۲	غلطی میزان تاریخ ۱۳ فروری سنہ ۱۹۳۰	۰	۰	۱
۲۷	۵۴۳	جناب محمد نور علی صاحب احمد پور	۰	۴	۷
"	۵۴۴	" عبد الحمید صاحب دھبری	۰	۰	۱
۳۱	۵۴۵	قرضہ از مسلم لٹریری ٹرسٹ از معرفت جناب خواجہ کمال الدین صاحب	۵	۶	۲۱۳۳
		قیمت اسلامک ریویو	۰	۱۰	۷۹۳
		میزان آمد ریویو و مشن	۱۱	۱۲	۴۷۷۲

نوٹ: (۱) نواب صاحب نے پچاس روپیہ عطا فرمائے جنمیں سے ایک ریزرو فنڈ میں لکھوائے گئے (۲) محمود خان نے تین صد روپیہ عطا فرمائے جنمیں سے دو صد ریزرو فنڈ میں لکھوائے گئے۔

نقشہ ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۵ ۳/۳۰	۲	جناب محمد عبد الجبار صاحب ناگپور	۰	۰	۲۰
۶ ۳/۳۰	۳	” محبوب خان صاحب امالاپور	۰	۰	۴
۷ ۳/۳۰	۴	” مولوی زبید قیوم دنیاجپور	۰	۰	۱۰۰
۷ ۳/۳۰	۵	” سی۔ اے۔ سکولی کٹی مالابار	۰	۰	۱۰
”	۶	مبلغ ۴۲۰۰ روپیہ تھی جو شنڈی ریزرو فنڈ میں تھی۔ اس میں سے ایک ہزار تو آمد جاریہ مشن میں زیر نمبر ۴۵۴ مورخہ ۸ ۳/۳۰ کو جمع کی گئی اور باقی ۳۲۰۰ روپیہ اس میں جمع ہیں	۰	۰	۳۲۰۰
۱۱ ۳/۳۰	۷	جناب نواب احمد یار خان صاحب رئیس دولتانہ دولتانہ	۰	۰	۲۵۰
۱۸ ۳/۳۰	۸	” کے۔ ایس۔ یوسف خاں صاحب عدن	۰	۰	۵۰
۲۰ ۳/۳۰	۹	” خورشید حسن صاحب امرتسر	۰	۰	۴
”	۱۰	” سی۔ ایم۔ نور الزمان صاحب	۰	۰	۱۵
۲۱ ۳/۳۰	۱۱	” نواب کرامت جنگ بہادر صاحب سوماجی گوڈا	۰	۰	۳۰
”	۱۲	” شیخ مولا بخش و شیخ میاں محمد و شیخ محمد اسمٰعیل	۰	۰	۲۰۰
۲۵ ۳/۳۰	۱۳	” سید عبد الحلیم صاحب کالی ہتی	۰	۰	۱۰
”	”	” چودہری عبد اللطیف صاحب	۰	۰	۱
”	”	” میاں جواد علی	۰	۰	۲
۲۷ ۳/۳۰	۱۴	” فاور بخش صاحب	۰	۰	۳
		میزان	۰	۰	۳۸۰۹

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۳/۳۰	۱	بل نمبر ۵ براہ تنخواہ عملہ لاہور ماہ فروری سنہ ۱۹۳۰ء	۰	۱۳	۷۴۱
”	۲	بل کرایہ دفتر لاہور	۰	۰	۲۶
۲ ۳/۳۰	۳	اجرت کتابت چٹھیاں رام پور رسید نمبر ۵۲	۰	۰	۷
۵ ۳/۳۰	۴	امپریسٹ برائے دفتر لاہور	۰	۰	۵۰
۸ ۳/۳۰	۵	بل نمبر ۵۵ بذریعہ چک زر امانت بابت ادائیگی قرضہ لاہور ریویو ٹرسٹ بحوالہ آئٹم نمبر ۹۱ مورخہ ۲/۳۰	۰	۰	۱۰۰۰
”	۶	لیبو کا کل بل مبلغ ۱۰۶ روپیہ کا تھا اس سے بقایا ادا کیا چک نمبر ۷۵۲۰۳ مورخہ ۲/۳۰	۰	۰	۱۶
۱۵ ۳/۳۰	۷	بل نمبر ۶۲ برائے امپریسٹ دفتر لاہور بذریعہ چک نمبر ۷۵۲۰۶	۰	۰	۱۴
۲۴ ۳/۳۰	۸	بل نمبر ۵۷ برائے امپریسٹ دفتر لاہور بذریعہ چک نمبر ۷۵۲۰۹	۰	۰	۵۰
۲۵ ۳/۳۰	۹	بل نمبر ۵۸ ملازمی لمرشل پریس لاہور بذریعہ چک نمبر ۷۵۲۱۰	۰	۰	۱۹
۲۰ ۳/۳۰	۱۰	بل نمبر ۵۹ پیشگی برائے خواجہ عبد الغنی صاحب چک نمبر ۷۵۲۱۰	۰	۰	۴۰
۳۱ ۳/۳۰	۱۱	بل نمبر ۶۰ لمرشل پریس لاہور چک نمبر ۷۵۲۱۱	۰	۲	۱۵
”	۱۲	IMPEREST PER BILL NO. 8 CHEQUE NO 75212	۰	۰	۴۹
		میزان	۰	۹	۲۰۸۳

نقشہ ۴ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
		مطابق ریزولیوشن نمبر ۳۰۸ مورخہ ۱۶ مارچ ۳۰ء اپیل نمبر مورخہ ۱۲ اپریل ۳۰ء بذریعہ امپیریل بنک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور مولوی عبد المجید صاحب ... ۱۵۰ پونڈ کی رقم بھیجی گئی	۵	۶	۲۱۳۳
		میزان	۵	۶	۲۱۳۳

میں نے اسلام کیوں اختیار کیا

مس جون فاطمہ ڈینکس کی بصیرت افروز تصریحات

اسلام وہ مذہب ہے جسکی تلاش مجھے اُس زمانہ سے تھی جبکہ میں اسکول میں پڑھتی تھی۔ مسیحی مذہب کی تعلیمات سے مجھے شروع ہی سے نفرت تھی، اور میرا دل کبھی اُن سے مطمئن نہیں ہوا چنانچہ جب میں سمجھدار ہو گئی تو میں نے اُن کو یکسر اپنے دل و دماغ سے خارج کر دیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کئی سال تک مجھے یہودی اور کیتھولک دوستوں کے ساتھ غیر ممالک میں رہنے کا اتفاق ہوا، لیکن اُنکے مذہبی خیالات میری نظر میں کبھی نہیں جچے۔ میں پھر اپنے وطن مالوف میں واپس آئی اور ایک دن محض اتفاق سے ایک دوست کی معیت میں مسلم عبادت گاہ ۱۱۱ کیمپڈن ہل روڈ ناٹنگ ہل گیٹ لندن میں آنے کا موقعہ ملا، یہاں آکر مجھے مذہب اسلام سے پہلی پہلی واقفیت حاصل ہوئی اور بہت جلد مجھے اُس کی تعلیمات نے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ خاص بات جس نے میرے دل پر اثر کیا۔ اس مذہب کی سادگی تھی مثلاً عقیدہ توحید باری۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا بحیثیت ایک مسیحی ہونے کے میں تثلیث تجسم اور کفارہ جیسے خلاف عقل عقاید پر ایمان رکھ سکتی ہی نہ تھی لیکن اسلام ایسی خلاف عقل باتوں سے سراسر پاک و صاف ہے۔ یہ بات جو مسیحی مذہب کی جان ہے اور جسے پادری لوگ ہم سے منوانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح اس دنیا میں اس لئے آئے کہ اپنی جان دیکر بنی نوع آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کریں، کم از کم میری سمجھ میں تو کبھی آ نہیں سکتی۔ علاوہ ازیں اس مزعومہ واقعہ صلیب سے دنیا کو معتد بہ فائدہ بھی نہیں پہنچا، الاماشاءاللہ، بجز اُن چند نفوس کے جنہوں نے اُنکی پیروی کی خاص طور سے کوشش کی ہو، بلکہ موجودہ دنیا، اس زمانہ سے بدتر حالت میں ہے جبکہ مسیح زندہ تھے۔ میرا خیال ہے کہ اسلام ایسا قرین عقل اور سریع الفہم مذہب ہے کہ جو شخص ذرا سی کوشش بھی کریگا، اُسکی سمجھ میں آجائیگا۔ اور یقیناً وہ اُس کو پسند کرے گا۔

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ اسلام کی بدولت مجھے وہ طمانیت خاطر اور اطمینان قلب حاصل ہوا ہے جو قبل ازیں مجھے بالکل نصیب نہ تھا۔

۲۶ مارچ سنہ ۱۹۳۰
عزیز منزل۔ لاہور۔ خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔

میں آگے چل کر یہ دکھلاؤں گا کہ اقتصادیات، اخلاقیات، معاشیات، سیاسیات، اور روحانیات وغیرہ میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو ان صفات اربعہ کے دائرۂ عمل سے خارج ہو *

یہ سورۂ شریفہ ہمیں وہ اصول بھی بتاتی ہے جن کے اختیار کرنے سے ہم اپنے اعمال کو ان چار ربانی قالبوں میں ڈھال سکتے ہیں۔ اور اس میں جو دعا ہم مانگتے ہیں وہ تو وہی ہے جس کے لئے آج دنیا میں ہر فرد بشر سرگرم نظر آتا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر بات میں کمال حاصل کرنے کا راستہ بتا دے" اس میں جو الفاظ اھدنا الصراط المستقیم ہیں اُس کے یہی تو معنی ہیں کہ کسی خیر و خوبی کے حاصل کرنے میں جو بہترین راستہ ہو وہ ہمیں معلوم ہو جائے *

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص جس کے کندھوں پر سر، سر میں دماغ، اور دماغ میں غور و فکر اور نتائج اخذ کرنے کی قوت موجود ہو، وہ اسلام جیسے مذہب فطرت سے جس کے موٹے موٹے خط و خال میں نے اوپر کسی قدر بیان کر دیئے ہیں کس طرح روگردانی کر سکتا ہے۔ ہاں ایک ذی شعور اُس مذہب کو دور ہی سے سلام کرے گا جس کی غرض انسانوں کو اقتصادی، اخلاقی اور روحانی فوائد عطا کرنے کے بجائے کسی خود پسند معبود کی خوشنودی کے لئے چند ستایش آمیز کلمات سکھانے، یا رسوم ظاہری کا پابند بنانے سے وابستہ ہو یا کسی معصوم انسان کے پھانسی پا جانے پر ایمان لانے سے کل تہذیب انسانی کو وابستہ کر دے

مذہب کا یہ نظریہ جو ان اوراق میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ بیشک ان نظریوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ جو مذاہب دیگرہ نے وقتاً فوقتاً پیش کئے۔ لیکن یہی وہ نظریہ ہے۔ جسے قرآن کریم نے پیش کیا اور اور امور کو چھوڑ کر یہی وہ غرض ہے۔ جو قرآن نے الہام الٰہی کے نازل ہونے کی تجویز فرمائی۔ چونکہ یہ باتیں اہل مغرب کے لئے علی الخصوص اور دیگر اہل مذہب کے لئے ایک حد تک نئی ہیں۔ اس لئے مجھے اس کی تشریح میں کسی قدر تکرار سے کام لینا ہوگا چنانچہ اس غرض کو یہاں پھر میں اجمالاً لکھ دیتا ہوں۔ جو الہام یا اس کے تجویز کردہ ضابطہ زندگی یعنی مذہب کو دنیا میں لائی اور یہ یاد رہے کہ جو کچھ میں یہاں لکھوں گا۔ وہ قرآن کریم کی ہی تعلیم ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان میں کائنات کی ہر شے کی طرح لاتعداد استعدادیں[1] رکھ دی گئی ہیں اور ان استعدادوں کی بلوغت کے لئے ہی الہام آتا ہے ان میں ایک استعداد یہ ہے۔ کہ وہ اس زمین پر اسی طرح حکومت[2] کرے جس طرح کوئی غیب الغیب ہستی زمین آسمان پر حکمراں ہے۔ اس کی تہذیب و تمدن اسی تہذیب کے لگ بھگ ہو۔ جو کل کائنات سے ظاہر ہو رہی ہے لہٰذا انسان

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین ع)

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔

[2] ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ (یونس ع)

پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا (محمد علی)

کے اخلاق اور اُس کے آداب اسی رنگ[1] میں رنگین ہوں جو کائنات کے چلانے والے

میں پائے جاتے ہیں۔ مذہب دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ انسان کو عبادات کے

چند طریق سکھا دے۔ یا اُسے نذر و نیاز اور صدقہ قربانی کی تلقین کرے۔ یہ باتیں بھی ایک

حد تک ضروری ہیں مگر کسی غرض ثانویہ کے لئے۔ مذہب تو صرف اُس عالی غرض کے پورا

کرنے کے لئے آتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس غرض کے لئے قرآن کریم نے

خصوصًا ذیل کی باتیں ایک ایسے وقت تعلیم کیں جب دنیا ان امور ضروریہ سے ناواقف تھی۔

انسان میں وری الوریٰ طاقتیں موجود ہیں۔ اور یہ وہ طاقتیں ہیں جو مطالعہ صحیفہ

فطرت نے خالق کائنات کی طرف منسوب کی ہیں۔ انسان میں ان قوتوں کو روبراہ

لانے کی استعداد بھی موجود ہے۔ انسان نے دنیا میں مادی ترقی حاصل کر کے اپنے قول

و فعل کو اخلاق و روحانیات کے تلے لانا ہے تاکہ وہ بنی نوع کے لئے موجب راحت ہو

اور اُس کے اخلاق کے ذریعہ دنیا کے فسادات مٹ جائیں اس سے اس میں ربّ کائنات

کا رنگ پیدا ہو جائے گا۔ انسان کی تہذیب کی تکمیل کے لئے قرآن نے یہ اطلاع دی ہے۔

کہ کائنات کی ہر ایک سے اسی کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور کائنات کے کل

قوائے فطریہ اس کے اشاروں پر چل[2] سکتے ہیں۔ کائنات کی ہر ایک شے اس کے لئے نفع

---

[1] صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ۔ خدا کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر ہے۔

[2] قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم۔ ہم نے فرشتوں کو کہا کہ تم آدم کو سجدہ و اطاعت کرو۔

بخش ہوسکتی ہے۔ ہاں یہ باتیں اسے تو حاصل ہوسکتی ہیں۔ جب وہ اشیاء کائنات کے علوم حاصل کریں
انکا بھی پتہ دے دیا ہے۔ کہ جن سے انسان کہاں کو پہنچے گا۔ خالق کائنات کے متعلق ایک
طرف تو ان صفات عالیہ کو بیان کیا کہ اگر وہ کسی انسان میں پیدا ہو جائیں تو انسان تہذیب
تمدن کے اس مقام پر پہنچ جائے گا کہ جس کے آگے کوئی درجہ نہیں۔ پھر یہ بھی اطلاع دیدی
کہ خدا کی یہ صفات انسان میں پیدا ہوسکتی ہیں۔ یہ امر مسلم ہے۔ کہ رب کائنات وہ برتر ہستی
ہے جس کی حقیقت سے انسان آگاہ نہیں ہوسکتا[1]۔ لیکن اسی امر کو تسلیم کرکے قرآن کریم نے
دوسری طرف رب العالمین کی صرف ان صفات کو گنا ہے کہ جن کا حصول انسان کے دائرہ
امکان میں آسکتا ہے۔

اب یہ باتیں خواہ کسی کی تلقین کردہ ہوں۔ اور خدا کی طرف سے نہ ہوں۔ دیکھنا یہ ہے
کہ اگر یہی باتیں زندگی میں کسی کا مذہب ہو جائیں تو پھر وہ اور کیا چاہتا ہے۔ اگر کسی مذہب
میں یہ باتیں نہیں تو مجھے تو اس مذہب کی ضرورت ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ الغرض قرآن کریم
نے ان امور کے حصول کے لئے چار امور پر روشنی ڈالی ہے۔ اور انہی کو مذہب کی جان
ٹھہرایا۔ (اول) انسان کی استعدادیں۔ اس امر پر روشنی ڈالنے کیلئے قرآن نے چند صفات الٰہیہ
کو گن ڈالا۔ جو دراصل انسان اپنے اندر پیدا کرسکتے ہیں۔ دوم۔ انسان کا جو مقام کائنات
میں ہے اس پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ بالمقابل جو رشتہ کائنات کا انسان سے ہے۔ اسے بھی

---

[1] لا تدرکہ الابصار۔

بیان کر دیا ہے۔ (سوم) اُن راہوں کو بتاتا ہے۔ کہ جن سے انسان بیان کردہ مقاصدِ عالی پر پہنچ جائے۔ اور اس رشتہ کو قایم کرسکے جو انسان میں اور باقی کائنات میں مقرر ہو چکا ہے (چہارم) انسان مدنی بالطبع واقعہ ہوا ہے۔ اور نسل انسانی کی راحت اسی میں ہے۔ کہ ہر ایک انسان کا وجود دوسرے کے لئے نفع رساں ہو جائے۔ دیکھ لیا جائے کہ جب کبھی نسل انسانی کی کسی شاخ کو مادی معاملات میں کوئی تفوق حاصل ہوا۔ تو اس نے اپنی طاقت کو دوسروں کی تباہی میں استعمال کیا۔ اس لئے نسل انسانی ایک ایسے ضابطہ اخلاق و روحانیات کی محتاج تھی۔ کہ جس پر عمل کر مذکورہ بالا نقص انسانی سوسائٹی سے دور ہو جائے۔ مذہب کا فرض ہے کہ وہ اس دستور کی دنیا میں تعلیم دے ❖

ان امور کے سوا اور باتیں بھی تعلیم مذہب حقہ میں آجاتی ہیں لیکن وہ ضمناً ہوتی ہیں۔ اور وہ انہی اغراض اربعہ کی تکمیل کے لئے تعلیم کی جاتی ہیں۔ اگر یہ چار باتیں کسی کسی مذہب کا نصب العین نہیں۔ تو وہ مذہب انسان کے گھر کی ایک آرائشی چیز ہے وہ دراصل کسی ضرورت حقہ کو پورا نہیں کرتی۔ اور اگر یہ امور اربعہ ہی کسی مذہب کی غرض ہے۔ تو پھر کوئی ذی عقل انسان اس مذہب کے قبول کرنے سے انکار نہیں کرسکتا وہ اسے من جانب اللہ سمجھے یا نہ سمجھے لیکن وہ جب تک ان امور کو اپنے سامنے نہ رکھے گا وہ کبھی فلاح کو نہ پاسکے گا۔ ان اوراق کے پڑھنے سے یہ نظر آجائے گا کہ اسلام نے انہیں امور کو مذہب کے اجزا اعظم ٹھہرا کر ان پر اچھی طرح روشنی ڈالی۔ اس لئے قرآن کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ جو اپنی زندگی کا دستور العمل اسلام کو نہیں ٹھہرائے گا وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔

یوں لفظ اسلام سے کوئی گھبرائے تو بات دوسری ہے لیکن قرآن نے ایک امر حقہ کو یہاں بیان کر دیا ہے۔ اسلام کے لفظی اور عرفی معنیٰ خدا کے احکام پر چلنے کے ہیں۔ تو پھر جو شخص خدا کے احکام سے مُنہ موڑلے گا وہ نقصان ہی اُٹھائے گا۔ وہی باتیں جن کا نام علمی اصلاح میں قوانین فطریہ ہیں وہی خدا کے احکام ہیں۔ تو پھر کون اُن سے منہ موڑ سکتا ہے۔ مثلاً حفظانِ صحت کے متعلق چند قوانین طبیبوں نے تجویز کر رکھے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو بالفاظ دیگر وہی قوانین احکام الٰہیہ کہلاتے ہیں۔ اور ان پر چلنے کا نام اسلام ہے۔ اسی طرح زندگی کی ہر شاخ میں اصول کامیابی چند قوانین مقررہ پر منحصر ہوتی ہے۔ انہیں قوانین کا نام شرعی اصطلاح میں احکام الٰہیہ ہیں اور انہی پر جیسے کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ چلنے کا نام اسلام ہے۔ تو پھر کون ذی عقل ہے۔ جو اسلام کو اپنا دستورالعمل نہ بنالے۔ لہٰذا یہ بالکل صحیح بات ہے کہ جو ایسا نہ کرے گا وہ لازماً نقصان اُٹھائے گا[۵]

---

[۵] ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه وھو فی الاخرة من الخٰسرین۔ ترجمہ یعنی جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرتا ہے۔ اس وہ قبول نہ ہوگا اور وہ آخرۃ میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا (سورۂ آلِ عمران آیت ۸۴)

آسمانی بادشاہت

أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ سورہ نحل آیت ۱

اللہ تعالیٰ کی حکومت آ چکی ہے، سو اس کے لئے جلدی مت کرو۔ وہ بلند اور برتر ہستی ہے۔ اور دا اُن کی اعانت و شرکت سے، پاک ہے۔ جنہیں لوگ اُس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

"تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے ویسے ہی زمین پر بھی پوری ہو" مندرجہ بالا فقرہ کو اُس دُعا کو مغز سمجھنا چاہئے جسے عام طور پر عیسائی "خداوند کی دعا" کہتے ہیں۔ دراصل حضرت مسیح اس امر کے نہایت خواہشمند تھے کہ خدا کی مرضی جس طرح آسمان پر جاری ہے اُسی طرح زمین پر بھی ساری ہو جائے۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں، آسمانی بادشاہت اس دُنیا میں قایم ہو سکتی ہے، اُن کی یہ دعا آج بھی عالم مسیحیت کے ہر گوشہ سے بلند ہوتی ہے لیکن دو ہزار سال گزرنے کے بعد بھی عیسائیوں کی کلیسائی تفسیر کے مطابق، یہ دعا ہنوز محتاج قبولیت نظر آتی ہے۔ اُن کی تفسیر کے مطابق تو جناب مسیح کو اپنے صعود سے ایک ہزار

سال کے بعد دوبارہ اس دنیا میں آنا چاہئے تھا لیکن دو ہزار سال قمری گزر چکے ہیں اور ابھی تک ان کی واپسی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی منتظرین آمد ثانی، اسی حساب کو مدنظر رکھتے ہوئے، کچھ عرصہ ہوا، امریکہ کے ایک شہر میں جمع بھی ہوگئے تھے لیکن سوائے حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

فرقہ منتظرین آمد ثانی کی موجودہ ناکامیوں اور جدید علم الآفاق کی وجہ سے پرانے مسیحی عقاید روز بروز کافور ہوتے جاتے ہیں۔ پرانے عقاید کی رو سے کائنات کا مسیحی نقشہ یہ تھا کہ اوپر آسمان (بہشت) درمیان میں زمین، نیچے خبیث اور گنہ گار ارواح کا مقام (دوزخ) اسی لئے مسیح کے اوپر جانے اور نیچے آنے کا عقیدہ مروّج تھا لیکن جدید علوم کی رو سے بالا و زیر یا فوق و تحت کی کوئی گنجایش نہیں لہذا مسیح کا اوپر جانا یا نیچے آنا اب ایک بے معنی سی بات ہوگئی ہے۔

انگلستانی کلیسا کے درخشندہ اختر ڈین انجی نے اپنی جدید کتاب موسومہ بہ حقیقت اور سائنس (Science & Reality) میں اس حقیقت کو مفصل بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جدید علم الآفاق کی رو سے تو ہماری زمین فضائے عالم میں ایک چھوٹے سے چھوٹے نقطہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی اس کے چاروں طرف سینکڑوں اور ہزاروں نجوم اور سیارے ہیں۔ جو اپنے اپنے محور کے گرد کام کرتے ہیں۔ ان سب میں فوق و تحت کا کوئی اضافی رشتہ نہیں۔ ان حالات میں جناب مسیح کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ واقعہ صیبب کے بعد دوزخ (تحت الثریٰ) میں

اُترے اور بعد میں آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ اگر ان الفاظ کو لفظی معنوں میں لیا جائے، جیسے کہ صدیوں سے کلیسا سمجھ رہا ہے۔ تو یہ ایک بے معنی بات ہے لا اگر ان الفاظ میں کوئی حقیقت ہے تو یہ سمجھنا چاہیے۔ کہ یہ الفاظ استعارتاً استعمال کئے گئے ورنہ کس کا اوپر چڑھنا اور کس کا اُترنا؟

اس سے تقریباً کل کی کل تعلیم کلیسا، اور اسی کے ساتھ مسیحی طریق نجات کی ایک عمارت گری ٹوٹ جاتی ہے چنانچہ اس وقت تقریباً کل علمبرداران کلیسا، آمد ثانی کے متعلق قدیم عقاید کو لفظی معنوں میں اب بالکل بیکار سمجھتے ہیں بلکہ اس آمد کو انسان کے صفات الٰہیہ سے متصف ہو کر، اخلاق الٰہیہ پر عمل پیرا ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ایک دوسرا عقیدہ ہے جسے کلیسا کے یہ بزرگ اپنی قدیم روایات کو چھوڑ کر اسلام سے لے رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جب انسان جو اشرف المخلوقات ہے، صفات الٰہیہ سے متصف ہوجائیگا تو یقیناً آسمانی بادشاہت اس دنیا میں قایم ہو جائے گی۔ جناب مسیح دراصل اسی دن کے لئے دعا کرتے تھے جبکہ آسمان کا بادشاہ اپنے اخلاق کاملہ اور اپنے طریق کار سے انسان کو مطلع فرمائے گا۔ وہی وہ بادشاہت ہے جس کا انتظار قریب قریب سب انبیائے بنی اسرائیل کو تھا اس صورت میں انسان کا تعلق خدا کے ساتھ نہایت خوشگوار ہو جائے گا اور جس طرح خدا کی مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ اُسی طرح زمین پر بھی پوری ہونے لگے گی صاف ظاہر ہے کہ جناب مسیح کے ان الفاظ کو کہ تیری مرضی زمین پر ویسی ہی ہو جیسے آسمان پر ہے لفظی معنوں میں تعبیر کرنا اُس عارف باللہ کا استخفاف کرنا ہے کیونکہ

آپ یہ خیال تو کر نہ سکتے تھے کہ یہ زمین خدا کی حکومت اور حیطۂ اقتدار سے باہر ہے۔ دنیا کی ہر سے جہاں تک اُس کے مادی نشوونما کا تعلق ہے آنکھ بند کر کے خدا کے قوانین پر عمل کر رہی ہے۔ اگر نافرمانی سرزد ہوتی ہے تو حضرت انسان سے، اور وہ بھی صرف اُنہی چند معاملات میں، جن کا فیصلہ وہ اپنی ذاتی رائے سے کرتا ہے۔ ورنہ دوسری صورتوں میں۔ انسان بھی قوانین الٰہیہ سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ اور تو اور، منکرین خدا بھی ان قوانین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ ان کو اپنی اصطلاح میں "قوانین فطرت" کہتے ہیں، لیکن ان کی اطاعت وہ ایک مسلم ہی کی طرح کرتے ہیں۔ فرق صرف نام کا ہے مشیت الٰہی نے تربیت انسان کے لئے اُس کو قوت تمیز عنایت فرمائی ہے جب وہ اس قوت کے استعمال میں غلطی کرتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح "فرستادہ" خدا تھے۔ انہیں نظر آگیا کہ انسان کی اصلی بہبود اس بات پر منحصر ہے کہ وہ الٰہی رنگ میں رنگین ہو جائے۔ اصطباغ کے اصلی معنی ہی یہ نہیں ہیں کہ انسان کو چند بار پانی میں غوطہ دیدیا جائے یہ تو محض رسمی اور ظاہری نشان ہے، جس کا اصلی مطلب، جیسا کہ قرآن مجید نے ایک اور جگہ فرمایا ہے، یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو الٰہی رنگ میں رنگین کرلے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اُس بات سے ایک دہریہ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ دنیا اخلاقی قانون کے ماتحت نہ ہو تو ہم سب، بدنظمی اور ابتری کا شکار ہو جائیں۔ دنیا میں جہاں تک انسانوں کا سوال ہے اب بھی کوئی شخص سکون واطمینان قلب کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ لیکن اسی کائنات کی دوسری مخلوق خواہ چاند ہو

ہوں یا بیجان ان دونوں نعمتوں سے یکساں بہرہ اندوز ہے۔ یہ روز افزوں جنگ جو انسانی راحت و سکون کو ہر جگہ غارت کر رہی ہے، صرف اسی صورت میں بند ہو سکتی ہے جبکہ اُن اخلاق کو معمول بہا بنایا جائے جو صحیح راستبازی اور نکوکاری پر مبنی ہوں۔ دولت اگرچہ ہمارے راحت اور آرام میں بڑی حد تک مدد معاون ہو سکتی ہے لیکن حقیقی راحت اور آرام اُس سے نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو الٰہی صفات کو اختیار کر کے اُن پر عمل کرنے سے حاصل ہوگا۔ جیسے آگے چل کر بالتفصیل بیان ہوگا۔ ہم اس بات کو مقدس کتابوں اور مذہبی رہنماؤں کی زندگیوں میں تلاش کرتے ہیں لیکن تعصبات اور ذاتی خواہشات ہماری راہ میں حائل ہو جاتی ہیں اسی لئے ہم دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی اخلاقی تعلیمات کو قبول کرنے کے لئے طیار نہیں ہوتے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس پیچیدہ مسئلہ کا حل اب ہمارے لئے بہت آسان ہو گیا ہے قرآن نے نہایت واضح الفاظ میں اسلامی اخلاقیات کی بنیاد، صفات الٰہیہ پر رکھی ہے اور یہ حقیقت اب مغربی لوگوں پر بھی آشکار ہوتی جاتی ہے کہ صفات الٰہیہ کے انعکاس[1] اور اظلال ہی کا دوسرا نام اخلاق حسنہ ہے۔ جس وقت انسان ان صفات کو اپنے اندر جذب کرے گا تو آسمانی بادشاہی اس دنیا میں قائم ہو جائے گی۔ لہٰذا حضرت مسیح نے اگر اس کے نزول اور طریق حصول کے لئے خدا سے درخواست کی

---

[1] وفی انفسکم افلا تبصرون

تھی تو واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے بالمقابل یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس عظیم الشان مقصد کے حصول کا طریق[1] خدا ہی نے مجھے الہام کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف بنی نوع آدم کو اُسی بادشاہت کا دستور عطا کرنے کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے کلام پاک ان تمام اخلاق الٰہیہ کا بیان کرتا ہے جن پر ہمارا ضابطہ اخلاق مبنی ہونا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ تعصب اور پاسداری کی وجہ سے لوگ قرآن مجید کو ایک عالمگیر صداقت تسلیم نہ کریں۔ لیکن اس مقدس کتاب نے "فطرت الٰہیہ" کو اپنی صداقت پر بطور شاہد پیش کیا ہے جس کی شہادت کوئی ذی ہوش رد نہیں کرسکتا۔ اور یاد رہے کہ دنیا میں اب اگر مذہب قایم رہا تو وہی مذہب ہوگا جس کی تعلیم کی تائید بصائر قدرت سے ہو سکے گی+ اسلام تحکمانہ طور پر کوئی بات نہیں منواتا بلکہ اپنی تعلیمات کی صداقت پر صحیفہ فطرت[2] کو ہمارے سامنے بطور شاہد، کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اگر دنیا کی حقیقی شادمانی اور فلاح اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنی مرضی کو مشیت[3] الٰہی کی تابع بنا دیں تو اس بات کی تلقین، کسی خاص انسان ہی سے، خواہ اس کے دعاوی کچھ ہوں مختص نہیں ہے۔ ہمارے موجودہ تمدن نے ہمیں بھی اس قابل بنا دیا ہے کہ صحیفہ فطرت کا مطالعہ کرکے مشیت الٰہی (قوانین

---

[1] تخلقوا باخلاق الله (الحدیث)
تم خداتعالےٰ کے اخلاق اختیار کرو

[2] فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (الروم ع ۴)
اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قایم رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی پیدایش کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ قائم رہنے والا دین ہے۔

[3] وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانفطار)
اور تم نہیں چاہتے سوا اس کے کہ اللہ جہانوں کا رب چاہے (محمد علی)

فطرت) سے واقف ہو جائیں جن کے مطابق ہمارے کل افعال ہوں۔ اور یہ وہ فوقیت ہے جس کی بنا پر دنیا کی کوئی مذہبی کتاب قرآن شریف سے لگا نہیں کھا سکتی۔ اس کی تعلیمات کے دلائل و شواہد کائنات میں موجود ہیں[۱]۔ دوسرے مذاہب بھی ممکن ہے۔ ہمارے معاشری نظام کے لئے کوئی آسمانی ضابطہ پیش کر سکیں، لیکن سچی اور صحیح رہنمائی صرف "مظاہر فطرت" کی تصدیق ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کا مطالعہ اگر بنظر غائر کیا جائے تو اس سے ایسے زبردست اور مفید نکات حاصل ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر کامیابی اور شادمانی یقینی ہے۔ فطرت دراصل خالق فطرت کے اخلاق کا آئینہ ہے۔ اور صرف اسی سے ہمیں وہ سانچہ دستیاب ہو سکتا ہے جس میں ہم اپنے صفات کو صحیح طور پر ڈھال سکتے ہیں۔ آسمانی کتاب کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ ہم کو فطرت کی تعلیمات یاد دلاتی رہے اسی لئے قرآن مجید نے اپنا دوسرا نام "الذکر" بھی رکھا ہے[۲]۔ اور بالفرض اگر قرآن کریم میں یہ خوبی نہیں تو اس کا حشر بھی عنقریب وہی ہوگا جو بائبل وغیرہ کا ہو رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ سائنٹیفک تحقیق کا صحیح اتباع بہت حد تک اس معاملہ میں

---

[۱] سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۔ (حٰم سجدہ)

ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی اپنی جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے کھل جائے کہ وہ حق ہے

[۲] إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۔ (الحجر)

ہم نے خود نصیحت اتاری ہے اور ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (خود نظمی)

ہمہ را ہادی را۔ ہوسکتا ہے لیکن سائنس کی رفتار بہت سست ہے اس کے حقائق کو دریافت کرنے میں اس قدر طویل عرصہ درکار ہوتا ہے کہ وہ عملی رنگ میں مفید ہونے کے قابل نہیں رہتے۔ لہٰذا ایک طرف تو "کتاب اللہ" کی ضرورت ہے جو ان حقائق سے ہمیں ہر لحظہ آگاہ کرسکے دوسری طرف اس کا عطا کردہ علم، حقائق فطرت کے خلاف نہ ہو۔ یہ شرط صرف ایک ہی کتاب پوری کرسکتی ہے۔ جسے قرآن مجید کہتے ہیں جو ہر وقت اُن قوانین کی یاد دلاتی ہے جو اس کائنات میں جاری وساری ہیں، اور انہی کی بدولت اُس کی مخفی استعدادیں بروئے کار آتی رہتی ہیں +

اسی وجہ سے وہ تمام عقاید جن کی بنا پر خدا کے شریک بنائے گئے ہیں۔ یا جن کی بنا پر اُن انسانوں کو الوہیت کا درجہ دیا گیا ہے جنہوں نے بزعم دیگران معذب ہو کر سامان نجات مہیا کیا، وہ ایک نہیں جناب مسیح سے پہلے بہت سے ایسے انسانوں کا ذکر علم الاصنام میں ہے، آہستہ آہستہ دنیا سے مٹتے جاتے ہیں "قوانین فطرت" سے اس قسم کے عقاید کو ہرگز کسی قسم کی تائید حاصل نہیں ہوسکتی یہ مذکور ہوچکا ہے کہ فطرت، آئینہ مشیت الٰہی ہے پس لازمی ہے کہ عقیدہ توحید مطلق کے سامنے جس پر کل فطرت شاہد ہے جملہ مشرکانہ عقاید سرنگوں ہوجائیں اور ہو رہے ہیں پس پردہ، جو ہاتھ اس کائنات کو چلا رہا ہے۔ وہ مشاہدہ انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے[1] پس کسی شخص کا، خدا کے متعلق یہ عقیدہ

---

[1] لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام ع ۱۳)

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا ہے (محمد علی)۔

رکھنا کہ وہ محدود بالزمان والمکان ہے یا مجسم ہے یا کسی طرح دیکھا یا چھوا جا سکتا ہے قطعاً لغو اور مہمل ہے ؂

اسی طرح وہ کل کے کل اصول مذہبی جن کی تکذیب فطرت کر رہی ہے وہ عنقریب مسترد ہونگے ان میں سے ایک عقیدہ کفّارہ کا ہے۔ قربانی کا اصول اگرچہ صحیفہ کائنات میں ہر جگہ کام کر رہا ہے لیکن اُس سے کفارہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہر وقت عالم ادنےٰ کے افراد، عالم اعلےٰ کے افراد کے لئے قربان ہوتے رہتے ہیں کیونکہ اسی میں ان کی ترقی مضمر ہے۔ لیکن یہ نظر نہیں آتا کہ اعلےٰ طبقہ کے افراد ادنیٰ کے لئے قربان ہوں۔ لہذا تعلیم مسیح فطرت کے اس اصول کے قطعاً خلاف ہے جو مقابلۃً ایک ادنیٰ مخلوق (انسان) کی خاطر ایک اعلیٰ ہستی (خدا) کی قربانی تجویز کرتا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی عقلمند شخص اُسے تسلیم کرے۔ فطرت کا قانون جو رات دن ہمارے مشاہدہ میں آرہا ہے یہ ہے کہ چھوٹی چیز اگر ادنےٰ حالت سے ترقی کرکے اعلیٰ حالت اختیار کرنے کی خواہشمند ہے تو اُسے اپنی ہستی فنا کرکے اعلیٰ ہستی کا جزو بن جانا چاہئے مثلاً بیجان مادہ جو زمین کے اندر پایا جاتا ہے اپنی ہستی و نام مٹاکر نباتات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ نباتات حیوان کی غذا بن کر حرکت اور حس سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں۔ حیوانات ذبح ہوکر جب دسترخوان پر آتے ہیں تو جزو انسانیت بن جاتے ہیں گویا یہ اصول ارتقار تمام عالم میں جاری ہے اب کفارہ کے عقیدہ کو اس اصول پر کھا جائے تو ظاہر ہے کہ مردود ہوگا نہ کہ مقبول ؂

بعض اوقات ایک ہی عالم کے مختلف افراد آپس میں ایک دوسرے کے لئے

قربانی کرتے ہیں۔ اگر مسیح میں الوہیت نہ ہوتی تو اُس کا کفارہ قابلِ تسلیم ہو جاتا گو جو قربانی کے
مقدم موخر لوازم ہوتے ہیں وہ ان میں نہیں پائے جاتے آپ تو آخر دم تک صلیب سے
بچنے کی فکر میں تھے اور اس پر اُن کا آخری کلمہ ایلی ایلی لما سبقتنی (اے میرے خدا کیا تونے بھی مجھے
چھوڑ دیا) علی الخصوص شہادت دیتا ہے۔ لیکن تمام دنیا میں یہ بات کہیں نہیں دیکھی گئی کہ
افراد عالم بالا نے اپنے آپ کو افراد عالم ادنےٰ پر قربان کر دیا ہو یا ایسا کرنے کا ارادہ
ظاہر کیا ہو پس مروجہ کلیسا کی یہ تعلیم کہ "خدا نے دنیا کو اس قدر پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ
وہ اپنے خون سے انسانوں کی نجات کا سامان مہیا کرے" کسی محقق اور دانائے رموز
فطرت کی نظر میں لائق قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کی بناء پر یہ لازم آتا ہے کہ عالم بالا
کی ایک ہستی عالم ادنےٰ کے لئے قربان ہوئی +

اسی طرح جس قدر مذاہب انسانوں نے اپنی تسلی خاطر کے لئے ایجاد کئے وہ سب موجودہ
تمدن کی روشنی میں ناکارہ ثابت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ نظائر قدرت اُن کی تصدیق نہیں کرتے
ان مذاہب کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انسان بالطبع راحت حاصل کرنے۔ اور تکالیف سے
بچنے کے لئے کوشاں رہتا ہے بعض اوقات اُسے اپنی کوششوں میں ناکامی ہوتی ہے
جس کا باعث وہ اسباب ہوتے ہیں جو اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہیں پس وہ
اپنی ناکامی کو کسی مخالف اور غیر مشہودہ قوت سے منسوب کر دیتا ہے، اور راضی کرنے
کے خیال سے جبھاً، اسی قوت کو اپنا خدا بنا لیتا ہے۔ اور جو عبادت سچے خدا سے مختص
ہے وہ اُس کے لئے روا رکھتا ہے۔ بعض اوقات انسان اپنے جذبات کو بھی اپنا معبود

قرار دے دیتا ہے[1]، چنانچہ جذبات شہوت و غضب بھی اصنام پرستی کی فہرست میں شامل ہیں۔ اسی کی بنا پر ابتداءً مختلف ممالک میں اصنام پرستی کی مختلف اقسام رائج ہوگئیں، اور عناصر پرستی سے لے کر انسان پرستی تک یہی ایک جذبہ توہم مختلف صورتوں میں انسانوں کے عقاید کا ماخذ ثابت ہوتا ہے لیکن مطالعہ فطرت نے ان اباطیل کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ ابتدا میں، جبکہ انسان نے تہذیب و تمدن کی اُن برکات سے جو اب اُسے حاصل ہیں، اس وقت کوئی فائدہ نہ اُٹھایا تھا اور اُس کی عقل بھی نسبتاً کوتاہ، اور پست تھی، تو فطرت اور اس کے مختلف مظاہر مثلاً سورج، چاند، ستارے، بادل، ہوا، آگ، پانی وغیرہ کی پرستش محض اس لئے کی گئی تھی کہ انسان ان چیزوں سے ڈرتا تھا، اور انہیں اپنا آقا سمجھتا تھا اور جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے اُن کے سامنے سر جھکاتا تھا رفتہ رفتہ جہلا نے جذبہ امید و بیم کے ماتحت ان عناصر کو باضابطہ صفات الٰہیہ سے متصف کر دیا۔

قرآن مجید نے انسان کی اس زبردست غلطی کا راز فاش کیا اور بتایا کہ جن چیزوں کو تم خدا سمجھ کر پوجتے ہو یا جن سے ڈرتے ہو وہ تو تمہاری خدمت گزار اور تابع ہیں تم اُن کے خادم نہیں ہو بلکہ مخدوم اور مطاع ہو[2]۔

---

[1] أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ

کیا تو نے اسے دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے

[2] سورۃ النحل (رکوع ۲)

قرآن نے بہ تکرار یہ تعلیم کی کہ فطرت اور مظاہر فطرت انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہاں فطرت کے رموز اور طریق کار نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمیں اکثر مصائب لاحق حال ہو جاتے ہیں۔ سائنس کی تحقیقات نے بھی اسی حقیقت کبریٰ کا انکشاف کیا ہے جس کی بدولت وہ تمام طاقتیں جو کل تک خدا سمجھی جاتی تھیں آج یا ہماری ہمجنس ہیں یا خادم یقیناً وہ تمام مذاہب جو ہم کو اس حقیقت کے خلاف اعتقاد رکھنے کی تلقین کرتے ہیں رفتہ رفتہ مٹ جائیں گے اور آخر الامر انسان کا مذہب وہی ہوگا جو ذرات عالم کا ہے۔ اور وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے جب مصنوعی خداؤں کی پرستش کرنے والا صفحۂ ہستی پر کوئی نہ رہے گا۔ اور ہر شخص فطرت کے خالق ہی کی عبادت کرے گا۔ اسی لئے قرآن کا دعویٰ ہے کہ دنیا کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا[1]۔ کیونکہ سائنس اور حکمت دونوں اس کے موید ہیں، اسلام کی تعلیم کا خلاصہ جیسے کہ مفصل آگے چل کر بیان ہوگا دو لفظوں میں آ جاتا ہے۔ "انسان قوائے فطریہ پر حکومت کرنی سیکھے اور رب فطرت کے اخلاق اپنے مانند پیدا کرے"۔ ان دو حقائق سے کسے انکار ہو سکتا ہے ان کی مدد سے اسلام، اس مقصد عالیہ کی تکمیل کر سکتا ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔

اگر سائنس اور مذہب دونوں کا مقصد صرف یہی قرار دیا جائے کہ یہ دونوں انسان

---

[1] هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (الصف ع)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے (محمد علی)

کو اُن طریقوں سے آگاہ کر دیتے ہیں جن پر کاربند ہونے سے ہم اپنے پیدایشی حقوق حاصل کر سکیں تو ان دونوں میں نہ کوئی تصادم ہو سکتا ہے نہ تخالف۔ ہاں یہ سچ ہے کہ باطل مذہب یا باطل سائنس ایک دوسرے کے دوش بدوش نہیں چل سکتے۔ اگر مہمل روایات کو، جیسی کہ بائبل میں پائی جاتی ہیں مذہب قرار دے دیا جائے تو پھر جو عقاید اُن روایات پر مبنی ہوں گے وہ یقیناً سائنس سے مطابقت نہیں رکھ سکتے بلکہ جتنی اوسع اُس کی مخالفت کریں گے چنانچہ یورپ کی تاریخ ازمنہ وسطیٰ اس پر شاہد ہے۔ اس زمانہ میں پادریوں اوران کے خودساختہ عقاید مسیحی کا زور تھا جس قدر اہل علم تھے سب ان کے ہاتھوں نالاں رہتے تھے بلکہ بہتوں نے اپنی جان شیریں علم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھادی۔ ان پادریوں نے "علم" کا گلا گھونٹنے کے لئے محکمہ احتساب قایم کیا تھا اور جس شخص کے متعلق یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ علمی تحریک میں حصہ لیتا ہے' اُسے فوراً محبوس یا ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ خدا بھلا کرے۔ اسلام اور اُس کے تتبع میں تمدن جدید کا جس نے انسانوں کے خیالات میں وسعت اور رواداری پیدا کردی ہے ورنہ پادریوں کا مقدس طبقہ سائنس اور حکمت کے ساتھ آج بھی یہی برتاؤ کرتا۔ ان علوم جدیدہ نے اس زمانہ میں کلیسائی عقاید کی جڑ ایسی بُری طرح ہلا دی ہے کہ آج تمام عہدہ داران کلیسا نعل در آتش ہو رہے ہیں۔ اور انہیں اپنے عقاید کی حفاظت کے لئے اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ سائنس کی ترقی کو کسی نہ کسی طرح روکا جائے۔ بشپ رپن نے اپنے ایک خطبہ میں جو آپ نے ۱۹۲۵ء میں دیا یہ خواہش ظاہر کی کہ سائینٹیفک تحقیقات کو دس سال کے لئے روک دیا جائے۔ بشپ موصوف دراصل اتنا وقفہ چاہتے ہیں کہ وہ اور اُن کے بھائی بند اطمینان کے ساتھ

کلیسائی عقاید میں قطع و برید کر کے انہیں ایسے سانچے میں ڈھال دیں جو نئی روشنی کے لوگوں میں قابل قبول ہو سکے۔

چنانچہ ان کے الفاظ سے بھی یہی پایا جاتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے انگلستان میں سمجھدار پادریوں نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی ہے جسے "ماڈرنزم" یعنی تحریک تجدید و اصلاح کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ مسیحیت مروجہ میں جس قدر باتیں سائنس اور حکمت کے خلاف پائی جاتی ہیں۔ انہیں یکسر نکال دیا جائے۔ آج کل ڈاکٹر انجی، ڈاکٹر ریشڈل آنجہانی ڈاکٹر بارنس ڈاکٹر ٹمپل وغیرہ اس تحریک کے کرتا دھرتا ہے ہیں۔ یہ سب کے سب کلیسا کے جلیل القدر عہدوں پر متمکن ہیں ان میں اکثر بشپ ہیں اس تحریک کی بدولت مسیحیت کی پرانی عمارت پر کسی قدر استرکاری ہو گئی تھی لیکن اس کے حامیوں کا خیال ہے کہ تمدن جدید اور سائنس کی موسلا دھار بارش کے سامنے یہ لیپ پوت بھلا کے گھڑی ٹھہر سکے گی؟ سائنس نے حال ہی میں ایسے حقائق کو بے نقاب کیا ہے جن کی وجہ سے نہ صرف کلیسائی عقاید کی زیردست بیخکنی ہو رہی ہے۔ بلکہ چند روز میں اس تحریک کی تمام کوششیں، جو اصلاح عقاید کے لئے صرف ہو رہی ہیں۔ بیکار ہو کر رہ جائیں گی۔ ان حقائق نے انسانی خیالات کو اس درجہ متاثر کر دیا ہے کہ اب عقاید کلیسائی کی صورت ہی نظر نہیں آتی۔ ہر چند حامیان تحریک مذکورہ کی کوششیں لائق صد آفریں ہیں کہ انہوں نے قدیم مسیحیت کی شکل و ہیئت کو تقریباً سرتاپا بدل دیا ہے جس کی وجہ سے اصلاح شدہ مسیحیت، قدیم پاپائی یا کلیسائی مسیحیت سے بالکل جدا اور ممتاز ہو گئی ہے، لیکن ایک اصول غلط کی وجہ سے وہ لوگ سائنس اور علوم جدیدہ کے سامنے مسیحیت کو

ثبات و قرار نہیں دے سکتے، وہ یہ کہ یہ لوگ بہرحال پولوسی مسیحیت اور کلیسوی روایات کو
نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اور نہ کرتے نظر آتے ہیں، علاوہ بریں۔ اصلاح کے جوش میں اور اُن
مشرکانہ رسوم کے دور کرنے کے سلسلہ میں جو بت پرستوں کے مذہب سے عیسائیت نے مستعار
لی تھیں۔ انہوں نے نہ صرف پرانے عقائد ہی کو خیرباد کہہ دیا ہے بلکہ بعض ایسے نئے عقائد
بھی داخل مسیحیت کر دیئے ہیں۔ جو نہ موزوں ہیں نہ مناسب حال۔ بہرحال مسلمان ان کوششوں
کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح مسیحیت رفتہ رفتہ اپنے اصلی رنگ
میں نمودار ہو جائے گی۔ اور وہ رنگ اسلام ہو گا اگرچہ ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے کہ آنحضرت
صلعم نے اسلام کا وعظ دنیا کو سنایا تھا لیکن اسلام محمدیت نہیں ہے یعنی آنحضرت صلعم
کا ساختہ پرداختہ مذہب نہیں بلکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے اُسی مذہب کو مصفےٰ اور مجلّیٰ
رنگ میں پیش کیا، جو مذہب فطرت سے مطابقت رکھتا ہے اور جس کی آپ سے پہلے
ہر نبی[1] نے لوگوں کو تعلیم دی تھی۔

حضرت مسیح کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے انہوں نے اپنی دعا میں مذہب
کی غرض یہ بتلائی کہ انسان مادی روحانی اخلاقی حالات میں ربانی رنگ اختیار کرے

---

[1] شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ
اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے ابراہیم

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا (الشوریٰ ع ۲)

اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو (محمد علی)

کلیسائی عقاید کے ماتحت یورپ کی حالت

یکے از ناظرین اسلامک ریویو

دو چار زرّیں باتیں کہہ دینے سے کسی کو معلمِ اخلاق کا لقب نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ پورا ضابطۂ اخلاق محض چند بد دعاؤں میں محدود ہے۔ بلکہ اس کا تعلق ہمارے اعمال سے ہے اخلاقیات تو ایک ضابطۂ قانون کا نام ہے۔ جو مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہو کہ ہم ہر اجتماعی اور تمدنی پہلو سے صحیح فیصلے پر پہنچ سکیں، ضبط اور پابندیٔ نفس کی طاقت ہم میں زیادہ پائی جا سکے۔ اور ہمارے اندر پاکیزہ خیالات موجزن ہو سکیں۔ ہمارے شعور ذاتی کا رجحان نیکی کی طرف ہو جائے اور اخلاق فاضلہ مثلاً عفت، ایمانداری، حلم، صبر، ضبط، استقلال، صداقت عفو، راستبازی، ہمدردی، شفقت، رفاقت، فیاضی، شجاعت، معدلت، اعتمادِ نفس، وغیرہ وغیرہ ہم سے خود بخود سرزد ہونے لگیں۔ یہ بات تو بہت آسان ہے کہ کسی قابل انسان کی کتاب یا تعلیمات سے اُن امور پر روشنی ڈالدی جائے، اور اُس کام کے لئے بائبل سے بڑھ کر کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کی کتاب کارآمد ہو سکتی ہے۔ بلحاظ رفعت و گداز، بدھ مذہب کی تعلیمات یسوع کے پہاڑی وعظ سے کہیں زیادہ لائق قبول ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ہم کو یسوع کی زندگی میں اسکے مواعظِ حسنہ کی عملی مثالیں دستیاب ہو سکتی ہیں؟ محض الفاظ تو کسی عقلمند آدمی کے نزدیک لائق احترام ہو نہیں سکتے اور منفی صفات کی بدولت، جو کسی پیغمبر میں پائی جائیں، کوئی قوم اخلاقِ حسنہ کے بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ کفارہ کی تعلیم کی موجودگی میں، اس قسم کی تعلیمات کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ محکمہ احتساب کی اخلاق سوز کارروائیوں اور جنگ عظیم کے تباہ کن نتائج کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ طبایع انسانی، بعض حالات کے ماتحت، کیسی کیسی شکلیں اختیار کر سکتی ہیں۔ یہ بات ابھی انسانوں کے دلوں سے محو نہیں ہوئی ہے۔ کہ اگر گذشتہ جنگ عظیم کے دوران مسیحی کلیساؤں میں کیسے کیسے نفرت انگیز گیت گائے جاتے تھے اور مسیحی اقوام ایک دوسرے کے خلاف کیسے

کیسے تباہ کن حربے استعمال کیا کرتی تھیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس جنگ سے پہلے، وہ قومیں جو ایک ہی مذہب رکھتی تھیں، ایک ہی نسل سے تھیں، ایک ہی براعظم میں رہتی تھیں، اور جنھوں نے ایک ہی تہذیب و تمدن میں پرورش پائی تھی، باہم اس شدومد کے ساتھ کبھی ایک دوسرے برسرپیکار نہیں ہوئیں۔ بے شک اس سے پہلے بھی خوف ناک اور تباہ کن لڑائیاں ہوئی ہیں۔ بلکہ بھائیوں بھائیوں میں بھی جنگ ہوئی ہے۔ لیکن کسی ایک ملک کے تمام باشندوں نے، دوسروں کے خلاف نفرت اور حقارت کا اسقدر زبردست مظاہرہ کبھی نہیں کیا، جیسا اہل جرمنی نے اہل انگلستان کے خلاف کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی اقوام اور ممالک میں اُخوت انسانی اور مساوات بین الناس کا عقیدہ ہنوز راسخ نہیں ہوا ہے۔

حضرت مسیح کو بیشک ہم خدا کا رسول تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آن کا زمانۂ نبوت اسقدر مختصر گزرا ہے کہ بہت اخلاق حسنہ کا ظہور نہ ہوا۔ اس معاملہ میں تو کل دنیا کو نبی کریم صلعم ہی طرف دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ اخلاقِ حسنہ کے جسقدر ضروری لوازمات ہیں۔ اُن سب کا نمونہ آپؐ کی مقدس زندگی میں مل سکتا ہے اور سچ بھی تو ہے، یسوع کی طرح ایک معلم دینی سے، جس کی توجہ تمامتر بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف مبذول ہو۔ اور جو دوسری اقوام کو کتے بلی سے بھی بدتر سمجھتا ہو آپ یہ توقع کس طرح کرسکتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی اخلاق کا نمونہ آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہے۔ یا اُن تمام اخلاق فاضلہ کو، جو اعلیٰ زندگی کے لئے ضروری ہیں عملی جامہ پہنا سکتا ہے وہ تو خود ایک درویش تھے اور اس لئے اُن کی زندگی اگر سبق آموز ہوسکتی ہے تو محض درویشوں اور تارکین دنیا کیلئے، اور اسی طرح اُن کی تعلیمات بھی اسی شخص کو پسند آسکتی ہیں جو راہبانہ مزاج رکھتا ہو اور علایق دنیوی سے یکسر آزاد ہو لیکن محمدؐ (صلعم) ہر شخص اور زمان کے نمونہ بن سکتے ہیں، اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرسکتے ہیں۔ اگر آپ کے فلسفۂ اخلاق کو دستور العمل بنا لیا جائے، تو آج مغربی ممالک سی بہت سی خرابیوں کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔

اگر مختلف حکومتیں اور اُن کے ارباب بست وکشاد، آنحضرت صلعم کے اُسوہ کو سامنے رکھیں تو وہ ہمیشہ مواعید ومواثیق اور عہدناموں کی پابندی کیا کریں، اور یہ حقیقت اُن کے ذہنشین ہوجائے کہ اُنکی حکمرانی سے رعایا کی فارغ البالی منصور اور مقصود ہے۔ نہ ایک جماعت کی مدد سے دوسری اقوام پر جابرانہ پیش قدمیاں کرنا، اور مغربی پادری بھی لوگوں کے احساسات کا احترام حقیقی ملحوظ رکھنے لگینگے، اور بقول مسٹر میکڈانلڈ،

ارکان حکومت میں اپنے آپ کو شامل نہ سمجھا کرینگے اور نہ غیر ممالک میں دول یورپ کے گماشتے اور نمایندے بنکر جایا کرینگے کہ تبلیغی جدوجہد کے پردہ میں لوگوں کو غلام بناتے رہیں۔ اگر کلیسا کے عہدیدار اس اصول پر عمل کرینگے تو پھر کلیسا بجائے نفرت انگیز ہونے کے، جیسا کہ آرک بشپ آف یارک نے خیال ظاہر کیا تھا، الفت انگیز ہو جائیگی، اور بعض گرجوں میں جس طرح نشستیں خالی نظر آتی ہیں، پھر نظر نہ آئینگی۔ بلکہ مسلمانوں کی مساجد کی طرح تمام گرجے بھرے پڑے نظر آئینگے، اور اتوار کے دن لوگ، اپنا وقت گولف، سنیما، کرکٹ اور دیگر مشاغل میں بسر نہیں کرینگے بلکہ گرجوں میں جائینگے اور نہ پھر کسی فہم کی ضرورت ہوگی نہ شراب کے خلاف جدوجہد کی۔ مختصر یہ کہ دنیا کو مسیحیت کی تین مشہور لعنتوں سے نجات مل جائیگی: قمار بازی، زناکاری اور شراب خوری یسوع اِن امور کے ذمہ وار قرار نہیں دئے جا سکتے، لیکن کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں کہ جہاں جہاں مشنری گئے، وہاں وہاں یہ تینوں لعنتیں بھی اُن کے ساتھ ساتھ گئیں۔ آج زولولینڈ کا ایک کافر (قوم کا نام ہے) بھی شراب کا اسی قدر حقدار ہے اور خواہشمند ہے جس قدر بشپ کولنز و، اور شاید یہ لوپوس ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

کیا اچھا ہوتا اگر انجیلوں میں یسوع کے پانی کو شراب بنا دینے کا معجزہ درج نہ کیا جاتا کیونکہ اس کی وجہ سے دنیا کو نقصان عظیم پہنچ چکا ہے۔

نبی کریم صلعم ہی کی تعلیم مغربی خاندانوں اور معاشرتی حلقوں میں برکت اور خوشحالی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس تعلیم کی وجہ سے عورتیں اپنے اوقات زندگی کو خانگی امور اور بچوں کی ترتیب میں صرف کر سکینگی اور اُنہیں طلاق کے مقدمات کی کارروائیوں کو سُننے کے لئے عدالتوں میں جانے کا وقت ہی نہ مل سکیگا اور نہ ججوں کو اُن سے یہ کہنے کی ضرورت پیش آئیگی کہ عدالت کے کمرہ سے باہر نکل جاؤ۔ بلکہ طلاق کے مقدمات ہی شاذ و نادر ہونگے کیونکہ باوجود سہولت، اس قسم کے اسلام میں بہت ہی کم عمل میں آتے ہیں۔ فی الجملہ شادی کی رسم مغربی لوگوں کیلئے جوا یا قسمت کا کھیل نہ رہیگی بلکہ حقیقی آسایش کا موجب ہو جائیگی۔ ناجایز ولادت کالمعدوم ہو جائیگی۔ اور داشتہ عورتوں کا وجود باقی نہ رہیگا۔ اور یہ حالت کہ ماں باپ بیچارے مفلسی میں مبتلا ہیں اور اولاد عیش کر رہی ہے، کہیں دیکھنے میں نہ آئیگی۔ موجودہ زمانہ نے لوگوں کو اس طرف مائل کیا ہے کہ تھیٹروں میں ڈرامے دکھائے جاتے ہیں تاکہ لڑکے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کریں اور ہو سکیں اُنکے اندر بزرگوں کی عزت کا احساس پیدا ہو سکے جیسا کہ قاعدہ ہی ہے اور پھر پادری کو چھوٹی چھوٹی باتوں کا اہتمام کرنا پڑیگا

عہدِ جدید (انجیل) میں آنحضرت صلعم کی بشارت

از قلم جناب پروفیسر عبدالاحد داؤد بی ۔ ڈی،

گذشتہ سے پیوستہ

دراصل "پوڈوکیا" (لوقا ۲ ، ۱۴) سے مراد "ذات احمدؐ" ہی ہے

نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو فاضل مقالہ نگار، امور متنازعہ پر خوشی تبادلہ خیالات کے لئے تیار ہیں ۔ جو صاحب اُن سے خط و کتابت کرنا چاہیں وہ، اڈیٹر اسلامک ریویو ووکنگ انگلینڈ کی معرفت بڑی خوشی سے مراسلت کر سکتے ہیں ۱۲

اگر کسی مشہور مصنف کی چند تصانیف اس کی اپنی مادری زبان میں بھی، ہمارے سامنے موجود ہوں، تو اس کے کسی ایسے شاہکار کا ترجمہ جو کسی غیر زبان میں ترجمہ شدہ ہو، ہمارے لئے چنداں مشکل امر نہیں ہے ۔ کیونکہ ان تصانیف کی موجودگی میں، اور ان کی بدولت ایک مترجم اُس مصنف کے رجحان طبع، افتادِ مزاج، طرز نگارش، اور اصطلاحات مستعملہ، وغیرہ سے واقف ہو کر، اُس کی کتاب کا حتی الوسع اسی انداز میں کر سکتا ہے، جس انداز میں مصنف نے، دراصل وہ کتاب لکھی تھی ۔ اگرچہ یہ امر مترجم کس حد تک کامیاب ہوگا، خود اس کی ذاتی لیاقت اور علمیت پر منحصر ہے ۔ پس اگر لوقا کے دو چار خطوط یا رسالے بھی عبرانی زبان میں ہمارے سامنے موجود ہوتے تو ہم کسی قدر سہولیت کے ساتھ، اُس کی انجیل کا ترجمہ، جو فی الحال یونانی میں موجود ہے، یونانی سے عبرانی زبان میں کر سکتے تھے ۔ لیکن افسوس کہ لوقا کی کوئی تحریر ہمارے پاس موجود نہیں ہے، بلکہ حضرت مسیح کی مادری زبان یعنی آرامی میں بھی کوئی تصنیف جس سے لوقا نے

اپنی کتاب اخذ کی تھی، ہمارے پاس موجود نہیں ہے اور نہ لوقا نے کسی دوسری زبان میں کوئی اور کتاب آیندہ نسلوں کے لئے چھوڑی۔

تاکہ میرا مطلب واضح ہو جائے اور اس نکتہ کی اہمیت ناظرین کے قلوب پر نقش ہو جائے میں انگریزی اور فرانسوی ادبیات کے بہترین ماہر کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ شیکسپیئر کی تصانیف اصلی زبان یعنی انگریزی میں دیکھے بغیر، اُن کے کسی فرانسوی اڈیشن کا ترجمہ انگریزی میں اس طرح کر دے کہ وہ ترجمہ اصلی انگریزی عبارت سے متخالف بھی نہ ہو اور ساتھ، زبان، ادب، اور انشا کی تمام خوبیاں جو شیکسپیئر کے انگریزی کلام میں فی الواقع موجود ہیں، اس کے ترجمہ میں بھی من وعن موجود ہوں، کیا کوئی شخص اس کام کا بیڑا اٹھا سکتا ہے؟ دیدہ باید۔

مشہور فلسفی ابن سینا نے اپنی تصانیف عربی میں لکھی تھیں۔ چونکہ بعض تصانیف کے عربی متن ضائع ہو گئے، اس لئے لاطینی ترجموں سے ان کو دوبارہ عربی میں منتقل کیا گیا، لیکن کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اُن عربی تراجم میں، وہی زور قلم ہو گا۔ جو ابن سینا کی اصلی عبارات میں موجود رہا ہو گا؟ ہرگز نہیں، کیا، اسلامی دنیا کے اس ارسطو نے جسے بجا طور پر "معلم ثانی" کہا جاتا ہے، اسی انداز میں اِن تصانیف کو لکھا ہو گا، جس میں مترجم غیروں نے لاطینی زبان سے عربی زبان میں کر لئے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، مصنف کا انداز بیان پیدا نہیں کر سکتا۔

ہم نے نفس مسئلہ ترجمہ پر، گذشتہ مضمون متعلقہ "آئیرینی" میں کسی قدر بحث کی تھی اور چونکہ "سیپٹواجنٹ" اور "عبرانی" دونوں نسخوں میں لفظ "آئیرینی" اور لفظ "شیلوم" موجود ہے۔ اس لئے ہمیں "آئیرینی" کا ترجمہ یعنی مترادف لفظ "شیلوم" کو قرار دینے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن "یوڈوکیا" جہاں تک میرا حافظہ کام دیتا ہے "سیپٹواجنٹ نسخہ" میں مستعمل نہیں ہوا۔ پس اِس کا، اصلی مترادف، جو مصنف نے استعمال کیا ہو گا، معلوم ہونا نہایت مشکل ہے سینٹ برنا باس نے اپنی انجیل میں اس آسمانی گیت یا نظم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، نہ بیت اللحم کے چرپانوں کا۔ اور نہ دوسرے انجیل نویسوں کے یہاں یا "انجیلی خطوط" میں اس کا پتہ چلتا ہے۔

موجودہ یونانی مصنف اسمائے معرفہ میں "یوڈوکیا" اور "یوڈاکیا" دونوں لفظ استعمال کرتے

ہیں، یہ دونوں اسم، دو اجزاء سے مرکب ہیں: یو + ڈاکیو آخرالذکر جڑ و سے "ڈاکسا" نکلا ہے جس کے معنی ہیں۔ "شان یا جلال"، یا "حمد و ثنا" الغرض، اُس کے سامی لفظ معلوم کرنے کے لئے جسے راستباز گلہ بانوں نے۔ فرشتوں کی زبانی سُنا، اور جسے لوقانے "یو ڈوکیا" میں تبدیل کر دیا، ہم مجبور ہیں کہ اس لفظ کی لغوی تحقیق کریں۔ اور اس کی یونانی اصل و بنیاد کا پتہ چلائیں۔ لیکن اس سے پہلے ہم اُن گمراہ کن اور مغالطہ آمیز تراجم کا ذکر، اور اُن کی اغلاط پر تنقید ضروری سمجھتے ہیں، جنہوں نے "یو ڈوکیا" کے صحیح مفہوم کو چھپا لیا ہے، اور اس طرح اس پیشگوئی پر جو آنحضرت صلعم کے متعلق اس لفظ میں موجود ہے، ایک پردہ پڑ گیا ہے۔

یونانی متن کے دو ترجمے مشہور ہیں۔ ایک تو نام نہاد سریانی زبان میں اور دوسرا لاطینی میں دونوں کا لقب "سادہ" ہے جو اُن کے ناموں یعنی "شیٹا" اور "ولگیٹ" سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان دو مشہور قدیم نسخوں کے متعلق، جن کے سمجھنے میں بڑے بڑے علمائے دین اور فضلائے مذہب عیسوی کو بڑی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں، اب بہت کچھ ذخیرہ معلومات فراہم ہو گیا ہے۔ سر دست اس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ آرامی نسخہ جسے "شیٹا" کہتے ہیں، لاطینی نسخہ موسومہ "ولگیٹ" سے پہلے کا ہے سب جانتے ہیں۔ کہ پہلی چار صدیوں تک رومن کلیسا میں سوائے یونانی کے لاطینی زبان میں نہ کوئی انجیل تھی نہ کتاب الدعا، اور ۳۲۵ء یعنی کاونسل آف نائیس سے پہلے، عہد جدید کی کتابوں کو درجۂ استناد بھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے درجنوں انجیلیں اور خطوط الرسل مختلف حواریوں کے نام سے مسیحی فرقوں میں مروج تھے، لیکن کاونسل مذکور میں وہ سب کے سب جعلی قرار دئے گئے۔

چونکہ علم و فن اور سیریانی زبان کے علوم کا مرکز ابدیشہ تھا نہ کہ انطاکیہ، لہٰذا اسی شہر میں، کاونسل مذکور کے انعقاد کے بعد، عہد جدید کا ترجمہ یونانی زبان سے لاطینی میں کیا گیا۔

مسیحی مذہب کی تاریخ اور علوم متعلقہ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انجیل کے اولین مبلغین، اہل یہود تھے، جن کی مادری زبان آرامی تھی۔ یہ سوال کہ اُس زمانہ میں کوئی لکھی ہوئی انجیل اُن کے پاس موجود تھی یا وہ کل کی کل زبانی طور پر تعلیم و تلقین کیا کرتے تھے، ہمارے دائرہ تحقیق سے خارج ہے، لیکن ایک بات یقینی ہے کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحی لوگ، آرامی زبان میں

ہی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ بات ہمارے موجودہ موضوع سخن میں شامل ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہ آرامی زبان، اُس زمانہ میں عموماً سارے یہودیوں کی مادری زبان تھی بلکہ اُن کے علاوہ، شامی فنیقی، کالدی اور اشوری اقوام بھی یہی زبان استعمال کرتی تھیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ آرامی بولنے والی اقوام میں سے جو لوگ مسیحی ہو گئے ہوں گے وہ یقیناً اپنی مذہبی کتاب، آرامی زبان ہی میں پڑھتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آرامی اور سُریانی زبان میں بہت سی اناجیل اور خطوط الرسل اور کتاب اعمال اور کتاب الرم لکھی گئیں۔ ارمنی لوگوں میں بھی ارمنی حروف تہجی کی ایجاد سے پہلے سُریانی حروف تہجی ہی مستعمل تھے۔

برخلاف اس کے، غیر سامی اقوام میں سے جو لوگ مسیحی مذہب اختیار کرتے تھے، وہ عہد قدیم کو یونانی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اُن لوگوں کے لئے جو یونانی فلسفہ اور علم الاصنام کے ماہر تھے۔ یہ بات چنداں دشوار نہ تھی کہ "عہد قدیم" کے طرز پر ایک "عہد جدید" بھی مرتب کر دیں۔

ان اسباب کی تحقیق، جن کی بنا پر، اللہ کے ناصری رسول کا سیدھا سادھا پیغام، سامی اور یونانی دو مختلف خیالات کی روانی کا منبع بن گیا، یا جن کی بنا پر یونانی مشرکانہ خیالات انجام کار، سامی، عقیدہ توحید باری پر غالب آ گئے محض اس لئے کہ شرک کی تائید پر یونانیت مآب لاطینی قیاصرہ موجود تھے، اور نہایت متعصب اور توہم پرست اُسقف اس شرک کی پشت پناہ بنے ہوئے تھے، مسلم موحدین اور علماء کے لئے نہایت دلچسپی اور اہمیت کے سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور مسیحیت کے گہرے مطالعہ میں ان باتوں کو پیش نظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل اہم سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو ایمان۔ عقائد اور الہامی کتب کے متعلق ہیں۔ جس صورت میں انجیل آج ہمارے سامنے موجود ہے، ابتدائی تین صدیوں تک اس نوعیت کی انجیل کا، مسیحی کلیسا میں کہیں وجود نہ تھا جس قدر کتابیں آج عہد جدید میں شامل ہیں، وہ قدیم زمانہ میں کسی کلیسا یعنی سامی یا یونانی واقعہ انطاکیہ یا اڈیسہ یا قسطنطنیہ یا روم، وغیرہ میں موجود یا مستعمل نہ تھیں۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ جن مسیحیوں کے پاس صرف ایک لوقا اور مرقس کی انجیل ہوگی۔ اُن کے مذہبی عقائد کیا ہوں گے؟ اور عشاء ربانی اصطباغ، تثلیث، اعجازی

ولادت مسیح وغیرہ درجنوں کلیسائی عقاید کے متعلق اُن کا کیا خیال ہوگا؟ جو الفاظ "آج
لوقا ۲۲/۱۷-۱۹ میں پائے جاتے ہیں، سُریانی زبان کے نسخہ موسومہ "سنشیٹا" ہیں مطلق موجود
نہیں ہیں۔ اور نہ مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کی آخری بارہ ورسیز، کسی قدیم یونانی نسخہ
میں موجود ہیں اسی طرح "خداوند کی دعا" (متی ۶/۹ اور لوقا ۱۱/۲) مرقس اور یوحنا کے علم میں ہرگز نہ
تھی اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سی خاص تعلیمات جو ایک انجیل میں موجود ہیں، اس کلیسا
میں موجود نہ ہونگی، جس کے پاس وہ انجیل نہ ہوگی۔ اس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ عقاید اور
عبادات میں یگانگت پیدا ہی نہ ہو سکی ہوگی، مذہبی رسوم، عبادات، عقاید، وغیرہ میں
جو اختلاف آج پایا جاتا ہے۔ وہی اُسوقت موجود ہوگا۔ عہد جدید کے لٹریچر سے اگر کوئی
بات یقینی طور پر معلوم ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحیوں کے پاس یہودیوں
کی بائبل اور ایک انجیل ہوگی جس میں حضرت مسیح کے صحیح الہامات مندرج ہونگے، جن
کا خلاصہ، اس آسمانی نظم میں بیان ہوا ہے یعنی اسلام اور بشارتِ محمدیؐ۔ حضرت مسیح کی بعثت
کا مقصد صرف یہی تھا کہ یہودیوں میں مسیح موعود کے متعلق جو غلط عقاید موجود تھے، اُن کی اصلاح
کی جائے اور اُن کو یقین دلایا جائے کہ خدا کی بادشاہت اس دنیا میں مسیح موعود کے ذریعہ
سے قایم نہ ہوگی۔ بلکہ حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ایک شخص کے ذریعہ سے جس کا نام نامی احمدؐ
ہوگا۔ جس کے لئے انجیلوں میں پیرڈالوٹوس اور پیریکلیٹوس کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔
پیریکلیوس پر ایک مفصل بحث آیندہ اوراق میں کی جائے گی۔ لیکن اِس لفظ کے لغوی معنی
سے قطع نظر کرتے ہوئے جو یوحنا ۱۴/۱۶ اور ۱۵/۲۶ میں استعمال ہوا ہے، یہ حقیقت صاف ظاہر
ہے کہ مسیح نے مذہب کو ناقص حالت میں چھوڑا تھا۔ جس کی تکمیل کا وعدہ لوقا ۲۴/۴۹ میں بذریعہ
"رُوح قدس" کیا گیا ہے۔ یہ پاک رُوح، نہ تو خدا ہے نہ تثلیث کا تیسرا اقنوم بلکہ احمدؐ ہے جس
کی روح دیگر انبیاء کی دنیا میں آنے سے قبل بقول برناباس، بہشت میں موجود تھی۔ اگر یوحنا ۱/۱۵
کی شہادت پر عیسائی لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کی روح، دُنیا میں آنے سے قبل، موجود تھی
تو مسلمان بھی برناباس کی شہادت پر یہ بات مان سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی روح بھی، دنیا میں
آنے سے قبل موجود تھی۔ اس بات پر آیندہ مفصل بحث کی جائے گی، سردست میں جو سوال

تمام مسیحی کلیساؤں سے دریافت کرتا ہوں وہ یہ ہے کیا کاونسل آف نائیس سے پہلے، یوحنا کی انجیل، ایشیا افریقہ اور یورپ کی کلیساؤں میں مستعمل تھی؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو براہ کرم ثبوت پیش کیجئے، اور اگر نفی میں ہو تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مسیحیوں کی ایک بڑی تعداد یوحنا کے پیرے کلیٹ سے ناواقف تھی۔ یہ لفظ عجیب مہمل ہے۔ اس کے معنی نہ تو تسلی دہندہ کے ہیں نہ شفیع کے۔ بہرحال یہ سوال نہایت اہم ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے جو الزام کلیسا پر عاید ہوتا ہے وہ بھی اہم ہے

آمدم برسر مطلب، شیٹا میں یونانی لفظ یوڈوکیا کا ترجمہ "صوبہرا طبہا" کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں "خوش آیندہ توقعات" لیکن ولگیٹ میں اس لفظ کا ترجمہ "بونا والنٹس" کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں "نیک ارادہ"۔

میں علی الاعلان اُن تراجم کو غلط قرار دیتا ہوں۔ اور تمام یونانی زبان کے علما کو چیلنج کرتا کہ اگر اُن سے ہو سکے تو میری تردید کریں۔ لیکن اس بات کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ میں ان مترجمین کو دیدہ دانستہ تحریف کا ملزم قرار نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ان ترجموں میں کوئی بات جسکی بنا پر اُن لوگوں نے اس ترجمہ کو جایز قرار دیا ہوگا۔ ہاں یہ ضروری بات ہے کہ اس طرح ان مترجمین کی نگاہوں سے اس سامی لفظ میں جو مفہوم پیشگوئی کا مضمر ہے، وہ ضرور مفقود ہو گیا۔

یونانی زبان میں "خوش آیندہ توقعات" کا ترجمہ یوڈوکیا نہیں ہے۔ بلکہ یوالپس یا یوالپسٹیا۔ اور اس لفظ کی تشریح سشیٹا کو غلط قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح "نیک ارادہ" کا ترجمہ بھی یونانی لفظ یوڈوکیا سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس لئے یوتہیلیما استعمال ہوگا۔ اور یہ بات اُن پادریوں کے لئے سرمایۂ عبرت بن سکتی ہے جو وٹیکن قسطنطنیہ اور کنٹربری میں رسوم مقدسہ بجا لاتے وقت "خداوند کی تمجید" گایا کرتے ہیں۔

(۱) "یوڈوکیا" کے لغوی معنی اور اس کا اصلی مفہوم

اب ہم "یوڈوکیا" کے صحیح معنی بیان کرتے ہیں۔ اسی لفظ میں "یو" بطور صفت شامل ہے۔

جس کے معنی ہیں عمدہ، اچھا، زیادہ یا بہت زیادہ۔ جیسے کہ لفظ "یوڈوکامیو" جس کے معنی ہیں معزز محترم یا محبوب ہونا، یا شہرت حاصل کرنا۔ اور "یوڈی کایماس" کے معنی ہیں نہایت معزز ومحترم یا مشہور یا شاندار۔ "یوڈاکساز" کے معنی ہیں۔ نہایت شاندار اور نام آور "یوڈاکسیا" کے معنی ہیں شہرت۔ یونانی لفظ "ڈاکسا" جس کا استعمال ترکیبی طور پر آرتھوڈاکس" اور "ڈاکسالوجی" وغیرہ میں ہوتا ہے، "ڈاکیو" سے مشتق ہے۔ انگریزی دان لوگ جانتے ہیں کہ "ڈاکسا" کے معنی ہیں شان ومرتبہ یا عزت یا شہرت۔ اور یونانی ادبیات میں اکثر موقعوں پر ڈاکسا انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

"پیری ڈاکسس میکیے شائی" یعنی شہرت اور نام کے لئے جنگ کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ "ڈاکسا" کے معنی کبھی کبھی رائے، خیال، عقیدہ، مسئلہ، اصول، توقعات اور امید کے بھی آتے ہیں۔ لیکن اس کے عام معنی شہرت اور شان ہی ہیں۔ اور نظم مذکورہ شروع بھی اس طرح ہوتی ہے "اللہ" بغایت درجہ عظیم المرتبہ اور شان والا ہے، فرینچ گریک ڈکشنری مرتبہ آرسی الگزینڈر مطبوعہ پریس ۱۸۴۶ء میں "یوڈاکیا" کے معنی مہربانی، نرمی، حلم، رفق، نیک ارادہ خیال لکھے ہیں اور اس لفظ کی اصل "ڈاکیو" لکھی ہے۔ اور وہ تمام معانی یہی دئیے ہیں جو میں نے دئیے ہیں۔ اور قسطنطنیہ میں رہنے والے، یونانی اساتذہ جن میں سے بعض میرے شناسا بھی ہیں عموماً اس لفظ کے معنی، خوشی، محبوبیت، خوشگواری، خواہش کرتے ہیں۔ لیکن انہیں بھی مسلّم ہے۔ کہ لفظ کے معنی شہرت، نام آوری اور عزت کے بھی آتے ہیں۔

(ب) عبری الفاظ "محمد" اور "حمداہ" کے لغوی معنی اور مفہوم

مجھے اس امر کا کامل یقین ہے کہ بائبل کا مطلب صرف اسی صورت سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کا مطالعہ اسلامی زاویۂ نگاہ سے کیا جائے۔ الہام الٰہی کی حقیقت کو سمجھنے، پسند کرنے اور محبوب بنانے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔ اور طریق پر عمل کرنے سے، بائبل میں، جو نہایت ہی مذموم اور مکروہ رنگ کی تحریفات اور ترمیمات وغیرہ ہوئی ہیں، وہ سب عیاں ہو سکتی ہیں اور خارج کی جاسکتی ہیں۔ اور میں یونانی لفظ "یوڈاکیا" کو اسی نقطۂ خیال سے خوش آمدید کہتا ہوں

کیونکہ یہ لفظ اپنے لغوی معنے کے اعتبار سے عبرانی لفظ محمَدؔ یا محمود یا احمد اور حمدہ وغیرہ کا مترادف ہے۔ اور یہ الفاظ توریت میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) حَمَدَ اس فعل ثلاثی مجرد (ح م د) سے تعلق رکھتا ہے اور یہ تمام سامی زبانوں میں مشترک ہے۔ اور توریت میں اس کے معنی ہیں۔ میلانِ شدید ظاہر کرنا۔ عشق کرنا۔ خواہش کرنا، کسی چیز سے خوش ہونا، بیحد آرزومند ہونا، جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں۔ عسیبی لفظ "شہوت" کس قدر وسیع المعانی ہے، جس کا ترجمہ انگریزی میں خواہشِ نفسانی، عیاشی، میلانِ طبعی اور آرزو شدید وغیرہ سے کیا جاتا ہے۔ بس توریت میں "حمد" کا مفہوم یہی ہے۔ چنانچہ احکام عشرہ میں ایک حکم یہ ہے کہ پڑوسی کی عورت (زوجہ) پر للچائی ہوئی نگاہیں مت ڈال"، اس کا ترجمہ عبرانی یوں ہوگا "لو تحمود ایش ریخا" (خروج ۲۰ - ۱۷)

(۲) حمدَ یہ اسم حالت تذکیر میں حمدہ حالت تانیث میں، شہوت، خواہش، لطف و سرور، حُسن و خوبی، یا مرغوب طبع، کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (دیکھو یرمیاہ ۲۵: ۳۴)

(۳) محمَدؔ یا محمود۔ یہ الفاظ بھی حمد ہی سے مشتق ہیں اور نہایت محبوب، خوشگوار، دلچسپ، راحت بخش، لذت فزا، حسین، مرغوب اور بیش بہا کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

اس میں مطلق شک یا شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ عربی محمّد یا محمود اور عبرانی محمَد یا محمود، ایک ہی اصل یا مادہ سے مشتق ہیں (ح م د) اور اگرچہ صورت یا ترکیبی ہیئت میں باہم قدرے تفاوت ہوگیا ہے لیکن مفہوم کے لحاظ سے دونوں ہم معنی ہیں چنانچہ عبرانی الفاظ کے جو معانی میں نے اس جگہ بیان کئے ہیں وہ، خود یہود کی مرتب کردہ لغات سے ماخوذ ہیں۔

(۴) پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یونانی لفظ "یوڈوکیا" عبرانی اسم حمداہ کا لفظی ترجمہ ہے اور ان دونوں کے معنی، خوشی، سرور، راحت، لطف، خواہش محبوبیت، قیمت، حُسن و خوبی وغیرہ وغیرہ کے ہیں۔ اور اس بات سے یہ حقیقت ظاہر بھی ہوگئی کہ عبرانی لفظ محمود کے لئے یونانی زبان میں لفظ "یوڈاکسز" استعمال ہوگا جس کے معنی ہیں اس چیز کے جو نہایت محبوب و پسند مرغوب طبع

اور آرزو کا مرکز ہو، یا نہایت قیمتی، پسندیدہ، معزز اور محبوب ہو۔

مذاہب کی تاریخ میں یہ بات فی الحقیقت ایک معجزہ ہے کہ اولادِ آدم میں جس شخص کو سب سے پہلے محمدؐ کے نام سے پکارا وہ عبداللہ کا بیٹا تھا جو آمنہ کے بطن سے ۵۷۱ء میں بمقام مکہ پیدا ہوا اس معاملہ ہم عبداللہ یا آمنہ کو کسی فریب یا دجل سے متہم نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دونوں بُت پرست تھے اور اِن پیشگوئیوں سے قطعاً بیخبر تھے جو یہودی اور عیسائی کتابوں میں، ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کے متعلق مرقوم تھیں، کہ وہ دنیا میں دوبارہ خدا کے پسندیدہ مذہب اسلام کو قایم کرے۔ اس لئے ہم یہ کہہ کر اِس بات کو نہیں ٹال سکتے کہ محض اتفاق ہی کی وجہ سے آمنہ نے اپنے بیٹے کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا تھا، بلکہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ظہور میں آیا۔

میرے پاس اس امر کی تائید یا تردید کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے کہ عرب کے شاعروں نے اور ادیبوں نے عبرانی فعل حمدؔ کے صیغہ میں مجہول کو مع اس کے مفہوم کے اپنی زبان میں قائم رکھا یا نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ "حَمِدَ" جو عربی میں فعل ماضی ہے۔ اس کا مجہول ماضی محمدؐ ہی ہوگا اور عبرانی فعل "حِمدَ" کا مجہول "محمود" آئیگا۔ ظاہر ہے کہ اِن دونوں لفظوں (محمدؐ اور محمود) میں مشارکت صوری کے علاوہ مماثلت معنوی بھی موجود ہے۔ عبرانی لفظ کے ...... جو معانی نحویوں اور لغویوں اور مترجموں نے بیان کئے ہیں وہ میں نے من وعن درج کر دئے ہیں لیکن لفظ "حِمداہ" اور "محمود" کا اصلی مطلب، توصیف، اور لایق توصیف، شہرت اور مشہور، شاندار اور شاندار ہے۔ کیونکہ جمیع مخلوقات میں اُس شے، سے بڑھ کر اور کون معزز، محترم، شاندار اور لایق تحسیف ہو سکتا ہے، جس کے حصول کی ہر شخص کو خواہش ہو۔ اور قرآن میں لفظ "حمد" انہی معنی مفہوم کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور محمدؐ اور احمدؐ اسی سے مشتق ہیں۔ اور عربی حمد یا عبری حِمد ایک ہی بات ہے۔ سرِمو فرق نہیں ہے جیسا کہ دانیال نے لکھا ہے، محمدؐ کی شان تمام مخلوقات سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ چنانچہ خدا خود فرماتا ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اے محمدؐ اگر تو نہ ہوتا تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ یعنی دُنیا تیرے سبب سے ظہور میں آئی ہے صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اس سے بھی زیادہ عزت آپ کو یہ عطا کی گئی کہ آپ کے مقدس ہاتھوں سے اسلام اس دنیا

میں دوبارہ قائم ہوگیا۔ اور اسلام کے معنی بھی اُس کے بانی کے نام کی طرح نہایت تسلی بخش اور خوش آیند ہیں یعنی "امن و امان" "حفاظت، صلح، طمانیت، نجات، اور "شر" کے مقابلہ میں "خیر" اور معروف معنی ہیں "سر تسلیم خم کردن" یعنی اللہ اور اس کے قوانین کی اطاعت کرنا اور اس کی مرضی پر چلنا۔

جو نظارہ، اُن نیکدل گلبانوں نے، یسوع کی پیدائش کے موقعہ پر دیکھا، وہ نہایت برمحل تھا کیونکہ اللہ کا ایک برگزیدہ رسول اور اسلام کا مبلغ اس رات دنیا میں پیدا ہوا تھا جس طرح خود مسیح ملکوت الٰہی کے نقیب تھے، اسی طرح اُن کی انجیل بھی القرآن کی تمہید کہی جا سکتی ہے۔ مسیح کی پیدائش نے، اخلاق اور مذہب کی تاریخ میں ایک نئی بات کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن وہ خود محمود یا محمدؐ نہ تھے۔ جس کے لئے، شیطان کو مغلوب کرنا مقدر ہو چکا تھا۔ مغلوب کرنے سے مُراد یہ ہے کہ ارض موعود سے "بت پرستی" کا استیصال ہو جائے "بہیمیا حیوان" یعنی سلطنت روما روز بروز افزوں ترقی کر رہی تھی۔ اور اس کی بدولت نہ صرف فلسطین و شام میں بلکہ تمام دنیا میں بُت پرستی ہو رہی تھی۔ اور اسی مشرک حکومت کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی لکھی ہوئی تھی۔ مسیح اپنی قوم میں مبعوث ہوئے لیکن اُن کی قوم نے اُنہیں قبول نہ کیا جن چند افراد نے اُنہیں قبول کیا وہ خدا کی بادشاہت کے رکن رکین قرار پائے۔ لیکن باقی ماندہ خانہ بدوشوں کی طرح مختلف بلاد و امصار عالم میں منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد مشرک رومی قیاصرہ کی حکومتوں میں مسلسل دس دفعہ ان لوگوں کا قتل عام وقوع میں آیا۔ ہزاروں نے جام شہادت نوش کیا۔ اور قسطنطین اور اس کے جانشینوں نے نہایت خوشی کے ساتھ موحدین کی نعشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے روندوایا۔ بہر حال ان تمام واقعات کے بعد حضرت محمدؐ (صلعم) نے، "جو نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے" بلکہ "نام آور، محمود، مشہور اور محترم" اور آدم کی اولاد میں سب سے زیادہ لائق تحسین، گویا کامل "بارناشا" تھے، عرب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اور شرک کے ساتھ اس خوفناک حیوان (شیطان) کا بھی ہمیشہ کے لئے سر کچل دیا۔

قرآن کریم کا فوق العادت انداز

۵ قرآن کریم کی تصریحات اور آثار قدیمہ کی تحقیقات

بقلم سید مقبول احمد صاحب بی اے

اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں بھیانک اور پتھریلے جنگل یا ریگستان میں، کسی وقت ہزار ہا درخت اُگے ہوئے تھے۔ تو ہم یا تو اُس شخص کو عالم الغیب سمجھیں گے یا جبتک اُس کے دعوٰی پر خارجی شہادات مثلاً قدیم تاریخی نوشتوں یا باقیات مجحریہ، ٹھیر تا بہ ثبوت نکریں، ہم مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اور کسی معمولی انسانی کی طرف سے اگر ایسا دعوٰے پیش ہو تو ہم اُسے فسانہ سے زیادہ وقیع نہیں سمجھ سکتے۔

قرآن کریم میں ایک قوم کا ذکر ہے جسکی طرف خُدا نے ایک پیغمبر بھیجا تھا لیکن، اُس قوم نے اُس کو رد کر دیا۔ اس قوم کا نام "اصحاب الایکہ" ہے جس کا لفظی ترجمہ "بن کے لوگ" ہو سکتا ہے۔ قرآنی تصریحات و اشارات کی بدولت اس قوم کا قدیمی مسکن، خلیج عکابہ کے قرب وجوار میں متعین کیا گیا ہے۔ جو ملک شام کے جنوب میں واقع ہے۔ عکابہ کی وادی کے طبعی خصایص وہی ہیں، جو عرب کے ہیں، اور آج بھی وہی ہیں، جو دو ہزار سال پہلے تھے۔ یعنی بھیانک پتھریلے ریگستان، جہاں میلوں کسی درخت یا جھاڑی کا نام نشان نہیں ملتا، سوائے اُن چند خار دار جھاڑیوں مثلاً اونٹ کٹارا، تھوہر وغیرہ کے جو کسی بدمزہ پانی کے چھوٹے سے تالاب کے کنارے اُگی ہوئی ہوں۔ ایسے خطۂ زمین کے متعلق یہ کہنا کہ یہاں کسی زمانہ میں جنگل تھا جس میں درخت ہوئے تھے، کسی طرح یقین میں نہیں آسکتا۔ اور ابتدائی مسلمان جغرافیہ دان بھی اس معاملہ میں خاموش ہیں کہ یہاں کسی زمانہ میں جنگل تھا۔ لہذا ابتک مفسرین قرآن نے یہی کہہ کر اپنا پیچھا چھڑایا ہے کہ ایکہ، ملک شام میں ایک شہر تھا۔ جواب ناپید ہو چکا ہے اور اس کے معنی لازمی طور پر "جنگل" کے نہیں ہیں جس طرح

تعز کے معنی "آگ" اور "نینوا" کے معنی "مچھلی" کے ہیں۔ مفسرین کے اس خیال کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ عہد عتیق میں اس قرب وجوار میں کسی جنگل کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ کتاب خروج میں تمام خطہ کا مفصل بیان موجود ہے۔

حاجی برٹن (رحمتہ اللہ علیہ) جس کو میں اس کے ہموطن اور حوصلہ مند برک ہارٹ کی طرح جو عربوں میں شیخ برکات کے نام سے مشہور تھا۔ مسلمان ہی سمجھتا ہوں۔ پہلا شخص وہ ہے جس نے اپنی تصنیف "مداین کی سونے کی کانوں" کے ذریعہ سے، دنیا کے سامنے اس خطۂ زمین کا صحیح علم پیش کیا۔ اس نے بہت سے قدیم یونانی جغرافیہ دانوں کی تصانیف سے اقتباسات پیش کئے ہیں جو اس کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں۔ اور ان سے قرآنی بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس خطۂ زمین میں کسی وقت آدمیوں کے قد کے برابر درخت اُگے ہوئے تھے، اور تمام آثار صحرائی موجود تھے مزید تفصیل کے لئے ناظرین برٹن کی کتاب مذکورہ کے صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۰ اور باب ۸۸ ملاحظہ کریں: عرب میں ایک قوم اور تھی جس کا اب کہیں وجود نہیں صرف اس کا اور اس کے پیغمبر کا نام باقی رہ گیا ہے۔ یہ قوم ثمود تھی جو وسط عرب میں آباد تھی۔ اس قوم کا حال قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوا ہے:۔ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ، اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ صَالِحٌ اَلَا تَتَّقُونَ، اِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ اَمِينٌ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُونِ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ، اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَا اٰمِنِينَ فِي جَنّٰتٍ وَعُيُونٍ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ، وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِينَ یعنی ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے؟ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اور میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر صرف جہانوں کے رب پر ہے۔ کیا تم ان چیزوں میں، جو یہاں ہیں، امن کے ساتھ چھوڑ دئے جاؤ گے؟ یعنی باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ تہ بتہ ہے اور اترانتے ہوئے پہاڑوں میں گھر تراش لیتے ہو" (سورۃ الشعراء آیات ۱۴۱ تا ۱۵۰)

اس قوم کے متعلق ایک قابل غور امر یہ ہے کہ اگرچہ پلینی ڈایڈورس اور بطلمی نے

اپنی تصانیف میں اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن عہد عتیق اُن کے متعلق بالکل خاموش ہے حالانکہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے آمنے سامنے ہی رہتے ہونگے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قوم اُن کی ہمعصر نہ ہو بلکہ اُن کے برسر اقتدار آنے سے پہلے رہتی ہو۔ اور اُن کے زمانہ میں گمنام ہو گئی ہو، پروفیسر نکلسن، جنہوں نے تاریخ ادبیات عرب" لکھی ہے یوں رقمطراز ہیں "شمالی عرب ہیں، حجاز اور شام کے درمیان قوم ثمود آباد تھی، جس کا ذکر قرآن (۷ : ۷۳) میں بھی آیا ہے۔ اور یہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر اپنے لئے مکانات بناتے تھے۔ شاید محمدؐ (صلعم) کو اُن تراشیدہ حجروں کا صحیح علم نہ تھا جو آج بھی بمقام حجر، جو مدینہ سے شمالی جانب ایک ہفتہ کی راہ ہے موجود ہیں اور نبطی کتبوں سے جو اُن میں لگے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوتا کہ یہ حجرے دراصل مقبرے تھے"

لیکن پروفیسر موصوف نے اس معاملہ میں غلطی کھائی ہے۔ اگر وہ مغربی علماء سے استفادہ کرنا پسند کریں تو میں اُنہیں ایک ایسے شخص کا نام بتاؤں جو اُنہی کی طرح پُرجوش مسیحی ہے۔ کیونکہ، جیسا مسیحی جوش کی واضح دلیل ہے، دونوں ہی، جب کہ آنحضرت صلعم یا قرآن اُن کے خیالات کی تردید کرتے ہیں، تو اپنا توازن دماغی کھو بیٹھتے ہیں۔ بہرحال یہ شخص ڈاکٹر کرٹن ہے جس نے تاریخ عرب لکھی ہے۔ اور اس کتاب میں اُن مکانات کا حال لکھا ہے جو حال ہی میں بمقام کیراک دریافت ہوئے ہیں۔ اور یہ مکانات مقبرے نہیں ہیں بلکہ انسانی رہائشگاہ تھے، جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ اُن میں سے ایک کا نام "خزانہ فرعون" ہے اور کتاب میں اُس کی تصویر بھی موجود ہے۔ اگر آنحضرت صلعم کبھی کیراک تشریف لے بھی گئے ہونگے، جس کے متعلق ہمیں علم نہیں، تو قیاس یہی ہے کہ آپ نے اُن تراشیدہ مکانات کو نہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ، آپؐ کے زمانہ میں یقیناً یہ مکانات تہ ریگ ہونگے۔ پس کیا یہ ستم ظریفی نہیں ہے کہ اگرچہ بعض اقوام کے نام مثلاً ایملی کا بیٹ مندرجہ بائبل، نکلسن اور ٹولڈیکی کے نزدیک محض فرضی ہیں، لیکن باایںہمہ بائبل کے الہامی ہونے پر کوئی اعتراض یا شبہ وارد نہیں ہوتا، اور قرآن کو، جس کے بیان کردہ اقوام اور اُن کے مکانات کی تصدیق قدیم تاریخ اور نوشتوں سے ہوتی ہے، بہرحال بائبل کی نقل یا اُس کے بیانات کو بائبل سے مسروقہ سمجھا جاتا ہے؟

قرآن مجید میں ایک اور قوم کا بھی ذکر ہے، جسے تاریخ نے اس درجہ فراموش کر دیا کہ اگر ہمارے زمانہ میں ایک حیرت انگیز انکشاف نہ ہوا ہوتا تو مغربی حکما تو اس بیان کو واقعی فرضی اور غلط قرار دیدیتے - یہ قوم عاد تھی، جس کا ذکر مع اس کے پیغمبر کے، جن کا نام ہود تھا، قرآن میں ذکر کیا گیا ہے اور اس قوم کی ہستی کا ثبوت حال ہی میں حصن غراب کے حمیری کتبوں سے دستیاب ہوا ہے، جن کے متعلق میں نے اسلامک ریویو بابت جنوری ۲۵ء میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جب یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اور قرآنی بیان کی تصدیق ہو گئی، تو مسٹر فارسٹر نے جو ایک جوشیلے مسیحی پادری ہیں، ایک مضمون لکھا جس میں حضرت ہود کو بائبل کا عیبر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی، سچ ہے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے کچھ نہ کچھ کوشش کرنی تو ضرور چاہیئے۔ خواہ ناکامی ہی کیوں نہ ہو !!!

اب ہم قوم سبا کا بیان کرتے ہیں جو بعثت نبوی سے قبل فراموش ہو چکی تھی، اور آپ کی جائے ولادت سے اتنی ہی بعید تھی جیسے لندن سے قسطنطنیہ۔ قرآن مجید نے بدیں الفاظ اس قوم کی شوکت کا نقشہ کھینچا ہے بعد ازاں اُن کی تباہی کا ذکر بھی کیا ہے لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسَاكِنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۔ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا ... فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۔ سبا کے لئے اُنکی سکونت کی جگہ میں ایک نشان تھا، دو باغ دائیں اور بائیں تھے اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ اچھا شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے تو انہوں نے مونہ پھیر لیا سو ہم نے اُن پر زور کا سیلاب بھیجا۔ اور اُن کے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ بدل دئے جن میں تلخ میوے اور جھاؤ کے درخت تھے، اور تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ ہم نے انہیں یہ سزا دی کیونکہ انہوں نے ناشکری کی

اور ہم ناشکر گزار ہی کو سزا دیتے ہیں۔ اور ہم نے اُن میں اور اُن بستیوں میں جن میں ہم نے برکت دی تھی نظر آنیوالی بستیاں بنائی تھیں اور ہم نے اُن میں سفر کا اندازہ کر دیا تھا۔ اُن میں راتوں اور دنوں کو امن سے چلو تو اُنہوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے اور اپنی جانوں پر ظلم کیا پس ہم نے اُنہیں افسانے بنا دیا اور اُنہیں ریزہ ریزہ کر کے پراگندہ کر دیا۔ یقیناً اس میں ہر صابر اور شاکر کیلئے نشان ہے (سورہ سبا آیات ۱۵-۱۹)

اُن کی خوشحالی کی تصدیق لیگے تھرے سائی ڈیز نے بھی کی ہے جو مسیح سے ڈیڑھ سو برس پہلے گزرا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "سبا عرب کے جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ جہاں بہترین پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور دریا کے کناروں کی زمین نہایت شاداب ہے۔ اندرون ملک میں گرم مصالحہ کے درخت اور کھجوروں کے باغات ہیں جنکی خوشبو مست کرنیوالی ہے اور اس ملک میں درختوں کی اسقدر قسمیں ہیں کہ اُن کا شمار دشوار ہے"۔ بعد چندے العرم کا بند ٹوٹ گیا اور ملک کی زرخیزی کافور ہو گئی۔ اور اب اس ملک میں تلخ میوے کے درختوں کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ العرم کو حال میں ایک فرانسیسی سیاح نے دیکھا تھا اس کا بیان قرآن مجید کے بیان کا مُصدّق ہے اس بند کا پانی ملک کے دائیں اور بائیں جاتا تھا۔ اسی لئے دونوں جانب باغات تھے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

اِن کے علاوہ، قرآن مجید میں ایک اور دلچسپ کتبے کا ذکر ہے جسکی تصدیق جغرافیائی تحقیقات کی بنا پر ہنوز نہیں ہو سکی ہے۔ یہ یاجوج اور ماجوج والی سد ہے جسکو ذوالقرنین نے، جسے سائرس شاہ ایران کا لقب دیا جاتا ہے، تعمیر کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ خیال کیا گیا ہو کہ یاجوج اور ماجوج سے مراد گیتی اور مساگیٹی دو قومیں ہیں، جنکے خلاف سائرس نے چڑھائی کی تھی۔ ہیروڈوٹس کا یہ بیان سراسر مُصدّق قرآن ہے بلکہ سائرس کے دو حملوں کا جو اس نے مشرق اور مغرب کی جانب کئے اور اسکے بحر ظلمات تک پہنچنے کا بھی مُصدّق ہے۔ یہ سد نقشہ میں موجود ہے اور کوہ قاف سے لیکر بحر خزر تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ سد (دیوار) اب شکستہ ہو گئی ہے لیکن مقامی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُسے کسی ایرانی بادشاہ نے بنایا تھا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ جب غارتگر مغلوں نے خلافت عباسیہ پر حملہ تو یہ لوگ اسی دیوار کو طے کر کے آئے تھے۔ اور یہ بات قرآنی بیان کی مُصدّق ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا حملہ گویا فیصلہ کے دن کا قرب ہو گا۔ اور ایسا ہوا کیونکہ اُن غارتگروں نے خلافت عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تعجب یہ ہے مغلوں نے مسلمان ہونے کے بعد ہی زیر قیادت تیمور ترکان

عثمانی کی بنیاد کو زبردست صدمہ پہنچایا بلکہ انکے سیاسی تفوق کو ہمیشہ کیلئے خاک میں ملا دیا اور انگورہ کے میدان میں بایزید کو شکست دیکر تھوڑے دنوں کیلئے سلطنت عثمانیہ کو لاشہ بے جان بنا دیا۔

اسکے علاوہ اصحاب کہف والرقیم کا تذکرہ بھی ہنوز تشنۂ تصدیق ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ جب کبھی آثار قدیمہ کے سلسلہ میں کوئی انکشاف ہوگا تو قرآنی بیان کی صداقت ظاہر ہو جائیگی۔ یہ فسانہ ایسا حیرت انگیز یا خلاف عقل نہیں ہے جیسا کہ بائبل کی اکثر حکایات مثلاً شاہ کسپر کا قصہ یا مجوسیوں کی آمد آخر میں اس الزام کا ذکر اور اس کی تردید کرنا چاہتا ہوں جو سائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ایک مضمون نگار نے قرآن مجید پر لگایا ہے۔ یہ الزام اُس قحط کے متعلق ہے جو مصر میں واقع ہوا تھا جسکا ذکر سورہ یوسف میں موجود ہے قرآن فرماتا ہے "تب اس کے بعد ایک سال آئیگا جس میں لوگوں پر مینہ برسایا جائیگا اور انمیں وہ انگور بھی نچوڑینگے" (سورہ یوسف ۱۲: ۴۹) میں چاہتا ہوں کہ اس کی تشریح میں سیل کا بیان پیش کروں وہ لکھتا ہے۔

برخلاف اسکے، جیسا کہ اکثر قدیم مصنفین نے لکھا ہے، عموماً موسم سرما میں مصر زیرین میں بارش ہوتی ہے اور سکندریہ میں تو برف بھی گرتی ہے اور یہ مشاہدہ سنیکا کے بیان کی تردید کرتا ہے۔ بالائی مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ جس بارش کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے۔ اُس سے ملک حبش کی بارش مراد ہے جس کی وجہ سے دریائے نیل میں طغیانی آتی ہے اور مصر میں زرخیزی ہوتی ہے۔ یا وہ بارش مراد ہے جو قحط زدہ علاقوں میں ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک حبش میں ایک زبردست قحط پڑ چکا ہے جس پر آثار قدیمہ گواہ ہیں حبش اور یمن دونوں ایک ہی عرض البلد میں واقع ہیں۔ اور ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ اور اُن کے طبعی خصائص بھی یکساں ہیں چنانچہ یمن میں ایک کتبہ دستیاب ہوا ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

"میں ذو شفر بادشاہ کی بیٹی ہوں اور میرا نام تاجہ ہے میں نے اپنے خادم کو یوسفؑ کے پاس بھیجا جب اُسے دیر ہوئی تو اپنی خادمہ کو چاندی دیکر بھیجا کہ اس قدر گیہوں لے آئے اور جب وہ شئے مطلوبہ حاصل نہ کر سکی تو میں نے اُسے موتی دیکر بھیجا کہ اس قدر آٹا لے آئے لیکن اس پر بھی اناج میسر نہ ہوا تو میں نے اُن موتیوں کو پسوا دیا۔ لیکن وہ قابل استعمال نہ ہوئے تو مجبوراً میں دربند ہو گئی ہوں جو میرا حال سُنے لازم ہے کہ وہ مجھ پر ترس کھائے اور جو عورت میرے زیورات استعمال کرے خدا کرے اُس کا حشر بھی وہی ہو جو میرا ہوا ہے۔ یعنی وہ بھی میری طرح بھوک کے مارے مرجائے"۔

اکسیر رحمانی

[illegible]

نقول چند سندات

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت مصنف صاحب کی ذات ستودہ صفات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کتاب ملنے کا پتہ [illegible]

[illegible]

رجسٹرڈ ایل ۔ ۳۸۱۰

بابت ماہ جون سنہ [illegible]

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریۂ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیق عام پریس لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان

چھپ کر

خواجہ عبد الغنی پبلشر

نے

برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد (۱۶) بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۹ھ نمبر (۶)

شذرات

[illegible] ہفتہ [illegible] شائع ہوتا ہے

[illegible] ایک ہفتہ تک آپ بھی [illegible] کے [illegible]

[illegible] خط و کتابت ان کے نام [illegible]

پہلے مسلمان یا ہندوستانی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جو انہوں نے نقل کر دیا۔ وہ یہ عجیب سی ہے۔ کہ اگر ذبح کرنے کے [illegible]
اثر وہ الفاظ کو دہرایا جائے۔ تو اس سے کیا فرق آتا ہے۔ میرے نزدیک یہ اعتراض
وزنی ہے۔ اور مفتی صاحب نے اس امر کا جواب نہیں دیا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں۔ کہ اگر
جانور کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام بھی لے لیا جائے۔ تو بھی وہ مسلم کی حلال خوراک
میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم نے اس مسئلے کو بالوضاحت بیان کر دیا ہے۔ جس مسئلے
پر پہلا حکم [illegible] ہے۔ جس کی تشریح بعد میں آیات نمبر [illegible] اور [illegible] نے فرما دی
بلکہ اس سے [illegible] دلائل بھی دے دیئے۔

(۱) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (النحل ۱۱۵)

اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے۔ اور جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام [illegible]

(۲) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ

[illegible]

وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

[illegible]

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ (المائدہ آیت ۳)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ
تیری طرف جو وحی آئی ہے۔ اس میں تو میں اس میں کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ یہ

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۔ (سورۂ انعام ۱۴۶)

بیشک ناپاک ہیں یا وہ جانور ہو جو نافرمانی ہو کر خدا کے سوا کسی دوسرے کیلئے (ذبح) اور نامزد کیا گیا ہو ۔

پہلی آیت میں اور چیزوں کے علاوہ خون کا کھانا ہم پر حرام کر دیا۔ لامحالہ ہر ایک ایسے جانور کا گوشت جس کے جسم سے کل کا کل خون اس کی موت سے پہلے نہ نکل چکا ہو۔ وہ بھی حرام ہونا چاہئے۔ چنانچہ آیت نمبر دو مذکورہ بالا میں جن مقتول جانوروں کو اور ان پر میں نے نمبر ایک تا پانچ لکھ دیئے ہیں۔ ہم پر حرام کیا گیا ہے۔ ان میں ایک بھی جانور ایسا نہیں کہ جس کی موت پر اس کے خون کا بہت سا حصہ اس کے جسم میں رہ کر گوشت کی جزو نہ بنگیا ہو۔ اس کی تشریح میں آگے کر کر دکھاؤں گا۔ بلکہ مردہ کے حرام کرنے کی ایک وجہ یہی خون ہے۔ آیت نمبر دو میں جو استثنا فرمادی کہ ایسا جانور اگر اسلامی طریق پر ذبح ہو جائے تو وہ حلال ہو جاتا ہے بعض مفسرین کے نزدیک وہ استثنا باقی کے چار قسم جانوروں پر حاوی ہے۔ یعنے مرنے سے پہلے اگر وہ اسلامی طریق پر ذبح ہو جائیں تو حلال ہو جاتے ہیں ۔

خون کا کھانا طبی طور سے مضر صحت ہے۔ بہت سی زہروں کے علاوہ خون میں یورک ایسڈ کا ایک کافی حصہ ہوتا ہے۔ جسے گردے خون سے نکال کر پیشاب کی شکل میں منتقل کر دیتے ہیں۔ الغرض خون کا کھانا مسلمۂ صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جھٹکے سے مارا ہوا جانور پیشتر ازیں کہ اس کے جسم کا کُل کا کُل خون خارج ہو جائے مر جاتا ہے۔ جو لوگ جھٹکہ اور ذبیحہ کھا چکے ہیں۔ وہ تسلیم کرینگے۔ کہ دونوں گوشتوں کے ذائقے میں بہت فرق ہوتا ہے حضرت رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی منشا یہی ہے کہ ذبح کا طریقہ ایسا ہو کہ جانور جلدی سے جلدی مرجائے۔ ایک طرف تو یہ غرض ہے۔ کہ تمام خون پر موت

وارد نہ ہو۔ جب تک کہ اس کے جسم سے کُل خون نہ نکل جائے۔ اور دوسری طرف یہ ضروری ہے۔ کہ وہ تھوڑے سے وقت میں مر جائے۔ یہ دونوں باتیں اسی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ کہ ایک طرف تو شاہ رگ کٹ جائے۔ اور دوسری طرف جانور کے دماغ اور اس کے قلب کا تعلق منقطع نہ ہو جائے۔ کیونکہ یہ تعلق جس وقت ختم ہو جائیگا۔ اسی وقت آن واحد میں جانور پر موت وارد ہو کر اس کے جسم میں کُل خون کو منجمد کر دیگی۔ لہٰذا اغراض بالا اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب جانور اسلامی طریق پر ذبح کیا جائے۔ اگر معترض کی سمجھ میں کوئی اور طریق آتا ہو تو وہ بتلا سکتا ہے +

ایک غیر مسلم کے لئے قرآن کے احکام بیشک کوئی حجت نہیں لیکن وہ اس مسئلہ کو عقل اور سائنس کی روشنی میں دیکھے۔ اگر میری صحت اصلی حالت میں ہوتی۔ تو میں خون کے مضر صحت ہونے کے متعلق مغربی کتب طب کا حوالہ بھی دیدیتا +

اسی مسئلہ کے ضمن میں جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا بالکل بیجا ہے۔ کہ اگر اہل کتاب کا کھانا ہم پر حلال ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اگر کسی اہل کتاب کے دسترخوان پر غیر ذبیحہ چیز ہو وہ ہم پر حلال ہو۔ کیونکہ جس آیت نے ہم پر اہل کتاب کا کھانا حلال کیا ہے۔ اس سے پہلی آیت نے غیر ذبیحہ چیزوں کا کھانا حرام کیا ہے۔ صحابہ کرام کے علاوہ حضرت امام اعظم شافعی اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے +

صابون اور پانی

مرقومہ بالا عنوان کے ماتحت "ڈیلی میل" مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۰ء نے مشہور طبیب سر تھامس الیوڈ کے الفاظ درج کئے ہیں۔ جن کا خیال ہے۔ کہ موسمی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے متمدن اقوام سب سے زیادہ جسمانی صفائی پر عامل نظر آتی ہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے **ڈیلی میل** نے لکھا ہے "غالباً ڈاکٹر صاحب کے اس قول سے سینٹ برنارڈ کو اتفاق نہ ہوگا۔ جنہوں نے آرڈر آف دی ٹیمپل کے ضوابط میں لکھا ہے۔ کہ موزہ اور سر [illegible]

اشخاص کو (جنہیں سر کا خطاب ملے) بہت کم نہانا چاہئیے.... مسٹر امس ایک قابل طبیب ہیں۔ اور اگر وہ تمدن کو وفیعہ جبر انیم کا ہم پلہ قرار دینا چاہتے ہیں تو انھیں حق حاصل ہے کہ رائے زنی کریں" +

ڈیلی میل نے یہ اعتراض بالکل مناسب کیا ہے۔ اور اگر ایک مسلمان اس پر رائے زنی کرتا تو وہ بھی یہی لکھتا۔ واضح ہو کہ جسمانی طہارت کے معاملہ میں مسلم اقوام یورپ کی اُستاد اور ہادی ہیں۔ ہم اسباب کو اس لئے واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ایک تو یورپین اقوام احسان فراموش ہیں۔ دوسرے اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے رُوح اور جسم کے حیرت انگیز اور غیر قابل انفکاک رشتہ کی نوعیت کو قرار واقعی طور پر سمجھا ہے مسیحیت اور بُدھ مت دونوں بڑے مذاہب نے اس صداقت کا احساس نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مسیحیت کے بزرگوں نے طہارت جسمانی پر زور دینا کیا معنیٰ اس کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ اور بُدھ مذہب کے بزرگوں نے تو دُنیا اور اس کے جملہ متعلقات سے عجب بے اعتنائی برتی، اور ہر دنیاوی شے کو بُرائی کا مخزن سمجھا۔ اسلام نے بالمقابل اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ کہ جملہ اخلاقی اور رُوحانی ترقی کی مُبتدیا، جسمانی طہارت پر مبنی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم، جسمانی اور رُوحانی دونوں قسم کی ہدایتوں سے بھرا پڑا ہے۔ آنحضرت صلعم نے بھی جسمانی صفائی اور پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کثیف لباس یا بغیر بالوں میں کنگھی کئے، مسجد میں چلا آتا تو آپ ناخوش ہوتے تھے +

اس میں شک نہیں کہ مسلم ممالک میں بھی کثافت اور غلاظت پائی جاتی ہے لیکن اُن کے وجود کو اسلام سے منسوب کرنا گویا قرآنی تعلیمات سے آنکھیں بند کر لینا ہے، اور آنحضرت صلعم کی احادیث اور اسلامی تہذیب کی داستان سے ناواقفیت کا اظہار کرنا ہے +

ڈریپر نے اپنی شہرہ آفاق تالیف "یورپ کے ارتقائے ذہنی کی تاریخ" میں مسلمانوں اور اُن کے شہروں کی صفائی اور پاکیزگی کا دیگر یورپین اقوام اور اُن کے شہروں سے

مقابلہ کرتے ہُوئے لکھا ہے" جونہی عرب کے لوگ **اندلس** میں آباد ہوئے انھوں نے ہر پہلو سے ترقی اور تمدّن کی راہیں کھول دیں۔ اور خلفائے راشدین کے نقوش قدم پر چل کر علم و فن کی سرپرستی شروع کی۔ اور تہذیب و شائستگی کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر اس زمانہ کے یورپین لوگوں یا حکومتوں میں نہیں مل سکتی۔ ان کے عہد حکومت میں **قرطبہ** نہایت شاندار شہر بن گیا جس میں دو لاکھ سے اوپر مکانات تھے۔ اور دس لاکھ سے زیادہ آبادی تھی رات کے وقت سڑکوں پر سرکاری لمپ روشن ہوتے تھے۔ **لندن** میں اس کے سات سو برس بعد بھی سڑکوں پر لمپ نہیں لگائے گئے۔ اور لندن پیرس وغیرہ کی گلیوں کا یہ عالم تھا کہ برسات کے موسم میں جو شخص گھر سے باہر نکلتا تو گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنس جاتا لیکن غرناطہ اور قرطبہ وغیرہ میں یہ بات نہ تھی۔ ان شہروں میں اُمراء اور خلفاء کے محلات ایسے شاندار بنے ہوئے تھے۔ کہ ان کے سامنے جرمنی فرانس اور انگلستان کے محل جھونپڑے معلوم ہوتے تھے۔ اسپین کے مسلمان جس طرح صفائی اور پاکیزگی کے دلدادہ تھے۔ اسی طرح فن تعمیر اور طرز رہائش میں بھی یورپین اقوام سے بڑھے ہوئے تھے۔ اُن کے مکانات کی شان و شوکت کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اُمراء کے محلّات تو عجائب خانے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے پائیں میں باغیچہ ضرور ہوتا تھا جس میں درختوں کے علاوہ نہریں اور فوارے بھی ہوتے تھے۔ اور وہ لوگ حمام اور غسلخانوں کے بھی بڑے شائق تھے۔ اور بعض کمروں میں ایک ایک ہزار مومی شمع کے جھاڑ روشن ہوتے تھے جن کی وجہ سے رات کے وقت کُل عمارت جگمگا اُٹھتی تھی"۔ (جلد ثانی صفحہ ۳۰)

اس اقتباس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اگر مسلمان ممالک میں آج یہ بات نہیں ہے۔ تو اس کی ذمہ واری اسلام پر نہیں بلکہ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری پر ہے۔ اور اُن کی حالت اجنبی اقوام کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے روز بروز ہوتی جاتی ہے۔ تاہم ہمیں ایسا مبالغہ نہیں کہ جسمانی صفائی کے لحاظ سے ایک مسلمان مرد یا عورت اب بھی ایک مغربی باشندے

سے زیادہ قابل تعریف ہوتا ہے ہم سر طامس آلیور کے الفاظ کی تائید ڈاکٹر دریپیر کے بیان سے کرنا چاہتے ہیں۔ جو مذکورہ بالا اقتباس کے چند صفحے آگے یوں لکھتے ہیں:۔

"ذاتی آسائش کے اصولوں اور طریقوں کے لئے ہم زیادہ عربوں ہی کے ممنون احسان ہیں۔ اُن لوگوں کے لئے ناممکن تھا کہ مغربی لوگوں کی طرح لباس پہنا کریں جن کا اصول یہ تھا۔ کہ ایک دفعہ جو لباس زیب تن فرمالیا وہ پھر نہ اُتارا یہاں تک کے پارہ پارہ ہو کر خود ہی جسم سے علیحدہ ہو جاتے۔ اور ان چیتھڑوں کو جوں وغیرہ کا ذخیرہ سمجھ لیجئے اور ان کی بدبُو کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہو سکتا۔ جب ٹامس بیکٹ کی نعش سے لباس اُتارا گیا۔ تو اندر کے کپڑے ایسے میلے کچیلے نکلے کہ کسی مسلمان کے غلام کے بھی ایسے نہ ہونگے مسلمانوں ہی نے یوروپین اقوام کو ململ یا تنزیب کے اندرونی لباس کا استعمال سکھایا۔ کہ اس کو ہر تیسرے دن صاف کیا جا سکے۔ اور یہ لباس آج بھی خواتین مغرب کے استعمال میں ہے۔ اور اس کا نام بھی وہی چلا آتا ہے"۔

گستو ڈیرکس اپنی تصنیف میں لکھتا ہے "چونکہ مسلمان گرم ممالک کے باشندے تھے۔ اس لئے حمام اور غسل کے بہت زیادہ عادی اور ضرورتمند تھے! اور طہارت جسمانی کے اس درجہ خوگر تھے۔ کہ یوروپین ممالک کے مسیحی لوگوں میں اُن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ رفتہ رفتہ عیسائیوں نے مسلمانوں کی تقلید میں جسمانی صفائی اور غسل کے طریقوں کو اختیار کیا۔ اور غسلخانے بنوائے۔ اور حمام میں نہانا شروع کیا" +

عبدالمجید ایم اے

ضروری اطلاع مشن کا کوئی شعبۂ انتظام اس وقت کسی فرقہ وار جماعت کے ہاتھ میں نہیں اس کا مالی انتظام ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں ہے۔ کُل زرِ معاونت ڈاکٹر غلام محمد صاحب فنانشل سکرٹری مسلم مشن عزیز منزل لاہور کے نام آنی چاہئے۔ حسب دستور سابق ہر ایک معطی صاحب کو رسید عطیہ پہنچیگی اور ان کا اسم وار چندہ ان صفحات میں چھپا کرے گا +

خواجہ عبدالغنی سکرٹری

دعاءِ مسیح

اے خدا تیری بادشاہت آئے تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ نظام شمسی
تمام کائنات مشیت الٰہی کی پابند ہے اور اسی کی بدولت ترقی اور ظہور حاصل کرتی ہے
دنیا کی تخلیق میں جو مقصد خداوندی پوشیدہ ہے وہ اسی وقت تکمیل کو پہنچ سکتا ہے
جبکہ فطرت کا عظیم الشان کارنامہ یعنی "انسان" اپنے آپ کو مشیت الٰہی کا پابند بنائے جس دن
نسل انسانی خدا کے طریق کار سے واقف ہو کر اس پر عمل کرنا اپنا شعار بنالے گی اس دن
حقیقی شادمانی اور امن و امان دنیا میں قائم ہو جائے گا۔

سائنس کی ساری جدوجہد خدا تعالیٰ کے طریق کار ہی کے معلوم کرنے کے لئے ہے
لیکن جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس کی جدوجہد کے نتائج بہت دیر میں نکلتے ہیں اور
وہ بھی ناقص ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ اس دن کے انتظار میں نہ رہ سکتا تھا۔
جبکہ سائنس اپنی دیر طلب کوششوں سے دنیا کو ناقص طور پر فیضیاب کرے انسان کے لئے
تو جلد از جلد مشیت الٰہی سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اسی مقصد کے ماتحت خدا تعالیٰ نے
مذہب کے معلمین یعنی انبیاء کو اس دنیا میں بھیجا تاکہ انسان کو سنن اللہ[2] یعنی خدا کے قوانین سے

۱؎ وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (تکویر ع ۱)

اور تم نہیں چاہتے سوائے اس کے کہ اللہ جہانوں کا رب چاہے۔

۲؎ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (النساء ع ۵)

مطلب: اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے کھول کر بیان کرے اور تم کو ان کی راہیں دکھائے جو تم سے پہلے گزر چکے (النساء)

آگاہ کریں اور وحی اور الہام رسالت کا نزول اس وقت بند ہوا جب انسان کو سنت اللہ
کا پورا پورا اور صحیح علم حاصل ہو گیا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالے نے اپنی مشیت اور سنت دونوں کو
واضح طور پر بیان کیا ہے اور انسان کو وہ راستہ اچھی طرح سمجھا دیا ہے جس پر چل کر وہ اس کے
رنگ میں رنگین ہو سکتا ہے اور جب ایسا ہو گیا تو گویا خدا کی بادشاہت دنیا پر قائم
ہو گئی یہی قرآن مجید حضرت مسیح کی دعا کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نازل ہوا۔

تمام مذاہب نے ایک ہی صداقت کا اعلان کیا ہے یعنی یہ کہ خدا نے انسان
کو اپنی صورت پر پیدا[1] کیا ہے۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ پر حقیقی اور تسلی بخش روشنی ڈالی ہے۔
بروئے تعلیم قرآن، انسان اس دنیا میں خدا تعالے کا خلیفہ ہے۔ سائنس بھی اس کو کائنات
کا آقا قرار دینے کی وجہ دیتا ہے۔ اگر تخلیق خداوندی کا مقصد وہی ہے جو اوپر بیان ہوا
تو جب تک انسان دنیا پر مشیت الٰہی کے مطابق حکومت نہ کرے۔ خدا کا مقصد عملی پورا نہیں
ہو سکتا۔ لہٰذا وحی کی ضرورت ثابت ہے جو انسان کو مشیت الٰہی سے آگاہی عطا کرے
وحی یا "الہام" کے لغوی معنی ہیں "دل میں کسی بات کا ڈالنا" یعنی خدا کی طرف سے ایسے
اشارات کا ملنا جن کی مدد سے انسان اس مقصد عظیم میں کامیاب ہو سکے، جس کے لئے وہ
پیدا کیا گیا ہے۔ پس انسان کے لئے لازمی ہے کہ خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے وہ ان اخلاق
الٰہیہ کا حامل ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ وہ ان سے واقف ہو۔ اگر وحی الہام

---

[1] ان اللہ خلق آدم علی صورتہ (الحدیث)

کا مقصد اولین انسان کو صفاتِ الٰہیہ سے آگاہی دینا نہ ہو تو پھر اس کی ضرورت مطلق حاجت ہی کیا ہے ۔

عبادات ، پیامات، مواظبات رسمی ۔ رسوم ۔ شرائع مذہبی ، بیشک ہر مذہب کا جزو خاص ہیں لیکن ان کی حیثیت تو سائل سے بڑھ کر نہیں ہے حقیقی عبادت اور اصلی طاعت یہ ہے کہ ہم سُنت اللہ کو اپنا مطمح نظر بنائیں اور اسی کی پابندی کریں محض چند مقررہ الفاظ کے الفاظ ، یا مقررہ اوضاع جسمانی کی پابندی سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ ان کا حقیقی مطلب ہماری روزانہ زندگی سے ظہور پذیر نہ ہو ۔

اگر ہمارے اعمال ، ان گیتوں سے جو ہم معابد مختلفہ میں با آواز بلند گاتے ہیں اور درست ہو سکتے ہیں ۔ تو چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن معاملہ تو برعکس ہے ۔ ہمارا مذہب تو معبد میں داخل ہونے یا وہاں آواز بلند چند الفاظ حمد کہنے یا چند الفاظ کی گیت پڑھنے گاتے ہی ختم ہو جاتا ہے ۔ ہاں میں تسلیم کرتا ہوں ۔ کہ یہ مقدس الفاظ امور حسنہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن معبد سے نکلنے پر ان الفاظ کا اثر ہمارے اعمال سے ظاہر نہیں ہوتا غضب تو یہ ہے کہ ہم نے معبد میں داخل ہونے یا رسمی عبادات کو ادا کرنے کا نام مذہب قرار دے رکھا ہے ۔ مذہب تو اعمال کا نام ہے ۔ اور عقاید مذہبی بھی اعمال حسنہ کے لئے تسلیم کئے جاتے

لہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (ماعون)

پس ان نمازیوں کے لئے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں (محمد علی)

ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہر قول و فعل کا سرچشمہ کوئی نہ کوئی عقیدہ ہوا کرتا ہے۔

الغرض اسلام نے ان رسمی امور کو کسی مقصد اعلیٰ کے حصول کے لئے بطور وسائط و ذرائع رکھا۔ مگر اس خیال سے کہ مبادا اور مذاہب کی طرح یہی رسمیات اصل مذہب نہ سمجھ لی جائیں۔ صاف الفاظ میں اعلان کر دیا۔ کہ ان رسمیات کا نام حسنات نہیں حقیقی مذہب تو یہ ہے۔ کہ چند ایسے صحیح عقاید کو تسلیم کیا جائے۔ جو محرکاتِ اعمال نیک ہوں۔ اور ان عقاید کے مطابق پھر نیک اعمال ہم سے سرزد ہوں۔ جن سے تمدن انسان کو امداد[1]

[1] لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونھوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ

کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت کے لئے قریبیوں یتیموں مسکینوں اور مسافروں

وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ

اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دے۔ اور نماز کو قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنے اقرار

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ

کو پورا کرنے والے جب وہ اقرار کریں اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت یہی وہ لوگ

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں [illegible]

مذہب قرآن کی غرض تو صرف تہذیب و تمدن انسان ہے۔ اور چونکہ اس تمدن کی بنیاد اسلام نے ان حقائق پر رکھی ہے۔ جو کائنات میں بطور نظائر قدرت نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ سب کے سب پس پردہ ہاتھ یعنی رب کائنات کے افعال ہیں۔ اور اسی کی منشاء کے مطابق اپنے اپنے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے اطاعت رب کائنات کو اصل مذہب ٹھہرایا۔ اور رسولوں کے ذریعے ان قوانین و شرائع کی تعلیم کی کہ جن سے اہل زمین کے تمدن میں صنعت و قدرت خداوند کا رنگ پیدا ہو جائے۔

حاصل اس سے کہ قرآن اور سلف قرآن کی تعلیم اس مقصد عظمیٰ کے حصول میں امداد دیتی ہے یا نہیں قابل غور امر یہ ہے۔ کہ جس چیز کا نام حسب تصریح بالا قرآن نے مذہب قرار دیا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور مذہب یا دستور العمل میہ قابل التفات بھی ہے یا نہیں چونکہ اہل مذاہب مختلفہ کے سامنے مذہب کا یہ مقصد نہیں ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ لوگ آہستہ آہستہ مذہب سے اجنبیت اختیار کرتے جاتے۔

انشاء اللہ ان اوراق میں یہ دکھلایا جائے گا کہ اسلام مذہب کے اسی نظریہ کو لے کر دنیا میں آیا اور اسی کی تکمیل کے لئے تعلیمات مختلفہ تعلیم فرمائیں والا رسمی عبادات سے تو بروئے تعلیم قرآن خدا تعالے مستغنی ہے۔

لہ ما تشکرون کما امر [illegible] ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید (لقمن)

[illegible] اور جو کوئی شکر کرتا ہے سو اپنے ہی بھلے کو کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو اللہ بے نیاز [illegible]

خلافتِ الٰہیہ علی الارض

تمدن کی تکمیل اور اُس کے دو ضروری اجزا

گزشتہ صفحات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا تمدن اُس وقت کمال کو پہنچے گا جب وہ عناصر اور اشیائے فطرت کو اسی طرح اعلیٰ آداب پر استعمال کرنے لگے گا۔ جس طرح آسے کائنات میں نظر آتا ہے۔ اس طرح ضروری ہے۔ کہ تہذیب و تمدن کے بلند مقام کو حاصل کرنے کے لئے پہلے تو ہم اپنے اندر ان اخلاق و آداب کو پیدا کریں جن کے ماتحت یہ کارخانۂ کائنات چل رہا ہے پھر اُن اخلاق سے آراستہ ہو کر اپنے مکسوبات کو اسی طرح سے استعمال کریں جس طرح مخلوق میں فطرت تقسیم کرتی نظر آتی ہے جس دن یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں گی۔ اس دن ہم اپنے کمال کو پہنچ جائیں گے خواہ ہم کسی مذہب بالفرض تعلق رکھیں یا نہ رکھیں ہم خدا تک کو بھی مانیں یا نہ مانیں اگر ہمارا نصب العین ترقی بہبود و راحت ہے تو اُن کا حصول ان دو امور کے سوا محالات سے ہے۔ ان دو امور کو ایک ملحد تک یا دہریہ تک بھی معترض کی نگاہ سے دیکھ نہیں سکتا کیونکہ خود اس کی زندگی اور سارے کارخانہ کا مقصد یہی نظر آتا ہے۔ اور علوم جدیدہ سے یہی ہمیں اس بات کا یقین دلا دیا

کہ ان امور میں ہمیں اسی وقت کمال حاصل ہو سکتا ہے جب ہم اپنے تمدن کی بنیاد
تہذیب قدرت کے اصولوں پر رکھیں۔ اور اس کے حصول میں ہم وہی اخلاق و آداب
ملحوظ رکھیں جو صحیفہ قدرت کے ہر ورق پر جلی قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔

اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ان دونوں باتوں کا علم حاصل کرنا ازبس
لازمی ہے۔ اسی علم کی جستجو میں انسان ایک مدت سے سرگردان اور پریشان ہے۔
اور اسی نسخہ کیمیا کی تلاش میں اب بھی کتاب فطرت کی ورق گردانی کر رہا ہے۔ اسی
جستجو و تلاش کا دوسرا نام سائنٹیفک یا علمی تحقیقات ہے۔ یہ بات بھی بیان ہو چکی
ہے۔ کہ اس علم کے حصول میں انسانی جدوجہد کو بار آور ہونے کے لئے جس قدر طویل
عرصہ درکار ہے، اس پر تا تریاق از عراق کی مثال صادق آتی ہے۔ علاوہ ازیں علمی
تحقیقات میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم غلط مقدمات قایم کر لیتے ہیں لامحالہ ان پر جس قدر
نتائج مترتب ہوتے ہیں وہ بھی غلط ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کے غلط نتائج صدیوں تک
ہمارے لئے اور آیندہ نسلوں کے لئے بطور مسلمات کام دیتے رہتے ہیں۔ مدت
مدید کے بعد حکماء کی ایک اور نئی نسل پیدا ہوتی ہے جو انسانوں کو اس غلطی سے آگاہ
کرتی ہے پس ظاہر ہے کہ یہ طریق عمل نقصان دہ بھی ہے اور خطرناک بھی۔ اس کے
بجائے، اگر خالق کائنات جس کا وجود انکشافات سائنس کی بدولت آج مبرہن ہو چکا
ہے خود ہی وہ مفید علم ہمیں عطا فرمادے یا اس راہ کا پتہ بتا دے جس پر چل کر
یہ دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو یہ صورت نہ صرف آسان اور سہل الحصول ہوگی

بلکہ از حد مفید اور لائق قبول بھی ہے[1]۔

ہاں اس امر کے متعلق تشفی خاطر ضروری ہے کہ خالق کائنات کی طرف سے ایسا علم آیا بھی کرتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر انشاءاللہ انہی اوراق میں کسی مناسب موقعہ پر روشنی ڈال دی جائے گی۔ سردست یہ سمجھنا کافی ہے کہ ہماری موجودہ تہذیب و تمدن کی تاریخ تو اسی امر پر شاہد ہے جس کی طرف اجمالاً میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ موجودہ تمدن انہی امور کے لئے کوشاں ہے۔

ناظرین کو واضح ہو کہ دنیا میں اس قسم کے تمدن کی بنیاد کہ ہم اپنے امور میں نیچر کی پیروی کریں۔ صرف قرآن کریم ہی نے ڈالی ہے اسلام سے پہلے اگرچہ مختلف قومیں کارگاہ ہستی میں برسر اقتدار ہوئیں جنہوں نے تہذیب و تمدن کو اپنا نصب العین قرار دیا، لیکن تہذیب کا وہ نظریہ اور اس کے حصول کا وہ طریقہ جو آج عام طور سے مسلم اور مقبول ہے اُسی دن دنیا کو نصیب ہوا جس دن قرآن کریم نے اس حقیقت کا درس دنیا کو دیا اور قرون اولےٰ کے مسلمانوں نے اُس ہدایت کو اپنا دستور العمل بنایا[2]۔

دوسرا امر یعنی یہ کہ صانع کائنات کے اخلاق کو ہم اپنے کاروبار زندگی میں استعمال کریں اُس کا علم بھی بیشک کتاب فطرت کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی

---

[1] قرآن مجید نے تو سیدھا راستہ بتانے کا ذمہ دار خود خدا ہی کو ٹھہرایا ہے کما قال۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ (نحل ع ۱) وَإِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى (اللیل) [2] ملاحظہ ہو باب تمدن اور ضرورت الہامہ

پہلے امر کی طرح اسی قدر نافص اور دشوار طلب ہے۔ قرآن کریم نے اس امر کو بھی واضح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس کی بنا پر انسانی اخلاق، ربانی اخلاق کا آئینہ بن سکتے ہیں۔

یوں تو کتب ماسبق میں بھی اس قسم کے اشارات پائے جاتے ہیں، لیکن خالق کائنات کے اخلاق کا مطالعہ کرنا، اور اپنے اخلاق کو اس قالب میں ڈھالنا اور اپنی زندگی کو ہر لحظہ اخلاق الٰہیہ کے ماتحت لانا، یہ باتیں نسل انسانی میں سب سے پہلے ان بزرگوں سے ظہور پذیر ہوئیں جو سرور کائنات صلعم کے گرد جمع ہو گئے تھے اور تاریخ اسلام میں شمع رسالت کے پروانوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ان بزرگان دین نے اخلاق خداوندی کی تحقیق کرنے اور اپنی زندگیوں کو اُن کے مطابق چلانے ہی کو اپنا مقصد حیات قرار دے دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ انقلاب ان لوگوں میں، قرآن کریم ہی کی بدولت پیدا ہوا۔ لہٰذا میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کمال انسانی انہی دونوں باتوں کو قرار دیا جا سکتا ہے کہ انسان کے اخلاق خالق کائنات کے اخلاق کا عکس ہوں اور اس کا کاروبار، کائنات کے کاروبار کا نقشہ ہوں، اور یہ وہ بات ہے جس سے کسی مذہب یا منکر ہستی باری تعالیٰ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا تو پھر ان باتوں کا دنیا میں پیدا ہو جانا محض قرآن کا رہین منت قرار دیا جائے گا۔

---

[1] وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (اعراف ع ۲۲)

اور اللہ کے سب اچھے ہی اچھے نام ہیں سو ان کے ساتھ اُن کو پکارو (مرتب)

میں اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ یہ طرز عمل انسان خود بھی دریافت کرسکتا تھا لیکن ایک تو وہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن" کا مصداق ہوتا، دوسرے یہ کہ کسی انسان نے آج تک ایسا کیا نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی بات کا امکان اُس کے وقوع کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

قرآن مجید نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان دونوں باتوں کو پیش کیا۔ اگر ایک طرف یہ کہا کہ تم وہ اصول اختیار کرو جو کائنات کا مدار عمل ہیں تو دوسری طرف یہ کہ اخلاق خداوندی کو اپنا مطمح نظر بناؤ۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتا دیا کہ اگر یہ دونوں باتیں تم میں پیدا نہ ہوں گی تو تم یقینی طور پر خسر الدنیا والآخرت کا مصداق بن جاؤ گے اور کوئی تمہارا پرسان حال نہ ہوگا۔

جس وقت میں قرآن کریم کے ان صریح اعلانات پر غور کرتا ہوں تو میرے استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ان کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ لوگ معابد میں بآواز بلند اس کی حمد و ثنا کرتے رہیں یا حجروں میں بیٹھے اُس کے نام کو رٹتے جائیں۔ جیسا کہ آج کل ہر مذہب میں کیا جاتا ہے بلکہ یہ کہ کائنات کی ہر شے کی کُنہ ہم دریافت کریں اور بعد ازاں اُسے اپنے فائدہ کے لئے استعمال کریں قرآن نے ساتھ ہی اس اصول کو بھی واضح کر دیا کہ اس جہد و جہد سے حقیقی خوشی اور راحت اُسی وقت حاصل ہوگی جب خالق کائنات کے اخلاق انسان کا مطمح نظر ہوں گے۔ گویا خدا کی پرستش کی غرض صرف یہ ہے کہ ان دو طریق سے انسان کامیابی اور فلاح کے صحیح راستہ پر گامزن ہو جائے، نہ کہ وہ جو ایک زمانہ نے رکھا ہے۔

ان اعلانات میں سے ایک زبردست اعلان مندرجہ ذیل مقدس آیات میں موجود ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش

وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا

میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب

إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ (سورہ آل عمران ع ۲۰)

جس کو تو آگ میں داخل کرے یقیناً اسے تو نے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (محمد علی)

یہ مقدس الفاظ، بڑے سے بڑے دانشمند انسان کا بہترین دستور العمل ہونے چاہئیں۔ وہ یہ ہے کہ تمام مظاہر کائنات اس کے فائدہ کے لئے ہیں اور ان میں اس کی [illegible] کا سامان موجود ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ان میں غور و فکر کرے اور عقلاً اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ دنیا میں کوئی چیز بیکار اور بے سود نہیں ہے ربنا ما خلقت هذا باطلا جو کچھ بھی ہے وہ اس کے فائدہ کے لئے ہے۔ انسان اس بات کو ہر وقت اپنے سامنے رکھ کر ان حقایق کو دریافت کرنا ہی اس کی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے لیکن ان کا صحیح طریق پر معلوم کرنا اور پھر اس علم کے ماتحت اس کے کشوفات کو

خود انسان اور اس کی نسل کے لئے راحت بخش ہونا اس کو بھی چاہتا ہے کہ اس کائنات کے بنانے والے کے اخلاق بھی آنکھوں پر اس کے سامنے ہوں (یعنی کہ ماعرف اللہ قیاماً وقعوداً یعنی اٹھتے بیٹھتے اللہ کو اپنے سامنے رکھو) اور وہ اپنے کل کاروبار میں اسی اخلاق پر عمل پیرا ہو جس انسان یا قوم میں یہ بات پیدا نہ ہو گی وہ حسب احکام بالا دوزخ خودی اور ذلت کی جہنم میں ڈالی جائے گی اور وہ یاد رکھے کہ دنیا میں کوئی اس کا مددگار نہ ہوگا۔

یہ تو ایک الگ بات ہے کہ تاریخ عالم کے ہر قرن پر کچھ مرفہ الحال لوگ بھی پیدا ہو جاتے ہیں لیکن نسل انسانی کو عام مرفہ الحالی اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کے افراد عملاً اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ بیشک خدا نے دنیا میں کوئی شے بیکار پیدا نہیں کی (ربنا ما خلقت هٰذا باطلا)۔

اس علم کا حصول استقامت، دوربینی، عزم اور احتیاط کے اس درجہ کو چاہتا ہے جو صانع کائنات کے افعال میں پایا جاتا ہے اور یہ باتیں آج کل ایک حد تک تمام دنیا کو حاصل بھی ہیں۔

لیکن یہی مرفہ الحالی، اگر اس حقیقت کو پیش نظر نہ رکھا جائے، تو انسان کی تباہی کا موجب بن جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے حصول نے بعض اقوام میں اس قسم کی تنگدلی پیدا کر دی ہے جس کی بنا پر انھوں نے دوسری اقوام کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

اسی غلطی یعنی خالق کائنات کے اخلاق کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے وہ باتیں جو

نشائے الٰہی تھیں اور جن کے ذریعہ سے ہمارا تمدن کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ آج ایک دوسرے کی ہلاکت کا باعث بنی ہوئی ہیں جس کی ایک ادنیٰ مثال جدید آلات حربیہ ہیں۔ ایسا ہی انگلستان تمدن اور مرفہ الحال اقوام کے اندرونی حالات اور خانگی تعلقات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہیں وہ حقیقی راحت اور خوشی حاصل نہیں ہے جس کے لئے یہ مغربی اقوام رات دن کوشاں نظر آتی ہیں اگر حرص اور لالچ نے انہیں ایک طرف خزانوں کا مالک بنا دیا ہے تو دوسری طرف ان کی تنگ نظری اور تنگدلی نے جس کا لازمی نتیجہ دوسروں کو بہ نظر حقارت دیکھنا ہے، ان کو اس راحت سے محروم کر دیا جو حقیقی فلاح کے لئے ضروری ہے اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے مکسوبات کے حصول اور استعمال میں خالق کائنات کے اخلاق کو سامنے نہیں رکھا۔

الغرض اعلان بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ تم تمدن اور تہذیب کے اس درجہ کو حاصل کرو کہ کائنات کی ہر چیز تمہارے کام آنے لگے اور اپنے مکسوبات اور مقبوضات میں اس وسعت اخلاق کو عمل میں لاؤ جو ذات باری تعالیٰ میں پائی جاتی ہے۔ ان دو باتوں کے حاصل کرنے سے ہی تم ذلت اور خواری سے بچ سکتے ہو اور حقیقی راحت حاصل کر سکتے

اس موقعہ پر میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ اگر یہ زریں اصول الہام الٰہی نے ہی ہمیں عطا کیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ اس اصول پر کاربند ہونے کے بغیر حقیقی راحت حاصل نہیں ہو سکتی تو کیا الہام الٰہی نے نسل انسانی کی کوئی معمولی خدمت کی ہے؟ اور کیا نا ...

مل کرنا ہمارے مقاصد کے حصول کے لئے ناگزیر نہیں ہے۔

ان واقعات سے غور کرنے کے بعد یہ قول کس قدر بیہودہ اور بیمعنی معلوم ہوتا ہے جس کی اشاعت آج چاروں طرف ہورہی ہے اور جس کے ماتحت ہم مسلمانوں کو یہ سبق تلقین کی جاتی ہے کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں پھر مسلمان۔

اگر مسلم کے معنی یہی ہیں کہ مذکورہ بالا تہذیب کو حاصل کرے اور نسل انسانی کے ایک حصہ سے مسلمان ہو کر یک وقت یہ بات حاصل کرکے بھی دکھا دی اور باالمقابل کسی کا ہندوستانی ہونا۔ اُسے اس مرتبہ پر پہنچا دے تو ہم کیوں نہ کہیں کہ ہم پہلے مسلمان ہیں پھر ہندوستانی ؟

آج کل کے فلسفی جو مذہب کے دام سے متنفر ہوچکے ہیں برائے خدا اُن تمام تعلقات کو سر سے نکال دیں جو آج تک مذہب کے متعلق اُن کے دماغوں میں جاگزیں ہیں اور دل کے ہر خانہ میں سے ان خیالات کو خارج کردیں جو ضرورت مذہب کے متعلق وہ سنتے رہے ہیں۔ اور خالی الذہن ہوکر مذکورہ بالا دعوے پر غور کریں۔ اگر وہ اس کی تعریف میں مذہب کی علت غائی قرار پائیں اور باقی تعلیمات سُنن اور عقائد کو انسانی مقاصد عالیہ کے حصول کا ذریعہ ثانوی سمجھیں تو پھر مجھے بتائیں کہ وہ کس طرح مذہب سے قطع تعلق کرسکتے ہیں۔

ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم نے مذہب کی غرض وغایت ہی کو بدل دیا ہے اور عبادات الٰہیہ کے معنی کچھ اور ہی قرار دئے ہیں اور یہ کہ ہم سے

یعنی قوانین فطرت پر کاربند ہو جاؤ[1] باقی جو امور عبادت رسمی میں داخل ہیں وہ اسی جذبہ اطاعت کے پیدا کرنے کے لئے ہیں قرآن کریم نے اُنہی باتوں کا نام شریعت رکھا ہے جن کے اختیار کرنے سے مذکورہ بالا دو باتیں حاصل ہو جائیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خالق فطرت کی حقیقت مجہول الکنہ ہے اس کے متعلق جو کچھ علم ہم کو حاصل ہوا ہے وہ اُن صفات ہی کی بدولت ہوا جو مختلف مذاہب نے اُس ذات برحق کے متعلق بیان کی ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے خدا کی حقیقت کو مجہول الکنہ تسلیم کرتے ہوئے چند ایسے صفات الٰہیہ بیان کئے ہیں جن کو مدنظر رکھنے سے مذکورہ بالا امور حاصل ہو سکتے ہیں۔

قرآنی الٰہیات نے ایسے خدا کو پیش نہیں کیا جس کی تکذیب کا اعلان مظاہر قدرت کی طرف سے ہو رہا ہے بلکہ ایسے خدا کو جس کے متعین کردہ اصولوں پر کاربند ہو کر ایک انسان مرتبہ کمال حاصل کر سکتا ہے۔

اس امر کو اصولی طور پر بیان کرنے کے بعد قرآن کریم نے اس کی تشریح میں کئی موقعوں پر مظاہر قدرت اور اُن کے کارناموں کو پیش کر کے یہ بتا دیا ہے کہ انسان کا کمال اسی بات میں منحصر ہے کہ مادی ترقی اور اخلاقی امور میں اس سے بھی وہی باتیں سرزد ہوں جو عناصر کائنات سے سرزد ہو رہی ہیں۔ اور اس اظہار کمال کی استعداد اُس میں موجود ہے۔

---

[1] فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (الروم ع ۴)

اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ قائم رہنے والا دین ہے

جنگ عظیم کے نتائج مابعد

از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء

(۱) جنگ عظیم کے متعلق پیشگوئیاں ہو چکی تھیں

اگرچہ جنگ عظیم نہایت تباہ کن ثابت ہوئی۔ لیکن غیر متوقع ہرگز نہ تھی۔ اس کا واقع ہونا لازمی امر تھا۔ بلکہ لوگوں نے اسکے متعلق پیشگوئیاں کردی تھیں۔ خود اسکے وقوع سے چار سال پیشتر میں نے پیشگوئی کردی تھی۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں میں نے ایک کتاب موسومہ اسلام اور سوشلزم لکھی تھی جو سنہ ۱۹۱۰ء میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں یہ پیشگوئی بھی مندرج تھی جو نبوت کے رنگ میں رنگین نہ تھی۔ بلکہ محض قیاس اور عقل پر مبنی تھی۔ ”ایک غور و فکر کرنیوالے انسان کی نظر میں دول مغرب کا آیندہ طرز عمل نہایت ہولناک نظر آرہا ہے۔ یہ قومیں سامان جنگ اور اسلحہ کی فراہمی میں منہمک ہیں اور ایک قوت دوسری قوت کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ ان کی تمام قوتیں عقلی اور ان کا وقت اپنے مقابل کو برباد کرنیوالے آلات کی اختراع میں صرف ہو رہا ہے۔ اور وہ ان اخلاقی قوتوں کو برقرار رکھنے کی طرف سے بعید غافل ہیں۔ جن کی بدولت قوموں کا استحکام ممکن ہو سکتا ہے۔ اور وہ تباہی سے بچ سکتی ہیں۔ ان اخلاقی قوتوں کے کمزور ہو جانے۔ اور جذبات حیوانی کے مستقل ہو جانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ہولناک جنگ واقع ہوگی جس میں تمام یورپین مسیحی حکومتیں ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہو جائینگی۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔ جو دو بلیوں کے مقدمہ میں ایک بندر ثالث کا ہوتا ہے یعنی [illegible] اور قسمت آزمائی کرنیوالے دونوں تباہ ہو جائیں گے۔“

ں پیشگوئی کا آخری حصہ جزوی طور پر پورا ہوا۔ جنگ عظیم نے اگرچہ دونوں مخالفوں کی طاقت کا خاتمہ کر دیا لیکن تباہی سے بچ گئے محض اس لئے کہ باہم وزن برابر نہ تھا۔ اگر ایک طرف چار تھے۔ تو دوسری طرف چودہ پندرہ۔ اگرچہ مادی طور پر یورپ کی طاقتیں تباہ نہیں ہوئیں لیکن اخلاقی طور پر تقریباً سب کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ آج یورپ اور امریکہ دونوں میں اخلاقی بدنظمی کامل طور پر برپا ہو چکی ہے۔ اور تمدن انسانی بہیمیت کے دائرہ میں داخل ہو چکا ہے۔ اور اس کی وجہ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں لکھی تھی یہی ہے کہ اخلاقی قوت جو انسانوں میں ضبط پیدا کرتی تھی کمزور ہو گئی ہے۔ اور اسی وجہ سے جنگ عظیم وقوع میں آئی۔ اور چونکہ اب اخلاق اور مذہبی قیود یکسر زائل ہو چکی ہیں۔ اس لئے ایک مہیب تر جنگ کا ہیولے آہستہ آہستہ پھر قائم ہوتا جاتا ہے جس طرح گذشتہ جنگ عظیم کے متعلق میں نے پیشگوئی کر دی تھی۔ اسی طرح آئندہ جنگ عظیم کی پیشگوئیاں دوسرے لوگ مثلاً مارشل فوش مسٹر لائڈ جارج اور مسٹر ایچ۔ جی ویلز کر چکے ہیں +

بیشک تمام حکومتیں جنگ کے احتمال سے لرزہ براندام ہیں لیکن استعماری کوششوں کے باوجود جب حرص و طمع حزم و احتیاط پر غالب آئیگی۔ تو جنگ واقع ہو کر رہیگی۔ اور قیاس یہ ہے۔ کہ اس مرتبہ فرانس اس کا خمیازہ بھگتیگا +

(۲) جنگ عظیم کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ مسیحیت کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے بعض ممالک میں کسی نہ کسی رنگ میں مذہبی احساس موجود تھا۔ مثلاً روس میں مسیحیت کو کامل اقتدار حاصل تھا۔ اور پادریوں کا بول بالا تھا۔ حتّٰے کہ جنگ عظیم کے ابتدائی زمانہ میں راسپوٹین کا زار کے دربار میں طوطی بولتا تھا۔ اور عوام الناس پر بھی اس کا بڑا اثر تھا۔ بلکہ روس میں کثیر تعداد انہی لوگوں کی تھی جو تہذیب کے لحاظ سے مثل اپنے آباؤ اجداد کے تھے۔ انقلاب فرانس بلکہ کارزار صلیبیہ کے تاثرات لوگوں کے دلوں سے عموماً اور روسیوں کے دلوں سے خصوصاً محو ہو چکے تھے۔ اسی طرح انگلینڈ میں بھی زیادہ تر لوگ قدامت پسند تھے۔ اور برائے نام مذہب کے ضرور پابند تھے۔ عام طور پر سبت کا احترام کرتے اور اتوار کو گرجہ جایا کرتے تھے بوقت ضرورت پادریوں سے مشورہ بھی لیتے تھے لیکن اب جنگ عظیم کے بعد روس میں تو مسیحیت کا خاتمہ

ہوگیا۔ نئی جمہوریہ پرست حکومت روس سے پیشوایان مذہب نے ہی مصیبت اٹھائی۔ ہندو مذہب کی طرح عیسائیت کا حصر بھی متکلمین مذہب تھا۔ جب وہ نہ رہے۔ تو عیسائیت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ انگلستان میں بھی پادریوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہاں ان کا اثر زائل ہوگیا ہے۔ گرجے خالی ہو گئے۔ حتّٰی کہ کہا جاتا ہے۔ کہ شاہی خاندان کے کسی رکن نے بھی سبت کا احترام نہ کیا۔ کلیسیا کے معزز رکن کہہ رہے ہیں۔ کہ مسیحی روایات و عقاید لوگوں کے لئے باعث اطمینان نہیں رہے۔ ریورنڈ سی۔ کیرل جو سینٹ بارتھالومیو لندن کے کلیسہ میں ایک معزز عہدے پر متمکن ہیں اپنے گذشتہ سہ سالانہ تجربے کی بناء پر ذیل کے الفاظ اپنے میگزین میں لکھتے ہیں :۔

"مجھے حقیقی صدمہ اسبات کے دریافت کرنے پر ہوا ہے کہ میرے علاقے سے لوگ اپنی زندگی میں مذہب کی ضرورت نہیں جانتے۔ کلیسہ میں وہ کوئی فائدہ نہیں دیکھتے"

حق الامر تو یہ ہے۔ کہ اس دن سے یورپ کے روشن دماغ طبقے پر مصائب کا اثر جاتا رہا جب بقول ڈریپر اسلامی علوم مغرب میں پھیلنے لگے۔ اسلامی تہذیب و علوم نے سپین میں ثابت کردیا۔ کہ ایام امن میں عیسائیت سے کوئی فائدہ نہیں + اور صلیبی حروب نے یہ روشن کردیا۔ کہ یہ مذہب امور حربیہ میں بھی بے سود ہے۔ ان جنگوں تک تو فرانس ایک مذہبی قوم تھی۔ لیکن ان کے بعد قریباً کل کا کل ملک مذہب سے فارغ ہوگیا۔ فرانس کا عظیم الشان انسان نپولین اعظم آخر مسلمان ہوگیا۔ اور مرتے دم تک ہی ایسا رہا۔ صلیبی حروب نے یورپ میں قومیت کی ایک نئی لہر پیدا کردی جس کی طفیل عیسائیت فنح گئی۔ مگر پادریوں نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسلام اور شارع اسلام جیسی مقدس ہستی پر الزام تراشنے شروع کئے۔ دوسری طرف پولیٹیکل اغراض نے بعض دول یورپ (مثلاً روس) میں پادریوں کا ہاتھ مضبوط کردیا۔ جس سے عیسائیت نیست و نابود ہونے سے بچ گئی۔ ورنہ عیسائیت میں بذات خود کچھ نہ تھا۔ منازل ترقی کو طے کرنیوالی قوموں کیلئے نہ اسمیں کوئی حقیقی تعلیم موجود ہے۔ نہ ایک روشن اور تربیت یافتہ دماغ کیلئے اسمیں کوئی ادبی یا علمی غذا ہے +

جنگ عظیم کے بعد صرف اسلام ہی مذہب کو بچا سکتا ہے

جو قوم ترقی تمدن تہذیب اور بہبودگی کی خواہشمند ہو۔ وہ قوم اسلام کے سوا کسی اور مذہب کو کیسے قبول کر سکتی ہے + ان باتوں کا تو نام تک عیسائیت میں نہیں ہے لیکن مغربی مدبران سیاست نے ایشیا اور افریقہ کو زیر کرنے کے لئے یورپ میں ایک اتحاد کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اس لئے انھوں نے عیسائیت کے نام پر افریقہ اور ایشیاء کی قدیمی تہذیب کو اور ایسا ہی وہاں کے باشندوں کو دم واپسیں تک پہنچا دیا۔ لیکن اب جو عیسائیت کا اثر نہ رہا۔ تو اس اتحاد کے لئے عیسائیت کی جگہ لیگ آف نیشنز بنا دی گئی لیکن اس کی غرض بھی حصول زر ہے۔ جیسے کہ خود ان کی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے۔ **لینن** کے نزدیک عیسائیت اور عیسائی معلمین تہذیب و تمدن کی روک تھے۔ اس لئے اس نے ان دونوں کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ عیسائیت کے خاتمے سے مغرب میں مذہبیت کا فقدان ہوتا نظر آرہا ہے۔ انسان کی بہیمیہ خصلت پر مذہب و اخلاق نے جو ایک روک ڈال رکھی تھی وہ جلد اٹھتی نظر آتی ہے نسل انسان کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہو سکتی تھی۔ کہ مغرب نے عیسائیت کو دنیا کا ایک بہترین مذہب سمجھا۔ اور جب اس کی نگاہ میں عیسائیت ہی بیسود ہو گئی۔ تو اس کے ساتھ مذہب کی بھی کوئی حقیقت نہ رہی + حالانکہ عیسائیت نے کوئی بہترین تخیل مذہب پیش نہیں کیا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ نسل انسانی مذہب سے فارغ ہو سکتی ہے۔ عیسائیت اپنی بہترین طاقت کے ایام میں تمام علمی ترقیات کی دشمن رہی عقل و حکمت سے اسے کبھی تعلق نہیں رہا۔ خود جناب مسیح کے اپنے نمونے اور آپ کی تعلیم پر اگر ہم چلیں تو تمام دنیوی ترقیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے بقول ڈریپر ایام اصلاح عیسائیت (ریفارمیشن) کے ایام مابعد بھی یورپ میں مدتوں علمی اور عقلی جمود قائم رہا۔ یہ حالت اس دن تک چلی جب عربوں نے یورپ میں اپنے علمی اور عقلی حملے شروع کئے۔ غرضیکہ یورپ نے اگر کچھ تہذیب و تمدن سیکھا تو اسلام کی طفیل سیکھا۔ اور اب بھی اسلام ہی ہے جو اسے ہلاکت کے گڑھے سے بچا سکتا ہے۔ اگر مذہبیت ہی انسانوں کو صراط مستقیم پر رکھ سکتی ہے۔ اور وہی لوگ ہمیشہ بہترین ثابت ہوئے ہیں۔ جنہوں نے خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھا

توان حالات میں اگر راہ ترقی پر قدم زن اور معقولیت پسند قومیں عیسائیت یا خدائے عیسائیت کی پرستار نہیں ہوسکتیں۔ تو فلاح کیلئے انھیں اسلام اور محمدؐ کے قدموں پر آنا ہوگا۔

جس مذہبی اخلاقی مجلسی اور سیاسی عمارت کو جنگ عظیم نے یورپ میں گرایا وہ اسلام سے قائم ہوسکتی ہے

نسل انسانیت پر اسلام کا احسان اندازہ سے باہر ہے۔ اسلام نے ہی یورپ میں زمانہ معقولیت کو پیدا کیا۔ مغربی تمدن و تہذیب میں آج بھی جو عمدہ چیز نظر آتی ہے۔ وہ اسلام ہی سے لیگئی ہے۔ اور اس موقع پر میں یورپ کے کل مصلحین اور مدبرین کو جن میں سلاطین موجودہ و قائد (روس) کو بھی شامل کرتا ہوں۔ چیلنج دیتا ہوں کہ قومی یا انفرادی ترقی کیلئے جو جو اصلاحات وہ کرنی چاہتے ہیں۔ انھیں وہ نہ صرف اسلام کے مطابق ہی پائینگے۔ بلکہ وہ دنیا کے مصلح اعظم نے تیراں سو برس پہلے تجویز کر رکھی ہیں +

زمانہ لینن کی اصلاحات کو اچھا یا برا جانتے ان میں انقلاب کا انتہائی رنگ ہے۔ اگر لینن نے اسلام کا مطالعہ کیا ہوتا۔ تو وہ اسلام قبول کرتا جیسے کہ اس کے بازو راست اور رفیق کار ٹروٹسکی نے کیا ہے +

اس طرح لینن خونی طریقوں کے اختیار کرنے کے بغیر دنیا میں مفید مطلب انقلاب پیدا کرلیتا۔ چنانچہ سلاطین موجودہ قائد روس کو میں یہی مشورہ دونگا۔ کہ وہ دنیا کے سب سے بھاری مصلح کی پیروی کرے۔ محمد صلعم کی طفیل ہی دنیا میں معقولیت کا زمانہ پیدا ہوا۔ اور حقیقی اصلاح بھی انہیں کی تعلیم سے ہوگی +

معاملات اصلاح میں مسز بنی مصلح اعلی نے کہا ہے۔ کہ تم انسان کے حالات کو محض مادی رالش ز بدل نہیں سکتے۔ تم اپنی سوسائٹی کو اسبات پر آمادہ نہیں کرسکتے۔ کہ محض چار پیسے کے لئے وہ اپنے نظام کو بدل لے۔ جب تک نیا نظام بہبودی اور رفاہ کو پیدا نہ کرے۔ وہ قابل قبول نہ ہوگا۔ تم ایسے نظام کو صداقت دیانت محبت عمل باہمی نصیحیا اور ایثار سے ہی پیدا کرسکتے ہو۔ نورلارج نے انہیں دونوں کہا۔ کہ نسل انسانی ہزار ہا سال زیادہ تک زندہ رہ سکتی ہے اگر تم اپنے آپ کو

تباہ نہ کرے۔ میں ان پیشہ ور قوموں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ نسل انسانی کو نہ صرف زہریلی گیس یا آتشیں مائعات جیسی چیزوں کے پیدا کرنے سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ بلکہ پیدائش کو روکنے کے علاج ایسا ہی آتشک اور دیگر مفسد خون امراض بھی اسی ہلاکت کو قریب کر رہے ہیں +

نیویارک کے مشہور پادری ریورنڈ ہومیر نے اپنے ایک سرمن میں بیان کیا۔ کہ صنفی تعلقات میں رہبانیت مفید نہیں لیکن صنفی خواہشات کو دبانا ایسا ہی بُرا اور غیر معقول ہے۔ جیسا کہ دوسری طرف ضبط الرت اوباشانہ تعیشات لیکن رُہبانیت کا ذمہ تو خود مسیحی کلیسیہ ہے ریورنڈ بزرگ شاید قابل مُعافی ہیں۔ اگر وہ بھول گئے۔ کہ اس خطرناک گناہ کا ارتکاب خود ان کے آقا سے خداوند نے کیا۔ جناب مسیح تو کُل نسل انسانی کو ہیجڑہ بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن مقدس پادری صاحب کو کوئی ایسی راہ بھی تجویز کرنی چاہئے کہ جس سے اس موجودہ اوباشانہ زندگی کا ہی خاتمہ ہو۔ لیکن عیسائیت میں تو کوئی تعلیم نہیں جو ایک طرف تو رُہبانیت کو روکے اور دوسری طرف صنفی خواہشات کو اوباشی تک نہ پہنچنے دے عیسائیت میں تو ان دو انتہائی مقامات میں درمیانی مقام کوئی نظر نہیں آتا۔ دوسری طرف دنیا کا کوئی قانون اس متوسط طریق کو قائم نہیں کر سکا جس ملک میں ریورنڈ ڈاکٹر ہومیر رہتے ہیں وہ ہیں روزانہ پچاس لاکھ سیہ کاریاں ہر روز سرزد ہوتی ہیں + وہاں کسبیوں میں سے ۹۸ فیصدی آتشک زدہ ہیں۔ صرف اس شہر میں دو لاکھ پچیس ہزار حرامی لڑکے ہر سال پیدا ہوتے ہیں! اور پچیس لاکھ آتشک زدہ مریض ہر سال زیر علاج آتے ہیں۔ اسی تعداد کے قریب بچے ملک میں ہر سال حمل میں ہی ضائع کئے جاتے ہیں۔ یہ تعداد کس قدر خطرناک ہے لیکن یہ آفت پڑتی ہے۔ ان کا باعث یہ ہے۔ کہ صنفی خواہشات کو طریق احسن پر نہیں روکا گیا۔ جون ۱۹۲۹ء میں مسٹر گوور وہیلن پولیس کمشنر نیویارک نے بیان کیا۔ کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں جرائم بڑھتا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ شرابخانوں کو بند کر دینا تو آسان ہے۔ لیکن اس وقت ایک شہر نیویارک میں تیتیس ہزار کے قریب ایسے پوشیدہ گھر ہیں۔ جو جرم اور سیاہکاری کی ولادت گاہ ہیں +

صنفی بدکاری کی ترقی کا ایک بڑا باعث وہ طریق تعلیم ہے۔ جسکے ماتحت لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں۔ نج بین لینڈسی کا اندازہ یہ ہے۔ کہ ۴۵ فیصدی لڑکیاں سکول چھوڑنے سے پہلے سیاہکاری میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ یہ اس ملک کا حال ہے جو دنیا میں عیسائیت کے لئے ممتاز ہے۔ ایک امریکہ ہی کروڑہا روپیہ عیسائی مشنریوں پر خرچ کرتا ہے۔ اور دوسروں کی اصلاح اخلاق کیلئے معلم عیسائیت بھیجتا ہے۔ کہتے ہیں امریکہ علم حکمت دولت فارغ البالی میں سب ممالک سے بڑھ گیا ہے لیکن یہی ملک اس وقت ہر قسم کی معصیت کا آماجگاہ بن رہا ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو ان ممالک کا حال وہی ہوگا۔ جو رومۃ الکبرٰے کا ہوا وہ لوگ جو آج ایشیا میں مغربی کامیابی و شوکت کو دیکھ کر اسکے پیچھے قدم بقدم جا رہے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ امریکہ کی حکومت جو جمہوریت کے لحاظ سے ایک بہترین حکومت ہے۔ جرائم کے روکنے میں خطرناک طور پر ناکام رہی ہے +

علم اور عقل انسان کیلئے رحمت ہے لیکن یہ دونوں چیزیں آج انسان کی تباہی کا موجب ہو رہی ہیں۔ علم ضرور راہبر ہے۔ لیکن راہزن بھی ہے۔ یہ گمراہ بھی کر سکتا ہے اگر اس کا علاج صحیح نہ ہو۔ آگ اور بجلی کی طرح علم تعمیر اور انہدام دونوں کام کرتا ہے۔ لیکن اگر علم صحیح مذہب کے ماتحت نشونما پائے تو اسی سے انسان میں وہ حکمت پیدا ہوتی ہے۔ جسے قرآن نے خیر کثیر کہا ہے +

میں اس موقع پر مغربی اور مشرقی قوموں سے ایک سوال کرتا ہوں۔ وہ ٹھنڈے دل اور انصاف کی نگاہ سے اس کا جواب دیں۔ مذاہب معروفہ میں سے اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے۔ جس نے عقل و ادراک کی عزت کی جو علوم جدیدہ کو دنیا میں لایا۔ جس نے صرف انسانی کمزوریوں کا سدباب ہی کیا۔ بلکہ انسان کے ان جذبات کو قابو میں لانے کی مکمل تعلیم بھی دی۔ جو نسل انسانی کو ہلاکت کیطرف لیجاتے ہیں۔ آج امریکہ مادی تہذیب کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ وہاں دولت کا مینہ برس رہا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ وہاں کی حکومت نے جمہوریت کی بہترین شکل اختیار کر لی ہے۔ آزادیٔ رائے اور آزادیٔ عمل انتہائی درجے پر وہاں سب کو حاصل ہے۔ لیکن سیاہکاری اور معصیت کی بھی کوئی حد نہیں۔ کوئی قتل، غارتگری اور حبشی اقوام کو

طرح طرح کے ظلموں کے ماتحت لاتا وہاں کی تہذیب میں داخل ہے + وہاں رسم نکاح اب دن بدن ختم ہوتی جاتی ہے میعادی شادیاں یا عورت خاوند کی رضامندی تک قیام شادی کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ عورتیں نہ صرف شراب نوشی تمباکو کشی اور بدزبانی میں مردوں کی برابری کرتی ہیں۔ بلکہ جس طرح سیاہ کار انسانوں نے صنفی اخلاق کو تباہ کیا ہے۔ اسی طرح انہیں بھی صنف لطیف مردوں کے مقابل میں اُتر آیا ہے۔ مرد عورت لڑکے لڑکیاں جو کچھ نفسانی خواہش میں آئے کر گذرتی ہیں اب اس تہذیب کو کیا کیا جائے۔ مذہب ہی اس کا ایک علاج تھا لیکن اسلام کے سوائے وہ کونسا مذہب ہے۔ جس نے اخلاقی دستور کے علاوہ سیاسیات کا بھی علاج کیا ہو جس نے سوشیلزم کی صحیح معنوں میں عزت کی ہو جس نے رنگ اور قومیت کی تمیز کو اُڑا کر کالے۔ گورے۔ احمر اور زرد اقوام کو ایک رشتۂ وحدت میں منسلک کر دیا +

بقول ڈیوڈ ایبرٹ۔ اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے۔ جو مذہبی تعلیم کے ماتحت رعایا کو دستور العمل زندگی دے۔ اور حکام کو ایک بہترین نظام سلطنت عطا کرے۔ قرآن کے سوا وہ کونسی مذہبی کتاب ہے جس نے بقول ڈیون پورٹ مجلسی۔ معاشری۔ تاجری۔ فوجی۔ جوڈیشل۔ فوجداری۔ تعزیری امور کو جمع کر کے ان سب کو مذہبی ضابطے میں رکھ دیا۔ قرآن ہی ہے جس نے روحانی ترقی کیلئے جب تعلیم دی تو جسمانی صحت کا بھی لحاظ کیا۔ جس نے اگر انفرادی حقوق کی عزت کی۔ تو قومی حقوق کو بھی سامنے رکھا جس نے ایک طرف اخلاق کا نظام باندھا تو دوسری طرف جرائم کو گن کر ان کے سدباب کا انتظام بھی کیا۔ اگر اس دنیا میں تعزیری قوانین تجویز کئے تو ان کے حدود کے اندر حیات بعد الموت کو بھی رکھا گیا۔ یورپ چھوڑ کُل دُنیا کو اس مذہب کی ضرورت ہے +

موجودہ علمی ترقی کی بنیاد اسلام نے ڈالی

آج مغرب کی طاقت خوشحالی اور ترقی کا راز اس کے علمی اکتشافات میں مضمر ہے

کُل علمی جدوجہد کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان کے ماتحت صحیفہ قدرت آ جائے انسان تو ایک مکھی تک بنا نہیں سکتا۔ ہاں اس کی ساری ترقی اسباب پر آ رہی ہے۔ کہ وہ اشیائ کے خواص سے واقف ہو جائے۔ تیرہ سو برس ہوئے جب قرآن نے یہی بات بتائی۔ کہ زمین و آسمان کی چیزیں خدا تعالی نے انسان کے زیر تسخیر کر دی ہیں (سورہ نحل آیت ۱۲) قرآن نے بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ رحمان و رحیم خدا نے لکھو کھا چیزیں انسان کی خدمت کے لئے بنا رکھی ہیں۔ وہ نہ صرف عناصر پر ہی حکومت کر سکتا ہے۔ بلکہ زمین کے دفینوں میں سے صدہا چیزیں بھی باہر لا سکتا ہے۔ وہ کُرہ ہوائی میں سے برقی لہروں کو نکال کر انھیں اپنی غلامی میں لا سکتا ہے۔ وہ محمد بن عربی کی طرح سیر افلاک کر سکتا ہے۔ وہ تار برقی کے بغیر اپنی آواز سینکڑوں میل تک پہنچا سکتا ہے جیسے جناب عمرؓ نے ایک جنگ کے وقت اپنے سپہ سالار کو مدینہ میں بیٹھے ہوئے سینکڑوں میل کے فاصلے پر آواز دی +

جدید حکمائے مغرب میں سے ڈاکٹر ھیکل کی تصانیف نے مجھے اپنا گرویدہ کیا ہوا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جو مون ازم کا بانی ہے۔ جس سے مُراد یہ ہے، کہ کُل صحیفۂ قدرت میں ایک ہی دست واحد کام کرتا نظر آتا ہے۔ یہ جرمن حکیم اپنی کتاب موسوم بہ اعتراف مذہب میں ذیل کی باتیں لکھ گیا ہے "بیسویں صدی کے سکول نے جس کی بُنیاد اس مضبوط اصول وحدت فی الکائنات پر رکھی گئی ہے۔ آنیوالی نسلوں کو نہ صرف عجائبات سے اطلاع دیتی ہے۔ بلکہ ان پر یہ بھی مبرہن کرتا ہے۔ کہ کائنات میں ہر طرف حُسن و خوبی کے خزائن مستور ہیں۔ خواہ ہم پہاڑوں کی شان و شکوہ کو دیکھیں خواہ سمندر کی سحر آفرینیوں پر غور کریں۔ خواہ دوربین ہمارے سامنے عجائبات افلاک کو لے آئے یا خوردبین حیات کے نہ نظر آنیوالی اور حیران کُن بُوالعجبیاں ہم پر منکشف کر دے۔ چاروں طرف قدرت کی ربانی نیرنگیاں ہماری خوشی کا سامان پیدا کر دیتی ہیں۔ لیکن غیر طبعی الٰہیات نے انسان کو اس عجیب و غریب کائنات میں

آوارہ حال کر دیا۔ اور یہی دُنیا اس کے لئے آنسوؤں کی وادی بن گئی" +

آنحضرت صلعم کے ظہور پر انسانی نگاہ محدود بلکہ بند تھی۔ نہ خوردبین اور نہ دُوربین ابھی دریافت ہوئی تھی۔ نہ پہاڑوں کی شکوہ اور نہ بحری عجائبات سے وہ متاثر ہوتا تھا۔ وہ اندھے کی طرح اپنے کُل احساس کو گنوا بیٹھا تھا جس کے متعلق ہیکل نے یہ ٹھیک کہا ہے۔ کہ اس ساری تباہی کا مُوجب غیر طبعی الٰہیات تھیں۔ یہی دُنیا ایک ہندو بھائی کی نگاہ میں اِنسان کیلئے جائے سزا تھی۔ یہ کُل کی کُل مایہ ہے۔ اس عقیدے نے برہمنوں پر اتنا غلبہ پایا۔ کہ اُنہوں نے فن طبابت تک کا ستیاناس کر دیا۔ بُدھ مذہب کے نزدیک یہ دُنیا جائے مصیبت تھی۔ اور اُن کے نزدیک نجات کا دروازہ اسی پر کھلتا تھا۔ جو ہر قسم کی راحت و آرام سے الگ ہو جائے۔ ان تعلیمات میں کوئی ایسی بات نہ تھی۔ جو انسان کو ایجاد یا اکتشاف کی طرف مائل کرے۔ عیسائی الٰہیات نے رہا سہا انسان کا بیڑہ ڈبو دیا۔ اس نے یہ تعلیم دی۔ کہ انسان گناہ میں پیدا ہوا۔ گویا اس پر ترقی کی راہیں مسدود ہیں۔ وہ اپنی نجات کے قابل بھی نہیں جس کیلئے ایک معصوم کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ عیسائی تعلیم کے ماتحت عورت کی ذات مجموعہ معصیات تھی۔ وہ شیطان کا دروازہ اور رحمت انسانی کے لئے سم قاتل تھی۔ عیسائی مذہب نے صدیوں تک علوم و ادبیات کا خون کیا اہل علم و حکمت کو عذاب میں ڈالا۔ حتیٰ کہ زمین کو گول ماننا ایک جُرم ہو گیا۔ بقول ڈریپر جس پست فطرتی نے سکندریہ کے گرجا میں ہائی پیشیا جیسی فاضلہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے وہی حکیم گلیلیو کو عیسائیت کی قید میں لائی۔ کفریات کی ساری رسوم اور اس کے طریق عیسائیت میں داخل ہو گئے۔ مقامی دیوی دیوتاؤں کی جگہ سینٹ پیدا ہو گئے۔ عیسائیت نے جو تہذیب پیدا کی۔ اس کا طغراء امتیاز غیر رواداری اور تنگدلی تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ صدیوں تک مغرب میں کوئی مُقنن کوئی فلسفی کوئی حکیم کوئی شاعر پیدا نہ ہو سکا۔ اس کے مُتعلق پروفیسر لیک ٹرکن میٹر پالوجیکل سوسائٹی نے کیا عمدہ بات کہی۔ اسلام آیا اور اُس نے مغرب میں آزادیئے

خیال اور تجدید علوم کر کے ساتویں صدی کی عیسائیت سے بدلہ لیا۔ عیسائیت کے ماتحت علم و حکمت خواب میں سو رہے تھے۔ اور جو کچھ تھوڑا بہت علم تھا۔ وہ چند پادریوں کے حصّے میں آ چکا تھا اور جسے وہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر لوگوں کے اندر توہم پرستی کے پیدا کرنے میں صرف کرتے تھے"۔

آج بھی عیسائیت میں مذہبی لوگ وزیر اعظم کے اس خیال پر ہنس دیتے ہیں کہ انسان میں بھی پرواز کی قوت ہوگی۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہی منشائے ربی ہوتی تو خدا انسان کو پر و بال سے مزین کرتا۔ گو مسلمانوں نے آج سے صدیوں پہلے پرواز کی مشینیں ایجاد کیں۔ الغرض آنحضرت صلعم سے پہلے انسانی خیالات مقید بہ زنجیر تھے۔ اس کی آزادی محدود کر دی گئی تھی۔ اُسے جبراً بعض عقاید تسلیم کرنے پڑتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے نے اُس کو آنکھیں دیں۔ لیکن پادریوں نے اُسے آنکھ کو استعمال کرنے نہ دیا۔ اُسے کان دیئے گئے۔ لیکن وہ سُن نہ سکتا تھا اس کی عقل پرواز نہ کر سکتی تھی۔ وہ اس کائنات عجائبات کے مخفی رازوں کو دریافت نہ کر سکتا تھا ✦

حکیم ہیکل بڑے ناز سے کہتے ہیں۔ کہ وہ زمانہ گذر گیا۔ اب انسان اپنی آنکھ کھول سکتا ہے۔ اور عجائبات عالم کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن کیا انسان اپنے ان حقائق کو دیکھ لیا۔ اور ان علوم تک پہنچ گیا۔ جن کی طرف قرآن نے ذیل کے الفاظ میں اشارہ کیا :۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ۔ وہ اس سے بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۔ وَالْاَنْعَامَ

انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر دیکھو وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور چارپایوں کو

خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔

کو بھی نے پیدا کیا تمہارے لئے ان میں گرمی کا سامان اور کئی فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ

اور تمہارے واسطے خوبصورتی کا سامان ہے جب تم شام کو (انکو گھر) واپس لاتے ہو اور جب چرانے لیجاتے ہو۔

وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ

اور وہ تمہارے بوجھ ایسے مقام کی طرف اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم سوائے اسکے کہ جانوں کو مشقت میں ڈالتے نہ پہنچ سکتے تھے یقیناً تمہارا رب

لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا

مہربان رحم کرنیوالا ہے۔ اور گھوڑے اور خچریں اور گدھے (پیدا کئے) تا تم ان پر سوار ہو اور زینت کا سامان ہوں۔ اور وہ کچھ پیدا

لَا تَعْلَمُونَ وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ

کرتا رہتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ ہی پر سیدھی راہ پر چلانا ہے اور بعض راہیں ٹیڑھی ہیں۔ اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو

أَجْمَعِينَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ

ہدایت کرتا۔ وہی ہے جو تمہارے لئے بادل سے پانی اتارتا ہے اس سے پینے کے کام آتا ہے اور اس سے درخت پرورش پاتے ہیں

تُسِيمُونَ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ

جنہیں تم چراتے ہو۔ اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اگاتا ہے۔ اور زیتون اور کھجور اور انگور اور

كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ

ہر قسم کے پھل (پیدا کرتا ہے) یقیناً اسمیں ان لوگوں کیلئے نشان ہے جو فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور اس نے تمہارے لئے رات اور

وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

دن کو اور سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔ اور ستارے بھی اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یقیناً اسمیں ان لوگوں کیلئے

لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ

نشان ہیں۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور جو کچھ اس نے تمہارے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اس کے مختلف رنگ ہیں

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا

یقیناً اسمیں ان لوگوں کیلئے نشان ہے۔ جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے سمندر کو کام میں لگا رکھا ہے تا کہ تم

مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ

اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔ اور اس سے موتیوں کے زیور نکالو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں میں دیکھتا ہے

مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ

کہ اسے پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ اور تا کہ تم اس کے فضل سے طلب کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں

رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۙ

پہاڑ اور دریا ڈال رکھے ہیں۔ تاکہ وہ تمہیں کھانے کا سامان پیدا کریں اور رستے (بنائے) تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۝ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ

اور بڑے بڑے نشان (بنائے ہیں) اور ستاروں کے ذریعہ وہ رستہ معلوم کر لیتے ہیں تو کیا جو پیدا کرتا ہے وہ اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ

سو کیوں تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اور اگر اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انھیں گن نہ سکو گے۔ یقیناً اللہ معاف

لَغَفُورٌ رَحِيمٌ +

کرنے والا رحم کرنے والا ہے +

بیشک ترقی پر گامزن انسان کی آنکھ مغرب میں کھل چکی ہے۔ علمی اکتشافات روز بروز ہوتے جاتے ہیں۔ فطرت کے خزائن ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ جوں جوں ہم صحیفہ کائنات میں موشگافی کرتے ہیں۔ توں توں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ہم نے کچھ بھی دریافت نہیں کیا۔ ہم ابھی سینکڑوں نہیں ہزاروں میل اس مقام سے پرے ہیں جہاں قرآن ہمیں پہنچانا چاہتا ہے جبکہ کائنات کی کُل چیزیں ہماری غلام بن جائینگی۔ ابھی تو ہم سورج اور چاند کو اپنی تسخیر میں نہیں لا سکے بیشک پھل پھولوں اور مویشیوں کی نسل میں ہم نے ترقی کی۔ ہم نے طرح طرح کے رنگدار پھول پیدا کئے لیکن اُن رنگوں کے پیدا کرنے میں ابھی ہم ناکام ہیں۔ جو بجواے آیات بالا کائنات کے صفحات دکھلا رہے ہیں۔ ہم نے خوردبین کے ذریعہ اس نطفے کو دیکھ لیا۔ جس کا ذکر انسان کی پیدائش کے متعلق آیات بالا میں تھا لیکن اس آب مہین کی پیدائش اور اس کی موت کے رازوں سے ابھی ہم ناواقف ہیں پہاڑوں اور سمندروں نے ابھی اپنے خزائن ہم پر نہیں کھولے۔ الغرض جہاں علمی ترقیات کے متعلق آنحضرت صلعم کی نگاہ پہنچی ہوئی ہے۔ وہ ہم سے ابھی بہت دُور ہے +

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے

کہ

میں اپنے قرض کے بھاری مرحلے سے آج سبکدوش ہوا

۲۷۔ اپریل کو مجوزہ ووکنگ مسلم مشن و مسلم لٹریری ٹرسٹ کی دستاویز کو چھ ٹرسٹیوں کے ہمراہ میں نے سب رجسٹرار لاہور کے سامنے تصدیق کیا اور دستاویز رجسٹری ہو گیا۔ اس کے بعد موجودہ ٹرسٹیوں نے بروئے اختیارات ٹرسٹ ایک مینیجنگ کمیٹی تجویز کی۔ جس کے ممبر آیندہ دو سال کے لئے حسب ذیل اصحاب مقرر ہوئے:۔

خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب وائس پریزیڈنٹ میونسپلٹی پشاور
محمد اسلم خان صاحب برہ خان خیل آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم مردان
خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء
ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
خان صاحب شیخ محمد اسمعیل صاحب جنرل مرچنٹ صدر بازار راولپنڈی
شیخ محمد اسمعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز لائلپور
ملک شیر محمد صاحب اسسٹنٹ ریونیو منسٹر جموں
کنور سری بدرالدین خلف الصدق فرمانروائے ریاست منگرول
شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور
میجر شمس الدین صاحب فنانشل سیکرٹری بہاولپور
سیٹھ احمد ملا داؤد صاحب مرچنٹ رنگون
سعادت علی خان صاحب رئیس اعظم لاہور۔

اس کمیٹی کے سکرٹری خواجہ عبدالغنی صاحب مقرر ہوئے۔ اور پریزیڈنٹی کا کام سردست میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جیسے میں اعلان کر چکا ہوں۔ لارڈ ہیڈلے اس ٹرسٹ کے پریزیڈنٹ اور سر میاں محمد شفیع صاحب اس کے مشیر قانونی ہونگے۔ میں نے اس ٹرسٹ کے بنانے میں نہ صرف فرقی خصائص کو الگ رکھا۔ بلکہ قابلیت و دیانت کے علاوہ ان اصحاب کو اس ٹرسٹ یا کمیٹی منتظمہ کی رکنیت کی تکلیف دی جنہیں اشاعت اسلام سے بالخصوص دلچسپی رہی ہے ÷

سب سے اول تو میں خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اُس نے میری ناچیز کوششوں کو وہم و گمان سے بڑھ کر سرسبز کیا۔ آج شوکت و طاقت اسلام کی بازیافتگی کے لئے ممالک غربی میں اشاعت اسلام کرنا ایک بہترین خدمت اسلام ہے۔ جس کیطرف خدا تعالےٰ نے مجھے متوجہ کیا۔ بلکہ جو تحریک میرے ناچیز ہاتھوں سے سرسبز ہوئی۔ وہ ہماری کل سرگرمیوں میں ان محدود چند تحریکوں میں سے ایک تحریک ہے۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے کامیابی کا طغرائے امتیاز عطا فرمایا۔ میرے راہ میں چند ایک مشکلات تھیں جو بادی النظر میں نہایت کٹھن تھیں۔ لیکن اللہ پاک نے کانٹوں کے رستوں کو میرے لئے پھولوں کا رستہ بنایا۔ اور مجھے ان مشکلات کے مقابلے میں ذرہ بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ سب سے پہلا مرحلہ تو میرا اپنے پیشۂ وکالت کو چھوڑ کر درویشانہ زندگی کو اختیار کرنا تھا میری وکالت کے یہ دن ابتدائی نہ تھے۔ نہ میں نے ناکامی کی شکل دیکھی تھی۔ میری وکالت پر پندرہ سال گذر چکے تھے۔ اور آج اس وقت کے میرے معاصر ہائیکورٹوں کے جج یا گورنمنٹوں کے منسٹر ہیں۔ یہ نئی زندگی اختیار کرنے پر تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ میرے مایحتاج کا سامان من حیث لا یحتسب ہو جائیگا۔ لیکن اُس وقت میں نے اپنی آمدنی کے تہائی حصہ سے بھی کم پر اکتفا کیا۔ اور اس روپیہ کو ابتدا ہی میں آیندہ دو سال کے لئے علاوہ اس رقم کے میں نے اپنی جیب سے الگ کر دیا۔ جسے میں اس کام کیلئے ولایت کو لیگیا۔ بظاہر یہ کام محال تھا اسلئے میں نے یہاں سے جانے پر کسی کی استمداد نہ کی۔ ۱۹۱۲ء میں میں ہندوستان سے گیا۔

اور ابتداسے ۱۹۱۳ء میں میں نے مجلہ اسلامک ریویو جاری کیا جس کا خیر مقدم مسلم بھائیوں نے ہر طرف سے کیا۔ دو سال کے بعد غالباً وہ رقم میری مایحتاج کیلئے مکتفی نہ ہوتی۔ اور ممکن تھا کہ میں اسلامک ریویو کی آمدنی میں سے جس کو میری ذات سے ہی تعلق رہا۔ کچھ اور اپنے گذارہ کے لئے رقم سے لے لیتا۔ لیکن ۱۹۱۴ عیسوی میں سرکار بھوپال نے یکصد روپیہ کا وظیفہ اور ۱۹۱۵ء کے اخیر میں ہز ایگزالٹیڈ ہائنس شاہ دکن نے دو صد روپیہ ماہوار بطور ماوجب مجھے عطا کئے۔ میں نے انھیں اپنے لئے کافی سمجھا۔ گو مالی مشکلات بھی آئیں لیکن مجھے خدا تعالےٰ نے اسی آمد پر بطیب خاطر قانع رکھا۔ میں نے ۱۹۱۵ء سے اسلامک ریویو اور اپنی تصنیف کے کل منافع مشن کی نذر کر دیا۔ لیکن اس امر میں بھی خدا تعالےٰ ہی ہر حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ جس نے مجھے اس امر کی توفیق دی +

(۳) **دوسرا مقام شکر** یہ ہے۔ کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں روپے میرے نام پر آئے کسی خاص فرقے سے خصوصیت نہیں ہر مسلم بھائی نے میری آواز پر ہر وقت بطیب خاطر لبیک کہا۔ نہایت محبت اور اخلاص سے میرے ساتھ سلوک کیا۔ جس کسی نے جو کچھ دیا۔ وہ بطور ایجنٹ مجھے نہیں دیا۔ جس نے دیا۔ وہ دیکر بھول گئے۔ جس کے لئے میں اُن کا خاص شکر گذار ہوں۔ اسبابت نے مجھے اور اسبابت پر آمادہ کیا۔ کہ میں اس اعتبار کی عزت میں ایثار سے کام لوں۔ یہ امر نہایت ہی مشکل تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے میرے لئے اسے بہت آسان کر دیا۔ لغزش تو قدم قدم پر آتی ہے خصوصاً جب میری قلم کی آمد میری اپنی تھی۔ لیکن ابتدا ہی میں میں نے آنحضرت صلعم کے ایک ارشاد پر عمل کیا جس نے اس امر میں میری دستگیری فرمائی +

آپ نے فرمایا ہے۔ کہ تم نہ صرف گناہ ہی کرو۔ بلکہ ان راہوں سے بھی بچ جاؤ۔ جو گناہ کا موقع پیدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آغاز میں ہی میں نے تین راہیں اختیار کیں۔

(الف) ہر قسم کی آمد مشن کو دوسرے ہاتھوں میں رکھا۔ جو روپیہ میرے نام پر آیا نہ یا میں نے جمع کیا۔ وہ بھی ان کی تحویل میں گیا۔ سوائے ایک خاص رقم کے جس کو میں نے ایک مصلحت

سے بشکل فکسڈ ڈیپازٹ بنک میں رکھا۔ جو بعد میں زیر حساب آ گئی۔ باقی مشن کا ایک پیسہ بھی میرے پاس کبھی نہیں رہا

(ب) خواہ کسی نے چند آنے بھی چندے میں دیئے اُسے اس کی رسید باضابطہ دی گئی +

(ج) آمد و خرچ کا حساب ماہواری رسالہ اشاعت اسلام میں سنہ ۱۹۱۵ء سے برابر آج تک شائع کر دیا گیا۔ یوں تو ایک خائن انسان اس زمانے میں خرارت کے راہ نکال لیتا ہے۔ لیکن میری قانونی نگاہ نے مشن کے اموال کی حفاظت کیلئے اور خود ابتلا سے بچنے کے لئے ان تین راہوں کو تجویز کیا۔ مجھے کوئی چوتھی راہ سمجھ نہیں آتی۔ سنہ ۱۹۲۸ء میں جب میری صحت از حد مخدوش ہو گئی۔ تو ناکامی اور حسد نے چند ایسوں کو جنہیں میں اپنے حلقۂ دوستی میں شمار کرتا تھا میری امانت پر حملہ کرنے کیلئے مستعد کر دیا۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ میں تو اس دنیا سے چلنے کو تیار ہوں۔ اور طبی مشورہ مجھے دماغی کاوش کو روکتا ہے۔ پیشتر ازیں میں کسی جواب کے قابل ہونگا۔ اس سے بہت پہلے میرا جنازہ اُٹھ چکا ہوگا۔ لیکن ان حاسد مُفتریوں کے جواب میں خداتعالےٰ نے نہ صرف مجھے مسکت جواب دینے کی ہمت دی۔ بلکہ میرا یہ لکھنا ہی کافی ہو گیا۔ کہ رقم مذکورہ بالا کے ماسوائے جسے میں بشکل فکسڈ ڈیپازٹ ووکنگ میں چھوڑ آیا۔ آمد و خرچ سے کبھی میرا تعلق نہیں رہا۔ اول تو ماہواری حساب کے شائع ہونے پر کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی غفلت ہوگی۔ تو اس سے میری ذات کو تعلق کیا۔ اُسے تو اس جماعت سے تعلق ہے۔ جس کے ہاتھ میں مشن کا مالی انتظام رہا۔ خدا کا احسان ہے۔ کہ میرے جواب پر نہ صرف معزز مدیران اخبارات نے اپنا اطمینان ظاہر کیا۔ بلکہ اصلی الزام دہندہ نے بھی ایک پبلک پرچے میں اپنے الزامات کو واپس لیا +

(۳) ان دونوں کاموں سے بھی ایک مشکل کام میرے اپنے معتقدات خاصہ تھے دنیا میں بہت ہی کم انسان ایسے ملینگے۔ جو اُمورِ تبلیغ میں اپنے عقائد خاصہ سے الگ رہیں میں ایک مشہور احمدی ہوں میں نے حضرت مرزا صاحب کو کبھی نبی تسلیم نہیں کیا۔ نہ اُنھوں نے میرے علم و یقین میں کبھی دعوےٰ نبوت کیا۔ میں نے آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین تسلیم کیا

اور آنحضرت کے بعد ہر مدعی نبوّت کو اسلام سے خارج سمجھا۔ خود حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ ہاں میں نے اُن کے دعوئے مجددیت اور مسیحیّت کی تصدیق کی۔ اور میں نے ایسا کرنے میں اپنے علم و یقین کے ماتحت آنحضرت صلعم کے ہی ارشادات کی ہی تصدیق کی۔ آپ ہی نے صدی کے سر پر ایک مجدّد کے ظہور کی خوشخبری دی۔ آپ ہی نے علمائے اُمت کو انبیاء کا مثیل اور ان کا وارث ٹھیرایا۔ اگر جناب مرزا صاحب نے مسیحیّت کا دعوئے کیا۔ تو اسی حدیث کے ماتحت خلاف اسلام نہیں کیا۔ جناب علیؓ اور حضرت معین الدین چشتیؒ نے بھی مسیحیّت کا دعوئے کیا۔ جناب عمرؓ بھی تو مثیل نوحؑ تھے۔ خود مجدّد الف ثانی نے اپنے ملفوظات میں اپنے آپ کو احمدؐ اور محمدؐ کا ہمرنگ لکھا۔ یہ لوگ انبیاء نہ تھے ہاں رنگ انبیاء میں آئے۔ اور یہ فیض نبوّت محمدّی تھا۔ میں نے ابھی عرض کیا ہے۔ کہ میں آنحضرت صلعم کے بعد مدعیٔ نبوّت کو کافر سمجھتا ہوں میں نے مرزا صاحب کے دعوے کے تسلیم کرنے میں بالفرض اگر کوئی غلطی کی ہوگی۔ تو تشخیص شخصیت میں غلطی کی ہوگی۔ والّا انھیں مجدّد قبول کرلینا یا حدیث نبوی کے ماتحت انھیں وارث مسیحیّت تسلیم کرنا کسی اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں۔ باوجودیکہ میرا جناب مرزا صاحب مرحوم سے شدید تعلّق تھا۔ اور اب بھی ہے لیکن میں نے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے وقت فرقی خصائص کے تداخل کو اسلام کیلئے سم قاتل سمجھا۔ اور آج بھی سمجھتا ہوں۔ میں نے کسی مصلحت سے یہ مسلک اختیار نہیں کیا اگر اس کی غرض روپیہ ہی ہوتی۔ تو میں تو ایک چلتی وکالت کو چھوڑ گیا تھا۔ اور میں بروئے حساب کہہ سکتا ہوں۔ کہ خود مشن کو کسی سال میں اس قدر نہیں آیا جو ایک کامیاب وکیل اپنے لئے کما سکتا ہے۔ اور لعنت ہے۔ اس شخص پر جو اسلام جیسے مذہب کی تو تبلیغ کرے! اور مداہنہ جیسی لعنت کو اختیار کرے نادان انسان اپنے آئینہ میں دوسروں کو دیکھتا ہے۔ وہ دوسروں پر الزام دینے میں اپنے نقص کو ظاہر کرتا ہے۔ میرا آج بھی یہی مسلک ہے۔ اور انشاءاللہ دم واپسیں تک

یہی رہیگا۔ کہ فرقی امتیازات کو تبلیغ اسلام سے الگ رکھا جائے۔ اور میں نے تو بغور سوچا ہے۔ مجھے تو خصوصاً تعلیم احمدیہ میں ایک بات بھی ایسی نظر نہیں آتی۔ کہ تبلیغ اسلام میں جس کی استدضرورت ہو۔ محمدؐ عربی جس طرح کسی اپنے غلام کے کمالات کا محتاج نہیں ویسے ہی قرآن کریم کسی انسان کے اور کسی علم کلام کی ضرورت سے بالاتر ہے۔ ہاں یہ لوگ قرآن کریم کو بہترین طریق پر سمجھتے ہیں۔ اور اس کے بہترین شارح ہوتے ہیں +

علاوہ ازیں فرقی تبلیغات تو دائرہ اسلام کے لئے ہیں۔ اور وہاں مضائقہ بھی نہیں۔ اسلام سے باہر ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ گو ان دو حیثیتوں کو نبھانا ایک امر مشکل تھا۔ لیکن اس امر میں بھی مجھے اپنے پیشۂ وکالت نے امداد دی۔ جس طرح ایک وکیل عدالت کے سامنے اپنے مؤکل کے حالات کو ہی پیش کرتا ہے۔ اور اس بات پر قادر ہوتا ہے۔ کہ اپنے خیالات کو بیچ میں نہ لائے۔ سو اسی اصول پر میں نے وکالت اسلام آج تک کی۔ اور اگر خدا نے توفیق دی۔ تو آیندہ بھی ایسا ہی کرونگا +

خدا تعالیٰ کے شکریہ کے بعد میں سب سے اول کل مسلم بھائیوں کا اور پھر برادران طریقت کا مشکور ہوں جنہوں نے ہر طرح میری امداد کی۔ اور میرے کام کو کامیابی تک پہنچایا +

(۴) سب سے تکلیف دہ مرحلہ جو اس مشن کے متعلق مجھ پر آیا۔ وہ سن رواں کے ان ابتدائی مہینوں میں آیا۔ آغاز جنوری میں میں ایک نہایت ہی تکلیف دہ مرض کا شکار ہو گیا۔ جسے ہرپیز زوراسٹر کہتے ہیں۔ یہ چیچک سے مشابہ ہوتی ہے لیکن درد جلن اور خارش میں چیچک سے سوا ہوتی ہے۔ دو ماہ تک برابر میں اس مصیبت میں گرفتار رہا۔ عین اس وقت انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے مالی انتظام مشن کو واپس کر دیا۔ اور دوسری طرف مشن ٹرسٹ ابھی تعمیری حالت میں تھا۔ کسی نے یہ خیال نہ کیا۔ کہ خواجہ اس وقت اس تکلیف کی برداشت

کے قابل نہیں۔ دوسری طرف مشن کی مالی حالت بہ حساب جاریہ نہایت خطرناک ہوگئی۔ یہ امر گذشتہ دو سال میں پیدا ہوا۔ طبی مشورے نے سیکرٹری مشن کو اجازت نہ دی۔ کہ یہ باتیں میرے علم میں لائی جائیں۔ اُدھر تو پندرہ ہزار کے اُوپر قرضہ نکلا۔ ادھر کوئی ذریعہ جماعت مشن کے معاملات ہاتھ میں لینے کے لئے ابھی پیدا نہ ہوئی۔ قہر درویش بر جان درویش۔ میں نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ پبلک سے اپیل کی۔ یہ کام نہایت مشکل اور محنت افزا تھا۔ جسے میرے بیٹے خواجہ نذیر احمد خواجہ محمود اور خواجہ عبدالغنی نے نہایت جوانمردی سے نبھایا۔ خلیفہ عبدالمجید بھی سستی چھوڑ کر اس مہم میں شریک ہوئے۔ اور خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ کہ ماہ مارچ نہ گذرنے پایا۔ کہ مشن کے سر سے خطرہ ٹل گیا۔ نصف سے زیادہ قرضہ ادا ہو چکا۔ باقی جو کچھ بھی ہے۔ وہ سہولت سے ادا ہو جائیگا۔ البتہ اس واقعہ نے میری آنکھ کھول دی۔ اور میں اللہ تعالےٰ کی جناب سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اب جو اس نے مجھے دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔ تو مجھے اس زمین پر رہنے کی اس قدر مہلت دے۔ کہ میں اپنی زندگی میں نہ صرف مشن کو کل ذمہ واریوں سے سبکدوش دیکھ لوں۔ اور شاید تین چار ماہ میں ایسا ہو جائیگا بلکہ مشن کے ریزرو فنڈ کو اس حد تک پہنچادوں کہ اس کے منافع ہی مشن کے اخراجات کے بہت حد تک کفیل ہو جائیں۔ اس ضمن میں میں بہی خواہان مشن کو یہ خوشخبری دیتا ہوں۔ کہ جو ریزرو فنڈ ہمارا مسلم لٹریری ٹرسٹ کے الحاق سرمایہ کے بعد چھتیس سینتیس ہزار کے لگ بھگ تھا۔ اور اسمیں رقوم وصول کردنی شامل نہ تھیں۔ بیرونی عطیات کے شامل کرنے پر آج باسٹھ ہزار سے اُوپر ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب میں مشن کی موجودہ مالی حالت کو جو ہر طرح میرے نزدیک اس وقت قابل اطمینان ہے مفصل لکھ دونگا۔

آخر میں مجھے خدا کی جناب میں ایک اور شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ میں آج مشن کو ہر طرح کامیاب حالت میں نئے ٹرسٹ کے حوالہ کرتا ہوں۔ اگرچہ میرا تعلق اب مشن سے وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ لیکن اگر خدا نے مجھے توفیق دی۔ تو میں آئندہ بھی اس کا ایسا ہی خادم رہونگا +

خادم۔ خواجہ کمال الدین۔ یکم مئی ۱۹۳۰ء

ارتحالِ پُرملال

آج ہم نہایت درد کے ساتھ اُس موت پر آنسو بہاتے ہیں۔ جو جوانوں کی موت سے بھی زیادہ دردناک ہے آج ہز ہائنس نواب **سُلطان جہاں بیگم صاحبہ** والیہ بھوپال ہم میں نہیں۔ آپ کو خطرناک اور تصنیف وہ آلام کا شکار ہوئیں۔ لیکن آپ نے نہایت طمانیت قلب کے ساتھ اس دارِ فانی کو چھوڑا۔ آپ کی زندگی ایک سچے مسلم کی زندگی تھی۔ جس دانشمندی اور اعلےٰ مدبرانہ قابلیت سے آپ نے پس پردہ رہ کر امورِ سلطنت کو سر انجام دیا۔ وہ نظام حکومت کا ایک بہترین نمونہ تھا کوئی امر آپ نے نہ چھوڑا جو رعایا کی رفاہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ہندو مسلم عیسائی اور دیگر اہل مذاہب سب آپ کی نگاہ میں یکساں تھے۔ یُوں تو ہم سب نے اس دُنیا کو چھوڑنا ہے۔ لیکن آج اکر کل ہندوستان اس والا مرتبت خاتون کے چلے جانے پر رُو رہا ہے۔ اگرچہ یہ واقع آپ کی طبعی عمر میں ہوا۔ تو اس لئے کہ آپ کی بابرکت حکومت کُل ہندوستانیوں کیلئے فیض رساں تھی۔ آپ نے ہر ایک مفید مُلک تحریک میں عملی حصّہ لیا خصوصاً جو آپ کا احسان فرقہ نسوان پر تھا وہ بے مدیل و بے نظیر ہے۔ تعلیم نسوان کے ساتھ آپ کا شوق شغف تک پہنچ چکا تھا۔ ہر جگہ جہاں ابتدائی تعلیم کی تحریک ہوئی۔ آپ نے امداد فرمائی۔ آپ ایک قابل مصنفہ تھیں قلم میں سلاست روانی اور اعلےٰ پائے کی قابلیت تھی۔ عموماً ہر قومی امور پر آپ نے لکھا۔ لیکن اپنے صنف کی اصلاح آپ کی خاص توجہ کو اپنی طرف منعطف کرتی رہی۔ مذہب اسلام سے آپ کو خاص تعلق تھا۔ لیکن آپ کا یہ تعلق اُس تعصب سے پاک تھا۔ جو بعض لوگوں میں پیدا ہو کر دوسروں سے منافرت پیدا کرا دیتا ہے۔ بدقسمتی سے آج بعض ہندو والیان ملک بھی اس بلا سے خالی نہیں آپ جس طرح بہ نفس نفیس خود عامل بر اسلام تھیں۔ ویسا ہی اپنے ہم مذہبوں کو دیکھنا چاہتی تھیں +

ووکنگ مشن ایک طرح آپ کے ہی فیض کا مرہونِ احسان ہے۔ حضرت عُلیہ نے اس وقت میری دستگیری کی جب ووکنگ مشن نہایت ابتدائی مراحل میں تھا۔ ووکنگ جانے سے پہلے مجھے آپ کی قدمبوسی کا کوئی شرف حاصل تھا نہ ووکنگ میں نے کبھی کوئی خاص استدعا مشن کیلئے یا اپنی ذات کے لیے کی تھی۔ خُود بخود حضور کا جوش میں آیا۔ اور ۱۹۱۴ء کے ابتدا میں میں نے اپنی ڈاک میں ایک دن بندگانِ عالی کا ایک ارشاد پایا۔ جسمیں آپ نے ایکصد روپیہ ماہوار کا وظیفہ میرے تمام مدت العمر جاری فرمایا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ عطیہ کس قسم کے میرے شکر و امتنان کا موجب تھا جبکہ یہ کسی درخواست کا نتیجہ نہ تھا۔ میں جب پہلی دفعہ ہندوستان

آیا۔ تو بھوپال کے سٹیشن پر مجھے خسروانہ عنایت نے اپنا گرویدہ بنالیا۔ مجھے یہ ارشاد بھی پہنچا۔ کہ اپنے اہل و عیال کو مل کر بہت جلد حاضر خدمت عالی ہوں۔ پھر ایک دوسرے ارشاد کے ماتحت جب مئی ۱۹۱۵ء کو میں حاضر خدمت عالیہ ہوا۔ تو آپ کی محبت اسلام نے ایک خاص رنگ اختیار کیا۔ آپ کو خوب علم تھا۔ کہ میں ایک مشہور احمدی ہوں۔ لیکن سرکار عالیہ کی دوربین نگاہ نے مجھ میں ایک ایسے انسان کو دیکھا۔ جو تبلیغ کے معاملے میں فرقی خصائص سے الگ رہ سکتا تھا۔ اور جو اسلام میں کسی فرقہ وارانہ تقسیم کا قائل نہ تھا۔ میری پہلی ہی شرفیابی پر آپ نے چھ ہزار روپیہ سالانہ کی امداد ووکنگ مشن کو ہمیشہ کیلئے عطا فرمائی۔ جس میں نصف رقم ریویو کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ پچاس روپیہ ماہوار ریویو کی امداد میں چھوٹی سرکار کی طرف سے ہوتے۔ جنہیں آج خدا تعالیٰ نے سرکار مرحومہ کا جانشین کیا ✦

بڑی بات جس میں میں ملک اور بھوپال کی خوش نصیبی دیکھتا ہوں۔ وہ وہ اعلیٰ تربیت و تعلیم ہے۔ جو مرحومہ بندگان عالی کے ہاتھ سے حضرت نواب صاحب موجودہ والئے بھوپال کی ہوئی۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے۔ کہ آج اعلیحضرت نواب حاجی **حمید اللہ خان** صاحب خلد اللہ ملکہٗ میں ہم ایک ایسا فرمانروا پاتے ہیں۔ جن میں ہمدردیٔ قوم و ملک۔ بصیرت و دانشمندی۔ فراست مدبرانہ قابلیت کے جوہر اعلیٰ طور پر نمایاں نظر آتے ہیں ✦ آپ کا دل بھی اپنی والدہ مرحومہ کی طرح ان تعصبات و تنگ ظرفیوں سے پاک و برفع ہے۔ جس نے اس ملک کی فضا کو تاریک کر دیا۔ خدا تعالیٰ اس خیر دیدہ ل خاندان کا نام تا ابد روشن رکھے ✦ آمین

علاوہ امداد بالا کے جس کے لئے ووکنگ مشن مرہون خاندان عالیہ ہے سرکار عالیہ نے ایکسو پاؤنڈ سالانہ کی امداد مسجد ووکنگ کے اخراجات کے لئے بھی دی ہوئی ہے میری تصنیفات سے حضرت عُلیا کو خاص دلچسپی تھی۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے ایکہزار روپیہ سالانہ پر مجھے ایک سکرٹری رکھنے کی اجازت دی۔ جو مجھے قرآن کریم کے متعلق انگریزی تصنیف میں امداد دے۔ بیماری کے باعث نہ میں نے سکرٹری رکھا۔ نہ آپ سے منظور کردہ امداد طلب کی۔ اب ۱۹۳۰ء میں جو مجھے کچھ صحت ہوئی۔ اور میں نے سابقہ ارشاد کے متعلق عرض کیا۔ تو آپ نے مجھے اجازت دی۔ کہ میں سکرٹری رکھ لوں۔ اور اس کی کل سالانہ تنخواہ آیندہ اکتوبر میں منگوالوں اللہ پاک حضرت عُلیا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ✦

خواجہ کمال الدین

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۰ء

افغانی سفیر انگلستان اور برٹش مسلم سوسائٹی

۱۸ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء کو وقت ۵ بجے شام سیسل ہوٹل لندن میں ایک عظیم الشان ایٹ ہوم ہز ہائینس شاہ ولی خاں سفیر افغان متعینہ انگلستان کی عزت میں برٹش مسلم سوسائٹی نے دیا۔ اس ایٹ ہوم کی غرض اس عقیدت کا اظہار بھی تھا۔ جو ہز مجسٹی نادر شاہ کے متعلق ان کی جدید خدمات سے مسلمانان انگلستان میں تھی۔ اور جس نے افغانستان میں پھر امن کو قائم کیا۔ ایک سو بیس سے زیادہ اصحاب اس تقریب پر جمع تھے۔ اور تمام جلسے میں اسلامی محبت اور روح کام کرتی نظر آتی تھی۔ چاء وغیرہ کی تواضع کے بعد لارڈ ہیڈلے پریزیڈنٹ سوسائٹی نے ایک شامی بھائی مسٹر اعربی کو قرآن کریم سے تبرکاً چند آیات پڑھنے کے لئے کہا۔ مصحف پاک کی تلاوت کے بعد لارڈ موصوف نے ایک تقریر کی۔ جسے سب نے بڑے جوش اور محبت سے سنا۔ تقریر کا خلاصہ یہ ہے :۔

"ہم مسلمانان برطانیہ جو عالمگیر اخوت اسلامی کا ایک مختصر سا حصہ ہیں۔ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ گو ہم تعداد میں تھوڑے ہیں۔ لیکن ہم اپنی اظہار عقیدت میں کسی سے کم نہیں۔ اور ہم تہ دل سے آپ کا خیر مقدم کہتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ آپ کا قیام ہم میں راحت بخش ہوگا۔ ہم ممبران سوسائٹی سب سے پہلے آپ کی اعلیٰ خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔ جو آپ سے بحیثیت گورنر کابل و افغانی سفیر ماسکو ایک خطرناک وقت میں سرزد ہوئیں۔ جنہوں نے موجودہ حالات کو آپ کے ملک کی خوشحالی اور امن میں منتقل کردیا۔ ہم آپ کو لندن میں خیر مقدم کہتے ہوئے اس برادرانہ محبت کا بھی اظہار ایسے وجود کے متعلق کرتے ہیں۔ جو برطانیہ کلاں اور افغانستان میں دوستانہ رشتے کے قیام کے لئے ساعی رہیگا +

ہم حضرت اعلیٰ شاہ افغانستان کی خدمت میں آپ کے ذریعہ نہایت مؤدبانہ اور برادرانہ سلام بھیجتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ خداتعالےٰ انھیں اپنے ملک کی ترقی کے لئے دیر تک زندہ رکھیگا اور وہاں کے لوگ اس ترقی اور خوشحالی کو پائینگے۔ جس سے افغانستان ایک مضبوط اور متحد سلطنت اسلام بن جائیگا۔ ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ اسلام سے مراد رضاء الٰہیہ کی اطاعت ہے۔ خواہ ہم افغان ہوں یا انگریز ہم اس عالمگیر اخوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کی پیروی ہی سے دنیا کی تمام قوموں میں ہماری عزت ہوگی +

ہز ہائینس سفیر افغانستان نے فارسی فصیح الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ جس کا ترجمہ مسٹر عبدالغفار درانی نے کیا۔ آپ نے مسلمانان لندن کے خیر مقدم پر اظہار خوشی فرمائی۔ اور سامعین کو یقین دلایا۔ کہ افغانستان خدمت اسلام میں پوری سرگرمی دکھلائیگا۔ ضمناً آپ نے ان باطل چیزوں کی طرف بھی اشارہ کیا۔ جو

شاہ افغانستان کی صحت کے متعلق بعض اخبارات انگلستان نے پھیلا رکھی تھیں۔ خاتمہ پر آپ نے اپنے موجودہ مسلم دوستوں سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ اور ان سے محبت کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ حاضرین میں سفیر مصر۔ سفیر البانیہ۔ اور سفیر عراق + (از مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے)

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

روپیہ	آنہ	پائی	نمبر	تفصیل خرچ	روپیہ	آنہ	پائی	نمبر	تفصیل آمد
رقم خرچ ہندوستان و انگلستان					رقم آمد ہندوستان و انگلستان				
۱۰۰۰	۵	۰	۳	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان	۱۰۵۳	۱۵	۹	۱	آمد مشن و اسلامک ریویو ہندوستان
۰	۰	۰	۴	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان	۸۱	۰	۰	۲	آمد ریزرو فنڈ
۱۰۷۰	۵	۰	۰	میزان	۱۱۳۴	۱۵	۹		میزان ..

دستخط۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	نمبر	تاریخ	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	نمبر	تاریخ
						۱	۰	۰	جناب صبیح الدین صاحب دہلی	۵۵۵	۱
			Mrs Afzaruddin			۲۰			″ شیخ نیاز احمد صاحب گورکھپور	۵۵۶	″
			Sh. Barkat Rs 3/-			۱۴	۸	۹	چندہ ماہواری احمدیہ لاہور	″	″
			جناب غیاث الدین صاحب بارلیپال عہ			۲	۰	۰	جناب شیخ احمد حسن صاحب بالاگھاٹ	۵۶۱	۲
			″ عبدالقادر صاحب ″ ″ عہ			۴	۰	۰	″ ولادر خان ... لال شاہ ...	۵۶۵	۴
			سب رجسٹرار آفس ″ ″ عہ			۱۰	۰	۰	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	۵۶۶	۵
			آفیسر ... ″ ـــے			۱۰	۰	۰	معرفت تقسیم ریویو	″	
			جناب محمد یوسف صاحب ″ لـہ			۱	۰	۰	″ ... حسین صاحب ...	۵۶۷	
۱	۹	۰	″ کے ایم لطیف صاحب ″			۱۰	۰	۰	″ منہاج الدین صاحب رحیم یار خان	۵۶۸	
۱	۱۰	۰	زوجہ ... دفتر لاہور	۵۸۱	۹	۵	۰	۰	Dr. M.E. Supt. Eng. Calcutta	۵۷۰	۱۰
			Mr. Mirza Ghulam	۵۸۲	۱۰	۱۰	۰	۰	معرفت تقسیم	″	
	۰	۰	Mohd. Sh. [illegible]			۴۹	۸	۰	حضور نواب صاحب بھوپال	۵۷۱	
۱	۰	۰	حضور نواب صاحب منگرول	۵۸۳		۱۰	۰	۰	جناب غلام احمد ... صاحب ... مشن	۵۷۴	۸
	۰	۰	جناب سیٹھ نبی بخش ... صاحب نصیر آباد	۵۸۴	″	۵	۰	۰	″ سید محمد احسن خان صاحب کوہاٹ معرفت تقسیم ریویو	۵۷۸	۹
	۰	۰	″ اے ... صاحب ... معرفت تقسیم ریویو	۵۸۶		۲	۰	۰	″ قاضی منہاج الدین صاحب ... مشن	۵۷۹	
	۰	۰	″ محمد ... علی صاحب ...	۵۸۹	۱۵	[illegible]			″ صاحبان بہ اسامی ذیل	۵۸۰	
			Muslim [illegible]	۵۹۰	″				از چودھری عبداللطیف صاحب بارلیپال ...		
			[illegible] Umar Ali	۵۹۲					″ ″ ... علی صاحب بارلیپال ...		
			[illegible] Bombay						M. Hakim Ali		
	۰	۰	... انڈیا ...	۶۰۳					[illegible] Barkat Rs 3/-		
	۰	۰	جناب صبیح الدین صاحب دہلی	۶۰۰	۱۶				جناب سید ... علی صاحب ...		
			فضل الدین احمد صاحب ...	۶۱۵	۱۷				″ چودھری حفیظ الرحمن صاحب ″		
									″ ... کرامت ... علی صاحب ″		

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۲ ۳۰/۴	۶۱۶	جناب عبدالحمید صاحب ناگپور	۰	۰	۱	۲۹ ۳۰/۴	۶۴۸	جناب منشی حبیب الرحمن صاحب مظفر پور مفت تقسیم ریویو	۰	۰	۲
؍؍	۶۱۷	؍؍ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۰	؍؍	۶۴۹	M. Abdul Rahim Sh: Shimoga	۰	۰	۴۴
۲۳ ۳۰/۴	۶۱۸	؍؍ ... الٰہی صاحب گجرات	۰	۰	۲۵						
؍؍	۶۱۹	؍؍ محمد امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱		۶۵۰	عبدالرحیم صاحب دختر زادی بی بیگم داروغہ عبدالغفور صاحب مرحوم	۰	۰	۹
؍؍	۶۲۰	؍؍ محمد نور غنی صاحب بہاولپور	۰	۱۴	۷						
؍؍	۶۲۸	؍؍ ارادت عبدالحمید صاحب لاہور	۰	۰	۱	؍؍	۶۵۱	خان بہادر مرزا غلام محمد ایرانی صاحب پٹنہ	۰	۰	۲۰
۲۴ ۳۰/۴	۶۳۰	؍؍ طاہرہ بی بی صاحبہ بلہور	۰	۰	۲	؍؍	۶۵۲	؍؍ شیخ محمد شفیع صاحب پٹنہ	۰	۰	۵
؍؍	۶۳۲	Dr: N. Akbar Khan Sh: Pamgate			۲	؍؍	۶۵۳	؍؍ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱
								قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱۰	۴۷۴
۲۵ ۳۰/۴	۶۳۳	؍؍ شفاعت احمد صاحب گورکھپور	۰	۴	۲۰						
۲۶ ۳۰/۴	۶۳۸	؍؍ شیخ غلام قادر نیاز احمد صاحب وزیرآباد	۰	۰	۱۰			کل میزان	۹	۱۵	۱۰۵۳

نقشہ ۲ تفصیل آمد زر فنڈ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۸ ۳۰/۴	۱۶	جناب معین الدین احمد صاحب کھلنا	۰	۰	۱۰
۱۰ ۳۰/۴	۱۷	؍؍ صدیق احمد صاحب مادھوبانی	۰	۰	۲۱
۱۵ ۳۰/۴	۱۸	؍؍ لطف اللہ صاحب تلہٹی	۰	۰	۵۰
		میزان آمد ریزرو فنڈ	۰	۰	۸۱

نقشہ ۳ تفصیل اخراجات مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۳۰/۴	۶۳	بل نمبر ۶۳ برائے تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء	۰	۱۳	۱۷۱
۹ ۳۰/۴	۶۴	بل نمبر ۶۴ بحساب امپیریل اسٹیٹ لاہور ٹکٹ مزدوری برائے صفائی دفتر ۱۲ ؍ کرایہ ٹانگہ ۲ ؍ ... پنسلیں برائے ... ووکنگ ... اردو ... کرایہ ٹانگہ ... ؍ دو قبیلے برائے ٹائپ رائٹر ...	۰	۰	۵۰
	۶۵	بل نمبر ۶۵ برائے خرید رجسٹر حسابات و رسید بل نمبر ۱۸ ۲۸ چک نمبر ۲۱۷ ۸۸		۸	۲۳
	۶۶	بل نمبر ۶۶ خلیفہ عبدالمجید برائے سفر دہلی		۰	۲۰
	۶۷	بل نمبر ۶۷ برائے امپیریل دفتر لاہور ٹائپسٹ ... کاغذ برائے کارڈ ... اخبار ... کا ... برائے چپراسی ۲ ؍ ٹانگہ ... برائے عطیہ ... سٹیشنری ... ایک ... ٹکٹ ...	۰	۰	۵۰
۱۴ ۳۰/۴	۶۸	بل نمبر ۶۸ تار ... تنخواہ ... ٹانگہ ... صاحب واپسی ... ٹائپسٹ ... سٹیشنری ... تار پشاور ۱۲ ؍ صفائی ... مشن ریویو ... ایڈیٹر پشاور ... ٹکٹ ...	۰	۰	۵۰
۱۸ ۳۰/۴	۶۹	ٹانگہ برائے مرمت وغیرہ Duplicator ... ٹائپسٹ ... ٹکٹ ...		۰	۳۵
۲۵ ۳۰/۴	۷۰	بل نمبر ۷۰ پیشگی برائے رجسٹری فرسٹ ڈیڈ		۰	۵۰
	۷۱	بل ۷۱ جوابی تار شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ... روشنائی برائے پرنٹنگ ... خط ... تار شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ... خلیفہ عبدالمجید صاحب ... ٹکٹ ... ٹائپسٹ ... ایک بوتل روشنائی ...	۰	۰	۳۰
	۷۲	برائے سفر خرچ خلیفہ عبدالمجید کمپور ... وغیرہ	۰	۰	۳۰
		میزان خرچ	۰	۵	۴۰۷

نبوت کا ظہور اتم

المعروف بہ

نبی کامل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شہرۂ آفاق تصنیف دی آئیڈیل پرافٹ کا سلیس اردو ترجمہ
بمع مقدمہ و دیباچہ کتاب

حضرت خواجہ صاحب کی خدمات اسلام جو آپ نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بلاد مغرب میں انجام دی ہیں۔ اب کسی تشریح یا تعارف کی محتاج نہیں ہیں مسلم اور غیر مسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں۔ کہ آپ نے اسلام اور بانئے اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہترین پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی حتمی طور پر ازالہ کر دیا ہے۔ جو دشمنان اسلام نے حضور سرور کائنات کی مقدس شخصیت کے متعلق مغرب میں پھیلا رکھی تھیں۔ آپ کو نہ صرف تبلیغ و اشاعت کا تجربہ ہے۔ بلکہ اکابر و مشاہیر انگلستان سے تبادلہ خیالات کرنے اور ان کی تقاریر سننے کے مواقع بھی بیش از بیش ملے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جو تحریر بھی آپ کے قلم سے نکلتی ہے وہ نہ صرف عالمانہ اور محققانہ ہوتی ہے بلکہ وسعت و پختگی خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تشفی کا سامان بھی رکھتی ہے جو لوگ آپ کی تصانیف کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خواجہ صاحب کو اظہار مطالب کے لئے غیر معمولی لیاقت عطا فرمائی ہے نیز آپ کا اسلوب بیان اس درجہ مدلل اور دلپذیر ہوتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا +

مندرجہ بالا کتاب میں ان تمام خوبیوں کے علاوہ دو خصوصیات اور بھی ہیں۔ اول تو یہ کہ باعتبار نوعیت مضامین و ندرت خیالات و جذب اسلوب اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان جو انشا پردازی کی جان اور نظم کا دین و ایمان ہے بالکل اچھوتا اور نرالا ہے۔ اور اسی صفت نے اس نثر کی کتاب کو نظم کی طرح دلکش و رنگین بنا دیا ہے تا آنحضرت صلعم کو ہر پہلو سے جو ممکن الحصول ہو سکتا ہے بنی نوع آدم کیلئے اسوۂ کامل ثابت کیا گیا ہے اور لطف یہ کہ اول سے آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت نہیں لکھا۔ جو لکھا ہے وہ تاریخی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں سے نہایت صحیح اور مستند ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ قدم قدم پر مغربی مصنفین اور دشمنان دین کی تدلیسات و تلبیسات کا دامن چاک کر دیا ہے۔ ان خورده گیریوں کا جواب شافی موجود ہے۔ اور جو زہریلے خیالات پادریوں کی تحریرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا تریاق ہر سطر میں موجود ہے +

سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر آنحضرت صلعم کی خوبیوں کو زیب عنوان بنایا گیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

اس کتاب کے مطالعہ سے بخوبی فہم پر روشن ہو جائیگا۔ کہ جو ارفع خصائص ایک ہادی کیلئے عقل انسانی تجویز کر سکتی ہے۔ وہ سب کے سب بدرجہ اتم آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں موجود تھے۔ گویا یہ کتاب غیر مسلم کیلئے تحفہ بے نظیر ہے۔ اور مسلم کیلئے شمع تنویر ہے +

فرمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہیئے
برانڈرتھ روڈ

بابت ستمبر سنہ ۱

رجسٹرڈ ایل [illegible]

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

(رجسٹرڈ)

(الف) ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو انگریزی (کتب خانہ) (۳) مسلم لائبریری (۴) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۵) ریزرو فنڈ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

(ب) ۱۔ ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔

۲۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا، بھیجنا اور مفت تقسیم کرنا۔

۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

۴۔ سستا سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

۵۔ اس کے لئے تمام وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

(ج) ۱۔ جناب دی رائیٹ آنریبل سر سید لینڈ جارج الفنسٹن - مین - بیرن الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق - بی اے (کینٹب) ایم - آئی - سی - ای - آئی - آف آگاڈاہیرس - کیلیدن سے نارتھ لینڈ (چیئرمین)

۲۔ جناب سر عباس علی بیگ صاحب کے سی آئی - ای سی ایس آئی - ایل ایل - ڈی بی - اے - ایف - سی - یو - بی - آف بمبئی اینڈ کلکتہ۔

۳۔ جناب سر محمد شفیع صاحب کے - سی - ایس - آئی - سی - آئی - ای - ڈاکٹر آف لٹریچر بیرسٹر ایٹ لاء لاہور۔

۴۔ جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹر ایٹ لاء سیشن اینڈ ڈسٹرکٹ جج کیمبل پور

۵۔ جناب حکیم محمد جمیل خاں صاحب رئیس اعظم فرزند جناب حکیم اجمل خاں صاحب رئیس اعظم دہلی

۶۔ جناب کنور سری عبد الدین صاحب فرزند عالی جناب ہز ہائینس شیخ جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست منگرول۔ (کاٹھیاوار)

۷۔ جناب شیخ عبد الحمید صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس۔ دی مال۔ لاہور۔

۸۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۹۔ جناب خان بہادر غلام صمدانی صاحب پولیٹیکل اسسٹنٹ۔ پشاور (سرحد)

۱۰۔ خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ اینڈ وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی پشاور۔ (سرحد)

۱۱۔ جناب ملک شیر محمد خاں صاحب بی اے اسپیشل اسسٹنٹ منسٹر مال ریاست جموں و کشمیر

۱۲۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء ایڈووکیٹ ہائیکورٹ۔ لاہور۔

۱۳۔ جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے - بی - ٹی نائب امام مسجد ووکنگ انگلستان

۱۴۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے - ایل ایل بی وکیل بانی ووکنگ مسلم مشن (پریذیڈنٹ)

۱۵۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم - بی - بی - ایس سابق سول سرجن سرحد (آنریری فنانشل سیکرٹری)

۱۶۔ جناب خواجہ عبد الغنی صاحب (سیکرٹری ٹرسٹ)

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

(د) ۱۔ جناب سر میاں محمد شفیع صاحب۔ کے - سی - ایس - آئی - سی - آئی - ای ڈاکٹر آف لٹریچر - بیرسٹر ایٹ لاء لاہور (مشیر قانونی)

۲۔ جناب خان صاحب سعادت علی خاں صاحب رئیس اعظم۔ سیکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور

۳۔ جناب محمد دین جان صاحب بی اے - ایل ایل - بی ایڈووکیٹ لاہور۔

۴۔ جناب ملک شیر محمد خاں صاحب بی اے اسپیشل اسسٹنٹ ٹو منسٹر مال صاحب بہادر ریاست جموں و کشمیر

۵۔ جناب کنور سری عبد الدین صاحب بی اے خلف الصدق عالیجناب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر ریاست منگرول ملک کاٹھیاوار

۶۔ جناب خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کمپنی احمد دین برادرز۔ راولپنڈی۔

۷۔ جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی - پشاور۔ (سرحد)

۸۔ جناب میجر حسام الدین صاحب بی - اے - فنانشل سیکرٹری۔ (ریاست بہاولپور)

۹۔ خان صاحب جناب محمد اسلم خاں صاحب برادر خان خلیل - آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم - مردان (سرحد)

۱۰۔ جناب احمد ملا داؤد صاحب سوداگر۔ رنگون (برما)

۱۱۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۱۲۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء۔ لاہور۔

۱۳۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل - بی - وکیل بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان (پریذیڈنٹ)

۱۴۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم - بی - بی - ایس - سابق سول سرجن سرحد - لاہور (آنریری فنانشل سیکرٹری)

۱۵۔ جناب خواجہ عبد الغنی صاحب (سیکرٹری ٹرسٹ)

ضروری ہدایات

(ہ) ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب) ہو

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان۔ دی ماسک ووکنگ سرے۔ انگلینڈ

The Mosque, Woking, Surry England.

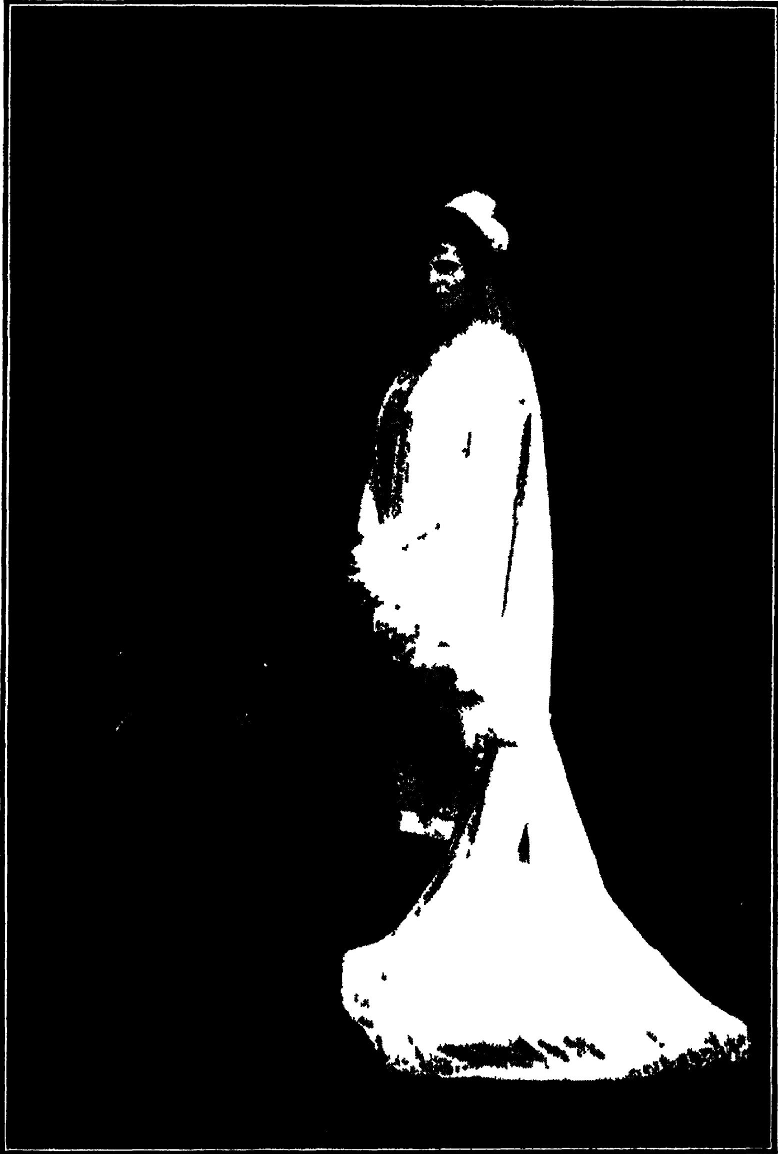
۵۔ بینکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ۔ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ: "اسلام" - لاہور۔ (پنجاب)

(و) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ للعہ معہ محصول ڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں - طلباء و مفت تقسیم کے لئے صہ معہ محصول ڈاک

خواجہ عبد الغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)



MRS. NASĪMA WINIFRED EMILY ELINOR CHAWORTH-MUSTERS

"I, Nasīma Winifred Emily Elinor Chaworth-Musters, wife of Commander J. C. Musters, do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt Islam as my religion; that I worship One and only Allah (God) alone; that I believe Muhammad to be His Messenger and servant; that I respect equally all prophets—Abraham, Moses, Jesus, etc.; that I will live a Muslim life by the help of Allah."

Lā ilūha ila 'llah
Muhammadu 'r-Rasūlu 'l-Lah.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۹ھ — نمبر ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء نمبر ۹

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو مسز نسیمہ وینی فریڈ - ایملی - ایلینور - چاورتھ مسٹرس کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے - ہمارے ناظرین کرام اسے ملاحظہ فرما کر مسرور ہونگے - دہریت و مادیت میں ڈوبے ہوئے یورپ میں اب بھی حق پسند ہستیوں کی کمی نہیں ہے اور کیسی کیسی عظیم الشان ہستیاں حلقہ بگوش اسلام ہو رہی ہیں -

ذیل میں مسز نسیمہ موصوفہ کا اعلان اسلام شائع کیا جاتا ہے :-

کمانڈر جے سی - مسٹرس کی اہلیہ
مسز نسیمہ - وینی فریڈ - ایملی ایلینور چاورتھ مسٹرس کا
اعلان اسلام

میں نسیمہ کمانڈر جے سی مسٹرس کی زوجہ ہوں - میں بلا کسی جبر و اکراہ کے انشراح صدر و صمیم قلب کے ساتھ اعلان کرتی ہوں - کہ میں نے اپنا مذہب اسلام قبول کر لیا ہے اب میں صرف ایک ہی خدائے واحد کی عبادت کرتی ہوں میرا ایمان ہے - کہ حضرت محمد صلعم خداوند تعالیٰ کے پیغمبر اور بندے تھے - میرے دل میں جناب ابراہیم - جناب موسیٰ - جناب مسیح سب کی مساویانہ تعظیم و تکریم ہے - اور تائید ایزدی سے میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مسلمہ کی زندگی بسر کرونگی +

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دعاوئے لاطائل

کلیسیائی اخبارات اور رسائل میں اس قسم کی مثالیں عموماً دیکھنے میں آتی رہتی ہیں کہ تاریخ عالم میں جس قدر امور لائق تحسین و قابل ستائش قرار پاتے ہیں۔ ارباب کلیسیا ان باتوں کو ہمیشہ کلیسیاء سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اور ان باتوں کی نوعیت ایسی حیرت انگیز ہوتی ہے کہ جو لوگ اس وضع اور قماش کے لٹریچر سے آشنا ہیں۔ وہ بھی ان کو پڑھ کر ششدر رہ جاتے ہیں +

ہم نے اسی نیت سے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی خاطر ۵ اپریل ۱۹۳۰ء کا بپٹسٹ ٹائمز (Baptist Times) کھول کر پڑھا تو اس کے مقالہ افتتاحیہ بعنوان "کلیسیا اور غلامی" کا خاتمہ بدیں الفاظ ہوا ہے۔ "یہ بات مسیحیت کا طغرائے امتیاز ہی ہے کہ جہاں کہیں صلیب کا نشان بلند ہوتا ہے غلامی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ کلیسیاء تو مفاد عامہ کی سب سے بڑی محافظ ہے! اور آزادی سے بڑھ کر کوئی مفاد قابل احترام نہیں ہے" +

جو لوگ مذہبی معاملات کو بیچون و چرا تسلیم کرنے کے عادی ہیں۔ اُن کے لئے یہ الفاظ اپنے اندر کافی سامان دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ تاریخ عالم بھی اس دعوے کی مصدق ہے یا نہیں؟ کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ جو جہاز انگلش گورنمنٹ نے سرجان ہاکنز کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس کا نام ہی "یسوع" تھا؟ کیا برطانی رعایا کے ہر فرد کو ساحل افریقہ پر دھاوا مارنے اور وہاں کے باشندوں کو لونڈی غلام بنانے کی عام اجازت نہ تھی؟ کیا اُس زمانہ میں کوئی شخص اس حکم کو شرعی زاویۂ نگاہ سے مذموم خیال کرتا تھا؟ کیا بشپ ہاپکنز نے جس کو امریکن پروٹسٹنٹ کلیسیاء میں کافی مرتبۂ تقدس حاصل تھا، غلامی کا جواز بائبل ہی سے ثابت نہیں کیا تھا؟ اور کیا دیگر علمائے مذہب اس کے ہمخیال نہیں تھے؟

ان سوالات سے پیچھا چھڑانا دشوار نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اور ان کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عہد جدید میں غلامی کی کسی جگہ مذمت نہیں کی گئی۔ اس بات سے کہ بائبل جملہ افراد کو ابناءُ اللہ قرار دیتی ہے، غلامی کی مذمت ثابت نہیں ہوتی جس طرح اس بات سے کہ جملہ افراد عالم حیوانات سے تعلق رکھتے ہیں، اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مضمون نگار نے نہ تو انجیل کی کوئی آیت نقل کی ہے نہ جناب مسیح

کی زندگی سے کوئی ایسا واقعہ پیش کیا ہے جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑ سکے صرف یہ دعویٰ پیش کر دیا ہے۔ کہ جہاں کہیں مسیحیت کا گذر ہوا ہے، وہاں کے لوگوں کو آزادی نصیب ہو گئی ہے +

صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس نے غلامی کے انسداد کا حکم دیا ہے ملاحظہ ہو (۴۷: ۴ و ۹۰: ۱۳) اور آنحضرت صلعم ہی ایک ایسے پیغمبر گزرے ہیں۔ جنہوں نے غلاموں کو آزاد کر کے ایک پاکیزہ مثال دنیا میں قائم کی۔ آپ نے غلام آزاد کرنے کو ایک امر مستحسن قرار دیا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ نے تو غلاموں کو آزاد کرنے میں اپنی ساری دولت بے دریغ صرف کر دی +

ہم خوب سمجھتے ہیں۔ کہ مضمون نگار نے یہ بلند آہنگ دعویٰ محض لیڈی سائمن کی تصنیف موسومہ "غلامی" کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ لیڈی موصوفہ نے ایک مرتبہ غلامی پر تقریر کرتے ہوئے یہ سوال کیا تھا۔ کہ مسلم ممالک میں غلامی کے وجود کو کس طرح جائز ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر عرب اور دیگر مسلم ممالک میں غلامی کا وجود پایا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں غلامی کے خلاف صریح تعلیم موجود ہے۔ تو اس کی وجوہ قرآن اور تعلیمات اسلام کے علاوہ کچھ اور ہی ہیں۔ جن کا پتہ لگانا ہر بندہ کا فرض اولین ہے +

اسلام کی حیرت انگیز کامیابی

مندرجہ ذیل سطور کا محرک وہ شذرہ ہے جو رسالہ تھیاسوفی (لاس اینجلیز یو ایس اے) بابت جولائی سنہ ۱۹۳۰ء میں ہماری نظر سے گزرا۔ لکھتا ہے۔

"سنہ ۱۹۲۸ء میں کیلیفورنیا میں خودکشی کی شرح ایک میں تیس سے بھی زیادہ تھی۔ گزشتہ پانچ سال سے یہ شرح برابر ترقی پر ہے۔ حالانکہ یہ سال اس صوبہ کی تاریخ میں ہر طرح سے کامیاب سال کہے جا سکتے ہیں۔ شہر سین ڈیاگو میں شرح اموات بذریعہ خودکشی تمام امریکہ بلکہ کرۂ ارض کے جملہ شہروں سے بڑھی ہوئی ہے۔ حالانکہ طبقہ معتدلہ میں واقع ہے۔ اور یہاں عموماً وہی لوگ سکونت پذیر ہیں۔ جو تفکرات دنیوی سے سراپا آزاد ہیں۔ جن کو اس کے سوائے اور کوئی کام نہیں۔ کہ اپنے مشاغل ذاتی میں منہمک رہیں +

فریڈرک ہاف مین جو پروڈنشل انشورنس کمپنی میں ملازم ہے لکھتا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۲۸ء کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خودکشی کا مرض امریکہ میں روز افزوں ہے۔ ہر ایک لاکھ اموات میں ۱۷٫۵ موتیں خودکشی سے واقع ہوتی ہیں ۱۵۶ شہروں میں سے ۸۸ شہروں میں یہ مرض ترقی پر ہے۔ اور مسٹر موصوف لکھتے ہیں۔ کہ روز افزوں فارغ البالی کو دیکھتے ہوئے اس عادت میں زیادتی یا اس فعل کی کثرت سخت تعجب خیز ہے۔ گویا یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہنے لگے۔ کہ جب سے خورد و نوش کی فراوانی ہوئی ہے ضعف معدہ کی شکایت بھی بڑھ گئی ہے !!!

اس کے بعد رسالہ مذکورہ نے مسٹر سی ایم جوڈ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ایک زمانہ میں امریکہ میں خودکشی کا نام بھی نہ تھا لیکن اب علی الخصوص نیویارک میں تو یہ فعل اموات انسانی کا خاص سبب ہے اور عیش و عشرت کا سامان بھی اسی شہر میں سب سے زیادہ موجود ہے، اگر ہماری موجودہ خواہشات پوری ہو جائیں۔ تو ہم اپنی ذاتی تکالیف کا مداوا حاصل کرنے کی غرض سے اگر اور کچھ نہ ہوگا تو سپاہیوں کی طرح مجبور کر میدان جنگ کو چلے جائیں گے +

بعض لوگ خودکشی کو بعض حالات میں جائز بلکہ مستحسن قرار دیتے ہیں، لیکن تاہم یہ آزاد خیال لوگ اس امر کا بصدق دل اعتراف کرتے ہیں۔ کہ خودکشی خواہ جائز ہو یا ناجائز انسانی فطرت پر ایک بدنما داغ ہے۔ اور جو شخص اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ خود اپنی شکست اور فقدانِ اعتماد علی النفس کا اثبات کرتا ہے۔ یا وہ دنیا کو یہ ثابت کرنا چاہتا ہے، کہ وہ زمانہ آیندہ سے مایوس ہے۔ حالانکہ یہ بات صریحی غلط اور بدیہی البطلان ہے +

لیکن سوال یہ ہے کہ جب انسان پر کامل یاس کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت کوئی قوت ایسی ہے، جو اسے اس فعل سے باز رکھ سکے یا نہیں؟ کیا یہ دنیا واقعی اس قدر بے کیف اور لائق تنفر ہے۔ کہ اس میں انسانی تکالیف کا کوئی مداوا ہی نہیں سوا اس کے کہ آدمی ناامیدی کا شکار ہو جائے؟ کیا اسلام اور مسیحیت دونوں نے اس کی کچھ روک تھام نہیں کی؟ اس کی کیا وجہ ہے، کہ جن ممالک میں مسیحیت برسراقتدار ہے وہاں خودکشی کا رواج ہے۔ اور جہاں اسلام کی حکومت ہے وہاں اس کا اثر نسبتاً کم پایا جاتا ہے +

واضح ہو کہ جب وزیر اعظم عراق نے خودکشی کی تھی۔ تو انگریزی جرائد نے نہایت حیرت کے ساتھ یہ بات لکھی تھی۔ ایک مسلمان ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہے۔ جو اسلامی ممالک میں شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوتا ہے مسیحی سوسائٹی میں جو یہ حقارت انگیز ضلالت پائی جاتی ہے اس کا باعث فارغ البالی یا بیکاری یا روحانی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہی ہے۔ فارغ البالی اور بیکاری دونوں امور اضافی ہیں، اور یہ دونوں باتیں مسیحی ممالک کے علاوہ اسلامی ممالک میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اندریں حالات کیا وجہ ہے کہ اسلام نے اس برائی کی بیخ کنی کر دی۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں خودکشی "الناد ر کالمعدوم" ہے +

ایک فاضل جرمن مستشرق پروفیسر ایڈورڈ سخاؤ نے راقم مضمون سے ایک مرتبہ کہا تھا۔ کہ اسلام کی مخصوص خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ اس نے ہر مسلم کو ایسی جرأت عطا کر دی ہے کہ وہ دنیا کی ہر مشکل کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ قرآن میں جو یہ آیت مرقوم ہے کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ یعنی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اس نے بہتیرے مسلمانوں کو مجزولانہ افعال سے باز رکھا ہے نیز آنحضرت صلعم کی حدیث نے "کہ جو کوئی خودکشی کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے"۔ لوگوں کے اندر اس قدر ہمت پیدا کر دی ہے کہ انھوں نے ہر قسم کی مشکلات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ اور انجامکار کامیابی حاصل کی ہے +

لیکن میں اس پر اس قدر اضافہ کرتا ہوں۔ کہ اگر اسلام نے خدا کا بہترین تخیل اور اس کی توحید کی تعلیم نہ دی ہوتی تو قرآنی الفاظ اور نبوی تلقین دونوں بے سود ہوتے۔ اصلی بات یہ ہے۔ کہ ایمان بالتوحید انسان کے اندر زبردست اخلاقی اور روحانی قوت پیدا کر دیتا ہے۔ اور خدا کا ناقص تخیل، جو عقیدۂ تثلیث سے متبادر ہوتا ہے، ہمیشہ اپنے متبعین میں بزدلی پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔ یہ اعتقاد کہ خدا ایک ہے۔ اور وہ رحمٰن ہے۔ یعنی ایسا خدا ہے جس کی رحمت اور شفقت ان نعمتوں کے آفاقی سے ہویدا ہے جن کیلئے ہم مستحق نہیں ہیں، اور وہ رحیم ہے یعنی ایسا خدا ہے جو ہمارے افعال پر چند گونہ ثواب مرتب کرتا ہے۔ اور وہ مالک الملک ہے وغیرہ وغیرہ، لازمی طور پر ہمارے اندر جرأت اور استقلال پیدا کر دیگا۔ اور یہی اعتقاد ہے کہ یہ ناپاک اور کمینی دنیا، ہمارے لئے دلچسپیوں کا موجب ہو جاتی ہے۔ ورنہ اس کی گوناگوں مادی ترقیاں تو ہم کو خدا سے رات دن دور لیجانے کیلئے آمادہ ہیں +

اس کے بالمقابل ایسا مذہب جو روزانہ زندگی میں داخل نہ ہو مثلاً مسیحیت اپنے اندر وہ عناصر نہیں رکھتا جن کی بدولت انسان روشنی یا ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ اعتماد علی النفس تو توحید ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ چونکہ مسیحیت نور توحید سے عاری ہے اسلئے جب کبھی کسی عیسائی پر ذرا سی مصیبت پڑتی ہے۔ وہ ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ اور خودکشی کر لیتا ہے +

دکھانے کیلئے کہ اسلامی توحید نے مسلمانوں کے قلوب میں کس حد تک اعتماد علے النفس کی صفت پیدا کر دی ہے۔ ہم اپنے ناظرین کی توجہ جنگ اومڈرمان کی طرف مبذول کرتے ہیں جہیں مسلمانوں نے جو صرف تلوار اور نیزہ سے مسلح تھے۔ برطانی مشین گنوں کا بیخوف و خطر مقابلہ کیا تھا۔ اور جنگ کے خاتمہ پر اُن کی نعشیں قطاروں میں ترتیب کے ساتھ پڑی ہوئی ملی تھیں۔ اور یہ بات آنحضرت صلعم کی وفات کے بارہ سو سال بعد وقوع میں آئی۔ کیا کوئی مشرک قوم دنیا کے پردہ پر ایسی ہے جو شجاعت اور جانبازی کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہو؟ اگر کوئی شخص اس دلیری اور بہادری کو نا عاقبت اندیشی سے تعبیر کرنے لگے تو تو یہ خود اسکی ناقابلیت اور اساسات کی دلیل ہوگی۔ کہ وہ انسانی جذبات کی گہرائی سے ناواقف ہے +

آخر میں معترض کہ سکتا ہے۔ کہ ابھی مسلمانوں کو ان حالات سے سابقہ نہیں پڑا ہے۔ جو صنعت و حرفت کے سلسلہ میں یورپ میں رُونما ہو چکے ہیں۔ اور جب انڈسٹریلزم کی ہوا اسلامی ممالک میں چلیگی۔ تو مسلمانوں کی حالت مسیحیوں سے بھی بدتر ہو جائیگی۔ لیکن معترض کو معلوم نہیں۔ کہ اسلام نے دین اور دُنیا دونوں کو اس طرح باہم آمیختہ کیا ہے۔ کہ "مادیت" کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے۔ اور انڈسٹریلزم کے فروغ کا اگر کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ تو یہی کہ لوگ رُوحانیت کی جگہ مادیت کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اگر مسیحیت نے مذہب کو ہفتہ میں صرف ایک دن کا مہمان نہ بنا دیا ہوتا تو وہ بھی اس فعل کی روک تھام کر سکتی تھی۔ جو شخص دن میں پانچ مرتبہ رحمٰن اور رحیم خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اُسے خودکشی کرنے یا نااُمیدی کی طرف مائل ہونے کا وقت ہی نہیں مل سکتا +

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ریویو و کتب در ہندوستان	۱	۰	۱۵	۴۴۴۸	اخراجات ووکنگ مشن و اسلامک ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان	۳	۳	۱۳	۲۳۲۸
آمد ریزرو فنڈ (سرمایہ محفوظ)	۲	۰	۳	۶۹					
میزان	-	۰	۲	۴۵۱۸	میزان		۳	۱۳	۲۳۲۸

آنریری فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن و اسلامک ریویو و مکتبہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۸/۳۰	۱۰۶۵	واپسی پراویڈنٹ فنڈ امانت محمد صاحب	-	-	۵
"	۱۰۶۶	جناب منشی امانت محمد صاحب بحوالہ امداد مشن	-	۴	-
"	۱۰۶۷	" خواجہ صلاح الدین محمود صاحب لاہور بمد ریویو	-	-	۵
"	۱۰۶۸	" خواجہ کمال الدین صاحب لاہور بمد مشن ۱۰ روپے، ۱۰ روپے بمد ریویو	-	-	۲۰
"	۱۰۶۹	" غلام محمد صاحب تکمیل پور بذریعہ انجمن حمایت اسلام بمد مشن	-	-	۲
"	۱۰۷۰	دفتر لاہور پراویڈنٹ فنڈ واپس مشن	-	۵	۱۶
۵ ۸/۳۰	۱۰۷۸	جناب محمد نور غنی صاحب احمد پور	-	۱۴	۷
"	۱۰۷۹	" عبد الحق صاحب گجرات بمد مشن	-	-	۵
۷ ۸/۳۰	۱۰۸۴	جناب اے ایس بیگم صاحبہ بذریعہ ... مقصود صاحب دہلی			
۹ ۸/۳۰	۱۰۸۹	جناب قاضی منہاج الدین احمد صاحب ...	-	-	۳
	۱۰۹۱	" ڈاکٹر ایم ایچ صدیقی صاحب کلکتہ ۱۰ روپے بمد مشن و ۱۰ روپے بمد ریویو	-	-	۲۰
	۱۰۹۲	" قاضی ابوالقاسم صاحب ... بمد مشن	-	-	۴
	۱۰۹۳	عالیجناب ہز ہائینس حضور عالی ... دام اقبالہا والیۂ بھوپال امداد ریویو	-	۸	۴۹
۱۲ ۸/۳۰	۱۱۰۰	جناب صاحبزادہ محمد عبد ... صاحب اجمیر بمد مشن	-	-	۱۲
۱۴ ۸/۳۰	۱۱۰۲	" غلام محمد صاحب دفتری لاہور "	-	۸	-
	۱۱۰۳	" ڈاکٹر ایت اکبر صاحب [illegible]	-	-	۲
۱۵ ۸/۳۰	۱۱۰۶	واپسی پیشگی سفر خرچ سکرٹری [illegible]	-	-	۱۵۰
		جناب سید مظفر الدین صاحب کلکتہ مفت تقسیم ریویو	-	-	۵
۱۸ ۸/۳۰	۱۱۱۰	واپسی پیشگی از ... عبد المجید صاحب ... *	-	۱۲	۷۱۸
	۱۱۱۱	چندہ ... بھوپال بمد مشن ... ۵ بمد ریویو	-	-	۳۰۰۰
	۱۱۱۲	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور امداد مشن	-	-	۱۰
	۱۱۱۷	حضور نواب صاحب بہادر منگرول "	-	-	۹۹
	۱۱۲۳	جناب محمد حسین صاحب کاکوری	-	-	۱
	۱۱۲۸	جنابہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۲
		قیمت اسلامک ریویو	-	۱۲	۳۱۱
		میزان	-	۱۵	۴۴۸۴

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۸/۳۰	۴۰	جناب ایم مبین صاحب کلکتہ	-	-	۲۵
۹ ۸/۳۰	۴۱	" درباج الدین صاحب ... گڑھ	-	-	۵
۱۳ ۸/۳۰	۴۲	" ابراہیم خان صاحب مدراس	-	-	۱۵
۱۵ ۸/۳۰	۴۳	" انجمن مسلمین بمبئی	-	۳	۹
۲۰ ۸/۳۰	۴۴	جناب آر احمد ... گڑھ	-	-	۵
		" ایس ایم عبد اللہ صاحب ...		-	۱۰
		میزان	-	۳	۶۹

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۸/۳۰	۱۴۶	بل تنخواہ عملہ ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء - - - -	-	۱	۷۴۲
	۱۴۷	بل امپریسٹ دفتر لاہور بابت جولائی بتفصیل ذیل ٹائپ رائٹنگ ۱۰ محصول ڈاک ... کرایہ دفتر ماہ جون سنہ ۱۹۳۰ء ... بجلی ... منتفرق چار آنے۔ اجرت ... مضمون ... واپسی رقم ... تار ... اجرت ... بحوالہ ... ترجمہ ... دفتر ... [illegible]	-	-	۹۹

* مولوی صاحب کو ایکصد پونڈ پیشگی روانہ کیا گیا تھا۔ جس میں ۵۳ پونڈ واپس پیشگی میں وضع کئے گئے ہیں۔ سکرٹری۔

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان و کتب و انگلستان بابت ماہ اگست ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱۱ ۸/۳۰	۱۴۸	محصول ڈاک موٹر ۳/۵ سیاہی ۵ ر بنانگہ نب ۱۰ ر کلاک برائے دفتر لاہور ۵/۲ ر + کیل ۱ ر - بیرنگ خط ۱ ر - کاغذ ۱۲/ - بوریا ۲ ر - سوتری ۴ ر - اجرت چھپائی دو ہزار لفافے ۴ روپے تنخواہ مہترانی ماہ جولائی ۸ ر - کرایہ دفتر ماہ جولائی ۲۰ روپے - بجلی برائے ماہ جولائی ۴ روپے کاغذ رجسٹر ۸ ر سٹیشنری بلاٹنگ پیپر وغیرہ ۴/۵	۰	۰	۱۰۰
	۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲	بل اخراجات لندن مسلم ہوس ماہ اپریل پینس ۶ شلنگ ۹ پونڈ ۲ - اجرت جلد بندھوائی کتاب آئیڈیل پرافٹ ۲۰۰ کاپیاں پینس ۶ شلنگ ۱۸ پونڈ ۷ = ۰ - ۱ - ۱۳۸ روپے + تنخواہ مکلا اونی ووکنگ ماہ اپریل ۱۹۳۰ء بذریعہ بل نمبر ۱۵۰ - پینس ۱ شلنگ ۹ پونڈ ۹ - آنہ ۱ - ۲۰ روپے سفر خرچ ماہ اپریل ۱۹۳۰ء بذریعہ بل نمبر ۱۵۱ - پینس ۱ شلنگ ۹ پونڈ ۳ = ۰ - آنہ ۶ - ۴۲ روپے تنخواہ اعلیٰ برائے ماہ اپریل ۱۹۳۰ء پینس - شلنگ - پونڈ ۳ = پائی ۵ - آنہ ۳ - ۴۱ روپے میزان بل نمبر ۱۴۹ ، ۱۵۰ ، ۱۵۱ ، ۱۵۲ = پینس - شلنگ ۱۸ - پونڈ ۵۳ یہ کل رقم ۱۰۰ پونڈ میں سے وضع کی گئی جو بذریعہ بل نمبر ۱۴۳ مورخہ ۲۹ ۵/۳۰ کو مولوی عبدالمجید صاحب کو پیشگی بطور امپرسٹ بھیجے گئے دیکھو صفحہ ۲۵۹	[illegible]	۱۲	۷۱۸
۱۲ ۸/۳۰	۱۵۳	اجرت چھپائی ۱۰۰۰ انگریزی کارڈ ۴۰۰۰ اردو کارڈ ہیڈنگ ملک پریس لاہور		۰	۸
″	۱۵۴	اجرت چھپائی لیٹر ہیڈز ایکہزار از کلکتہ ارٹ پریس لاہور اور رسید کتب ۲۰ عدد ۱۹/۵ +	۰	۱	۱۹
	۱۵۵	بل ملٹری اینڈ کمرشل پریس لاہور بذریعہ بل سٹیشنری و رجسٹر دو روپے ۴ آنے لفافے ایکہزار لمبے لفافے ایکہزار ۱۰/۵ - پنیں ۴ ر پنسلیں وغیرہ ۱۲ ر لفافے خورد ۶ ر ۵/۵ - بل اجرت چھپائی دو عدد رجسٹر حاضری دفتر ۸ ر - کاغذ برائے رجسٹر ۱۲ ر اخراجات متفرق ۶ ر جلد بندھائی ۸ ر دو عدد رجسٹر اسلامک ریویو رائز اینڈ نال چھپائی ۱۸ ر کاغذ برائے رجسٹرات ۸ ر ڈورہ لنگ ۱۰ ر جلد بندھوائی ۷ ر = ۱۹ روپیہ بل روانگی ڈاک دو عدد کاغذ چھپائی ۷ ر لنگ جلد بندھوائی ۲/۵ دو عدد رجسٹر پراویڈنٹ فنڈ ملازمین ٹرسٹ - چھپائی - کاغذ ولنگ جلد بندھوائی وغیرہ ۱۸ ر دو ہزار اطلاعی کارڈ ریویو - چھپائی کاغذ وغیرہ = ۳۹ روپے	۰	۱۲	۸۳
۱۶ ۸/۳۰	۱۵۶	بل سفر خرچ و دیگر اخراجات وفد رامپور	۳	۳	۸۷
۲۰ ۸/۳۰	۱۵۷	بل امپرسٹ ۱۰۰ روپیہ تفصیل ذیل :- تیل برائے لیٹر بکس ۲ ر - ایک ریم کاغذ فاسکیپ دو روپے ۵ آنے ۶ پائی تار ۸ ر محصول ڈاک برائے دفتر موٹر ۵/۳۳ بحوالہ رجسٹر محصول ڈاک از نمبر ۳۹۶ تا ۱۰۳۱ - کارڈ کٹوائی ۶ ر - اجرت جلد بندھوائی ثبوت کا ظہور اتم ۵/۲۵ - ایک ریم کاغذ برائے چپڑاسی پوسٹل آرڈر برائے ازبقیہ ۵/۱ محصول ڈاک اپیل انگریزی پنسل ۶ ر - ایک ریم کاغذ برائے لفافہ اپیل ۴ ر - ترقی چپراسی تین ماہ از مئی تا جولائی ۱۹۳۰ء ۱۲ ر ٹائپسٹ متفرق خطوط ٹائپ کرائی ۵/۱ +	۰	۰	۱۰۰
	۱۵۸	بل تنخواہ ایڈیٹر اسلامک ریویو ماہ اگست ۱۹۳۰ء	۰	۰	۳۷۵
		میزان	۳	۱۳	۲۳۲۸

آسمانی بادشاہت

حقیقی تہذیب ہی کا دوسرا نام ہے اس تہذیب کی خصوصیات

ترجمہ مضمون انگریزی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

تہذیب فطرت

أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ .... مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۝ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۝ یعنی خدا کا حکم آیا۔ بس اُس کے لئے جلدی نہ مچاؤ۔ خدا کی ذات اُن کے شرک سے بالا تر ہے۔ وہی اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ کہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کردو۔ کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ پس ہم سے ڈرتے رہو۔ اس نے کسی مصلحت سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تو یہ لوگ جو دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہ اُس سے بالا تر ہے۔ اُسی نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ باایں ہمہ وہ ایک دم سے لگا کھُلم کھُلا خدا ہی کے بارہ میں جھگڑنے (سورہ نحل آیت ۱-۴)

میں سمجھتا ہوں۔ کہ گزشتہ اوراق میں میں اعادہ و تکرار کا مرتکب ہوا ہوں۔ لیکن میں نے دانستہ ایسا کیا ہے۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ ان اعتراضات کا ازالہ کروں۔ جو تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے نفس مذہب پر وارد کئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی نظر میں "مذہب" کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اور اب مذہب ایک غیر ضروری چیز ہے جسے بالائے طاق رکھ دینا چاہئے کیونکہ اس میں ہماری موجودہ ضرورتوں کا مطلق حل موجود نہیں ہے۔ بلکہ بالکل نئی ضروریات پیدا ہو گئی ہیں۔ اور انسانوں میں نئی صلاحیت کا نمود ہوا ہے علاوہ بریں ہمارے مذاق کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا ہے۔ اور اب ہمارے دلوں میں وہ امنگیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو اس سے پہلے کسی کے خیال میں بھی نہیں آئی تھیں۔ لہٰذا جس زمانہ میں ہمارے اندر عبادت کا رجحان اخادیت کے احساس پر غالب تھا۔ اس وقت "مذہب" بھی خواہ عقائد

تھا لیکن اب موجودہ حالات میں سابقہ مذاہب بیکار ہیں۔ بلکہ ترقی میں حائل ہیں۔ اسلئے ترک مذہب اولیٰ ہے +

بادی النظر میں تو یہ دلیل مذہب کے خلاف بہت معقول معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مذہب اسلام پورے طور پر اس کا بطلان کرتا ہے۔ مذہب علی العموم سائنس کا ساتھ دینے سے قاصر ہے لیکن خود سائنس کا وجود مذہب اسلام کا مرہون احسان ہے۔ کیونکہ سائنس کا پہلا اصول جو در حقیقت ترقی کا ابتدائی اصول ہے یعنی فطرت کا خادم انسان ہونا قرآن مجید میں بیان ہی نہیں ہوا ہے۔ بلکہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا جزو ایمان ہا ہے۔ اور انکی تقلید تمام مسلمانوں نے کی ہے۔ لہٰذا اگر میں اسی مضمون کی طرف ایک دوسرے پہلو سے رجوع کروں تو امید ہے کہ ناظرین اس تکرار کو معاف کرینگے +

الہام مذکورہ بالا جناب مسیح کی اس دعا کے جواب میں نازل ہوا۔ جو ان الفاظ میں مضمر ہے۔ "اے خدا! کاش تیری بادشاہت روئے زمین پر قائم ہو جائے۔ اور تیری مرضی جیسی کہ آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ ویسی ہی زمین پر بھی پوری ہو" ممکن ہے۔ جو لوگ مدبر کائنات کی ہستی کا انکار کرتے ہوں۔ وہ اس دعا کے الفاظ کی قرار واقعی قدر نہ کریں لیکن عارفین کے لئے یہ الفاظ چنداں وقیع نہیں۔ وہ تو حقیقت کے جویا ہوتے ہیں۔ ہر شخص یقین رکھتا ہے۔ کہ **فطرت** (Nature) مقررہ قوانین کے ماتحت کام کر رہی ہے اور ہم بھی اُسے شاعرانہ طور پر مخاطب کر سکتے ہیں۔ اور اسے عقلی صفات سے متصف کر سکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہم کو معلوم ہو گا۔ کہ ہماری ساری تحقیقات کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم فطرت کی مرضی زمین پر قائم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ہم اس کے قوانین سے مزید آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان پر کاربند ہو سکیں۔ اور خصوصاً تہذیب کے ضمن میں اس کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ خود فطرت نے اپنی تہذیب کو نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ترقی دے کر پہنچایا ہے۔ اس کے جمیع عناصر اس کے قبضۂ اقتدار میں ہیں۔ اور وہ سب مقررہ قوانین پر سختی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ اور اس پابندی کی بدولت ہمارے لئے بیشمار فوائد کا موجب ہوتے ہیں۔ ہر عنصر ایک مخصوص دائرہ میں عمل کرتا ہے۔ اور اس کے جملہ افعال قانون کی متابعت میں ہوتے ہیں۔ ایک عنصر دوسرے عنصر سے متصادم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن شریف بایں الفاظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے +

والشمس تجری لمستقر لها ذالك تقدير العزيز العليم ۝ والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم ۝ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون (سورۃ یٰسین ۳۸-۴۰)

اور سورج چلا جاتا ہے اپنی ٹھیری راہ پر۔ سادھا ہے اس زبردست باخبر کا۔ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر آرہا جیسے ٹہنی پرانی۔ نہ سورج کو پہنچے۔ کہ پکڑ لے چاند کو۔ اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک ایک گھیرے میں تیرتے ہیں +

ہم بھی اسی طرح عناصر فطرت پر اقتدار حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔ اور ان تمام قوانین کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جو ان پر حکومت کرتے ہیں۔ الغرض ہم وہی طریق اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جو فطرت اس کائنات میں ملحوظ رکھتی ہے۔ اگرچہ ہم کو اس کوشش میں قدرے کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن وہ کامیابی محض مادی ہے۔ اور اس کامیابی کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ انسانی تکالیف میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آج ہر ایک شخص دوسروں کے ساتھ برسرپیکار نظر آتا ہے۔ اور **سرمایہ دار** اور **مزدور** باہم جنگ آزمائی میں مصروف ہیں۔ اور اگر **اشتراکیت** کا بس چلے تو **ملوکیت** کا نام دنیا سے مٹا دے۔ ماتحت اقوام غلامی سے تنگ آگئی ہیں۔ اور حتی الوسع آزادی کی کوشش کر رہی ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم کے خلاف چڑھ رہی ہے۔ غرضکہ دنیا میں کسی جگہ امن و امان نظر نہیں آتا۔ لیکن خاموش فطرت میں یہ بات نہیں۔ وہاں تو ہر فرد اپنی قسمت پر صابر و شاکر نظر آتا ہے۔ اگرچہ کائنات میں خواص متضادہ پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ سب ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے رہتے ہیں۔ یعنی وہ خود بھی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔

افسوس کہ اس قانون میں اگر استثناء ہے۔ تو حضرت انسان۔ وہ کائنات میں بدنظمی پیدا کرتا رہتا ہے۔ اگر ہم فطرت کی سی وسعت قلبی اور فراخ دلی دکھائیں تو ہم بھی اس کائنات میں نہایت امن کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ پس اگر ہم حقیقی کامیابی حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ تو جس طرح ہم نے مادیات میں اسکی تقلید کی ہے۔ اسی طرح اخلاقیات اور روحانیات میں بھی اسکی پیروی کرنی چاہئے۔ لیکن فطرت بذات خود غیر ذی شعور ہے۔ اور قوانین کی موجودگی کائنات کا ان پر کاربند ہونا نیز ہر جگہ اخلاقی نظام کا پایا جانا ہمیں ایک مدرک اور ذی شعور ہستی پر ایمان رکھنے کیلئے مجبور کرتا ہے۔ اسلام کی مصطلحات میں اس ہستی کا نام رب ہے۔ جو ہر شے کو پیدا کرتی ہے۔ اور کامل قوانین کی مدد سے ان پر حکومت کرتی ہے۔ اگر میں فطرت کی جگہ لفظ "رب" رکھ دوں تو معاملات میں کام کرنیوالوں کو لازم ہے۔ کہ اس ہستی کے ان قوانین کو دریافت کریں جن کی بدولت وہ اس ہستی کے نائب بن سکتے ہیں۔ یعنی انسان خدا کی سنت کا علم حاصل کرنے کی بدولت خلیفۃ اللہ علی الارض بن سکتا ہے۔ اگر ہم خدا کے اخلاقی اصولوں کو اسی رنگ میں اختیار کر لیں جس رنگ میں مادی ترقی کے اصول اختیار کئے ہیں تو یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ کلفت اور مصیبت دونوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور خلافت آسمانیہ دنیا میں قائم ہو جائیگی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور جناب مسیح کی دعا کے صحیح معنے اگر ہو سکتے ہیں تو یہی۔ ان کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ خود اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائینگے اور عدالت کی کرسی پر بیٹھینگے بلکہ وہ تو اس وقت کے متمنی تھے۔ جبکہ انسان خود خدا کا نائب بن جائیگا۔ اور کائنات پر حکمرانی کریگا۔ یہ مقصد عظمیٰ ان تین شرائط کے پورا ہونے پر حاصل ہو سکتا ہے:۔

(۱) پہلے ہم کو جمیع مظاہر کائنات اور ان کے قوانین کا صحیح علم حاصل کرنا چاہئے جنکے ماتحت وہ مظاہر برپا ہوتے ہیں۔

(ب) دوسرے ہم کو چاہیے کہ ہم اپنی نفسانیت پر غالب آئیں (ج) تیسرے اُن اخلاق فاضلہ کو اپنا دستور العمل بنائیں جن کا لقب سنن الہیہ ہی۔ اور آیات مذکورہ بالا جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، جناب مسیح کی دُعا کے جواب میں نازل ہوئی ہیں

اولاً۔ ان میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کو ایک خاص مصلحت کے ماتحت پیدا کیا ہے یعنی ان کی تخلیق ایک مقصد کے ماتحت کی گئی ہی۔ اور ان میں جو کچھ بھی ہی۔ وہ انسان کے فائدہ کیلئے بنایا گیا ہے۔ آیات مابعد میں ان طریقوں کا مذکور ہی جن کی بدولت ہم فطرت کو اپنا خادم بنا سکتے ہیں +

ثانیاً۔ قرآن مجید فرماتا ہی کہ انسان "ظلوم جہولا" ہے۔ اسمیں بہیمیت پائی جاتی ہی۔ اور خُدا کا نائب بننے سی پہلے اس کو لازم ہے کہ بہیمیت کو انسانیت میں مبدّل کرے +

ثالثاً۔ ہم کو توحید باری تعالیٰ پر صمیم قلب ایمان رکھنا چاہیئے کیونکہ اسی اعتقاد کی بدولت ہم میں وہ قابلیت پیدا ہو سکتی ہے کہ ہم خدا کی بادشاہت اس دُنیا میں قائم کر سکیں +

انسان کے قلب پر نقش توحید کو پورے طور سی قائم کرنے کی ضرورت اسلیئے پیش آئی ہی۔ کہ کائنات میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان نے غلطی سی "معبود باطل" قرار دے رکھا تھا۔ اسلام نے ان تمام معبودان باطلہ کو درجہ اُلوہیت سے ساقط کر دیا یہی وجہ ہی کہ قرآن مجید نے اعلان کیا "اللہ ان تمام چیزوں سے پاک ہی جن کو تم خدا میں اس کا شریک قرار دیتے ہو" علاوہ بریں توحید باری ہمیں یہ سکھاتی ہی کہ ہم اُن تمام طریقوں سی قطع تعلق کر لیں" جو سنن الہیہ" کے خلاف ہیں، اور اپنے آپ کو الٰہی صفات سے متصف کر لیں صرف اسی صورت میں خدا کا جلوہ اسی دنیا میں ظاہر ہو سکتا ہی اور اسکی رُوح کارفرمائی کر سکتی ہی اور اسکی بادشاہت اس دُنیا میں قائم ہو سکتی ہے +

محض اس بناء پر کہ کوئی صداقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہی جو ہمیں پسند نہیں، ہمیں اُس صداقت سے رُوگردانی نہ کرنی چاہیئے بلکہ ہم کو الفاظ کے پردہ میں جو حقیقت مضمر ہی اُس پر غور کرنا چاہیئے۔ اور اسی ضمن میں ایک ملحد سے میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا اس حقیقت تک پہنچنا ہمارے لئے ممکن ہی؟ خواہ ہمارے عقائد کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہمیں شک نہیں کہ ہم سب تسخیر فطرت اور تکمیل اخلاق کیلئے کوشاں ہیں۔ یہ دونوں باتیں ہمارے مقصد حیات ہیں۔ اور انہی کے حصول پر ہماری تہذیب کے مرتبہ کمال کا انحصار ہے + بایں ہمہ تاریخ ہمیں بتاتی ہی کہ بغیر امداد آسمانی، انسان اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کے نزول سی پہلے، انسان تاریکی میں مبتلا تھا۔ اور اگر وحی قرآنی کا مقصد صرف یہی ہی۔ جیسا کہ قرآن مجید کہتا ہی تو اسمیں شک نہیں کہ اس کتاب نے بنی نوع آدم کی سب سے بڑی ضرورت کو بدرجہ اتم پورا کر دیا۔ اندریں حالات "مذہب" کو حقیر سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مذہب نے اسلام کی شکل میں جلوہ گر ہو کر، انسان کو صحیح رستہ پر لگا دیا جس پر چل کر وہ اپنی منزل مقصود

کو پہنچ سکتا ہے۔ جن باتوں سے ایک شخص مذہب کو حقیر سمجھ سکتا ہے، اسلام میں انکی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ اسمیں کہ اسلام سے پہلے جسقدر مذاہب پیدا ہوئے اُن کی آئندہ صُورتوں کے ماتحت انسانی ترقی بڑی حد تک رُک گئی، کیونکہ ان مذاہب نے خلاف فطرت اصولوں کی تلقین کی ہے لیکن یہ باتیں سچی وحی میں ادا نہیں پا سکتیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بطور خود تحقیق کریں اور صداقت کو دریافت کریں سردست مذہب سے قطع نظر کرکے ہم کو تہذیب و تمدن کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کیا ہم ان کی ترقی یا نشو و نما کی منازل میں کسی ایسی منزل کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جبکہ کوئی ایسی صداقت، مذہب سے علیحدہ، انسان کے قلب پر جلوہ گر ہوئی ہو جس کی بناء پر تہذیب و تمدن میں ترقی ہوئی۔ اس کے برعکس، وہ صداقت، صرف قرآنی اوراق میں بیان ہوئی ہے اور اسکی وجہ سے انسان کی ذہنیت میں تبدیلی اور مذہبی تخیل میں ترقی رونما ہوگئی ہے اور اسکی وجہ سے مذہب کی حدود میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ اسلام سے پہلے مذہب کو صرف حیات بعد الموت سے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ لیکن قرآن مجید نے بتایا کہ مذہب دُنیاوی فلاح و بہبودی کا بھی بہترین ذریعہ ہے +

پس میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس صداقت کا عشر عشیر بھی انسان کو مذہب اسلام سے پہلے معلوم تھا؟ اسلام سے پہلے دُنیا میں مختلف قومیں بر سرِ عروج آئیں لیکن باوجود تہذیب و تمدن میں ترقی کرنے کے، وہ سب کی سب شرک میں مبتلا تھیں۔ اور کائنات کے جملہ عناصر جو در اصل ہمارے غلام ہیں، اُن قوموں کے خدا اور معبود تھے لیکن وحی آسمانی نے انسان کو اس غلطی سے آگاہ کیا۔ اگر مندرجہ ذیل الفاظ خدا کی طرف سے نہیں تھے تو پھر عرب کے ایک اُمّی نے کس طرح اُس قوم کو ترقی اور تہذیب کی بلندی پر پہنچا دیا۔ جو صدیوں سے خوابِ غفلت میں گرفتار تھی۔ اور کس طرح وہ راز معلوم کرلیا جس کی بدولت کل انسانیت کا آئندہ زاویۂ نگاہ تبدیل ہوگیا؟

آپ نے صاف الفاظ میں اعلان فرمایا۔ "اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار واٰتٰکم من کل ما سالتموہ و ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار (سورۂ ابراہیم آیات ۳۲-۳۴)

یعنی اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان و زمین، اور اُتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری۔ اور میوے اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے تمہارے سُورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر ایک چیز میں سے جو تم نے مانگی۔ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کرسکو بیشک انسان ہے بڑا بے انصاف اور ناشکر گذار +

نیز فرمایا "وسخر لکم اللیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ..... اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ نحل آیات ۱۲ ـ ۱۷) یعنی کام لگائے تمہارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے کام میں لگے ہیں اس کے حکم سے اسمیں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کو جو سمجھ رکھتے ہیں اور جو بکھرا ہی تمہارے واسطے زمین میں کئی رنگ کا اسمیں نشانی ہے ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے کام لگایا دریا کو۔ کھاؤ اسمیں سے گوشت تازہ اور نکالو اس سے گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھتے ہو کشتیاں پھاڑتی چلتی اسمیں اور واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور شاید احسان مانو اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تم کو لیکر اور ندیاں بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ ...... کیا جو پیدا کرے برابر ہے اسکے جو کچھ نہ پیدا کرے۔ کیا تم سوچ نہیں کرتے۔

ان آیات میں کوئی مفید شے بیان سے خارج نہیں رکھی گئی ہے۔ ہر شے کہ جو ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے ان میں بیان کر دیا گیا ہے ہماری ضروریات بڑھتی جاتی ہیں۔ اور آیندہ مزید اضافہ کا امکان ہے کیونکہ بعثت نبوی ؐ کے زمانہ سے انہیں اضافہ ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن آیات مذکورہ میں وہ کنجی موجود ہے جسکی مدد سے ہم خزانہ کے صندوق کو کھول سکتے ہیں! اور اپنی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں لیکن یہ آیات ہمیں ہر علم اور ہنر کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہیں جسمیں علوم نجوم اور فن جہاز رانی بھی شامل ہے! اور یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ اس قسم کی جملہ آیات ان الفاظ پر ختم ہوتی ہیں۔ ”ان آیات میں سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں یا ان آیات میں ان لوگوں کے نشان ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں“ یا ”جو عقل و فہم سے کام لیتے ہیں“ وغیرہ وغیرہ لیکن غور و فکر اور عقل و فہم کی قوتیں اس وقت تک نشو و نما نہیں پا سکتیں جب تک ہم شجر علم کا پھل نہ کھائیں۔ اسی لئے علم حاصل کرنے کا حکم پہلے وحی میں دیا گیا تھا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ..... اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (سورۃ علق آیات ۱ ـ ۵)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا ...... پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے (اور) سکھایا۔ آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔ نیز قرآن پاک نے جہاں فرشتوں پر انسان کی برتری کا ذکر کیا ہے انسان کو مخدوم اور فرشتوں کو خادم قرار دیا ہے تو اس فوقیت کو محض ”علم“ پر مبنی کیا ہے یعنی انسان کو کائنات میں مختلف

اشیاء کا علم حاصل ہے۔ اور یہ بات ملائکہ میں موجود نہیں ہے +

یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "جو شخص طلب علم کو شعار زندگی قرار دیتا ہے۔ وہ کبھی مرتا نہیں"۔ اور جو شخص علماء کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے"۔ اور علم طلب کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے"۔ اور علم طلب کرو خواہ وہ **چین** ہی میں کیوں نہ ملے" اور علماء کی تقریر سننا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا مذہبی عبادات سے بدرجہا بہتر ہے"۔ اور یہ کہ عالم کی دوات کی روشنائی شہید کے خون سے بھی زیادہ مقدس ہے"۔ اور یہ کہ جو شخص طلب علم میں اپنا گھر یا وطن ترک کرتا ہے۔ وہ خدا کی راہوں پر گامزن ہوتا ہے"۔ اور یہ کہ "علم حاصل کرو۔ کیونکہ اسی کی بدولت انسان نیک و بد میں امتیاز رکھتا ہے"۔ علم بہشت کی راہ کو روشن کرتا ہے، صحرا میں رفاقت کرتا ہے۔ تنہائی میں ہمارا مونس بنتا ہے۔ جب ہمارا کوئی دوست نزدیک نہیں ہوتا تو علم ہمارا ہمنشیں ہوتا ہے۔ راحت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مصیبت میں ہماری ہمت بندھاتا ہے۔ دوستوں کی مجلس میں زیور ہے۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں سپر" وغیرہ وغیرہ +

نبی کریم صلعم کے مقدس الفاظ رائیگاں نہیں گئے۔ تحصیل علم ہر مسلمان کے نزدیک ایک فرض منصبی قرار پا گیا۔ اسلام سے پہلے جملہ مذاہب نے علم کے متعلق ایک کامل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی بلکہ مسیحیت میں تو علم ایک شجر ممنوعہ تھا۔ دیگر مذاہب نے بھی کم و بیش تنفر کا اظہار کیا تھا۔ یا بعض اوقات تغافل برتا تھا۔ اگر وہ مذہب جو منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہو۔ اس تحفہ آسمانی کی توقیر نہ کرے بلکہ اسکی اشاعت میں سرگرم نہ ہو، جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا ہے۔ تو کوئی سمجھدار آدمی اس مذہب کو لائق تحسین قرار نہیں دے سکتا۔ اس تحفہ سے میری مراد عقل یا ضمیر ہے۔ اور علم اس نعمت کی غذا ہے۔ لیکن نوح سے لیکر عیسیٰ تک کسی نبی نے علم کی تحصیل کے متعلق کچھ تلقین نہیں کیا۔ دوسرے مذاہب کے معلمین میں بھی یہ نقص موجود ہے۔ اگرچہ قدیم زمانہ کے ہندوؤں نے بعض علوم تحصیل کئے تھے لیکن یہ تحصیل صرف پنڈتوں تک محدود تھا۔ قدیم تہذیبوں میں تحصیل علم پر زور نہیں دیا گیا۔ غرضکہ صرف نبی کریم ہی نے علم کو ایک مسلمان کا جزو ایمان قرار دیا۔ آپ خود نہ تو لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا، لیکن آپ نے عامۃ الناس کی توجہ نہایت شد و مد کے ساتھ نوشت و خواند کی طرف مبذول کی۔ آپ نے انسان کو نفس پرستی میں مبتلا پایا۔ اور اس کا علاج تحصیل علم قرار دیا۔ آپ کے متبعین نے آپ کی نصیحت کو بدل و جان قبول کیا۔ اور سائنس کی مملکت میں داخل ہو گئے۔ اور بعد ازاں اس پر حکمرانی کرنے لگے۔ ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ نئے علوم دریافت کرو۔ اگرچہ اسلام سے پہلے بعض لوگوں نے بعض علوم مخفیہ کی طرف توجہ کی تھی۔ اور اسے روحانیت سے تعبیر کیا تھا لیکن انسان ان خوبیوں کی طرف مائل نہ ہوا تھا جو زمین و آسمان میں پائی جاتی ہیں فطرت حسن اور شوکت سے لبریز تھی لیکن ہزارہا سال تک کسی کی توجہ ان باتوں کی طرف نہ ہوئی ریگستان عرب کے عظیم الشان فرزند نے انسان کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کی کہ فطرت ایک کارگاہ ہے جس میں ہزاروں خوبیاں مضمر ہیں۔ اور زمین و آسمان ایزدی نعمتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ آپ نے

ہمارے اندر فطرت کی خوبیوں سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ آپ نے دُنیا کو تکلیف دہ آلائیوں سے پریشاں نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے ہو چکا تھا۔ اور اسکی وجہ سے لوگوں کی جمالی حس مُردہ ہو چکی تھی غیر فطری عقاید نے انسان کو تمام دُنیاوی خوبیوں سے بے تعلق کر دیا تھا لیکن انسانیت کے اس محسن عظیم نے فرمایا۔ "تو کہ! کس نے اللہ کی نعمتوں اور زینتوں کو تم پر حرام کیا ہے؟ جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور اچھے کھانے میں کہتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کیلئے ہیں۔ جو اس دُنیا کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں (قرآن مجید ۱۲ : ۳۲)

یہ پیغام مذہب کی تاریخ میں ایک نئی بات تھی مسلمانوں نے اس کو بغور سُنا اور کائنات میں جو کچھ ان کے مفید مطلب ہو سکتا ہے اسکی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے ان علوم کی تحصیل شروع کی جن کی بدولت وہ اس نئی مُہم میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ گویا جدید سائنس کی بنیاد قائم ہو گئی +

اسلام سابق نظام علمی اور جدید طرق تمدن کے درمیان ایک بلند امتیازی نشان ہے۔ پہلے زمانہ میں تحصیل علم صرف مذہبی طبقہ سے مخصوص تھی۔ اور یہ لوگ علم کو صرف مندروں اور معابد کی چار دیواری تک محدود رکھتے تھے فلسفیانہ موشگافیوں اور ایسے مسائل میں منہمک رہتے تھے جو عملی زندگی میں چنداں سُود مند نہ تھے! اسلام نے تمام کائنات کو انسان کے مطالعہ کیلئے وقف کر دیا مسلمانوں نے یورپین اقوام کو بطلیموس اقلیدس اور ارسطو کے فلسفہ سے ہی آگاہ نہیں کیا۔ کیونکہ مسیحی یورپ کے نزدیک کسی کا علم حاصل کرنا جرم تھا! اور اس لئے یہ فلاسفہ تغافل کا شکار ہو گئے تھے۔ بلکہ انھوں نے خود بھی علوم ماضیہ میں حیرت انگیز ترقیاں کیں! لو اسکے علاوہ انھوں نے تین شعبوں میں نمایاں ترقی کی (۱) انھوں نے اس علم کلام کو از سر نو زندہ کیا جس کو یونانی لوگوں کی شیخی اور رومیوں کی عدم توجہی نے بالکل ناکارہ کر دیا تھا (۲) انھوں نے ریاضی اور اسکے متعلقات کو از سر نو مدوّن کیا (۳) انھوں نے علوم طبیعت کی بنیاد ڈالی جس کی طرف نہ یونانی لوگوں نے توجہ کی تھی نہ رومیوں نے +

مسلمانوں نے علم طب اور اسکے متعلقات میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اور جبکہ غیر مسلم اشخاص امراض کے دفعیہ کیلئے پیروں اولیاؤں کی درگاہوں پر جایا کرتے تھے مسلمانوں نے امراض کے علاج کیلئے شفا خانے قائم کر دیئے تھے ابتدائی اسلامی سلطنت میں شفا خانے اور معالج بکثرت موجود تھے صرف بغداد میں آٹھ سو چونسٹھ سند طبا موجود تھے حیوانات کے لئے بھی شفا خانے قائم کئے گئے۔ طب اور دواسازی دونوں کی خوب گرم بازاری تھی مسلمانوں نے علم کیمیا علم جبر و مقابلہ علم ہیئت علم مثلث علم الحیات اور علم المرایا وغیرہ ان علوم کو یا تو ایجاد کیا یا ان کو ترقی دی علم زراعت اور علم جہاز رانی کو بھی بہت وسعت عطا کی۔ اندلسی آثار اسلامی آج بھی زبان حال سے مسلمانوں کی ترقی کے گواہ ہیں جو انھوں نے فن آبپاشی میں حاصل کی تھی پہلی صدی ہجری ہی میں مصر کا زرعی رقبہ پہلے سے پانچ گُنا زیادہ ہو گیا تھا۔ اور یہیں سے روئی اور شکر کا پودا پہلے پہل یورپ میں گیا تھا۔ ریشمی اور سوتی پارچوں کی طیاری چھینٹوں پر نقش و نگار اور کپڑوں کا رنگنا یہ منجملہ ان صنعتوں کے ہیں جن کو عربوں نے عروج دیکر درجۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ وہ لوگ نہ صرف شیشہ

طیار کرتے تھے۔ بلکہ اس کے اندر اور باہر پالش کرنا بھی جانتے تھے خلیفہ مامون کے زمانہ میں ہوائی جہاز بنانے کی بھی کوشش کی گئی تھی لیکن پہلا کاریگر ابوالحسن اس سلسلہ میں ہوائی جہاز سے نیچے گر کر مرگیا۔ اسکے بعد پھر کسی نے توجہ نہ کی۔ میں اس ضمن میں مزید خامہ فرسائی نہیں کرتا۔ اگر ناظرین قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کو غور سے پڑھینگے تو ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے سائنٹیفک تحقیقات کس حد تک کی ہوگی +

"عقلمند لوگ جب زمین و آسمان کی بناوٹ پر غور کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے خداتو نے یہ کارخانہ رائیگاں نہیں بنایا تیرا نام پاک اور بلند ہو جیوے۔ اس آیت سے ہم کو یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا میں جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے وہ ہمارے فائدہ کیلئے ہے اور سب میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور پوشیدہ ہے گویا اس آیت کی رو سے تمام کائنات بمنزلہ یونیورسٹی اور ہر ذرہ بمنزلہ کتاب ہے پس کوئی تعجب نہیں اگر اس زمانہ میں جبکہ قرآنی تعلیمات نے تحصیل علوم کی طرف لوگوں کو راغب کیا تو جملہ علوم و فنون میں ایک حیرت انگیز انقلاب رونما ہو گیا کیونکہ مسلمان قرآن مجید کے الفاظ کو منجانب اللہ یقین کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنا اپنا فرض جانتے ہیں +

یہ سچ ہے۔ کہ میں نے اس جگہ صرف مادی ترقی کی مثالیں دی ہیں لیکن مادی ترقی پر تہذیب کا اصل اصول ہے۔ اور اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے۔ کہ اسی نے سب سے پہلے یہ اصول دنیا کو سکھایا۔ لہٰذا مادی پہلو سے بھی "مذہب" انسانیت کے حق میں ایک نعمت عظمٰے ثابت ہوا ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی لائق غور ہے کہ ابھی تک ہم لوگ ترقی و تہذیب کے اس بلند مقام پر نہیں پہنچے ہیں۔ جہاں کہ قرآنی تعلیمات ہمیں لیجانا چاہتی ہیں۔ کتاب اللہ کہتی ہے۔ کہ چاند اور سورج بھی ہمارے خادم ہیں لیکن ہم ابھی تک ان کو اپنا خادم نہیں بنا سکے ہیں۔ مثلاً ہم چاہتے ہیں۔ کہ سورج ہمارے کھیتوں میں ہل چلائے۔ اور اس کی گرمی ہمارے لئے کھانا پکائے۔ بیشک بجلی بھی ایک نعمت ہے لیکن ابھی ہم کو چاندنی کی بھی ضرورت ہے۔ کہ وہ بجلی کی روشنی کی قائممقام ہو جائے۔ اسکی بدولت نہ صرف ہماری نگاہ بجلی کی نقصان دہ چمک سے محفوظ ہو جائیگی۔ بلکہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک اور طاقت بھی نصیب ہوگی۔ یہ اُن فوائد میں سے چند ایک ہیں۔ جو ان دونوں اجرام فلکی سے انسان کو پہنچ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ آسمان اور زمین میں لاکھوں چیزیں ہمارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہیں۔ انسان ایک حد تک اس راز سے واقف ہو گیا ہے لیکن تمام تعریف اس قوت کیلئے مخصوص ہے جس نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا۔ وہ قوت اسلام ہے۔ جس نے تمام مذاہب سے جدا ہو کر انسانی ترقی کیلئے نیا باب کھول دیا ہے۔ گویا اسلام نے اپنی خوبیوں کی بدولت "مذہب" کو ان الزامات سے بری الذمہ ثابت کر دیا۔ جو تمدن کی طرف سے اس پر عائد کئے گئے +

جنگ عظیم کے نتائج مابعد

بسلسلہ اشاعت اسلام ریویو جون سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۱۴

ترجمہ مضمون انگریزی جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء رئیس گدیہ ضلع بارہ بنکی

۷ - آنحضرت صلعم ہی آج بھی بہترین معلم سیاست ہیں

سیاسی معاملات میں بھی دنیائے جدید نے آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ اصولوں پر کسی امر کا اضافہ نہیں کیا ہے تقریباً چودہ سو سال گزرے جبکہ شخصی حکومت ناجائز قرار دی گئی، مراعات خصوصی کا خاتمہ ہوا۔ اور ایک عالمگیر ضابطہ قانون دنیا میں شائع کیا گیا۔ قانون کی حکومت دنیا میں قائم کی گئی۔ اور جمہوریت کی قیادت سیادت قائم کی گئی۔ بہت سے لوگ اب تک اس غلط خیال میں مبتلا ہیں کہ جمہوریت کا عروج اور اس کے تین اہم اصولوں کی ترویج انقلاب فرانس کی شرمندۂ احسان ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت اور اس کے اصول ثلاثہ یعنی آزادی اخوت اور مساوات آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا میں قائم کئے گئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے جو نبی اور رسول ہونے کے علاوہ مدبر اور مقنن بھی تھے جمہوریت کے اصول اس قوم میں کامل طور سے مروج کر دیئے تھے جسے آپ نے دنیا کیلئے نمونہ بنایا تھا۔ آپ نے جمہوریت کی بنیاد ہی نہیں ڈالی بلکہ اس کے اصول بھی مدون فرما دیئے۔ آجکل فرنچ اور دیگر یورپی اقوام اور اہل امریکہ سب کی زبانوں پر جمہوریت اور اسکے اصولوں کا چرچا ہے لیکن ان میں سے کسی نے آج تک ان اصولوں کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ برعکس اس کے جیسا کہ خود پروفیسر لیکی تسلیم کرتا ہے۔ "یہ ایک عجیب بات ہے کہ جس زمانہ میں ایک دنیا غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی اسلام میں آزادی اخوت اور مساوات کا پرچم لہرا رہا تھا۔" آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے جمہوریت کے نشوونما میں کافی اور قرار واقعی حصہ لیا ہے۔ اور دنیا میں سوشلزم کی بنیاد قائم کی۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے سوشلزم کو ایک قدم آگے بڑھا کر کمیونزم بنا دیا۔ پروفیسر نولڈیکی لکھتا ہے "حضرت عمرؓ نے ایک مکمل جنگی اور مذہبی جمہوری مملکت کی بنیاد ڈالی تھی اس جمہوریت میں مذہب کے اصولوں کی پابندی نہایت استواری کے ساتھ کی جاتی تھی۔ خود خلیفہ ایسی سادہ زندگی بسر کرتا تھا جیسے کہ اس کا ادنےٰ فرد محکوم۔ اور ٹیکس اور مال غنیمت کی بدولت جو رقم حاصل ہوتی تھی۔ وہ عاملوں کی تنخواہوں پر صرف ہو جاتی تھی۔ اس مشاہرہ میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ اور جس قدر مالیہ میں اضافہ ہوتا تھا اسی قدر وظائف میں بھی۔ عام اصول یہ تھا۔ کہ جو کچھ غنیمت یا رعایا سے حاصل ہو وہ یکساں طور پر ہر فرد مملکت کا حق ہے۔ اور ضروری اخراجات کے بعد جو کچھ پس انداز ہو وہ جملہ افراد میں مساوی طور پر تقسیم ہو جانا چاہئے +

آج یورپ اور امریکہ کے لوگ اشتراکیت کو ہوّا سمجھتے ہیں۔ اور غالباً ٹوائنبی کا بھی یہی خیال تھا جو اس نے لکھا ہے۔ کہ اس جنگی اشتراکی نظام حکومت کا زوال اگرچہ اسلام کے حق میں مضر ثابت ہوا۔ لیکن دنیا کیلئے مفید۔ اور پروفیسر نذکور کی رائے میں اس کے اسباب زوال میں سے ایک سبب یہ تھا۔ کہ یہ اصول کہ غیر عرب بھی عربوں کے مساوی الدرجہ ہوں قابل عزت نہ تھا۔ ٹوائنبی بھی مثل دوسرے یورپین افراد کے اس خبط میں مبتلا ہے۔ کہ اسلام ایک جنگی مذہب ہے۔ خبط ایک مرض ہے۔ اور چونکہ اس جگہ اس کے علاج کا موقعہ نہیں۔ اس لئے صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ اسلام توامن اور صلح کا علمبردار ہے۔ اسلام سے خدا کا اصول توامن ہے۔ کیونکہ سلام قولاً من رب الرحیم سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رب رحیم کا قول "سلامتی" ہے تین سو سال کے بعد اصول اشتراکیت کو از سر نو آزمایا جارہا ہے۔ روس میں اشتراکی نظام حکومت قائم ہوا ہے۔ لیکن افسوس کہ غلط اصولوں پر کاربند ہے جس طرح آنحضرت صلعم کی سوشلزم اور موجودہ طریق اشاعت سوشلزم میں بعد المشرقین ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کے طریق اشاعت اشتراکیت اور موجودہ طریق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ طریق اشاعت کے علاوہ اصولوں میں اختلاف پایا جاتا ہے +

آنحضرت صلعم نے مختلف افراد کے کیریکٹر کو درست کر کے سوشلزم کی بنیاد قائم کی تھی یعنی مملکت میں جس قدر افراد تھے۔ خواہ وہ کسی طبقہ درجہ قوم یا قبیلہ سے ہوں ان سب کو انفرادی طور پر بلند کر کے اس قابل بنایا گیا تھا۔ کہ سوشلسٹ مملکت تو قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن افراد کے کیریکٹر کو بلند کرنے کیلئے کوشش نہیں کرتے حالانکہ یہ بات مقدم ہے +

اسی طرح آنحضرت صلعم نے جماعتی تنازعات کا خاتمہ کردیا۔ اور افراد کی قیادت کا قلع قمع کردیا اور آزادی اخوت اور مساوات تینوں کو بدرجہ اتم قائم کردیا۔ تاکہ تمام اقوام عالم ایک سطح پر آکر باہمی کوشش اور تعاون سے دنیا میں امن و امان کے قیام کا موجب ہوسکیں۔ روس کے اشتراکی ایک خاص جماعت کی قیادت کے حامی ہیں۔ جسے وہ کسان یا مزدور جماعت کہتے ہیں چنانچہ جوزف سٹالین موجودہ رئیس جمہوریہ اشتراکیہ روس لکھتا ہے :۔ "لینن ازم کیا ہے؟ لینن ازم درحقیقت ملوکیت اور مزدور انقلاب کے زمانہ کی مارکسزم ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ لینن ازم دو انقلاب عامہ کے نظریہ اور طریق عمل کا نام، یا علی الخصوص مزدور جماعت کی قیادت کو کہتے ہیں" +

یہ قیادت اسی طرح قائم ہوئی جس طرح تمام دوسری قیادتیں قائم ہوتی ہیں یعنی کشت و خون کے ذریعہ سے اور فولادی نظام کی مدد سے اور زمینداروں کو تباہ کرکے اور فوجی انقلاب کرکے لینن نے خود اپنی تصنیف رائیٹ ونگ کمیونزم میں لکھا ہے :- جو شخص کسان یا مزدور پارٹی کے آہنی نظام کو کمزور کرتا ہے، وہ در اصل مزدور کے مقابلہ میں سرمایہ دار کی حمایت کرتا ہے ۔ لینن کا جانشین اپنے رفقاء کی کمزوری کو کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا ۔ الغرض مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان مصالحت کرانے اور تمام افراد کو ایک قوم بنانے کی جگہ موجودہ اشتراکیوں نے اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا کہ سرمایہ داروں کو تباہ کردیں اور "آہنی نظام" کی مدد سے پارٹیاں قائم کریں ۔ افسوس کہ موجودہ اشتراکی اس پر غور نہیں کرتے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے ۔ کہ مزدور کی قیادت ان مصائب کا موجب نہ ہوگی ۔ جو سرمایہ داروں کی حکومت کا معجزہ ہیں نیز اس بات کا اطمینان کس طرح ہو سکتا ہے ۔ کہ جب مزدور کو قوت حاصل ہو جائیگی ۔ تو وہ مزدوری کے زمانے سے نکل کر سرمایہ داری کے خانہ میں منتقل نہ ہوگا؟ خود لینن جو مزدوروں کا زبردست حامی بلکہ اسی جماعت کا نمایندہ تھا ۔ اور اس کا جانشین دنیا کے بدترین فرد مختار حکمرانوں میں سے گزرے ہیں ۔ جن کے کارناموں کے آگے شخصی حکمرانوں کے کارنامے کوئی حقیقت نہیں رکھتے ۔ اسی طرح رئیس جمہوریہ ترکیہ بھی مطلق العنانی میں کسی خود مختار بادشاہ سے کم نہیں ۔ مسولینی کی طرح ان رئیسوں (...........) کے منہ کے الفاظ قانون کا حکم رکھتے ہیں ۔ ان کی ہر بات تلوار کی نوک کے زور سے منوائی جاتی ہے ۔ محبت یا لوگوں کی رائے کو اسمیں دخل نہیں ہوتا ۔ پہلے لینن کا خیال یہ تھا ۔ کہ خالص مزدوروں کی حکومت قائم کی جائے لیکن اس نے دیکھا کہ وہ بغیر کسانوں کے اس کام میں کامیاب نہیں ہوسکتا پس اسے ان سے لامحالہ امداد طلب کرنی پڑی ۔ وہ لوگ کافی جاہل تھے ۔ اور ان پر صدیوں تک روسی نوابوں نے ظالمانہ حکومت کی تھی ۔ لہٰذا وہ بخوشی لینن کے ہاتھ میں آلۂ کار بن گئے ۔ اور مزدوروں کی حکومت قائم ہوگئی ۔ بہرحال روس میں مزدور کی قیادت کے معنے جمہور کی قیادت کے نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ وہاں زراعت پیشہ لوگ مزدوروں سے بہت زیادہ ہیں ۔ اور ان کی کثرت صرف روس ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں یہی حال ہے ۔ پس جس طرح ملوکیت یا معدودیت کے معنے قیادت اقلیت کے ہیں ۔ اسی طرح قیادت مزدور کے معنی بھی یہی ہیں ۔ آنحضرت صلعم اس طرز عمل کے برخلاف کسی قسم کی مطلق العنانی کو گوارا نہیں کرسکتے تھے ۔ نہ کثرت کی نہ قلت کی ۔ آپ کا مشن یہ تھا ۔ کہ مختلف اقوام اور قبائل میں آہنگی پیدا کریں ۔ اور سب کا اخوت میں

منسلک کردیں۔ آپ تو تمام بنی نوع آدم کو ایک ہی پلیٹ فارم پر لانا چاہتے تھے۔ اور سب کو ایک قوم ایک جماعت اور ایک گروہ بنانا چاہتے تھے، جن میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اور سب کے خیالات اور مقاصد ایک ہی ہوں اور وہ دنیا کی خوبیوں اور بھلائیوں میں یکساں طور پر شریک ہوں اور مصائب میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں +

۸۔ آنحضرت صلعم ایک غیر فانی رہنما ہیں

بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ آپ کی ہدایت آج بھی مہیا ہو سکتی ہے۔ جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے ہو سکتی تھی۔ یہ بات بیشک افسوسناک ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کے متبعین کی طرح آپ کے پیرو بھی بعض امور میں راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اور اسلام کی وہ ابتدائی پاکیزگی کسی قدر کم ہو گئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ مسلمان خود بھی روبہ تنزل ہیں۔ ان حالات میں ایک طالب حق کیلئے یہ مناسب ہے، کہ وہ براہ راست آنحضرت صلعم سے کسب فیض کرے۔ اور اس مقصد کیلئے اُسے بطور خود تحقیقات کرنا لازم ہے۔ بغیر سوچے سمجھے دوسرے مسلمانوں کی تقلید کرنی چنداں سود مند نہیں ہے۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ آنحضرت صلعم اور قرآن حکیم کا علم بہ آسانی مل سکتا ہے۔ جو کتاب آپ نے رہنمائی کی خاطر دنیا کو دی ہے۔ وہ آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جیسی کہ آپ کے سامنے تھی۔ قرآن شریف میں آج تک ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یعنی ہمارے مذہب کا سرچشمہ ابھی تک پاک صاف ہے۔ ہر شخص تھوڑی سی محنت برداشت کر کے سرچشمہ تک پہنچ سکتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا طرز عمل ایسا دلکش تھا۔ کہ آپ کے متبعین آپ پر جان نثار کرنا اپنا فرض یقین کرتے تھے۔ اور آپ کا ہر قول انھوں نے نہایت غور کے ساتھ دل میں نقش کیا۔ بعد ازاں اسے کتابوں میں محفوظ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمیں نبی کریم صلعم کے متعلق پہلے زمانے کی نسبت علم اور واقفیت زیادہ حاصل ہے۔ آپ کے خیالات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اور افعال بھی۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم آج بھی اسی طرح زندہ ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے اور آپ کے متبعین کی نیک نیتی اور پاک طینتی کی وجہ سے ہم کو ان احادیث کے متعلق یہ یقین ہے۔ کہ وہ بڑی حد تک صحیح ہیں۔ علاوہ بریں ان احادیث کی تدوین کے کچھ عرصہ بعد محدثین نے ہر حدیث کو پرکھا۔ اور جو قابل اعتبار ثابت نہ ہوئیں۔ وہ کتابوں سے خارج کر دی گئیں +

آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے وقت اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ آپ کے بعض

ذاتی معاملات، جو افعال اقوال اور اطوار پر مشتمل ہیں۔ اور نہایت خانگی اور نجی کہلا سکتے ہیں جن کو معلوم کرنے کا کسی دوست کو بھی حق نہیں ہے، وہ بھی ان کتابوں میں مندرج ہیں۔ اور یہ باتیں ہمیں ان لوگوں کی ہدایت حاصل ہوئی ہیں۔ جو آپ کو اس کو اس درجہ عزیز رکھتے تھے۔ کہ شاید کوئی بیٹا اپنے باپ سے یا کوئی بیٹا اپنے باپ سے یا کوئی عورت اپنے خاوند سے یا کوئی ماں اپنے بچوں سے اس قدر محبت نہ کرتی ہوگی صحابہؓ کی محبت آپ کے ساتھ بالاتر، افضل کامل، عدیم النظیر اور فقید المثال تھی۔ اور اسی محبت نے انھیں مجبور کیا۔ کہ وہ اپنے محبوب کے ہر فعل کو ضبط تحریر میں لے آئیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی پاکیزہ خصلت آج بھی اُن لوگوں کے دلوں میں محبت کے جذبات پیدا کر دیتی ہے جو آپ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ چنانچہ جن مسلم یوروپین لوگوں نے خالی الذہن اور تعصب سے پاک ہو کر آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا ہے۔ مثلاً لین پول (Lane Poole) وہ یہ لکھنے پر مجبور ہیں۔ کہ آپ کی شخصیت اس قدر پاکیزہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کی حیات پاک کا مطالعہ کریگا۔ تو وہ لامحالہ آپ کی تعریف کرنے لگیگا۔ لین پول کے الفاظ یہ ہیں :-

نبی کریمؐ کی سیرت میں اس درجہ رافت ولطافت وسخاوت کا عنصر موجود ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کی سیرت کا مطالعہ کرے۔ تو خوف ہے۔ کہ مبادا وہ آپ کی خوبیوں سے متاثر ہو کر صحیح فیصلہ سے قاصر ہو جائے، کیونکہ آپ کی زندگی کے واقعات یقینی طور پر اس کے دل میں عزت اور محبت کے جذبات پیدا کر دینگے آپ نے برسوں اپنے ہموطنوں کے ہاتھوں ایذائیں اُٹھائیں لیکن اُف تک نہ کی، لیکن اس اذیت دہی کے باوجود اگر کوئی شخص آپ سے مصافحہ کرتا تھا۔ تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہیں کھینچتا تھا، آپ نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ بچوں کو اس درجہ محبوب رکھتے تھے۔ کہ اگر راستہ گلی میں گزرتے ہوئے چند بچے آپ کی نظر پڑتے تو ان پر محبت کی نگاہ ڈالے بغیر کبھی آگے نہیں جاتے تھے۔ اور اس نگاہ کے ساتھ تبسم بھی شامل ہوتا تھا یہی وجہ تھی۔ کہ بچے خود آپ کو محبوب رکھتے تھے، اور آپ کی پیاری باتیں سُننے کے لیئے ہمیشہ بیتاب رہتے تھے۔ آپ کی مخلصانہ محبت اور رفاقت، عدیم النظیر شجاعت اور مردانگی اور فراخدلانہ فیاضی کے سامنے مخالفین کے اعتراضات تحسین وتوصیف میں ہو جاتے ہیں آپ

نہایت جوشیلے تھے لیکن آپ کا جوش اس نوعیت کا تھا کہ اُسے زمین کا نمک کہہ سکتے ہیں۔ یہ جوش وہ ہے۔ جس کی بدولت بنی نوع آدم برباد اور تباہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں"۔

ذرا اس اقتباس کے ساتھ، جس میں آنحضرت صلعم کی دلپذیر جاذب توجہ اور روح افزا خصلت کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے، جناب مسیح کی شخصیت کا مقابلہ کیجئے، جس کا نقشہ بائبل کے اوراق میں پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ آپؐ کی شخصیت۔ اسلئے صدیوں کے بعد بھی، لین پول جیسے شخص کو جسے اسلام سے کوئی دلی تعلق نہیں، جذبات محبت سے معمور کرسکتی ہے۔ جناب یسوع کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے رفقاء میں بھی اس قسم کے جذبات پیدا نہ کرسکے، حد ہے۔ کہ ان کے دلی دوستوں اور "مخلص" شاگردوں میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایک نے مخبری کی۔ اور دوسرے نے سرِ دربار لعنت ۔۔

اسلام جزیہ اور تلوار کی حقیقت

مفسر قرآن مولینا محمد علی صاحب نے اپنی تالیف "تاریخ خلافت راشدہ" میں اس مغالطہ کا اچھی طرح ازالہ کردیا ہے جو یہ کہہ کر دیا جاتا ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت اس اصول کے ماتحت ہوئی۔ "اسلام قبول کرو یا جزیہ دینا قبول کرو یا موت" فاضل مؤلف نے جو استدلال پیش کیا ہے ذیل میں اس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے :-

مخالفین کہتے ہیں۔ کہ ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں شام عراق اور ایران میں جو معرکہ آرائیاں ہوئیں ان میں مسلمانوں کا طرز عمل یہ تھا۔ کہ غیر مسلموں کے سامنے یہ تین چیزیں پیش کی جاتی تھیں اسلام یا جزیہ یا تلوار، دوسرے لفظوں میں ان کو جبراً مسلمان بنایا جاتا تھا، اور مجبور کیا جاتا تھا۔ کہ ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز اپنے لئے منتخب کرلیں چونکہ مخالفین نے اس اصول کو نہایت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اس لئے اسکی تفہیم بہت ضروری ہے تاکہ لوگوں میں غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے۔

تاریخی شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے ان ہی الفاظ اس پیغام کو غیر مسلموں کے سامنے پیش نہیں کیا۔ سر ولیم میور کو اسقدر تسلیم ہے۔ کہ ۱۶ھ تک جبکہ عراق اور شام فتح ہو چکے تھے، غیر مسلمانوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کا خیال مسلمانوں کے دل میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جو قاصد قیصر روم اور کسریٰ ایران کے دربار میں وارد ہوئے۔ ان کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے یہاں بھی یہی پیغام پہنچایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ پیغام دراصل "الٹی میٹم" نہیں تھا۔

علاوہ بریں ان جنگوں میں مسلمان ہمیشہ تنہا نہیں لڑے۔ ایرانی مہم میں عیسائی فوجیں مسلمانوں کے دوش بدوش لڑیں۔ اگر مسلمانوں کا مقصد ان جنگوں سے صرف یہ تھا۔ کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان بنایا جائے تو عیسائی کس طرح مسلمانوں کے شریک حال ہو سکتے تھے؟ علاوہ ازیں مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ بہت سے

صلحنامے مرتب کیئے جن کی رُو سے غیر مسلموں نے جزیہ دیا۔ اور نہ اسلام قبول کیا صرف یہ عہد لیا جاتا تھا کہ وہ لوگ ملک عرب کی محافظت میں حصّہ لینگے۔ مثلاً جب انطاکیہ فتح ہُوا۔ اور وہاں کے لوگوں کے سامنے جزیہ پیش کیا گیا تو جرجمہ کے لوگوں نے جزیہ کے عوض مسلمانوں کے دوش بدوش انکے دشمنوں سے لڑنے کو پسند کیا۔ چنانچہ ان سے جو صلحنامہ مرتب ہُوا۔ وہ اسی صُورت پر تھا۔ کہ یہ لوگ بروقت جنگ مسلمانوں کی مدد کرینگے۔ بعدازیں فتح ایران کے دوران میں دو مرتبہ یہی صورت درپیش ہوئی۔ ایک تو جرجان کے سردار کے ساتھ دوسرے باب کے سردار کے ساتھ۔ ان دونوں سرداروں نے جزیہ کے عوض امداد باہمی کو بنائے صلحنامہ قرار دیا۔ چوتھی مثال بنو تغلب کی ہے۔ جو مذہباً عیسائی تھے۔ لیکن زکوٰۃ ادا کرتے تھے جس طرح دیگر مسلمان صرف چند مثالیں تاریخ میں اس رنگ کی موجود ہیں بہت ممکن ہے اور بھی ہوں۔ جن کا تذکرہ محفوظ نہ رہ سکا ہو +

محض عیسائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ مسلمانوں نے یہ لڑائیاں محض مدافعانہ طور پر لڑی تھیں۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے کبھی جارحانہ کارروائی نہیں کی انہوں نے جب کبھی ہتھیار سنبھالے تو حفاظت خود اختیاری کے رنگ میں۔ بلکہ انصافاً کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمان ہمیشہ جنگوں کے خیال سے بیزار رہے۔ اور خونریزی سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ مصالحانہ طور پر گفت و شنید کرنے کیلئے طیار رہتے تھے۔ حالانکہ یہ قومیں ان کی شکستگی کے موقع ڈھونڈھتی رہتی تھیں۔ اسی لئے وہ سفیر بھیج کر لوگوں کو ان فوائد سے آگاہ کرتے تھے۔ جو اسلام لانے کے بعد انھیں حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ لوگ غیر مسلموں کو اسلام کی خوبیوں سے ہی آگاہ کرتے تھے نہ کہ ان کے سامنے تین بھونڈی صورتیں اسلام - جزیہ یا تلوار پیش کرتے تھے۔ یہ سفیر لوگوں کو بتاتے تھے۔ کہ اسلام دشمنوں کو دوست بنا دیتا ہے۔ اس لئے امن قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسکے قبول کرنے سے تمام باہمی عداوت اور دشمنی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عربوں کی حالت اسلام لانے سے پہلے جو کچھ تھی۔ وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد جو اخوت اور محبت باہمی ان میں پیدا ہوگئی۔ وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن اگر غیر مسلم اسلام پسند نہ کریں۔ تو بھی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ جس کی بدولت کشت و خون رفع ہو جائے۔ اور امن وامان قائم ہو جائے۔ وہ یہ کہ عربوں کو اپنا حاکم اعلےٰ تسلیم کرلیں۔ اور انھیں کچھ رقم سالانہ بطور جزیہ ادا کیا کریں۔ لیکن اگر وہ عربوں کی سیادت۔ سے بھی منکر ہوں۔ اور فساد سے بھی باز نہ آئیں جیسا کہ سرحدی شورش پسند گروہ ہیں تو پھر مسلمانوں کیلئے اسکے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ ان سے جنگ آزمائی کرتے۔ کیونکہ وہ تو مستقل شورش کا موجب تھے۔ اور سرحد کا امن امان ان کی وجہ سے سخت خطرہ میں پڑا ہوا تھا +

کیا گزشتہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں اتحادیوں نے اسی اصول پر عمل نہیں کیا؟ پس اگر عربوں نے اس پر عمل کیا۔ تو اسمیں کونسی قباحت لازم آگئی؟

عرب تو جنگ جدل سے نفور تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ کشت و خون کی نوبت ہی نہ آئے۔ انھوں نے کبھی کسی شخص کو تلوار کی مدد سے مسلمان نہیں بنایا۔ ہاں امن قائم کرنے کیلئے اسلام کی تبلیغ ضرور کی۔ کیونکہ اسلام ایسا مذہب ہے جو ایک پل میں دشمنوں کو دوست اور اغیار کو بھائی بنا دیتا ہے +

تمدنِ اسلام

رب ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک

بہ تسلسل صفحہ ۲۸۸ اشاعت اسلام جلد ۱۶ نمبر ۷

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اگر تینوں صفات ربی یعنی مالکیت ۔ رحمانیت اور رحیمیت انسانوں کے جزو اخلاق بن کر اپنی جگہ کام کریں ۔ تو نہ کسی سرمایہ داری یا ملوکیت پرستی کا شکوہ ہو سکتا ہے ۔ اور نہ اصول "اشتراکیت" کو اس کا علاج تجویز کیا جاتا ۔ مرتب

اصول اشتراکیت نے ضرور ان لوگوں کے مایحتاج کا انتظام کیا ہے لیکن جب عدم ملکیت مکسوبات کا اصول بہت جلد ان راہوں کو ہی روک دے گا جن سے دولت کا دنیا میں اضافہ ہو سکتا ہے ۔ اور وہ دن جلد آنے والا ہے تو "اشتراکیت" کے اصولوں کا بھی خاتمہ ہو جائیگا ۔ پس اس مشکل کو سلجھانا نہ تو موجودہ تہذیب و تمدن کے ہاتھ میں ہے ۔ اور نہ اشتراکیت میں اس کا حقیقی حل موجود ہے ۔ اس کا صحیح علاج تو یہ ہے کہ ہر انسان اپنے مکسوبات کا مالک ہو ۔ اور اس کے اختیارات ملکیت میں یہ بات داخل ہو کہ وہ اپنے مکسوبات کو جس طرح چاہے استعمال کرے ۔ در اصل قانوناً اور شرعاً لفظ ملکیت کا یہی مفہوم ہے اور اس ملکیت ہی سے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسباب تہذیب و تمدن پیدا ہو رہے ہیں ۔ ہاں جس غلط اصول تقسیم دولت نے دنیا کے ایسے لوگوں کو آسائش سے محروم کر دیا ہے جنہیں قدرت نے کامل جوارح یا قویٰ عطا نہیں فرمائے یا جو طبعی کمزوریوں کے باعث ہر قسم کے کسب و تحصیل سے محروم ہو چکے ہیں جیسے کہ قرآن نے ان کو اوپر شمار کیا ہے ۔ تو ان لوگوں میں تقسیم دولت اسی اصول پر ہونی چاہئیے ۔ جس طرح دولت خداوندی بلا کسی امتیاز کے کل دنیا میں تقسیم ہو رہی ہے ۔ اگرچہ وہ خدا تعالیٰ جس کے مشہور خواص[52] اربعہ میں سے ایک کا خاص

---

۵۱ اس مضمون پر میں مفصل بحث کروں گا ۔ جب صفات باری کا ذکر آئیگا ۵۲ رب ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک ۔

ملکیت ہے ۔ اور وہ اپنے حق مالکیت کے باعث جس طرح چاہے اپنے فیوض کو تقسیم کرتا ہے لیکن وہ رحمان بھی ہے یعنی اس تقسیم عطیت میں وہ کسی حق یا استحقاق کا بعض وقت لحاظ نہیں کرتا بعض حالات ناگزیر میں اس کے عطیت بلا استحقاق سابقہ بھی آتے ہیں ۔ساتھ ہی وہ رحیم بھی ہے یعنی مزدور کی محنت کا معاوضہ اسی قدر نہیں دیتا جتنا اس کا حق ہے ۔بلکہ اس اُجرت سے کئی گنا زیادہ عطا کرتا ہے ۔کاش اسی طرح تینوں صفت ربی یعنی مالکیت رحمانیت اور رحیمیت انسانوں کے جزو اخلاق بن کر اپنی اپنی کام کریں تو نہ کسی کو سرمایہ داری یا ملوکیت پرستی کا شکوہ ہوتا نہ اصول اشتراکیت کو اس کا علاج تجویز کیا جاتا ہم اپنے لگانے رنگ میں آئے دن چیزوں کو پیدا کرتے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے پھر خدا کی خوشنودی کے لئے اور وہ خوشنودی از روئے قرآن صرف اسی میں ہے ۔کہ ہم میں اخلاق خداوندی پیدا ہو جائیں ہماری کمائی کا بہت سا حصہ ہمارے رحمان اور رحیم ہونے کے باعث مساکین اور غربا کے ہاتھ میں چلا جاتا اور اس سے وہ مصیبت دُور ہو جاتی جس نے رُوس کو کل دُنیا میں اشتراکیت کے اصول پھیلانے کی طرف راغب کر دیا ہے ۔ حالانکہ اس کی بناء پر وہ کشت وخون ہو گا جس کی نظیر دُنیا میں ڈھونڈے نہ ملیگی ۔ یہ تو ممکن ہے کہ ہمارا تمدن مادی تہذیب کے اُس نقطہ تک پہنچ جائے جہاں کائنات کی کُل چیزیں ہماری خادم ہو جائیں لیکن جب بنی نوع آدم کا ایک کثیر حصہ دنیوی آسائش سے محروم رہیگا ۔تو ایسی دولت اور ثروت کس کام کی ہوگی ۔ آج کسی قوم کو دیکھ لیا جاتے ۔اُس میں بڑا حصہ محرومین اور محتاجین کا ہے ۔ اگر مادیت پرستی یعنی مشینری لازم پہلی حالت کو پیدا کرتی ہے تو اسی نے انسان میں اخلاق کریمانہ کو مٹا ڈالا ہے ۔اور تو اور مغربی گھروں میں اگر کوئی لڑکا ہزار ہا پونڈ کماتا ہے تو بھی اس کے والدین اور بھائی بہن دوسروں کے یہاں ادنےٰ درجہ کی خادمانہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن سلطنت خداوندی ان دونوں اصولوں سے جُداگانہ ہے ۔وہ اگرچہ تمام اشیاء کو اپنی حکومت کے نیچے لے آئی ہے ۔ لیکن اس کی تقسیم حد درجہ کی فیاضی روا رکھتی ہے ۔جب تک یہ دونوں باتیں دنیا میں پیدا نہ ہونگی ۔ اس وقت تک حقیقی تہذیب یا آسائش و راحت انسان کو نصیب نہ ہوگی +

اس کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے ۔اور وہ یہ کہ انسان کامل طور پر موحد بن جائے کیونکہ توحید کے معنی صرف یہی نہیں کہ خدا کو ایک مان لیا جائے ۔بلکہ اصلی معنی یہ ہیں کہ انسان

کے اخلاق میں اخلاق خداوندی کے سوائے کسی اور مخلوق کے اخلاق نہ پائے جائیں
ہم لاکھ دفعہ خدا کو ایک مانیں لیکن اگر ہمارے اعمال میں صفات خداوندی کا جلوہ نظر نہیں
آتا یا ہمارے اخلاق ربانی اخلاق کے نقیض واقع ہوئے ہیں تو یہ وہ شرک عظیم ہے جس کا
فکر آنحضرت صلعم کو بھی اپنی قوم کے متعلق لگا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ بت پرستی
بلکہ شرک تو مٹ جائے گا یعنی مسلمان اصنام پرستی کبھی نہ کریں گے۔ بلکہ ان کی دیکھا دیکھی
اصنام پرست بھی خدائے واحد کے پرستار بن جائیں گے۔ لیکن جس شرک کا مٹنا
بہت ہی مشکل ہے۔ وہ شرک فی الاسباب ہے۔ الغرض سورۂ نحل کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر
آسمانی بادشاہت اگر مادی اور اخلاقی تہذیب کے پیدا ہونے پر منحصر ہے تو وہ تہذیب
صرف توحید پرستی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور توحید باری کا علم صرف الہام سے نصیب
ہو سکتا ہے۔

گو توحید کی جو تعریف میں نے اوپر کی ہے۔ اس نے اس بیہودہ خیال کی تو تکذیب
کر دی ہے۔ جس کے ماتحت یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی توحید بھی کوئی مشکل توحید ہے؟
خدا کو ایک مان لینا تو آسان امر ہے۔ اور موٹی سی بات ہے۔ لیکن تاریخ عالم کو دیکھا جائے
تو معلوم ہو گا۔ کہ کہاں تک اور کب تک انسان نے خدا کو ایک جانا؟ دنیا نے بڑی بڑی
تہذیبیں دیکھیں بعض علوم شریفہ بھی پیدا ہوئے لیکن آہستہ آہستہ میں ساری اقوام قدیمہ شرک
سے نہ بچ سکیں کسی نبی کے آنے پر اگر توحید کا دور شروع بھی ہو گیا۔ تو اس کی وفات کے بعد
جلدی ختم ہو گیا۔ چنانچہ ہندی اور عبرانی اور عیسائی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ یہ قومیں ہمیشہ ہی
بت پرستی کرتی رہیں۔ بہرحال یہ تو اب مان لیا گیا ہے۔ کہ جس شدومد سے اسلام
نے توحید کو پھیلایا۔ وہ نہ کسی پہلے مذہب میں موجود ہے نہ کسی تہذیب سے پیدا ہوئی
اور ان واقعات نے اس بیہودگی کا قلع قمع بھی کر دیا کہ خدا کو ایک مان لینا کچھ مشکل بات
نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر واقعی یہ کام آسان تھا۔ تو کیوں اسلام سے پہلے دنیا نے
اسے عالمگیر رنگ میں قبول نہ کیا؟ اس کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ آج بھی متمدن اور غیر متمدن
صاحب علم اور بے علم اقوام کو دیکھ لیا جائے کہ وہ کہاں تک توحید پر عامل ہیں؟ ہاں

اسلام کی پُر زور تعلیم کا یہاں تک اثر ہؤا ہے کہ آج تثلیث پرست اصنام پرست اور ان کے علاوہ دیگر اقوام بھی خدا کو ایک ماننے لگی ہیں۔ ہاں اپنے معبودوں کی تشریح میں کہہ دیتی ہیں۔ کہ وہ در اصل اُسی خدائے واحد کے بعض شیئوں کا مظہر ہیں۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں۔ کہ توحید حقیقی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے +

یہ بات بھی بعض وقت بطور اعتراض کہی جاتی ہے۔ کہ قرآن کریم نے کیوں اس کثرت سے توحید کا ذکر کیا۔ اس بات کا جواب اُس لطیف اور علمی نظام پر غور کرنے سے ملجاتا ہے جو قرآن کریم نے حسنات یا سیئات یا اُن کی ترویج وانسداد کے متعلق تجویز کیا ہے۔ بروئے تعلیم اسلام یہ کُل کی کُل کائنات خدا تعالیٰ کی صفت کا مظہر ہے۔ جو کچھ اس دنیا میں ہو رہا ہے وہ در اصل خدا کی کسی نہ کسی صفت کی اتباع میں ہوتا ہے۔ نیکی یا بدی بذات خود کوئی حقیقت نہیں رکھتی جو امر کسی صحیح غرض مطلوبہ کو بہتر طریق پر پورا کر سکے وہی خیر ہے۔ اور جن سے خدا کی پیدا کردہ چیزیں صحیح طریق پر استعمال نہ ہوں وہی بدی یا شر ہے۔ لہٰذا نیکی یا خیر وہ امر ہے جو خدا تعالےٰ کی کسی صفت کے اتباع میں ہو اور بالمقابل جو اسماء حسنہ کے خلاف ہو اور اس سے بالضرور نقصان ہوگا۔ تو اس کا نام شر ہے۔ مَیں ابھی توحید کے متعلق لکھ چکا ہوں کہ شرک صرف یہ نہیں کہ ایک سے زیادہ معبود تجویز ہوں حقیقی توحید یہ ہے۔ کہ ہمارا ہر ایک فعل کسی خلق الٰہی کے خلاف نہ ہو ہم جو کریں۔ وہ کسی نہ کسی صفت خداوندی کے ماتحت ہو۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو وہ امر نہ صرف حقیقی شرک ہوگا بلکہ وہی کسی خاص بدی کا موجب ہوگا۔ یعنی جو گناہ یا بدی ہم سے ہوگی۔ اس کا موجب اس طرح ایک رنگ میں شرک ہوگا۔ یعنی وہ امر شر کسی نہ کسی صفت الٰہیہ کے مطابق کے نہ پورا ہونے کے باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کا علاج بھی ایسی صفت الٰہیہ کو سامنے رکھ کر تکمیل توحید کرنے سے ہوگا۔ اب یہ امر مسلم ہے کہ ہم سے بے شمار گناہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اُس کے علاج میں کتاب حکیم کے لئے ضروری ہے۔ کہ جہاں کسی بدی کا ذکر کرے۔ وہ اس کے دفعیہ میں بھی توحید کا ذکر کرے۔ اس وجہ سے قرآن نے بار بار توحید باری کا ذکر کیا تو بالکل صحیح کیا +

یوں تو شروع سے لے کر آخر تک قرآن نے بیشمار رنگوں میں توحید ہی پر زور دیا ہے۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا۔ کہ بعثت محمدی کی غرض وغایت ہی دنیا میں توحید اس کے تمام شیئوں کے

ساتھ قائم کرنی تھی۔ اس سے یہ غرض نہ تھی۔ کہ ملہم قرآن نے یا اسلام کے بھیجنے والے نے کسی جذبہ حسد کے ماتحت تمام معبودان قدیمہ کو تخت الوہیت سے اتارنا چاہا جیسے کہ جناب موسیٰ کے دس احکام ظاہر کرتے ہیں +

کتاب خروج کے باب بستم میں۔ جہاں دس احکام کا ذکر ہے وہاں کی چوتھی آیت میں یہ لکھا ہے۔ کہ تم خدا کے سوا اور خدا کو نہ پوجو کیونکہ میں حاسد خدا ہوں۔ اور میں اپنے خلاف گناہ کی سزا چار نسلوں تک دیا کرتا ہوں۔ اس کے بالمقابل قرآن نے اس بات پر کئی جگہ زور دیا ہے۔ کہ خدا کو تمہاری توحید پرستی یا عبادات کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ان باتوں سے مستغنی ہے تم ایک چھوڑ لاکھ خداؤں کی پرستش کرو۔ لیکن اگر تمہیں ان امور کی تعلیم دیگئی ہے۔ تو اس سے تمہارا ہی فائدہ متصور ہے[۵۱] +

اس لئے لا الٰہ الا اللہ کو اپنا مذہب قرار دو اور مخبر صادق نے تو یہاں تک زور دیا۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا بہشتی ہوتا ہے۔ وہ یہاں بھی جنت میں اور آیندہ بھی جنت میں رہیگا۔ لا الٰہ الا اللہ صرف کوئی مذہبی فارمولا نہیں یہ تو در اصل ہر انسان کیلئے کلید کامیابی ہے یاد رہے۔ کہ قرآن نے یا حدیث نے جہاں لفظ "کہنے" کا استعمال کیا۔ اس سے مراد یہ نہیں لی کہ ہماری زبان پر وہ الفاظ جاری ہو گئے یا ہونٹوں نے انھیں تلفظ کر دیا۔ اور مقصد حاصل ہو گیا بلکہ کہنے سے تو مراد یہ ہے۔ کہ انسان کا عمل اس کے مطابق ہو۔ اب اگر نگاہ بصیرت سے دیکھا جائے

---

۵۱ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید (لقمان)
اور جو کوئی شکر کرتا ہے۔ وہ اپنی جان کی بھلائی کیلئے شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے۔ تو اللہ نے نیاز تعریف کیا گیا ہے۔

ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین ٭ (العنکبوت ع)
اور جو کوئی جہاد کرتا ہے وہ اپنی ہی جان کی بھلائی کیلئے جہاد کرتا ہے اللہ یقیناً جہانوں سے بے نیاز ہے۔

من کفر فعلیہ کفرہ ومن عمل صالحاً فلانفسھم یمھدون (الروم ع) جو کفر کرتا ہے تو اس کا وبال اسکو اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو وہ اپنی ہی جانوں کیلئے سامان کرتے ہیں

من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیھا (حٰم السجدہ ع) جو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اپنی جان کی بھلائی کیلئے اور جو کوئی برا کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے

ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا (بنی اسرائیل ع) اگر تم نے نیکی کی تو اپنا ہی بھلا کیا۔ اور اگر تم نے برائی کی تو اپنے لئے۔

قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم (الفرقان ع) کہو میرا رب تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا اگر تمہاری دعا نہ ہو۔

کے پانے والا یہاں بھی اور آیندہ زندگی میں وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو اپنا مقصود بنائے یعنی جس کا عمل لا الہ الا اللہ پر ہو کس قدر سچا اور پاک ارشاد ہے +

اقتباس از تحفۂ کرسمس

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے آنیوالے کرسمس کیلئے ایک کتاب کا مسودہ ہمیں کتابت و طباعت کے لئے بھیجا ہے۔ جو تحفۂ کرسمس کے نام سے شائع ہوگی جسمیں عیسائی دوستوں کو حق و صداقت کی دعوت دیگئی ہے یہ اردو کتاب انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ دسمبر میں عیسائی حلقہ میں کثرت سے مفت تقسیم ہوگی امید ہے کہ ناظرین کرام اسکی مفت اشاعت کے لئے اعانت فرماکر وعدہ حسنات ہوں! اور ان عیسائی دوستوں کے مفصل پتوں سے بھی مطلع فرمائینگے جن کے نام وہ تحفۂ کرسمس بھیجنا چاہتے ہیں ذیل میں ہم تحفۂ کرسمس سے چند ایک اشعار درج کرتے ہیں حضرت خواجہ صاحب نے جو انکشافات و واقعات اس تحفۂ کرسمس میں نثر میں لکھے ہیں۔ ان کو آپ کے ایک دلی ہمدرد دلشاد دوست نے اردو میں منظوم کردیا ہے واقعات کا نظم میں لکھنا مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ لیکن مکرم محترم حضرت برق نے اس کام کو نہایت خوبی سے سرانجام دیا ہے۔ اور شاعرانہ انداز سے بھی الگ رہے ہیں +

ہمیں یہ نظم از حد پسند ہے بعض حصص کو کسی قدر تشریح کو چاہتے ہیں کیونکہ حضرت برق کے اشعار میں بعض مقامات پر تاریخی تلمیحات بھی ہیں جنہیں سیدنا مسیح علیہ السلام سے قبل کے بعض واقعات کی طرف اشارہ ہے قلت گنجائش مزید اظہار خیالات کی معقول ہے + باقی آئندہ خواجہ عبدالغنی سکرٹری ٹرسٹ

عرض حال از دردمند برق

بجناب سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام

اے وہ کہ تیری ذات وجیہہ دوسرا ہے
اے وہ کہ تو بہتان یہودی کے علے الرغم
الزام سے ماں بیٹے کی فرمائی برأت
تطہیر تری۔ اور تیری ماں کی ہے اس میں
تو کلمۂ شیطان ہے۔ کہتا ہے یہودی
اے وائے صد افسوس میرے پیارے مسیحا
تو بیخ کنِ شرک۔ ترا وعظ تھا توحید
سجدے میں جبین تیری رہا کرتی تھی اکثر
پر آج یہ کیا قہر ہے یہ کیسا غضب ہے

اے وہ کہ تجھے کلمۂ حق۔ حق نے کہا ہے
طاہر ہے۔ اور اک طاہرہ نے تجھ کو جنا ہے
یہ کہہ کے۔ کہ تو کلمۂ حق۔ روح خدا ہے
تجھ کو جو بری۔ لمس سے شیطاں کے کیا ہے
واللہ یہ بہتان ہے۔ یہ جھوٹ کھلا ہے
کیا حشر ترے دین کا امت نے کیا ہے
پیرو ترے کہتے ہیں۔ تو آپ خدا ہے
پیہم ہی دعاؤں میں تیرا وقت کٹا ہے
ہے شرک میں توحید۔ ہنر عیب بُرا ہے

ٹھہرایا ہے امت نے تیری تجھ کو ہی مسجود
اور تو ہی دعاؤں میں پکارا بھی گیا ہے

موجودہ مذہبی رجحانات اور اسلام

بقلم ڈاکٹر اے آر ناٹسن ڈی سی ایل ایم۔ اے

موجودہ زمانہ میں انگلستان کے بہت سے مذہبی خیالات کے افراد اب ایسے عقاید اختیار کرتے جاتے ہیں۔ جو عملاً اسلامی معتقدات سے مشابہ ہیں۔ اور اس کا ایک ثبوت کلیسیائے انگلستان میں تحریک جدید کے نام سے ملسکتا ہے۔ دوسرا ثبوت یہود اور نصاریٰ کی متحدہ انجمن نے بہم پہنچایا ہے۔ جس کے اس وقت تک پانچ اجلاس اس لئے منعقد ہو چکے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ اپنے مشترکہ ایمان باللہ کی بناء پر مذہبی اور تمدنی مسائل کا حل تجویز کریں اس قسم کی آخری مجلس ۲۰ نومبر ۱۹۲۹ء کو سٹی ٹمپل میں منعقد ہوئی جس میں بہت سے ہمدرد افراد نے شرکت کی۔ پہلے مشترکہ مذہبی عبادت ادا کی گئی۔ اس کے بعد سہ پہر اور شام کو دو جلاس ہوئے پہلے جلاس میں ڈاکٹر سی جی مونٹ فورڈ نے "مسیحیت کے متعلق یہودی زاویہ نگاہ" پر تقریر کی۔ اور پروفیسر برکٹ نے "یہودیت کے متعلق مسیحی نقطہ خیال" پر تقریر کی۔ دوسرے اجلاس میں ڈاکٹر جولن فرای نے "زندگی میں روحانی عنصر کی ضرورت" پر تقریر کی۔ اور مسٹر جسٹس باسل ہیرک نے "تمدنی اصلاح میں مذہب کی طاقت" پر اظہار خیالات کیا۔ چونکہ جلسہ میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ تقریریں ہبرٹ جنرل میں شائع کی جائینگی۔ اس لئے سردست ان پر تنقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں متحدہ عبادت کے متعلق چند امور بیان کردینا ضروری ہے۔ یہ عبادت ایک مشترکہ رہنما کی قیادت میں ادا کی گئی۔ اور وہ ایک دعا، دو گیتوں ایک زبور اور بعض مختصر دعاؤں پر مشتمل تھی۔ آخر میں خدا سے برکت طلب کی گئی ایک گیت تو مشہور گیت عشا تھا۔ جو اس مصرعہ سے شروع ہوتا ہے "سب لوگ جو اس دنیا میں رہتے ہیں"۔ اور دوسرا گیت بھی اسی رنگ کا تھا۔ مگر اس قدر مشہور نہیں ہے۔ اس کا پہلا مصرع یہ ہے۔ "ساری دنیا تیری عبادت کریگی"۔ باقیماندہ عبادت میں بھی اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ کہ کوئی ایسی بات

بیان نہ کی جائے۔ جس کا تعلق بالخصوص مسیحیت یا یہودیت کے ساتھ ہو۔ اگرچہ "دعا" میں "عہد قدیم" اور "عہد جدید" دونوں سے اقتباسات لئے گئے تھے۔ یہ دعائیں اس نیت سے کی گئی تھیں کہ (۱) شرکائے مجلس میں باہمی رفاقت پیدا ہو (۲) مفاہمت باہمی کا دروازہ کھل جائے (۳) اس جذبہ کو ترقی ہو جو خدا پرستی کی طرف مائل ہے +

دوسری عبادت ان الفاظ سے شروع ہوئی۔ قادر مطلق خدا! جس نے کل نبی نوع آدم کو یکساں طریق پر پیدا کیا ہے۔ ہم ان تمام لوگوں کیلئے دعا کرتے ہیں۔ جو تیری مرضی کے جویا ہیں۔ خواہ یہودی ہوں یا عیسائی اور خصوصاً اس جماعت کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں جو یہاں موجود ہے۔ اگرچہ ہم میں بہت سے امتیازات اور اختلافات پائے جاتے ہیں۔ تاہم ہم اس لحاظ سے متحد کردئے گئے ہیں کہ ہم دونوں تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور یکساں طور پر صداقت کے طالب اور راستبازی کے جویا ہیں"۔ میرا خیال ہے۔ کہ ایک ایماندار مسلمان بھی اس مجلس میں اطمینان کے ساتھ شریک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا انعقاد خالص اسلامی رنگ میں ہوا تھا۔ اور یہود و نصاریٰ میں یہ رجحان طبع عام طور سے نہیں پایا جاتا یہ تو قرآنی تعلیم کا عکس معلوم ہوتی تھی۔ جس کا فرمان یہ ہے کہ یقیناً جو لوگ ایمان لائے۔ اور جو لوگ یہودی یا نصاریٰ یا صابی ہیں۔ ان میں سے جو شخص بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاکر نیک کام کرے گا۔ سو اپنے رب سے اس کا اجر پائے گا۔ اور نہ وہ خوف زدہ ہونگے نہ غمگین" (قرآن مجید ۲: ۶۲) +

ہمارا خیال نہیں۔ کہ اس مجلس کے منعقد کرنے والوں نے قرآن کی اس آیت کو پیش نظر رکھا ہو۔ یا اس پر عمل کیا ہو۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کے احساسات ہی نے اس معاملہ میں اُن کی رہنمائی کی۔ اور توفیق ایزدی ان کے شامل حال ہوئی۔ جس طرح آنحضرت صلعم کے شامل حال ہوئی تھی۔ پس یہ اندرونی احساس ہی تمام مختلف الخیال افراد کو متحد کرنے، اور اُن کے امتیازات کو مٹانے اور اُن قدرتی جذبات کو نشو ونما دینے کا باعث ہے۔ جن کا نام آنحضرت صلعم نے "مذہب" رکھا ہے +

اسلامی نقطۂ خیال سے شادی کا فلسفہ

بقلم خان بہادر ایس ایم حسین ۔ بی ۔ اے

مغربی اقوام تعدد ازدواج کو ویسا ہی قابل نفرت خیال کرتی ہیں ۔ جیسا کہ ایک عورت کے کئی مردوں سے بیاہے جانے کو ' اور مشرقی اقوام میں بھی یہ خیال راسخ ہوتا جاتا ہے حالانکہ ان میں سے اکثر کو اسباب کا علم نہیں ۔ کہ تقریباً سارے مذاہب نے پہلی صورت کی کیوں اجازت دی ہے ۔ اور دوسری صورت سے کیوں منع کیا ہے ؟ وہ لوگ معاً یہ خیال ظاہر کرینگے ۔ کہ پہلی صورت کو پسند کرنے اور دوسری صورت کو ناپسند کرنے سے قدیم اقوام عالم کا خیال یہ تھا ۔ کہ مرد کی فوقیت عورت پر ثابت کی جائے ۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے ۔ اور ان دونوں باتوں کو ایکدوسرے سے ممتاز کرنے کے لئے بہت سی معقول وجوہ ہیں ۔ اسکے لئے نکاح کے مقاصد پر غور کرنا ضروری ہے ، اور یہ دیکھنا بھی لازمی ہے ۔ کہ وحدتِ زوج تعدد ازدواج اور تعدد رجال کی بناء پر وہ مقاصد کس حد تک پورے ہوتے ہیں +

یہ بات کہ شادی کا مقصد محض افزائش نسل نہیں ہے ۔ اسبات سے ظاہر ہے کہ دیگر حیوانات بغیر شادی کئے ' نسل بڑھاتے ہیں ۔ اور نہ اُنکے جذبات شہوانی پر کوئی قیود عارض کی گئی ہیں ۔ بادنیٰ تفکر یہ معلوم ہو جائیگا ۔ کہ افزائش کے علاوہ خاص مقاصد جن کے حصول کیلئے نکاح کا طریق رائج کیا گیا ہے یہ ہیں :-

(۱) جذبۂ شہوت کو قابو میں رکھنا ۔ اور اس پر قیود عاید کرنا ۔

(۲) جذبۂ شہوت پر پردہ ڈالنا تاکہ اس جذبہ کی تسکین کا باقاعدہ سامان ہو سکے اور وہ مقصد پورا ہو سکے ۔ جسکے لئے خالق کائنات نے یہ جذبہ مخلوقات میں ودیعت کیا ہے ۔ لیکن عام نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے ۔ اسی معنی میں قرآن شریف سے خاوند اور بی بی کو ایکدوسرے کا لباس قرار دیا ہے +

(۳) دماغ اور دل کو ان مناظر سے باز رکھنا جو تو اے شہوانیہ کو برانگیختہ کرتے ہیں ۔ اور ان کو اس

قابل بنانا کہ گھر میں بیٹھ کر بآرام علم و عرفان خداوندی حاصل کیا جاسکے +

(۴) عورت اور مرد کو حبالۂ نکاح میں لاکر آزادی سے محفوظ کرنا۔ تاکہ جدت پسندی کا پریشان کن خیال سکون حیات میں خلل انداز نہ ہوسکے۔ اور بے اعتدالی کی وجہ سے دونوں کی زندگی برباد نہ ہو۔

(۵) بیوی اور بچوں کی پرورش کی ذمہ واری کا احساس پیدا کرنا۔

(۶) بچوں کو ذی شعور انسانوں کی سی تربیت دینے کی ذمہ واری کا احساس پیدا کرنا۔

(۷) زندگی کے پرخطر اور تکلیف دہ منازل میں ایک رفیقۂ حیات کا مہیا کرنا۔ جو رنج و راحت دونوں میں شریک ہو اور بچوں کی پرورش میں معاونت کرے +

(۸) انسان میں ایثار کی صفت کی روح پھونکنا۔ تاکہ وہ آیندہ بڑی قربانیوں کے لئے طیار ہو سکے۔

(۹) شہوت کو محبت اور محبت کو خالص مودت اور مودت کو عشق الٰہی میں تبدیل کرنا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وحدت و تعدد ازدواج یا ایک عورت کے کئی خاوند ہونے سے یہ مقاصد کہاں تک پورے ہوتے ہیں۔ وحدت ازدواج سے یہ تمام مقاصد پورے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ والدین میں اپنے اولاد کی تربیت اور تعلیم کی اہلیت ہو۔ لیکن یہ ایک امر واقعی ہے۔ کہ ہر ملک میں اُن مردوں اور عورتوں کی کافی تعداد موجود ہے جو تعلیم کجا۔ اپنی اولاد کی پرورش بھی نہیں کر سکتے۔ عقل کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جب تک اس قسم کے لوگوں کو مالدار رووج حاصل نہ ہو سکے۔ اس وقت تک شادی نہ کریں۔ لیکن سوال یہ ہے آیا مفلس عورتوں سے یہ کہدینا کوئی عالی حوصلگی کی بات ہے۔ کہ تم شادی نہ کرو اور تمام عمر بغیر کسی محافظ اور مددگار کے بسر کر دو؟ ہرگز نہیں۔ اسکے معنی تو یہ ہیں۔ کہ آپ انھیں آزمائشوں میں مبتلا کر دینگے۔ اور وہ ان اخلاقی کمزوریوں کا شکار ہو جائینگی۔ جو ہر ملک میں پائی جاتی ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی مالدار مرد چند مفلس بیکس اور نادار عورتوں سے شادی کرلے۔ تو یہ اسکی عالی حوصلگی کی دلیل ہوگی۔ اور ملک کی آیندہ بہبودی کے خیال سے تو یہ امر مستحسن ہے کہ ایک دولتمند شخص ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرکے اپنی ساری اولاد کو اعلیٰ تعلیم دے کر ملک میں افراد فاضلہ کی کثرت کا موجب ہو۔ اور مفلس مرد کے لئے مناسب ہے۔ کہ وہ قطعاً شادی نہ کرے۔ مفلس مردوں کے مجرد رہنے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ بمقابلہ عورتوں کے اُن کی راہ میں کم آزمائشیں آتی ہیں اور اگر آتی بھی ہیں۔ تو اس قدر مہلک نہیں ہوتیں۔ لیکن عورتوں کی حالت پر رحم نہ کرنا۔ اور اُن کو غیر محفوظ

اور بیچارگی کی حالت میں چھوڑ دینا سراسر شان مردمی کے خلاف ہے۔ اگر ملکی دولت برابر تقسیم کیجاسکتی تو وحدت ازدواج کو اصول معین کرنا ایک معقول سی بات ہوتی۔ جس طرح بولشویک کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ہر شخص اس قابل ہو جاتا۔ کہ نگہداشت و پرورش اطفال کر سکے لیکن موجودہ صورت میں مالدار آدمیوں سے یہ توقع کیوں نہ کی جائے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں کی ذمہ داری قبول کریں؟ اور اگر کوئی قانون ایسا بنا دیا جائے۔ جس کی رو سے مالدار لوگوں پر غرباء کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بار ڈالا جاسکے۔ تو بیشک تعدد ازدواج کی ضرورت نہ ہوگی لیکن موجودہ حالات میں مقتضائے عقل یہی معلوم ہوتا ہے کہ مالدار آدمیوں کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی نہ صرف اجازت ہو بلکہ اس معاملہ میں ان کی ہمت افزائی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس صورت میں غریب عورتوں کے بچوں کو نہ صرف مالی امداد ملیگی بلکہ ایک مالدار باپ کی حفاظت اور حمایت کا لطف بھی حاصل ہوگا +

پس معلوم ہوا کہ تعداد ازدواج فی نفسہٖ کوئی بری بات نہیں ہے۔ اور اسکی محدود صورت جسکی اجازت اسلام نے دی ہے۔ ایک نہایت فائدہ رساں رسم ہے جس کی بنیاد عالی حوصلگی پر رکھی گئی ہے۔ اور معترضین اس حقیقت کو عموماً فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ اسلام نے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا لازمی قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ اس امر کی اجازت دی۔ اسلام کی رو سے نکاح ایک دیوانی معاہدہ ہے۔ اور اسکی ساری شرائط کی پابندی خاوند پر فرض ہے لیکن ایک روشن خیال آدمی کیلئے، جو مالدار بھی ہو۔ اس شرط کی پابندی ضروری نہیں۔ کہ وہ سوائے ایک عورت کے، دوسری عورتوں سے شادی کرکے انھیں فائدہ نہ پہنچائے ایک عورت جو کسی شخص کی دوسری تیسری یا چوتھی بی بی ہونے پر رضامند ہوتی ہے۔ جان بوجھ کر ہی ایسا کرتی ہے۔ اور اسکے رشتہ دار بھی اسی لئے رضامند ہوتے ہیں۔ کہ وہ یہ جانتے ہیں۔ کہ اس عورت اور اسکے بچوں کی قرار واقعی نگہداشت ہو سکیگی۔ اگرچہ بعض صورتوں میں خاوند اپنی کئی بیویوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات بعض ان لوگوں میں بھی تو پائی جاتی ہے۔ جو صرف ایک ہی بی بی رکھتے ہیں اور قرآن شریف نے انہی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ کہ جو شخص یہ دیکھے۔ کہ وہ کئی بیویوں میں عدل قائم نہ رکھ سکیگا۔ وہ صرف ایک عورت پر قناعت کرے۔ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت محض اس لئے دی ہے۔ کہ یہ عالی حوصلگی کی بات ہے۔ اور ذمہ داری میں اضافہ کرتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ بیویوں کی تعداد چار سے زیادہ نہ ہو۔ اور نیز عدل کو ملحوظ رکھا جائے

تعداد اس لئے مقرر کر دی ہے۔ کہ ایک شخص بہت سی عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے اپنے آپ کو حد سے زیادہ ذمہ واریوں میں مبتلا نہ کرے نبیٔ کریم صلعم کے لئے تو یہ بات ممکن تھی کہ وہ ایک وقت میں نو بیویوں کے ساتھ شادی کر سکیں لیکن آپؐ کے نکاحوں کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔ کیونکہ جن عورتوں نے آپؐ کے حبالۂ نکاح میں آنا منظور کیا تھا، وہ محض اسلئے کہ آپؐ کی نگرانی میں مذہبی زندگی کی تکمیل کر سکیں۔ نہ کہ دنیاوی لذات کے لئے، نیز آپؐ کی اخلاقی اور روحانی قوتیں اس قدر زبردست تھیں۔ کہ آپؐ اس قدر ذمہ داری برداشت کر سکتے تھے۔ اور یہ بات عام لوگوں سے ممکن نہیں ہو سکتی +

رہا ایک عورت کا کئی مردوں سے شادی کرنا، یہ بات انسانیت کے لئے مضر ہے۔ اور خود عورت کے حق میں بھی بلکہ اسکی تندرستی بہت جلد خراب ہو جائیگی۔ چوپائیوں میں مادہ کو شہواتی جذبات سال بھر میں صرف ایک دفعہ پیدا ہوتے ہیں۔ عورتوں میں یہ خواہش مہینہ بھر میں ایکدفعہ ہوتی ہے لیکن مرد کے لئے کوئی مدت معین نہیں ہے۔ نر چوپائے اس جذبہ کو روک بھی سکتے ہیں۔ اور وہ بلا ضرورت مادہ کے پاس نہیں جاتے۔ لیکن مردوں میں اگرچہ عقل کا مادہ موجود ہے، تاہم ان معاملات میں جذبات غالب آجاتے ہیں، اور بعض اوقات مرد کی افراط عورت کی صحت پر بڑا اثر ڈالتی ہے۔ اسلئے اگر ایک عورت کے کئی خاوند ہوں تو پھر یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ عورت کی صحت بہت جلد خراب ہو جائیگی۔ اور ایسی صورت میں وہ اپنے بچوں کی پرورش بھی مناسب طور پر نہ کر سکیگی۔ پس کسی مہذب قوم نے محض عورت کی خاطر، اس قبیح رسم کی اجازت نہیں دی۔ علاوہ بریں اس صورت میں مرد پر جزوی ذمہ داری عاید ہوگی کیونکہ اولاد کا حسب و نسب صحیح طور پر معین نہیں ہو سکتا۔ اور بچہ سے باپوں میں اصلی جذبۂ محبت بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور قدرت نے مرد کو ایسا بنایا ہے۔ کہ وہ بیک وقت کئی عورتوں کو بار آور کر سکتا ہے۔ لیکن عورت بیک وقت کئی بچوں کو پیدا نہیں کر سکتی۔ پس قدرت کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ بعض حالات میں مرد تعدد ازدواج کر سکتا ہے۔ لیکن ایک عورت کئی خاوند نہیں کر سکتی۔ پس عورتوں کو مردوں کی حالت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ جہاں تک تعدد نکاح کا تعلق ہے +

ان باتوں سے ظاہر ہے کہ وحدت ازدواج سے بعض حالات میں شادی کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور ایک عورت کے کئی خاوند ہونے سے عورت کی صحت پر خراب اثر پڑتا ہے۔ پس وحدت ازدواج جسمیں تعدد ازدواج کی اجازت ہو اس مشکل کو حل کر سکتی ہے۔ مغربی لوگ تعدد ازدواج کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ اُن کی نظر میں تعدد ازدواج نفسانی خواہشات اور شہوات پرستی کا نام ہے۔ لہٰذا انھیں اپنے زاویۂ نگاہ میں تبدیلی پیدا کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ اس عالی حوصلگی کا احساس کر سکیں۔ جو تعدد ازدواج کی تہ میں کارفرما ہے۔ اور جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اسلام نے تعدد ازدواج کو صنف نازک کی حفاظت اور اس کی خدمت کا ایک وسیع تر میدان بنایا ہے۔ حالانکہ اس سے مردوں کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور خانگی پیچیدگیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ یہ بات کہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت شہوت پرستی کے لئے نہیں دی۔ بلکہ انسان میں علو ہمت اور عالی حوصلگی پیدا کرنے کی غرض سے دی ہے۔ اس امر پر غور کرنے سے ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ اسلام ایسا سنجیدہ مذہب ہے۔ جس نے مردوں کو سونے کے زیورات اور ریشم کے لباس استعمال کرنے کی ممانعت محض اسی لئے کی ہے۔ مبادا ان میں عیش پرستی پیدا ہو جائے تو وہ محض نفسانی خواہشات کی غرض سے ایک عورت سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کی اجازت کس طرح دے سکتا تھا؟ آنحضرت صلعم اس قدر سادہ مزاج واقع ہوتے تھے۔ کہ آپ کے دسترخوان پر تاوقتیکہ کوئی مہمان نہ ہو صرف ایک ہی کھانا ہوتا تھا۔ اور یہ اصول اس وقت بھی قائم رہا جبکہ آپ ملک عرب کے بادشاہ ہو گئے تھے۔ پس کیا یہ امر قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص جو روٹی کی خواہش میں اس درجہ محتاط ہو۔ وہ عورت کی خواہش میں ایسا نفس پرست ہو گا جیسا کہ مغربی لوگ خیال کرتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے بیشک کئی عورتوں سے نکاح کئے لیکن حظ نفس کے لئے نہیں۔ بلکہ بیکس عورتوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کی غرض سے۔ آپ کو اپنی نفسانی خواہشات پر کامل اقتدار حاصل تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ پچاس سال کی عمر تک صرف ایک بی بی پر قانع رہے۔ جو آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں۔ مرغن غذا میں بیشک آپ کو سوائے لذت اندوزی کے اور کوئی بات معلوم نہیں ہوتی تھی۔ مگر تعدد ازدواج میں تو عالی حوصلگی کے اظہار کا موقعہ ملتا ہے۔ اسی لئے آپ پہلی بات سے محترز رہے۔ اور دوسری بات پر عامل۔ ان باتوں سے

اسلام کا زاویۂ نگاہ تعدد ازدواج کے متعلق بخوبی عیاں ہو سکتا ہے۔ اور جب تک تعدد ازدواج کو اسلامی حدود میں رکھا جائے۔ اس وقت تک نبی کریم صلعم کا یہ نظریہ نہایت درست ثابت ہوگا +

اگر محدود رنگ میں تعداد ازدواج کا اصول یورپ میں معمول بہ ہو جائے۔ اور وہاں کے لوگ اس کو اسی معنی میں استعمال کریں، جن میں اسلام کی مراد ہے۔ تو ہزارہا عورتوں کی حالت بہتر ہو جائیگی۔ لیکن مغربی اقوام میں اس رسم کے متعلق اس درجہ تعصب موجود ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی بی بی بانجھ ہو تو بھی وہ دوسری شادی کو معیوب سمجھتا ہے۔ اسی طرح مشرق میں بعض عورتیں اس قدر فراخ دل ہوتی ہیں۔ کہ وہ اپنے خاوندوں کو اولاد کی خاطر دوسری شادی کی اجازت دیدیتی ہیں۔ تاکہ وہ خود بھی بچوں کی پرورش میں حصہ لے سکیں۔ مغربی لوگ اگرچہ صنف نازک کی خاطرداری اور عزت افزائی کے بہت مدعی ہیں لیکن غور سے دیکھا جائے تو عورتوں کے حقوق یعنی ان کی بہبودی کا عملی طور پر کچھ بھی لحاظ نہیں کرتے۔ کیونکہ باوجود استطاعت وہ بےکس عورتوں کی ذمہ واری لینے سے جان چراتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر وہ تعدد ازدواج پر عامل ہوں۔ تو ہزاروں عورتوں کی زندگی سنور جائیگی، لیکن ایسا نہیں کرتے۔ طرہ یہ ہے۔ کہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے کے بجائے وہ اسلام کے اس دستور العمل کو شہوت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں!! ان ممالک میں۔ جہاں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے، مردوں کا تجرد کی زندگی بسر کرنا، یا دولتمندوں کا تعدد ازدواج پر عامل نہ ہونا، نہایت مجرمانہ طرز عمل ہے۔ بیشک مغربی عورتیں بھی تعدد ازدواج کو پسند نہیں کرتیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو سمجھایا جائے۔ اور ان کے زاویۂ نگاہ میں تبدیلی کی جائے۔ تاکہ وہ تعصب تنگدلی پر غالب آ سکیں۔ یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اس مسئلہ کو عملی نقطۂ خیال سے دیکھ کر اپنا شعار قومی بنا لینا چاہئے۔

تذکرہ جمیل رسالہ پیشوا دہلی

سرکار دو عالم فخر کائنات کی ولادت کی تقریب پر جناب عزیز حسن صاحب بقائی ایڈیٹر رسالہ پیشوا دہلی نے ایک خاص پرچہ شائع کیا ہے جو تذکرہ جمیل کے نام سے موسوم ہے جس میں سرکار دو عالم صلعم کو مختلف شانوں اور حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے یہ پرچہ مذکورہ صوری و معنوی ہر رنگ میں قابل قدر ہے ضخامت ۲۸ صفحات ہیں تذکرہ جمیل خاص نمبر دفتر پیشوا سے ۶ فی پرچہ کے ملسکتا ہے عام چندہ رسالہ مذکور کا ۴ سالانہ ہے +

خواجہ عبد الغنی
سکرٹری ٹرسٹ ووکنگ مسلم مشن

عرضِ حال

بجنابِ سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

شدتِ مرض میں ذیل کی باتیں اضطراراً منظوم ہوگئیں۔ ورنہ نہ میں شاعر ہوں۔ نہ کسی اظہار تعلی سے مجھے کوئی سروکار ہے۔ اتفاقیہ ایک دن شدت تکلیف میں حضرتِ حالی مرحوم کے مشہور قصیدہ العیاثیہ کا پہلا شعر ایک لفظ کی ترمیم کے ساتھ خود بخود میری زبان پر آگیا۔ جس سے میری زبان بہت دیر تک با دیدۂ پُرنم مترنم رہی۔ اسی امر نے اس نظم کی تحریک بھی کی۔ میں نے خواجہ مرحوم کے مطلع کو ہی مذکورہ ترمیم کے ساتھ اس نظم کا مطلع کر دیا۔

خدا تعالیٰ اُن احباب کو جزائے خیر دے۔ جنہوں نے ان ایام میں مجھے ہمدردی اور بیمارپرسی کے خطوط لکھے۔ اُن سے ملتجی ہے۔ کہ میرے حق میں وہ سلسلۂ دُعا کو جاری رکھیں مجھے ایک بات نے بےچین کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تصنیف جدید (تمدن اسلام) کی تکمیل بزبانِ انگریزی ہو جائے۔ اسکے ستر صفحات میں حملۂ مرض سے پہلے لکھ چکا تھا۔

یہ کتاب اس اگست میں ختم ہو جاتی۔ اگر یہ نئی مصیبت نہ آپڑتی۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے
میرا ایمان ہے۔ کہ دُعا سے وہ ہو سکتا ہے۔ جو علاج وں سے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے استدعائے دعا ہے
خواجہ کمال الدین ایبٹ آباد مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۰ء

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقتِ دُعا ہے — خادم پہ ترے وقت عجب آکے پڑا ہے
اے سیّدِ کونین۔ کوئی چار برس سے — بیچارہ عجب تختۂ مشقِ حکماء ہے
امراض پہ امراض ہیں آلام پہ آلام — اِک جانِ حزیں موردِ صد رنج و بلا ہے
ہر چند تنومند و توانا تھا۔ یہ آقا! — اِنسان تو مخلُوق[۱] ہے کمزور ہُوا ہے
مشرق سے جو مغرب میں ترے نام پہ پہنچا — بستر سے بھی اُٹھنا اُسے دُشوار ہُوا ہے
آقا اُسے مشکل ہے بس اِک لفظ بھی کہنا — اعجازِ جسے حُسنِ[۲] بیاں کا بھی ملا ہے
جس نے کہ ترے نام پہ لاکھوں کو بُلایا — اس وقت وہ بیحرکت و بیکار پڑا ہے
قیس کا دِل خُون ہُوا جس کے قلم سے — ہے شانِ خدا خود ہی وہ خُوں تھوک رہا ہے
آقا مرے! جو کسرِ چلیپا کا تھا آلہ — وہ بسترِ امراض پہ خود خستہ پڑا ہے
ڈالا ہے مصیبت میں کلیساؤں کو جس نے — وہ آج ہدفِ تیرِ مصائب کا بنا ہے

۱؎ خلق الانسان ضعیفا +
۲؎ ایک خاص ذوقیہ امر کیطرف اشارہ ہے +

اک مرگ تھے دشمن کیلئے جس کے دلائل — وہ آج درِ موت پہ استادہ کھڑا ہے

کیجیےگا دعا زندگی کچھ اور عطا ہو
تکمیل ہو اُس کام کی اُس نے جو کیا ہے
آمین ثم آمین

مانا کہ ترقی میں تفکر ہے ذکا ہے — بےطرح مگر جسم تنزل پہ جھکا ہے

ہے رُوح قوی گرچہ ولے جسم تو آہ — کچھ تپ پچھلے دنوں سے بھی سوا گھلنے لگا ہے

آئینۂ دل چہرے کی رونق سہی مولا! — پر جسم میں کیوں اتنی نحافت ہے یہ کیا ہے

جینے کی خوشی مرنے کا غم کچھ نہیں لیکن — ہو جائے وہ جس کام کا آغاز ہُوا ہے

موجودہ مذہبی حالتِ یورپ

اک حربۂ کاری کی ضرورت ہے وگرنہ — دجال[۵۱] جو موت میں خود آکے گرا ہے

جاتا ہے کوئی دن۔ کہ رہیگا نہ یہ جس کا — کوسِ لمن الملک زمانہ میں بجا ہے

ہے چوٹ اسے ہلکی سی اب حربۂ مہلک — یہ کوہِ نمک[۵۲] ہے جو سمندر میں کھڑا ہے

---

۵۱ مغربی کلیسہ۔ توریت انجیل میں دجال کا نام انٹی کرائسٹ Anti christ آیا ہے جسکے معنے اُن جماعت کے ہیں جو جناب مسیح کی تعلیم کے برعکس تعلیم دے۔ آج بروز روشن اور مسلمۂ ثابت ہو چکا ہے کہ مغربی کلیسیا کی تعلیم سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ منہ

۵۲ یہ اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ دجال کو کوئی ہلاک نہ کرسکیگا بلکہ یہ خود بخود پانی میں نمک کی طرح گل جاویگا۔ اگر دجال سے مُراد مغربی کلیسیہ ہے۔ اور وہی ہر جگہ مذہبی قائد ہے تو اس کا آغاز بحمد اللہ میں نے مغرب میں دیکھا ہے +

جو آپؐ نے فرمایا تھا دجّال کی بابت — خود جا کے میری آنکھ نے وہ دیکھ لیا ہے

دیکھا تھا اُسے ایک جزیرہ میں کسی[۱] نے — جا دیکھ اُسی جا پہ وہ دم توڑ رہا ہے

حاصل تھی اُسے یأجوج[۲] و ماجوج[۳] کی پُشتی — جن کا کہ ابھی خاتمہ اِس طرح ہوا ہے

کٹ مرے آپس میں ہی کیوں اُسکے معاون — بے شُبہ یہ ہونا تھا کہ قرآں[۴] میں لکھا ہے

---

۱ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک صحابی (تمیم داری) نے عرض کی۔ کہ اس نے اپنے آپ کو مغربی سمندر میں پایا خاتمہ سفر پر وہ ایک جزیرہ میں گیا۔ جہاں ایک گرجا میں اس نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا نام دجال بتلایا وغیرہ وغیرہ آنحضرت صلعم نے سن کر فرمایا۔ کہ میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچپن میں تو شام گئے لیکن پھر وہ عرب میں ہی رہے...... سو ظاہر ہے کہ آپؐ کا یہ ایک زبردست مکاشفہ تھا۔ بعض نے اس جزیرہ کی تعبیر انگلستان سے کی ہے۔ جہاں ایک عظیم الشان گرجا پولوس کے نام پر ہے یہی وہ شخص ہے جسکے نام پر مشہور کردہ تصنیف نے کلیسیہ مغرب کی بنیاد ڈالی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب شعر بالا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو تحفۂ گولڑویہ مرتبہ مصنف منہ

۲۔۳۔۴ بعض متکلمین نے یاجوج و ماجوج سے مراد رُوس و جرمنی کو لیا ہے۔ اس زمانہ کے بعض مسلم مصنفین نے بھی ان سے اتفاق کیا ہے حزقیل نبی کی کتاب میں تو یاجوج کو رُوس کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اور ٹوبال اور اومیسک کا مالک اُسے ظاہر کیا ہے۔ یہ دو دریا رُوس میں ہیں۔ ان کے نام پر رُوس کے دو مشہور شہر **ٹوبالسک** اور **امسک** (ماسکو) آباد ہوئے۔ قرآن نے ذوالقرنین کے متعلق سورۂ کہف میں یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے بالمقابل ہیروڈوٹس اور جوسیفس وغیرہ قدیم مورخین نے جس قوم کا ذکر ذوالقرنین کی دیوار کے ضمن میں کیا ہے وہ رُوس کے جنوب اور کوہ قاف کے شمال مغرب میں آباد تھی وہاں ہی یہ دو دریا ہیں قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج آپس میں لڑ کر آخر تباہ ہونگے۔ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا۔ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا (کہف ۹۹ و ۱۰۰) اس جنگ عظیم میں دو قوموں کا جو دشمن انسانیت تھیں خاتمہ ہو گیا۔ یعنی **زاریت** (یاجوج) کا اور جو استبداد و مطلق العنانی کا مکمل مجسمہ تھی۔ اور ملٹری ازم (فوجی استبداد) کا جسکا مظہر کامل جرمنی (ماجوج) تھا +

یُوں شرک تو ہر ایک جگہ ہے مگر ایسا — دُنیا میں کسی اَور کا بھی حشر ہُوا ہے؟

کل اُس کا کمال اور زوال آج تعجب — حیرانی ہی پر یُوں ہی نوشتوں میں لکھا ہے

جذبہ کی پرستش تھی سبب جس کی بقا کا — اب عقل نے خارج اُسے مغرب سے کیا ہے

سائنس کا یہ ایک کرشمہ ہے کہ آخر — مغرب بھی ہُوا آج پرستارِ خدا ہے

لیکن یہ خُدا تین میں کا ایک نہیں ہے — یہ وہ نہیں جس پر کہ کلیسا کی بنا ہے

ہاں ہاں وہ خُدا وہ ہی جو ہے خالقِ فطرت — یعنے جسے قرآن نے اللہ کہا ہے

مذہب جو توہم پہ ہو مقبُول نہیں ہے — یہ منطق و معقُول نے فرمان دیا ہے

خطاب بہ مُسلماناں

ہاں ہمّتِ اسلام! ذرا جوش میں آجا — تو ہاتھ ہلا ساتھ ترے فضلِ خدا ہے

اے قوم! جو کی سعی تو سُن لینا کہ اِک دن — گرجاؤں میں تکبیر کی مقبُول صدا ہے

معمُور جو سن تیرہ میں تھے گرجے کنیسے — اتوار کو اب بُوم وہاں بول رہا ہے

لہ سنہ ۱۹۱۳ء میں مُصنّف نے موسم گرما کی ہر اتوار لندن کے کسی نہ کسی بڑے گرجا میں گذاری اُس وقت ان کنیسوں میں تل رکھنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں تیس چالیس فیصدی بھی حاضری نہ رہی تھی۔ جیسے کہ ایک کمیشن نے اپنی رپورٹ میں تسلیم کیا۔ لیکن آج حاضرین کی تعداد اُس سے بھی کم ہے۔ خود بخود رجال پانی میں گل رہا ہے + منہ

گرجائینگے گرجا کہ ہوئے جاتے ہیں خالی | معمور یہاں ہونگی مساجد۔ یہ بجا ہے

پر سعی و عمل کے یہ کرشمے ہیں عزیزو | اسلام کی تاریخ نے ایسا ہی لکھا ہے

اُٹھ مردِ مسلماں! کہ بس اب وقت عمل ہے | تو بسترِ نوشین پہ کیوں لیٹ رہا ہے

کر قصد کہ ہو موردِ انعامِ الٰہی | ہر ایک مَلک تیری حمایت میں کھڑا ہے

اے قوم جو کی سعی تو سُن لینا کہ اک دن | گرجاؤں میں تکبیر کی مقبول صدا ہے

اُس وقت کی نزدیکی و دوری ہے ترے ہاتھ | ہاں ہو کے رہیگا کہ یہ مولا کی رضا ہے

جا دیکھ حدیثوں کو اگر طالبِ حق ہے | مَیں خود نہیں کہتا مِرے آقا نے کہا ہے

ہاں کیوں نہ ہو مقبولِ جہاں ملّتِ بیضا | اسلام جب اِک فطرتِ حقّہ کی صدا ہے

جھک جائیگی اب گردنِ عُقلاء زمانہ | اسلام پہ جب منطق و معقول فدا ہے

یہ فلسفۂ زیست جو اب پیشِ نظر ہے | قرآں کے اوراق سے یورپ نے لیا ہے

تبلیغ کو جا۔ آپ کلیسہ یہ کہیگا | طوطی مِرے دشمن کا یہاں بول رہا ہے

کچھ تھوڑی سی ہمت کی بس اب اور کسر ہے | جو صعب تھا وہ کام تو اب ہو ہی چکا ہے

تعمیر ہی تعمیر کی اب تو ہے ضرورت | کارِ ہدم اب ختم ہؤا شکرِ خدا ہے

جاتا نہ رہے ہاتھ سے یہ وقت مساعد — جو وقت کہ آتا ہے سمجھ لے کہ گیا ہے

امداد خدا ہاتھ ترا دیکھ رہی ہے — "تغییر"[۵۱] کی آیت نے یہی حکم دیا ہے

کچھ سوچ یہ حالات ہیں کس بات کے شاہد — توحید کی تبلیغ ہو۔ مولا کی رضا ہے

دلدادۂ توحید ہیں تثلیث کے نیچے — ہر فرد وہاں بیضۂ اسلام بنا ہے

باقی نہ سیاسی کوئی رہ جائیگی الجھن — اسلام کا مغرب کی جو گردن یہ جوا ہے

یوں بیسیوں سرگرمیاں کیں چند برس میں — لیکن جو کیا کام۔ وہ بیسود ہوا ہے

اب راہ تو کوئی بھی دکھائی نہیں دیتی — تبلیغ کو کر دیکھ۔ یہ قرآں[۵۲] میں لکھا ہے

ایک بے بس کی عرض بحضرت سید المرسلین

مایوس علاجوں سے ہوا ہوں میرے سید — پر تیری دعا لاکھ دواؤں کی دوا ہے

کیا غم ہے اگر ہیں میرے امراض خطرناک — پر ہاتھ اٹھیں تیرے تو سب دور بلا ہے

جینے کی نہ خواہش ہے نہ کچھ موت کا خطرہ — یہ غم ہے مرا کام ادھورا سا پڑا ہے

---

۵۱ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّیٰ یغیروا ما بانفسھم +

۵۲ ولتکن منکم اُمّۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون یہاں نہ صرف تبلیغ اسلام کا حکم دیا ہے بلکہ فلاح قوم کو اس تبلیغ سے وابستہ کیا ہے افسوس کہ اس فلاح کا شمہ بھی اس وقت ہم میں نہیں۔ پولیٹیکل قوت اسی فلاح کی ایک جزو ہے +

کچھ سال جو مل جائیں تو ہو جائے مکمل — وہ کام[۱] کہ آغاز ابھی جس کا ہوا ہے

خادم ہیں تیرے یوں تو ہزاروں ہی پر آقا

کچھ تیری غلامی کا مجھے شوق سوا ہے

روتے ہیں ملائک بھی تیری نظم کو سن کر — کہتے ہیں کہ اے خواجہ ترا حال یہ کیا ہے

تو رہتا ہو بستر کا یہ کیا بو العجبی ہے — یہ وقت عمل کا ہے یہی وقت دعا ہے

یہ وقت اور اس حال میں تو۔ وائے صد افسوس — کیا جانئے اس بات میں کیا رمز خدا ہے

تو زندہ ہے وہ کرتا ہے مردوں کو بھی زندہ — وہ شافی مطلق ہے مرض ہی ترے کیا ہے

وہ تجھ کو اٹھائے۔ تجھے میدان میں لائے — مالک سے ترے حق میں۔ یہ ہم سب کی دعا ہے

یہ تیری ہی اصلاح کے ساماں ہیں وگرنہ

وہ دافع امراض و بلیات خدا ہے

---

[۱] تصنیف کتاب تمدن اسلام بزبان انگریزی و مقدمۃ القرآن وغیرہ وغیرہ۔ منہ

تمدنِ اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا ۔ کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لئے ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گذشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے ۔ کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب پر ایک روادارانہ فضا پیدا ہو جائیگی ۔ اور انکے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائینگے ۔ یہ کتاب اُن کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی جس سے انشاء اللہ حسب دلخواہ و شاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے ۔ کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں ۔ اور جس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے ۔ کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو +

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا

یعنی

ینابیع المسیحیت ۔ نبوت کا ظہورِ اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا ۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی ۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کردیا ۔ کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت ۔ الوہیت و کفارہ مسیح ان کی ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشائے ربانی دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی ان کا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر ۔ گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب

کفریات میں موجود تھے کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہی ہے کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس انہدامی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا۔ کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ کے انگریزی میں ایک کتاب آئی۔ ڈیل بریک لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مصنّف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے۔ وہ شاذ ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے فاضل مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھر اُن سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی ملونیت ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اُردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی۔ طباعت تقطیع۔ کاغذ۔ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

ینابیع المسیحیت ۔ نبوت کا ظہور اتم ۔ تمدن اسلام حصہ اول

عہ ۔ ۔ عنا ۔ ۔ ایضاً حصہ دوم عہ

قیمت عہ ۔ عہ

ذیل کے پتہ سے یہ کتابیں مل سکتی ہیں:۔

مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں میاں عبدالواحد کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

(رجسٹرڈ)

(الف) ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو مع شعبۂ کتب خانہ بشمول مسلم لائبریری (۳) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۴) ریزرو فنڈ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

(ب) ۱۔ ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔

۲۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا، چھپوانا اور مفت تقسیم کرنا۔

۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

۴۔ سستا سے سستا قرآن کریم چھپوا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

۵۔ اس کے علاوہ وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

ضروری ہدایات

(ہ) ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور - (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور - (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان - دی ماسک - ووکنگ - سرے - انگلینڈ
The Mosque, Woking, Surrey England

۵۔ بنکرس - لائیڈ بنک لمیٹڈ - لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ: "اسلام" - لاہور - (پنجاب)

(۷) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] مع محصول ڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں - طلباء و مفت تقسیم کے لئے [illegible] مع محصول ڈاک

خواجہ عبد الغنی سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)

فہرست مضامین

رسالہ اشاعت اسلام

جلد ۱۶ | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۰

[illegible]

[illegible] اسلام

جلد ۱ — [illegible] اکتوبر ۱۹۳۰ء — نمبر ۱

شذرات

لیمبیتھ رپورٹ لیمبیتھ کانفرنس کے باضابطہ کاغذات مع اسکی روئداد اور گشتی مراسلے کے جو پانچ ہفتے کی مسلسل خفیہ کارروائی کا نتیجہ ہیں ۱۴ اگست ۱۹۳۰ء کو شائع ہو گئے ہیں۔ اسقفوں نے اصول مباحث مثلاً **شادی، طلاق، انضباط تولید، حیات خانگی۔ اتحاد کلیسائی**، عورت اور خدمات دینی، **عالم شباب** اور اس کے مشاغل، مزدوریہ اور **نسل انسانی** وغیرہ وغیرہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے، کانفرنس نے شادی اور جنس کے متعلق جو تجاویز منظور کی ہیں۔ وہ نہایت دلچسپ ہیں۔ ہم ان کو ذیل میں نقل کرتے ہیں:

یہ کانفرنس سفارش کرتی ہے کہ جس شخص کی بیوی یا جس عورت کا خاوند ابھی تک زندہ ہو۔ اسکی شادی کلیسا کے مراسم کے مطابق ادا نہ کی جائے۔ اور اگر کسی بےگناہ شخص نے ضابطہ دیوانی کے ماتحت شادی کر لی ہو [illegible] عشائے ربانی میں شریک ہونے کا [illegible] علیحدہ [illegible] کلیسائی ارکان [illegible] [illegible] جائے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] ضرورت ہے [illegible]

کا [illegible] ہے [illegible] بھی [illegible] کانفرنس [illegible]

کے لئے [illegible] تمام [illegible]

[illegible] کانفرنس [illegible] کے [illegible]

کی [illegible] یا [illegible] کی خاطر عمل میں لائے جائیں ۔

تسلسل اور جنگ کے متعلق کانفرنس نے تجویز کیا ہے کہ ایک قوم کا دوسری قوم پر حکمران رہنا اسی وقت جائز ہے جبکہ حکمران قوم محکوم قوم کو حکومت میں شریک کرنے کے اصول پر کاربند ہو۔ نیز ہر نسل اور قوم کا آزادی مقدس چیز پر ہمیشہ حق ہے۔ اور جہاں کہیں مختلف مسیحی جماعتیں اختلافات کے باعث علیحدہ علیحدہ عبادت کرتی ہیں۔ وہاں کبھی کبھی مشترکہ عبادت بھی ہونی ضرور ہے ۔

جنگ و جدل اس لحاظ سے مذموم ہے۔ کہ اسکی بدولت تنازعات رفع ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ فعل مسیحی تعلیمات کے منافی ہے۔ جب تک بین الاقوامی تعلقات کو اخلاقی اور مذہبی اصولوں کے ماتحت نہ رکھا جائیگا۔ اس وقت صلح کا قیام ناممکن ہے۔ اسلئے کانفرنس تمام مذہبی لیڈروں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ ان تجاویز کو ترقی دیں۔ جو اس وقت لیگ آف نیشنز کے سامنے ہیں۔ اور مسیحی کلیسیائوں کو لازم ہے کہ وہ ان جنگ میں شریک ہونے سے انکار کر دیں۔ جسکے متعلق ان کی حکومت یا مملکت نے ثالثی کا اعلان نہ کر دے۔ کہ وہ اپنا معاملہ پنچوں کے سپرد کرنے کو تیار ہے۔ نیز دنیا کے مشہور مدبرین نے جو فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو جنگ جبلی یا قومی پالیسی کا آلہ نہیں بنائینگے۔ یہ کانفرنس اس کو بنظر استحسان دیکھتی ہے ۔

اس رپورٹ اور اس پر تنقید پڑھنے کے بعد [illegible] سے معلوم ہو سکتا ہے کہ [illegible] جو [illegible] سے بھی زیادہ تر قوم کی رہنمائی آزادی اور اخلاقی جرأت کے ساتھ [illegible] کی۔ ان کے فیصلوں کو اسلام [illegible] ۱۹۳۰ [illegible] کی پیروی کرنا چاہتے ہیں ۔

[illegible] موجودہ زمانہ کی ضرورتوں [illegible] بزرگوں کو مجبور کرنے کی ضرورت پیش آئی ۔ [illegible] اپنے فیصلوں [illegible]

[illegible]

بائبل کو غیر متزلزل اور اعلےٰ ترین سند قرار دیتے ہیں۔ یہ بات صرف اُسقفوں ہی سے ممکن ہے کہ وہ ایک ہی سانس میں ایک چیز کو ناقص بھی قرار دیں اور کامل بھی۔ بھلا کسی کو کیا پڑی ہے۔ کہ وہ ایسی کتاب کو اپنا ہادی قرار دیگا۔ جسکے متعلق اُسے یقین ہے۔ کہ وہ موجودہ ضروریات کو پورا نہیں کرسکتی؟

ڈیلی اکسپریس مورخہ ۱۵ اگست لکھتا ہے۔ کہ اُسقفوں کی محنت کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ انھوں نے حیات موجودہ کی متلاطم موجوں کے ساتھ موافقت کرنے کی ناکام اور ادھوری کوشش کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "لیکن کلیسیا کے لیڈر مثل سیاسی لیڈروں کے رہنمائی کرنے کے عوض پیروی کررہے ہیں۔ حالانکہ اُسقفوں کا فرض یہ ہے۔ کہ وہ تبلیغ کا علم بلند کریں۔ لوگوں کی خفتہ روحانیت کو بیدار کریں۔ نیکی کا وعظ کریں۔ مسیح کی طرح زندگی بسر کریں اور اسکی تعلیمات کی تشریح کریں۔ وہ کلیسیا جو لوگوں میں روحانی آگ بھڑکانے سے قاصر رہی ہے۔ مجالس میں بیٹھ کر سمجھوتہ کی نیت سے بحث و مباحثہ کا بازار گرم کرکے لوگوں کے دلوں میں پر تصرف نہیں حاصل کرسکتی" +

سنڈے کرانیکل مورخہ ۱۷ اگست لکھتا ہے۔ "اگرچہ کانفرنس نے مسائل جنسی کے متعلق روشن تر نظریہ پیش کیا ہے لیکن مسئلہ طلاق میں اس کے رویہ میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔ ممکن ہے جیسا کہ اُسقف لوگ کہتے ہیں۔ کہ طلاق ایک امر غیر فطری ہو۔ لیکن یہ بھی تو غیر فطری ہے۔ کہ شادی کی میعاد میں مزید توسیع روا رکھی جائے۔ درانحالیکہ جانبین میں اُلفت حرمت، شادمانی اور میل جول کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ کلیسیا اس صاف صورت حال کا مقابلہ کرنے سے جان کیوں چراتی ہے؟ یہ صورت لاکھ مذموم ہو۔ لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس مسئلہ کی طرف سے تغافل ورزی درحقیقت دنیا میں مصائب کے بڑھانے کا موجب ہے۔ موجودہ زمانہ کی رفتار اُسقفوں کے نظریہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ موجودہ اصحاب الرائے ان لوگوں کے طرز عمل کو بنگاہ پسندیدگی نہیں دیکھتے۔ جہانتک یہ کانفرنس ترقی اور اصلاح کی حامل ہے وہاں تک ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور بقیہ امور اور رجعت پسندانہ طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں +

پادریوں کی ناکامی

پادری لوگ عرصہ دراز سے یسوع مسیح کی تعلیم کے شارح بنے ہوئے ہیں۔ لیکن کیا یہ امر افسوسناک نہیں ہے۔ کہ یسوع مسیح کی مزعومہ تعلیمات ہمیشہ ضروریات زمانہ کو

پورا کرنے سے قاصر رہی ہیں؟ ہمارے زمانہ میں پادریوں کے ان بلند بانگ دعاوی کی قلعی روز بروز کھلتی جاتی ہے۔ کلیسیا کی بنیاد مبہم الفاظ اور غیر مستند تعلیمات پر ہے۔ اور بحالت اشتباہ کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی۔ جب ہم یسوع کے الفاظ کو مستند نہیں سمجھتے۔ تو ان کے معانی اور ان سے پیدا شدہ نتائج کو کب معتبر سمجھ سکتے ہیں؟ اس بات پر غور کرنے سے کلیسیائی اصولوں میں آئے دن تبدیلی وارد ہونے کا راز سمجھ میں آ سکتا ہے +

اس بات کی وضاحت منظور ہو تو جنگ کی نسبت کلیسیاء کے موجودہ خیالات کا مقابلہ ۱۹۱۴ء کے خیالات سے کر لیجئے۔ اس زمانہ میں کلیسیا جنگ کو پسندیدہ سمجھتی تھی۔ اور اس پر برکات نازل کیا کرتی تھی لیکن اب اُسے مذموم قرار دیتی ہے۔ یقینی امر یہ ہے۔ کہ کلیسیا نے جنگ کو اسلئے مذموم قرار نہیں دیا۔ کہ انجیلوں میں اسکی برائی مرقوم ہے۔ بلکہ اسلئے کہ اب حالات بدل گئے ہیں۔ اور معاہدہ کیلاگ کو کئی ایک مقتدر حکومتوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اگر انجیلوں میں جنگی اصول تلقین کیے گئے ہوتے یا یسوع کی زندگی میں ان کی مثالیں موجود ہوتیں۔ یا اگر کلیسیاء ایک الہامی جماعت ہوتی تو اس قدر جلد ایسی تبدیلیاں واقع ہوا کرتیں +

اسمیں کوئی شک نہیں کہ کانفرنس نے ان چند مسائل پر بحث کرنے کی کوشش کی۔ جن پر خود اس کا اور سوسائٹی کا دارومدار ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عامۃ الناس کو کانفرنس کی کارروائی سے بہت دلچسپی تھی لیکن ہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ جب تک کلیسیاء اپنے سابقہ فیصلوں کی نظر ثانی نہ کرے۔ اس وقت تک اصلاح کس طرح رونما ہو سکتی ہے؟ جن امور کے متعلق اس کا رویہ آج ہمیں مصالحانہ نظر آتا ہے۔ اُن کے متعلق گزشتہ زمانہ میں صدیوں تک اس نے معاندانہ طرز عمل اختیار کیا ہے آجکل تحقیق کا زمانہ ہے۔ لوگ کورانہ تقلید کے لئے طیار نہیں ہیں۔ اور جسقدر علوم و فنون کی ترقی ہوتی جائیگی۔ اسی قدر لوگ ایسی جماعتوں سے نفور ہوتے جائینگے۔ جو آئے دن گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہتی ہوں +

مثلاً کلیسیاء آج رحمدلی کے پردہ میں اصول امتناع توالد و تناسل کو پسندیدہ قرار دیتی ہے۔ اور طلاق کو مذموم سمجھتی ہے لیکن اسی فعل کے مرتکب کے ساتھ زیادہ سختی روا نہیں رکھتی۔ مگر ہمیشہ یہی طریق عمل نہیں رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ اصول مذکورہ (برتھ کنٹرول) کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ نہ مردوں کی خانقاہوں میں نہ عورتوں کی۔ اور طلاق کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اسکی تو کسی حالت میں بھی اجازت

نہ تھی اس زمانہ میں تو راہب لوگ غیر محدود تعداد میں نکاحی عورتیں رکھنے کے عادی تھے۔
(ملاحظہ ہو: مسٹر لی کی تصنیف تجرد مقدس) آجکل تو کسی سمجھدار آدمی کو یہ بات ثابت
کرنے کی ضرورت نہیں کہ کسی عورت کو کسی پاگل، شرابی، بدمعاش یا حبس دوام کے مجرم کے ساتھ
وابستہ کرنا سراسر ظلم یا بے انصافی ہے۔ یقیناً محبت اور رحم والا خدا تو ایسا قانون کبھی ہرگز
نافذ نہ کرے گا۔

اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ اسقفوں نے طلاق کے قانون اصلاحی کی مخالفت کر کے جنسی
حالات میں ابتری اور بدنظمی کو بہت زیادہ تقویت پہنچائی ہے۔ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے
عوض یہ لوگ اُسے دوزخ کا نمونہ بناتے تھے۔ معتدل اور سنجیدہ زندگی کی مخالفت ان کا فرض
منصبی تھا۔ بچوں کی حالت میں اصلاح انھیں مطلق گوارا نہ تھی، لیکن اب وہ ہر قسم کی اصلاح کے
کے وکیل اور حمایتی نظر آ رہے ہیں۔ کیا یہ طرز عمل یکسانیت یا الہام کی شان رکھتا ہے؟
ایوننگ سٹینڈرڈ مورخہ ۱۵۔ اگست میں طلاق کے مسئلہ کے متعلق کلیسائی رجحانات
پر بصیرت افروز تصریحات شائع ہوئی ہیں۔ ذیل میں ہم قدرے طویل اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے
ہیں۔ کیونکہ اس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں ہے:-

جو اخلاقی اصول سابق میں مسلّم تھے آج اُن پر گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں۔ اُسقفوں کو بھی اس بات
کا علم ہو چکا ہے۔ اور اُن کیلئے دو ہی راستے کھلے ہوئے تھے۔ یا تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ بحثیں بالکل
بیکار اور فضول ہیں۔ سابقہ اصول بدستور قائم رہنے چاہئیں۔ کلیسیاء اُن کی تائید کرتی ہے
یا وہ یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ نئے زمانہ میں نئے اسالیب کار کی ضرورت ایک قدرتی ہے۔ اسلئے کلیسیائے
اس معاملہ میں موجودہ نوجوانوں کی رہنمائی کا فرض اپنے ذمہ لیگی۔ لیکن افسوس کہ ان بزرگوں نے
ان میں سے کسی بات پر عمل نہ کیا۔ بلکہ تحریک جدید کے ساتھ ایک قسم کا من سمجھوتہ کر لیا۔ روداد کانفرنس
کی مہملیت صرف اسی فقرہ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ کہ جن عورتوں اور مردوں کی باہم شادیاں نہ ہوئی ہوں
ان کے مابین مباشرت کا ارتکاب ایک گناہ کبیرہ ہے"۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا اسی حقیقت
عظمیٰ کے انکشاف کیلئے تین سو سے اوپر پادری جمع ہوئے تھے؟ علاوہ بریں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے
ہیں۔ کہ اس کانفرنس نے شادی اور طلاق کے متعلق کونسا تعمیری کام انجام دیا؟ اس کے

جواب میں اس کے سوائے اَور کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس کانفرنس نے صاف لفظوں میں اعلان کردیا ہے۔ کہ شادی کے نصب العین کو برقرار رکھنا جماعتی زندگی کی استواری کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور طلاق ایک غیر فطری فعل ہے" سوال یہ ہے۔ کہ جب طلاق کی اجازت نہیں تو اب نظام تمدنی کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں؟ ظاہر ہے۔ کہ اگر کسی بیگناہ عورت کو کسی زانی، شرابی، جواری یا ڈاکو کے ساتھ ہمیشہ کے لئے وابستہ کردیا جائے۔ تو اس عورت کی زندگی کبھی خوشگوار نہیں ہوسکتی +

علاوہ بریں یہ امر کس قدر حیرت انگیز ہے۔ کہ پادری لوگ طلاق یافتہ اشخاص کی شادی گرجہ میں دوبارہ کرنے کے لئے طیار نہیں۔ لیکن انھیں اس امر کی اجازت ہے کہ وہ سرکاری طور پر شادی کرسکتے ہیں، جسے ہم (Civil marriage) کہتے ہیں۔ کیا اس طرح وہ لوگ کلیسیا کی تعلیم کے مطابق، گناہ کی زندگی بسر نہیں کرتے؟ اس پر طرہ یہ کہ ان لوگوں کو گرجہ کی مقدس رسم یعنی "پاک شراکت" میں شریک کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ لوگ گنہگار ہیں۔ تو انھیں رسوم گرجہ میں کس طرح شریک کیا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ سب خرابیاں کانفرنس کے ارکان کی اخلاقی بزدلی سے پیدا ہوئی ہیں" +

شادی کو ایک معاہدہ دیوانی ہے۔ قدیم زمانہ میں اسکو جائداد پر قبضہ پانے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ نیز تمدنی برکات بھی مدنظر تھیں۔ جب مسیحیت کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا تو پوپ نے اپنے اقتدار کو پائدار بنانا چاہا۔ چنانچہ یہ خیال عوام کے دلوں میں پیدا کیا گیا۔ کہ پوپ کو اس معاہدہ میں دست اندازی اور تصرف کا اختیار ہے۔ اور رفتہ رفتہ اسے ایک سیکرامنٹ یعنی رسم مقدسہ بنا دیا گیا ہے۔ یسوع نے تو اس قسم کی تعلیم کبھی دی نہیں۔ اور نہ یہ بات کسی طرح ثابت ہوسکتی ہے۔ اوائل مسیحیت میں رسوم مقدسہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور تیرھویں صدی تک ان کی تعداد بھی مقرر نہیں کی گئی تھی۔ اس سے پہلے کوئی ان کی تعداد پانچ بتاتا تھا۔ کوئی چھ" آخرکار سات پر قرار نصیب ہوگیا۔ یہ شاید اس لئے کہ سات ایک مبارک ہندسہ ہے +

اسی طرح بائبل کی کتابوں کی تعداد کے متعلق مدتوں تک اختلاف رائے ہوتا رہا۔ آخرکار یہ طے پایا۔ کہ ساری کتابوں کو گرجہ میں رکھ دیا جائے۔ روح قدس اصلی اور نقلی کو علیحدہ علیحدہ کردیگی۔

چنانچہ لکھا ہے۔ کہ صبح کو معجزانہ طور پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو گیا۔ اور جعلی اناجیل بائبل سے خارج کر دی گئیں۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ شروع سے لے کر آخر تک کلیسیائی تاریخ میں جعل اور فریب سے کام لیا گیا ہے۔ آج کوئی سمجھدار آدمی اس داستان کو پرکاہ سے زیادہ وقیع نہیں سمجھ سکتا بیشک کلیسیا اور اس کے لوازمات مجملاً الہامی ہیں۔ مگر یہ الہام یسوع یا خدا کی طرف سے نہیں ہوا۔ بلکہ جعل فریب غلطی اور دھوکہ کی طرف سے۔ اور یہ باتیں انسانی خیالات کی آمیزش کا نتیجہ ہیں +

یسوع کی مزعومہ معتبر تعلیمات کو انجیل کے ایک یا دو ابواب میں سما سکتی ہیں باقیماندہ نہ الہامی ہے اور نہ مستند بلکہ پادریوں اور راہبوں کی کارستانی ہے۔ مثلاً یسوع کی جائے پیدائش ناصرہ بھی ہے اور بیت اللحم بھی ظاہر ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں دونوں جگہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس کا شجرۂ نسب بھی مختلف بیان کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود پولوس اپنے استاد کے بعض سوانح حیات سے ناواقف تھا۔ مسیحیت کے بنیادی اصولوں میں بھی حیرت انگیز اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اگر یہ اصول الہامی ہوتے تو یہ بات نہ ہوتی۔ جابجا انسانی تصرفات کے نشان پائے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے اغلاط بھی موجود ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ کلیسیا کی مزعومہ الہامی تعلیمات کس پردہ میں پوشیدہ ہیں +

ڈیلی ہیرلڈ مورخہ ۱۵۔ اگست لکھتا ہے۔ پادری صاحبان کہینگے کہ کلیسیا اسلئے اقتدار ضائع کر رہا ہے۔ کہ وہ سمجھ سے معرا ہوتا جاتا ہے۔ اور اسکی زندگی تو محض اُن تعلیمات پر ہے جو عوام کے فائدہ کا موجب ہوں"۔ بیشک یہ صحیح ہے لیکن جہانتک عوام کی ضروریات کا سوال ہے کلیسیا نے ان کو سمجھنے کی کبھی بھی کوشش نہیں۔ وہ تو ہمیشہ ہر قسم کی ترقی کی مخالفت کرتی رہی ہے اگر وہ عوام کی ضروریات کا احساس کر سکتی تو کبھی اُن کے مفاد کی دشمن نہ ہوتی +

اس نے (کلیسیا) تو برابر لوگوں کے مفاد کی مخالفت کی ہے۔ اور آج بھی کر رہی ہے اندریں حالات وہ کس طرح توقع کر سکتی ہے۔ کہ عوام الناس اسکی اتباع کرینگے؟ کیا کلیسیا نے تحریک انسداد مسکرات کی مخالفت نہیں کی؟ اور کیا اپنے گرجوں کے دروازے ان لوگوں پر بند نہیں کئے۔ جو شراب کے خلاف وعظ کرتے تھے؟ غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی۔ کہ شراب کی فروخت سے گرجے کو بھی آمدنی ہوتی تھی۔ اسی طرح لنکا شائر کی فیکٹریوں میں بچوں کی مشقت بیجا کی اصلاح بھی

کلیسیاء کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ ایجوکیشن بل کے پاس ہونے میں بھی یہی مخالفت دکھائی۔ جدید کہ تمدنی اصلاحات کی بھی مخالفت کی۔ اسی طرح آج بھی شادی اور طلاق کے مسائل میں اصلاح کی مخالفت کر رہی ہے۔ ججوں نے صاف کہدیا ہے۔ کہ انگلستان کے قوانین طلاق اس ملک کیلئے کس طرح باعث افتخار نہیں ہیں۔ باایں ہمہ کلیسیا اپنے آپ کو الہامی جماعت سمجھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلطی خوردہ ہے۔ اور اگر یہ دعویٰ ان حالات پر مبنی ہے۔ جو بانیٔ کلیسیاء کی تعلیمات کے منافی ہیں تو صرف یہی ایک نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ سارا کھیل ایک دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اور ان تمام باتوں کا نتیجہ وہی نکلیگا۔ جو اس لیمبتھ رپورٹ کا نکلا یعنی شاندار ناکامی جو رپورٹ کے ہر صفحہ سے ہویدا ہے +

اسلام اور مسیحیت میں زوجہ کی انفرادی حیثیت

اگر آجکل ہر طرف یہ شور برپا ہے۔ اور بہت سے قانون دان اور ججان عدالت بھی اس معاملہ میں ہمنوا ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ میں عورتوں کو مردوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں لیکن ابھی تک متناقض حالات موجود ہیں۔ جو تمدنی اور قانونی امور پر کلیسیائی گرفت کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً مسیحی دنیا میں جب کسی عورت کی شادی ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے ذاتی نام سے ہمیشہ کیلئے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ عورت کی یہ غلامی خواہ مٹے یا رہے کم از کم اس رسم سے اتنا تو ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ مسیحیت نے عورت کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔ وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ یہ خیال عام ہے۔ اور مسیحی تاریخ سے ناواقفیت کی بناء پر پیدا ہوا ہے +

یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے اس مضمون کو جو مسٹر رابرٹ گریوز نے ایوننگ سٹینڈرڈ مورخہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔ نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا تھا۔ اس مضمون میں اس رسم کی لغویت کو بخوبی آشکارا کیا گیا ہے۔ اور ناظرین سے اسکے انسداد کی درخواست کی گئی ہے :-

"اب کہ عورتوں نے ان دشواریوں پر فتح حاصل کر لی ہے۔ جو اُن کی سیاسی اور اقتصادی مساویات بین الرجال کے معاملہ میں حائل تھیں۔ اور انھوں نے اعتماد علی النفس حاصل کر لیا ہے۔ اور اقرار نکاح کی شرطوں میں بھی تبدیلی کرالی ہے۔ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ مردوں کے ہاتھوں اپنی خواری اور بیچارگی کو کس طرح روا رکھ سکتی ہیں؟ مثلاً جب ایک عورت میری اسمتھ نامی شادی کرتی ہے۔ تو پادری اُس سے ایک خاص انداز میں کہتا ہے۔" مسز ولفرڈ ولسن! براہ کرم آخری مرتبہ

اپنا کنوار پنے کا نام رجسٹر میں ثبت کر دیجئے" میری اسمتھ اپنے خاوند سے کہتی ہے۔ پیارے! سب سے پہلے اپنے نئے نام کے کارڈ طبع کرا لینے ضروری ہیں حقیقت یہ ہے۔ کہ میری ولفرک کو پیار کرتی ہے اور جب وہ اس کا نام اختیار کرتی ہے۔ تو سمجھتی ہے کہ عاشقانہ انداز میں ہماری شخصیتوں میں اتحاد ہو گیا ہے اور اب ہم دونوں ایک جان دو قالب ہو گئے ہیں +

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ محبت یکطرفہ ہے میری تو مسز ولسن بن گئی لیکن ولفرک کبھی اپنے آپ کو مسٹر میری اسمتھ نہیں کہتا۔ ابھی تو یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن آگے چلکر فرق نمایاں ہو جائیگا۔ وہ یہ کہ میری کی ذاتی شخصیت معدوم ہو گئی۔ اور وہ ولفرک کی ذات میں مدغم ہو کر رہ گئی۔ جہانتک داد ستد کا تعلق ہے۔ اس کی کوئی ہستی نہیں، وہ کوئی معاہدہ بطور خود نہیں کر سکتی۔ اور اگر اسمیں ذرا بھی شان خودداری موجود ہے تو وہ دوبارہ میری اسمتھ بن جانے کو اس حالت پر ترجیح دیگی +

کیونکہ میری اسمتھ رہنا اس حالت سے بدرجہا بہتر ہے۔ خصوصاً اس حالت میں اگر ولفرک شرابی یا بدمعاش ثابت ہو۔ اور اسے مجبوراً اس سے طلاق حاصل کرنی پڑے + اس صورت میں اُسے معاملات اور داد وستد میں اس قدر دشواریاں لاحق نہ ہونگی +

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورتوں نے اس اہم معاملہ میں سہل انگاری سے کام لیا ہے۔ جو ابھی تک یہ تبدیلی اسماء کی رسم قائم ہے۔ اور اسکی وجہ سے عورتوں کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے خاوندوں کے نام اختیار کریں۔ اور یہ نام ہمیشہ کیلئے عورت کی ذات سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ مر جائے یا مطلقہ ہو جائے اسلئے میں کہتا ہوں۔ کہ جو لوگ اس رسم نکاح کو ایک فرض قرار دیتے ہیں۔ یا جو لوگ اسکے وکیل نہیں لیکن موجودہ حالات میں اُسے ضروری سمجھتے ہیں، ان دونوں سے کہتا ہوں کہ شادی کو ایک محترم اور معزز رسم بنانے کیلئے ضروری ہے۔ کہ اس رسم کو عورت کیلئے بھی لائق احترام بنانا ضروری ہے" +

اب ہم اس اقتباس کے ساتھ ایک لائق قانون دان کے خیالات بھی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق بالواسطہ اسلام سے ہے مسٹر پیری کریسیا بیٹ جج عدالت العالیہ قاہرہ رسالہ ایشیا بابت فروری ۱۹۲۶ء میں رقمطراز ہیں:-

اسلام میں بی بی اپنے خاوند کا نام نہیں اختیار کرتی۔ ایک مسلمان لڑکی عائشہ نامی بنت عمر جاہیے

دس مرتبہ نکاح کرے لیکن اس کی شخصیت برابر قائم رہیگی۔ وہ چاند نہیں کہ عارضی طور پر منور ہو وہ تو ایک "سورج" ہے۔ اور اپنا ذاتی نام اور قانونی شخصیت رکھتی ہے۔ بی بی کا عدالتی مرتبہ وہی ہے جو اس کے خاوند کا ہے مسلمات ستکوحہ عورت جملہ معاملات اور داد وستد میں بالکل آزاد ہے۔ اس کو اپنی جائداد سے فائدہ اٹھانے اور اسے حسب مرضی خرچ کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ خاوند کو اس کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں +

آیندہ نسل میں عیسائی مذہب کی امکانی نوعیت

ہم ڈاکٹر بارنز بشپ آف برنگھم کی تحریرات کو ہمیشہ دلچسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ انقلاب انگیز اور اسلامی تعلیمات کے قریب تر ہوتی ہیں۔ بلکہ اسلئے بھی کہ وہ موجودہ رجحان طبع کا آئینہ ہوتی ہیں۔ چند ماہ ہوئے موصوف نے چرچ ٹائمز میں آیندہ نسلوں کے مذہب کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے تھے ذیل کا اقتباس اس لائق ہے کہ ہر مسلمان غور کے ساتھ پڑھے +

سترھویں صدی کے آخر میں جو سائنٹیفک ترقیاں ہوئیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹھارھویں صدی کے آغاز میں لامذہبیت کا دور شروع ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس صدی میں بھی ایسا ہی ہونیوالا ہے "تحریک جدیدہ" دراصل مسیحی تعلیمات کی نئی شکل کا نام ہے۔ جو علوم جدیدہ کی بدولت اسے نصیب ہوئی ہے۔ اور ان علوم کی روشنی جس قدر زیادہ پھیلتی جائیگی۔ اسی قدر وہ تمام عقاید جو ان علوم کے مخالف ہیں باطل ہوتے جائینگے۔ کلیسیا سے زیادہ عوام الناس پر ان علوم نے اپنا رنگ جمالیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کلیسیائی حلقہ اقتدار سے باہر لامذہبیت بر سر عروج ہے۔ اور اگر روشن خیال اور عالم دفاضل ارکان کلیسیاء نے اس وباء کے دفعیہ کا علاج نہ کیا تو یقیناً پادریوں میں بھی اس کا پھیلجانا کچھ مشکل نہ ہو گا۔ اور مجھے تو اس کے آثار ابھی سے نظر آرہے ہیں +

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ تحریک جدیدہ کن اصولوں کی تلقین کرتی ہے یعنی عوام الناس کو چونکہ یہ سوال اکثر اصحاب کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے میں مجملاً اس کا بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ مسیحی مذہب کو سمجھنے کی کنجی مسئلہ ارتقاء ہے بہرحال وہ اصول یہ ہیں :۔

(۱) فعل تخلیق جس کی بدولت اجرام فلکی اور بنی آدم دونوں وجود میں آئے ایک لگاتار صدت

یہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور یہ فعل بلا مقصد نہیں ہے۔ اس کے پس پردہ قدرت اور ادراک دونوں چیزیں کام کر رہی ہیں۔ اور چونکہ اس فعل کا نتیجہ تخلیق انسان ہے۔ جو ایک اخلاقی حیوان ہے۔ یعنی اخلاقی نصب العین رکھتا ہے۔ اسلئے کہ سکتے ہیں کہ فعل تخلیق ایک مقصد کے ماتحت ہو رہا ہے۔ اسی بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا بقول لیسوع مسیح ہمارا باپ ہے، ہم سے ایک رُوحانی تعلق رکھتا ہے +

(۲) یہ کائنات معقولیت پر مبنی ہے لیکن اگر انسانی زندگی موت کے ساتھ ختم ہو جائے تو پھر اس میں کوئی معقولیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہم مانتے ہیں۔ کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہوگی +

(۳) خدا کو باپ یقین کرنے کے بعد لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انسان کا فرض ہے کہ اس دُنیا میں خُدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائے +

(۴) انسان اخلاقی طور پر آزاد اور خود مختار ہے۔ اسی لئے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جوابدہ ہو گا۔ یہ حقیقت تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا بد اعمالیوں کی پاداش بھگتنا ضروری ہے +

(۵) یسوع کی عزّت اور منزلت اس امر پر مبنی ہے۔ کہ ہم اسکے رُوحانی علم اور اختیار اور رہنمائی اور خُدا نمائی کا احساس کریں۔ اسکے علاوہ جو باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ چنداں وقیع نہیں ہیں +

غرض مختصر طور پر تحریک جدیدہ ان امور کی تلقین کرتی ہے۔ سلبی طور پر مفصلہ ذیل امور لائق توجہ ہیں۔

(۱) تحریک جدیدہ کائنات کو دو حصّوں میں منقسم نہیں کرتی۔ ایک **فطری** اور دوسرا **ماوراء الفطری** بلکہ کُل کائنات خُدا ہی کی ہے۔ اسکی رہنمائی اور حکومت ہر جگہ ہے۔ سوائے اسکے جہاں اس کا مقصد اس اختیار کے منافی ہو جو اس نے بندوں کو دے رکھا ہے۔

(۲) یہ تحریک کلیسیائی رسُوم کو فطرتی رسُوم کے مقابلہ میں نہیں رکھتی۔ بلکہ ان کا خیال ہے۔ کہ خُدا اپنے آپ کو مختلف طریقوں میں ظاہر کرتا ہے۔ پاک شراکت اتصال الٰہی کے دیگر ذرائع سے بالاتر نہیں ہے +

(۳) اسی طرح یہ تحریک یسوع کو انسانیت سے بیروں یا بالاتر قرار نہیں دیتی۔ وہ خُدا بھی تھا اور انسان بھی

اور یہ اتحاد یا اتصال اسلئے ممکن بالعقل اور ممکن الوقوع ہے۔ کہ الوہیت کا رنگ ہر شخص میں کم و بیش موجود ہے۔ اور اس معاملہ میں ہم چوتھی اور پانچویں صدی کے عقائد مروجہ کا اعادہ کر رہے ہیں۔ جن کی صحت و صداقت مسلم ہے +

(۴) ہم یہ تسلیم نہیں کرتے۔ کہ بائبل اغلاط اور مسامحات سے پاک ہے بلکہ اس میں مختلف مراتب کی روحانی صداقتیں مندرج ہیں۔ اور چونکہ ان کتابوں کے لکھنے والے انسان تھے۔ اسلئے اُن سے غلطی بھی ہوئی۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے۔ کہ "سونا" پرکھ کر ایک جگہ جمع کرلیں۔ اور میل کچیل کو پس پشت ڈالدیں۔ تحریک جدیدہ کی تعلیم۔ جو میں نے اجمالاً اس جگہ بیان کردی ہے۔ اب سے نصف صدی بعد عموماً مروج ہو جائیگی۔ اور کلیسیائی مذہب قرار پا جائیگی۔ ممکن ہے چرچ آف انگلینڈ کو اس وقت تک لوگ فراموش کر چکے ہونگے۔ یا آپس کے نزاعات سے اس کا خاتمہ بالخیر ہو جائیگا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو" +

ڈاکٹر موصوف نے بائبل اور یسوع کے متعلق جو تصریحات کی ہیں وہ خاص طور پر اہم ہیں چرچ ٹائمز نے جو تنقیدی مقالہ اس مضمون کے متعلق لکھا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر موصوف کے خیالات اسلامی تعلیمات سے کس قدر نزدیک ہو گئے ہیں +

"ڈاکٹر بارنز نے اپنے حلقۂ اثر میں اپنے معتقدات کی جو تصریح فرمائی ہے۔ اس کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب یونی ٹیرین مذہب سے بہت قریب ہو گئے ہیں۔ انھوں نے یہ کہکر کہ پاک شراکت، افضال آلہی کے دوسرے ذرائع سے افضل نہیں ہے۔ کلیسیائی معتقدات کی تردید کردی۔ اسی طرح یہ کہکر کہ الوہیت کا رنگ کم و بیش ہر شخص میں پایا جاتا ہے۔ انھوں نے یسوع کی یکتائی کا قلع قمع کر دیا۔ اگرچہ ڈاکٹر موصوف کی یہ تصریح وسیع المعانی ہے لیکن انکے زاویۂ نگاہ اس کا مفہوم یہی ہے۔ کہ یسوع اور دوسرے انسانوں میں نوعیت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو مرتبہ کا۔ جناب موصوف نے کنواری عورت سے پیدا ہونے، صلیب پانے اور دوبارہ جی اُٹھنے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ بہرکیف اُن کی نظر میں یہ وکھاچھپا مذہب آئندہ انگلستان کے باشندوں کا مذہب ہوگا۔ اور جو کچھ یعنی جس قدر عقائد اس مذہب کے خلاف ہونگے۔ وہ پادرہوا ہو جائینگے۔ اور اب سے پچاس سال کے بعد چرچ آف انگلینڈ،

تحریک جدیدہ میں مستبدل ہو جائیگا ممکن ہے۔ تنازعات باہمی اس کا خاتمہ بالخیر ہی کر دیں !!! بشپ کی مراد ان تنازع سے غالباً وہ سلسلہ تنازعات ہوگا۔ جو اُن کے برمنگھم کے بشپ مقرر ہونے کے بعد سے وہاں جاری ہے۔ لیکن اتنا ہم ضرور کہ سکتے ہیں۔ کہ اُن کے وہاں تشریف لیجانے سے پہلے کوئی تنازع، برمنگھم کے گردونواح میں موجود نہ تھا۔ لیکن جب سے مسٹر میکڈانلڈ ڈاکٹر صاحب موصوف کو وہاں بھیجا ہے۔ تنازعات کا وہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔ کہ کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہیں آتا" +

بہر کیف ڈاکٹر صاحب ایک مسلم کی طرح یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح یوسف نجار اور مریم دونوں کا بیٹا تھا اور مامور اور ملہم تھا۔ اخلاقی صفات کا مالک تھا۔ اور خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔ بنی نوع آدم کا بہت بڑا محسن اور خیر خواہ تھا۔ وہ نہ خدا کا بیٹا ہے۔ اور نہ اس کائنات کا خالق ہے۔ بائبل کے متعلق جو کچھ ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے وہ دراصل قرآن مجید کی ان آیات کی صدائے بازگشت ہے۔ اور انھوں نے اپنے قول سے اُن کی تصدیق بھی کر دی ہے :۔

وانّ منهم لفریقاً یلون السنتهم بالکتٰب لتحسبوہ من الکتٰب وما هو من الکتٰب ویقولون هو من عند الله وما هو من عند الله ویقولون علی الله الکذب وهم یعلمون (آل عمران آیت نمبر ۷۷ یعنے اور تحقیق بعضے ان میں سے البتہ ایک فرقہ ہے۔ کہ موڑتے ہیں زبانوں اپنی کو ساتھ کتاب کے تو کہ جانو تم اس کو کتاب سے اور نہیں وہ کتاب سے اور کہتے ہیں وہ نزدیک اللہ تعالےٰ کے سے ہے۔ اور نہیں وہ نزدیک اللہ کے سے اور کہتے ہیں اوپر اللہ کے جھوٹ اور وہ جانتے ہیں (کہ ہم دروغ گوئی کر رہے ہیں) +

عالمِ کشف میں ریلوے ٹرین کا نظارہ

بقلم خواجہ عبد الغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

ایک حیرت انگیز پیشگوئی

سید مقبول احمد بی۔ اے نے اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں جو مئی ۱۹۳۰ء کے اسلامک ریویو میں شائع ہوا ہے، "نشر و انتشار" کے عنوان سے قرآن کی ایک سورت سے بحث کی ہے۔ اور مقدس کتاب سے مندرجہ ذیل اقتباسات پیش کئے ہیں:—

قسم ہے منتشر کرنیوالے کی جبکہ وہ منتشر کرے۔ اور قسم ہے بھاری بوجھ اُٹھانیوالوں کی قسم ہے تیزی سے چلنے والوں کی جبکہ وہ تیزی سے زمین پر چلیں۔ قسم ہے اُن لوگوں کی جو فرائض تقسیم کرتے ہیں۔ یقیناً جس چیز سے تم کو دھمکایا گیا ہے۔ وہ ضرور واقع ہوکر رہیگی اور دین ایزدی قائم ہوکر رہیگا (سورۃ الذٰریٰت) والذّٰریٰت ذرواً فالحٰملٰت وقراً، فالجٰریٰت یسراً، فالمقسمٰت امراً، انما توعدون لصادق، وان الدین لواقع (ع آیات ۱ تا ۶)

قرآن مجید میں کئی سورتیں اور آیات مندرجہ بالا آیات کے علاوہ بھی موجود ہیں جو اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔ کہ ایک دن ایسا ضرور آئیگا۔ جبکہ اسلام عالمگیر مذہب قرار پا جائیگا۔ ان آیات میں اسی موعودہ زمانہ کا نقشہ وضاحت کے ساتھ کھینچا گیا ہے، اور اس کی مختلف کیفیّات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور آخر میں اسلام کی حقانیت کے اثبات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس کی طرف مندرجہ بالا اقتباس کی آخری آیت میں بھی اشارہ موجود ہے +

الفاظ بہرکیف ہمارے تخیلات کی لفظی تصاویر ہیں لیکن اگر وہ شئے جس کا ذکر کیا جائے ہنوز پردۂ خفا میں ہو، تو اس کا بیان خواہ کیسا ہی واضح کیوں نہو، وہ معرض کے

دماغوں میں کسی قسم کا حقیقی تخیل پیدا نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ایک دشواری اور بھی ہے
وہ یہ کہ اگر یہ بیان کسی الہامی کتاب میں مذکور ہو جس پر مختلف زمانوں میں حاشیہ آرائی
ہو چکی ہو، تو وہ بیان بہت پیچیدہ ہو جائیگا۔ کیونکہ مفسرین عموماً اپنے زمانہ کے حالات
کو سامنے رکھ کر تفسیر کیا کرتے ہیں، اور چونکہ وہ شے جس کا بیان مرقوم ہے ابھی
ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ اسلئے وہ لوگ اسکے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے ÷

لیکن اگر وہ کتاب خدا کی طرف سے ہو تو یقیناً ابہام اور تشابہ سے پاک صاف ہوگی
اور نہ اسمیں شاعرانہ انداز پایا جائیگا۔ اس کتاب کے الفاظ کے وہی سیدھے سادے معانی
قبول کئے جائینگے جو ہر لغت کی کتاب میں مل سکتے ہیں۔ کسی قسم کی تاویل یا کھینچ تان
کی ضرورت نہیں۔ مجملہ قرآنی پیشگوئیوں میں یہی اصول کارفرما ہے۔ اس کتاب میں موجودہ
زمانہ کی چیزوں کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے گویا کسی نے اُن چیزوں کو اپنی آنکھوں سے
دیکھ کر بیان کیا ہے۔ لیکن یہ بات موجب حیرت نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید عالم الغیب خدا کا کلام
ہے۔ جس کی نظر میں ماضی حال اور آیندہ تینوں زمانے یکساں ہیں۔ قدماء کی
تفاسیر قرآنی پیشگوئیوں کی حقیقت سے آشنا نہیں کر سکتیں۔ ان پیشگوئیوں میں ایک
خوبی یہ ہے۔ کہ ان میں تاویل کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر ہم متن کے لفظی معانی
بیان کر دیں، وہ بھی حقیقت کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ اور موجودہ حالات کا نقشہ
ہمارے سامنے آ سکتا ہے، مثال کے طور پر آیات مذکورہ بالا کو لے لیجے۔ پہلی آیت
میں جو لفظ "ذرواً" آیا ہے۔ اسکے لفظی معنے بکھیرتے پھیلاتے یا منتشر کرنے کے ہیں
لاسلکی پیغامات کے موجد نے "براڈ کاسٹنگ" یا نشر و انتشار کا لفظ استعمال کیا ہے
اور "ذرواً" کے لغوی معنی یہی ہیں۔ یہی حال دوسری آیات کا ہے لیکن چوتھی آیت اور بھی حیرت انگیز
ہے یعنی قسم ہے اُن لوگوں کی جو حکومت یا احکام تقسیم کرتے ہیں۔" لفظ "امر" کا ترجمہ مینڈیٹ
کیا گیا ہے۔ اس کے معنے حکمرانی، حکومت یا حکم کے بھی ہیں۔ اور یہ الفاظ انجمن بین الاقوام پر
پورے طور پر صادق آتے ہیں، جس کا وجود ہمارے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ اور یہ وہ جماعت ہے
جس کا کام حکومت تقسیم کرنا ہے۔ اور قرآنی عبارت کا لفظی ترجمہ بھی یہی ہے ÷ . . . .

لیکن مسٹر محمد علی ایم اے کے مضمون کو پڑھ کر مجھے اور حیرت ہوئی کہ آیا ... یعنی
وہ سواری جس کا ذکر آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ وہ آئندہ زمانہ (یعنی ہمارے زمانہ) میں ظہور
پذیر ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے کشفی طور پر اس سواری کو مشاہدہ کیا تھا۔ چونکہ
اس زمانہ میں کوئی شے آپؐ کے قرب و جوار میں ایسی نہ تھی جو اس کشفی نظارہ کا مصداق ہو سکتی
اس لئے آپؐ نے اس کا نام بیان نہیں فرمایا لیکن آپ نے مفصلہ ذیل تشریح ہمارے لئے چھوڑی ہے
"ایک سواری نکلیگی۔ جو شاید ستر ہاتھ کی لمبی ہوگی۔ شام کو مغرب کی طرف سے آئیگی اور صبح
کو مشرق کی طرف روانہ ہو جائیگی۔ مختلف ممالک کا اسباب اور سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجائیگی۔
آگ اور پانی سے ملکر چلیگی۔ مختلف مقامات پر مسافروں کو بلانے کے لئے آوازیں نکالیگی۔ اور
جہاں جائیگی ایک بادل (دھواں) اسکے ساتھ ساتھ ہوگا"۔ اس تصریح پر غور کرنے سے معلوم ہوگا
کہ آنحضرت صلعم کی قوت کشف کس قدر زبردست تھی۔ آپ نے صدیوں پہلے اس سواری کو بخود دیکھ لیا
تھا۔ اگرچہ آپ نے نام نہیں بتایا۔ لیکن ریل گاڑی کی تصویر اس سے بہتر نہیں کھینچی جا سکتی +
آنحضرت صلعم یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ **دجال** اس سواری کو استعمال کرے گا۔ بائبل
میں جس شخصیت کو "انٹی کرائیسٹ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپؐ اسے دجال کے نام سے موسوم
کرتے ہیں۔ اور اگر مروجہ کلیسیا کی تعلیمات حضرت مسیحؑ کی تلقین کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ مشرکین
کے خیالات کا آئینہ ہیں۔ تو پھر وہ سراسر مسیحیت کے منافی ہیں +

ضروری عرضداشت

ہم اپنے قارئین کرام سے متوقع ہیں۔ کہ وہ اس رسالہ کی اشاعت کیلئے پوری کوشش فرمائینگے تمام اردو رسالوں میں
یہی رسالہ ہے جس کا مقصد وحید خدمت اسلام ہے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی محبت کا
مادہ محبت دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ اگر ہر صفحہ میں اپنے معاونین کم از کم ایک خریدار دیں۔ تو اس رسالہ
کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اور [illegible] ہو +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

یورپین اصحاب کے ساتھ چند مذہبی مکالمات

بقلم ایم۔ ایس فاروقی

نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو:۔ اس مضمون کو جسے ہمارے دوست شیخ محمد صدیق فاروقی نے لکھا ہے بڑی خوشی کے ساتھ رسالہ میں درج کرتے ہیں۔ اسکی وجہ صرف یہی نہیں کہ اس مضمون میں مضمون نے اپنے پنجسالہ تجارب جو ان کو سر سالار جنگ میموریل ہوس ووکنگ میں رہ کر حاصل ہوئے ہیں بیان کئے ہیں۔ بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر مسلمان نوجوان تھوڑی سی توجہ کریں تو اپنے اوقات کو تبلیغ و اشاعت اسلام میں متبدل کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص پر فرض ہے۔ کہ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائے اور آنحضرت صلعم کی عزت کو بہ وجوہ قائم رکھے +

پہلا مکالمہ تو میرے اور میرے مخاطب دونوں کیلئے موجب حیرت ثابت ہوا۔ یہ مکالمہ چند سال ہوئے ووکنگ میں واقع ہوا تھا۔ جبکہ میرے ذمہ یہ کام سپرد تھا۔ کہ نوواردوں کو "مسجد" کی سیر کراؤں ایکدن ایک معمر رومن کیتھولک خاتون مسجد دیکھنے آئی۔ وہ بیوہ تھی۔ اور چونکہ اس کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ مجھے عیسائی بنا لیگی تو اسکی روح کو فائدہ پہنچیگا۔ اسلئے اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ اگرچہ مجھے اسکے اس سوال پر حیرت تو ضرور ہوئی۔ لیکن چونکہ میں دوران قیام انگلستان میں بائبل کا مطالعہ کافی کر چکا تھا۔ اس لئے میں نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ کہ حضرت مسیح خدا کے برگزیدہ رسول تھے۔ اور انہوں نے وہی تعلیم دی ہے۔ جو انبیائے ماسبق نے دی تھی۔ اور آنحضرت صلعم نے بھی یہی تعلیم دی۔ جملہ انبیاء کی تعلیمات میں رنگ وحدت پایا جاتا ہے اور ان سبھوں نے خدا کے متعلق بھی یکساں تعلیم دی ہے حضرت مسیح نے وہی تعلیم دی۔ جو حضرت محمد نے دی تھی۔ اور آپ گئے آنحضرت صلعم نے جب اس خاتون نے یہ گفتگو سنی تو ششدر رہ گئی۔ اور کچھ توقف کے بعد یوں گویا ہوئی۔ لیکن کیا آپ یہ یقین نہیں رکھتے۔ کہ یسوع خدا کا بیٹا تھا؟ میں نے جواب دیا۔ کہ جو شخص بائبل پڑھ چکا ہے۔ وہ کس طرح یسوع کو خدا کا بیٹا تسلیم کر سکتا ہے۔ اس نے پوچھا کیوں؟ میں نے جواب دیا کہ اگر یسوع خدا کا بیٹا تھا تو جب اسے صلیب دی گئی۔ تو اس نے

یہ کیوں کہا "ایلی ایلی لما سبقتنی" یعنی "اے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ جو شخص خود خدا ہو یا خدا کا بیٹا ہو۔ وہ دوسرے خدا کو پکارے؟ اور کیا یہ بات ممکن ہے کہ خدا اپنے آپ کو یا اپنے اکلوتے بیٹے کو فراموش کر دے؟ کوئی سمجھدار آدمی جتماع ضدین کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ خدا اپنے آپ کو فراموش کر چکا تھا۔ اور مدد کے لئے چیخ پکار مچا رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس خاتون سے کہا۔ آپ کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے؟ اس نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ میرے پاس تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں؟ اس کے بعد وہ رخصت ہوگئی۔ چند روز کے بعد مجھے ایک کتاب موصول ہوئی۔ جس کا نام تھا "ہم دلی کتبہ کیسے کس طرح ہو سکتے ہیں"+

اس مکالمہ کے مقابلہ میں اب میں دوسرا مکالمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جو "کشمیر" نامی جہاز پر میرے اور ایک رومن کیتھولک خاتون کے مابین واقع ہوا۔ جبکہ میں لندن کو پینانگ جا رہا تھا۔ حسن اتفاق سے میری اس کی گفتگو ہوگئی۔ اور چونکہ میں نے اسے مذہب کا دلدادہ پایا۔ اس لئے یہ سوال کیا۔ کہ آپ کے معتقدات کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا میں تین اسرار پر ایمان رکھتی ہوں۔ پہلی بات مسیح کا کنواری مریم سے پیدا ہونا دوسری بات مصلوب ہو کر دوبارہ زندہ ہو جانا تیسری بات تثلیث فی التوحید یعنی تین خدا مل کر ایک خدا بنتے ہیں+

میں نے اس خاتون کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا۔ کہ بھلا ان اسرار پر ایمان لانے سے آپ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ جن کو نہ کوئی سمجھا سکتا ہے۔ اور نہ وہ سمجھ میں آسکتے ہیں اس سے تو آپ اس مذہب پر ایمان لائیں۔ جس کے اصول موافق عقل ہوں یسوع کا دوبارہ زندہ ہو جانا۔ در اصل کوئی راز نہیں۔ کیونکہ انجیل ہی کے مطالعہ سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ غالباً مسیح صلیب پر مرے نہیں تھے۔ راویوں کے بیان کے موافق یسوع کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب دی گئی تھی۔ اور جب تینوں کو صلیب سے اتارا گیا۔ تو ان چوروں کی ٹانگیں تو توڑ دی گئی تھیں لیکن مسیح کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کو صرف چند زخم آگئے تھے اور جب عرصہ تک وہ صلیب پر لٹکا رہا تو وفات کیلئے کافی نہیں ہو سکتا یقیناً اسے زندہ۔ لیکن بحالت غشی صلیب سے اتارا گیا۔ اور چونکہ اس وقت کافی اندھیرا ہو رہا تھا۔ اسلئے اس کی وفات پر کوئی قطعی شہادت بہم نہیں پہنچ سکتی۔ یہی وجہ کہ وہ مزاری

نہیں تو اسکے دوبارہ زندہ ہو جانے میں کوئی راز نہیں ہے۔ دراصل وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوا۔ وہ تو مرا ہی نہ تھا۔ ہاں جہلاء کے طبقہ نے جو ہر بات کو راز قرار دینے کے عادی ہوتے ہیں، اس واقعہ کو بھی ایک راز بنا لیا +

اب بھی اگر کوئی شخص کسی خطرناک حادثہ یا مہلک بیماری سے جانبر ہوتا ہے۔ تو ہم استعارہ کے رنگ میں کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص دوبارہ زندہ ہوا ہے۔ یا اُس نے دوبارہ زندگی حاصل کی ہے۔ غرضکہ اس طریق میں نے اسکے ایک راز کی تو حقیقت بیان کر دی ۔ اور اگر مجھے وقت ملتا تو دوسری باتوں کو بھی صاف کر دیتا۔ کیونکہ ناممکن ہے۔ کہ تین ایک ہو جائیں یا ایک تین ہو جائے! علاوہ بریں اقانیم ثلاثہ کی صفات باہمدگر مختلف ہیں ۔ اسلئے وہ تینوں کبھی ہرگز ایک نہیں ہو سکتے رہا یسوع کی پیدائش کا معاملہ، تو اگر اس کے متعلق یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ یسوع کی پیدائش کے وقت تک مریم کنواری تھیں، تو اسمیں کوئی راز کی بات نہیں۔ کیونکہ سائنس کی بدولت معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بہت سے حیوانات صرف ایک زوج یعنی فرد واحد سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ابتداءً تمام حیوانات جنسیت سے مبرا تھے +

جب میں دوبارہ اس خاتون سے ملا تو میں نے دریافت کیا کہ بائبل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بائبل تو محض ایک ادبی حیثیت رکھتی ہے +

تیسرا مکالمہ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن میرے لئے نہایت حیرت انگیز ثابت ہوا۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ میرے مخاطب کے لئے بھی ایسا ہی ہوگا۔ ایکدن ایک نوجوان خاتون مسجد دیکھنے آئی ۔ وہ دراصل ہمارے رازوں کی تلاش میں تھی۔ کیونکہ اس نے مسجد کی ہر چیز یعنی منبر محراب کھڑکیوں اور گنبد غرضکہ تمام باتوں کو غور سے دیکھا بھالا۔ اس مسجد کے گنبد میں سے آفتاب کی روشنی چھن کر آتی ہے۔ اور اندر سے مسجد کو منور کرتی ہے لیکن اُسے وہ چیز نہ مل سکی۔ جس کی وہ تلاش کر رہی تھی۔ چنانچہ اس نے دریافت کیا۔ کہ آپ لوگوں کا بت کہاں رکھا ہوا ہے؟ اس سوال کو سنکر ایسا معلوم ہوا۔ کہ بجلی آسمان سے گر پڑی ۔ میں ششدر رہ گیا۔ کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ میرا چہرہ غصہ کے مارے سرخ ہو گیا۔ اور آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔ اور کہا کہ ہم مسلمان تمہاری طرح بت پرست نہیں ہیں بلکہ ہم صرف خدائے واحد کی پرستش کرتے

حکم دیتا ہی۔ اور سوائے ایک خدا کے اور کوئی معبود نہیں ہی شبہ کرو وہ خاتون فوراً رخصت ہوگئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مغرب میں اسلام کے متعلق کس قدر غلط فہمیاں اور اور بدگمانیاں پائی جاتی ہیں مغرب میں لاکھوں عیسائی ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم مسلمان یا تو آنحضرت صلعم کی پرستش کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ تو بھی کسی دیوی دیوتا کا نام ہی۔ لیکن یہ امر باعث طمانیت بخش ہی کہ اب حقیقت آشکارا ہوتی جاتی ہی۔ اور مسیحی لوگ رفتہ رفتہ اس صداقت کے معترف ہوتے جاتے ہیں۔ کہ تین خدا ملکر ایک خدا نہیں ہو سکتے۔

جبکہ میں انگلستان سے رخصت ہونیوالا تھا۔ تو میرے ایک اسکولی دوست نے جو ووکنگ سے پانچ میل کے فاصلہ پر رہتا تھا۔ مجھے اپنے یہاں مدعو کیا۔ اور لکھا کہ میرے والدین مذہب سے بہت دلبستگی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت مسیحی تھے۔ مجھے خوشی ہی کہ ان سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا۔ یہ خاندان پانچ افراد پر مشتمل تھا۔ ماں باپ اور تین بچے۔ انہیں سے باپ مذہب سے زیادہ وابستگی رکھتا تھا۔ بہرکیف انھوں نے دوران ملاقات میں کہا کہ کچھ عرصہ ہوا ہم نے یروک ووڈ میں ایک پادری کا وعظ سنا تھا۔ اس نے بسبیل تذکرہ اسلام کا ذکر بھی کیا تھا۔ کہ اسلئے ہمیں خواہش ہی کہ آپ اسلام کے متعلق مزید واقفیت بہم پہنچائیں۔ لہٰذا مجھ سے جسقدر ہو سکا اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق انکو اطلاعات بہم پہنچائیں۔ اور یہ جتایا۔ کہ قرآن خدائے واحد کی پرستش پر بہت زور دیتا ہے۔ اور آدم سے لے کر محمدؐ تک جملہ انبیاء کا مذہب اسلام کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ پھر میں نے قرآن مجید اور انگریزی بائیبل میں فرق بیان کیا اور کہا کہ بائبل اس لائق نہیں کہ اسے خدا کا کلام کہا جائے۔ اور در اصل وہ اس مرتبہ کی مدعی بھی نہیں ہے۔ وہ تو ایک "ادبی" کتاب ہے۔ اور اسمیں یسوع کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ محض واقعات ہیں جو انجیل نویسوں کو مختلف ذرائع سے معلوم ہو سکے۔ اور ان مؤلفوں یا راویوں کے اختلاف مزاج کی وجہ سے بائبل میں شدید تناقص پایا جاتا ہی اس گفتگو سے تمام خاندان متاثر ہوا اور اُن کے باپ نے تو یہانتک کہا کہ اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جائے تو بہت مناسب ہے۔ میں نے اس فیملی کو اپنے والد ماجد کے ترجمۂ قرآن کا ایک نسخہ نذر کیا۔ اور مجھے یقین ہی کہ اگر میں کچھ عرصہ تک اور وہاں رہتا تو یہ خاندان مسلمان ہو جاتا

نصف مسلمان تو یہ لوگ پہلی ہی ملاقات میں ہو گئے تھے +

اب میں اس قسم کے مکالمات کی ایک نظیر اور پیش کرونگا۔ جس سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مجھے ان مکالمات میں کس قدر کامیابی ہوئی +

"کشمیر" نامی جہاز پر ایک نوجوان عموماً یا مسیح! مسیح!! کہا کرتا تھا۔ ایکدن جبکہ میں اسکی اس الحاح وزاری سے تنگ آچکا تھا۔ تو نرمی کے ساتھ سوال کیا۔ کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ وہ اس سوال کو سن کر چونک پڑا۔ کیونکہ اس سے پہلے کسی نے اس سے یہ سوال نہیں کیا تھا۔ بہرکیف اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا آپ یسوع پر ایمان نہیں رکھتے؟ میں نے کہا۔ بیشک میں حضرت مسیح کو خدا کا ایک برگزیدہ رسول مانتا ہوں۔ لیکن میں اُن کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خدا ایکتا ہے۔ اسکے بیٹا بیٹی نہیں ہے۔ اس کے بعد گفتگو کا رخ بائبل اور قرآن کی اضافی خوبیوں کی طرف پلٹ گیا۔ میں نے کہا۔ کہ اگر یہ قرآن آنحضرت صلعم کے دماغ کی اختراع ہوتا۔ تو بائبل کی طرح آپ بھی بہت سے معجزات اپنی طرف منسوب فرما لیتے۔ لیکن تمام قرآن چھان ڈالئے آپ کو کہیں یہ بات نہ ملیگی۔ اس کے بالمقابل قرآن نے بائبل کے بہت سے معجزات کا غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ اور ان کو ہوا میں رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے حضرت یونس کا قصہ بیان کیا۔ کہ بائبل کہتی ہے کہ انھیں مچھلی نگل گئی تھی لیکن بائبل اس تردید کرتا ہے۔ قرآن مجید صرف یہ کہتا ہے۔ کہ مچھلی نے اُن کو مُنہ میں لیا۔ لیکن نگلا نہیں۔ ان واقعات سے وہ اس درجہ متاثر ہوا۔ کہ اُس نے اپنے زانو پر ہاتھ مار کر کہا۔ واقعی یسوع خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ میں تمہارے نبی کو محبوب نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ انھوں نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ "تعدد ازدواج" کا حکم تو آنحضرت صلعم سے پہلے بھی موجود رہا ہے۔ حضرت ابراہیم۔ یعقوب۔ داؤد۔ سلیمان۔ یہ سب انبیاء جن کا بائبل میں مذکور ہوا ہے۔ اس مسئلہ پر عامل تھے۔ اور جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو یہ رسم اس قدر مروج تھی۔ کہ اس پر کسی قسم کی قید ہی نہ تھی قرآن مجید نے اس رسم کو محدود ہی نہیں کیا۔ بلکہ یہ بھی صراحت کر دی۔ کہ اگر ایک شخص عدل قائم نہ رکھ سکے تو ایک ہی بی بی پر اکتفا کرے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ قرآن کا منشاء وحدت ازدواج ہے نہ کہ تعدد ازدواج ہاں بعض حالات میں تعدد ازدواج موجب رحمت بھی ہو سکتا ہے۔ اور اخلاق اور تصفیہ معاشرت کا سبب ہوتا ہے۔ اور بُرائیوں مثلاً عیاشی اور زناکاری سے بچاتا ہے۔ یہ حالات اگرچہ مستثنیات میں سے ہیں لیکن ان کا

وقوع ممکن ہے۔ اس لئے تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر حکم نہیں دیا گیا۔ اگر سوسائٹی کا نظام ہر نوع کامل ہو تو وہاں وحدت ازدواج کا قانون ہی نافذ ہوگا۔ وہ شخص ان باتوں سے بیحد متاثر ہوا اور کہنے لگا اب میرے دل میں تمہارے نبی کی قدر و منزلت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ اور کھانے کے وقت بھی اُس نے انہی الفاظ کا اعادہ کیا +

الوہیت کا قرآنی تخیل

آلہیت فطری اور آلہیت ادعائی

بقلم جناب وزیر احمد صاحب

ایک ملحد عموماً یہ نظریہ پیش کیا کرتا ہے۔ کہ خدا کا تخیل ارتقاء کا شرمندۂ احسان ہے۔ اور اس کے اس قول پر بظاہر دلائل بھی بہت معقول مل سکتے ہیں۔ انسان کی خواہش پرستش کا تقاضا تھا۔ کہ کوئی نہ کوئی شے ایسی ہو۔ جسے وہ معبود بنا سکے۔ خوف اور امید کے جذبات کے ساتھ اپنی بیچارگی اور کمزوری کے احساس نے انسان کو اس طرف راغب کیا کہ وہ کسی غیر مشہود قوت کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھوں سے بت بنائے۔ اور ان کو پوجنے لگا۔ اور تخاطب کے لئے نت نئے نام تراشنا شروع کر دیئے۔ اور رفتہ رفتہ جن باتوں کو وہ محترم اور مکرم سمجھتا تھا۔ انھیں اس معبود سے منسوب کر دیا +

آگے چل کر اُسے اپنے عقائد میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی مثل اُس بت پرست کے جو ہر روز بت کے سامنے تازہ پھول لا کر رکھتا ہے۔ اور باسی پھول پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح انسان نے مجبوراً پرانے خیالات پس پشت ڈالدئے اور نئے نام اور نئی صفات اپنے معبود سے منسوب کیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگر الہامی مذاہب بھی نظریہ کی اصلاح نہ کر سکیں۔ تو پھر ایک ملحد اپنے خیالات یا فیصلہ میں حق بجانب ہے۔ لوگوں نے صفات آلہیہ کو انسانی خواص اور صفات پر قیاس کیا ہے یہ دعویٰ کیا کیا جاتا ہے کہ مروجہ کلیسائی مذہب نے اس معاملہ میں ترقی کا قدم اُٹھایا ہے۔ اور یہ کہ کر خدا محبت ہے دنیا کو

عالم کو ایک نئی صفت سے روشناس کیا ہے نیز یہ بھی بتایا کہ خدا نے مصلوب ہو کر اپنی محبت کا ثبوت بھی بہم پہنچا دیا۔ کیونکہ اس طرح گنہگار نسل انسانی دائمی عذاب جہنم سے محفوظ اور موروثی گناہ کی آلائش سے پاک ہو گئی ہے۔ میں اس مسئلہ پر مناظرانہ حیثیت سے نظر نہیں ڈالتا لیکن یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ آیا مسیحیت نصاریٰ، یا ان لوگوں کے طرزِ عمل سے جو اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں اس ادعائی عقیدہ کی تائید نہیں ہوتی انہیں سے بہت سے لوگ استبدادی سے ایسے ہی بیگانہ ہیں جیسے وہ لوگ جو دائرہ مسیحیت سے باہر ہیں +

حضرت خواجہ کمال الدین نے اس رسالہ کے صفحات میں بوضاحت ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کا پیش کردہ خدا مشبہین و صلیبیوں کے پیش کردہ خدا سے بالکل مختلف ہے حقیقت یہی ہے جیسا کہ خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ انسان نے اپنے اخلاق خدا کی طرف منسوب نہیں کئے بلکہ خدا ہی نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ اور اسمیں یہ صلاحیت اور استعداد رکھ دی ہے کہ وہ اخلاق الٰہیہ کی پیروی کر سکے فطرت، انسان کی پیدائش سے ہزار ہا سال پہلے سے موجود بھی ہے اور وہ اپنی نشوونما میں ان اخلاق کا اظہار کرتی ہے جن کو آج ہم اپنی خصوصیت خیال کرتے ہیں۔ اور فطرت کیا ہے؟ خدا کی حکمت بالغہ کا آئینہ ہے پس ثابت ہوا کہ اخلاق متنازعہ ہمارے نہیں ہیں بلکہ خدا کے عطا کردہ ہیں +

علاوہ بریں قرآن شریف میں ان اخلاق حسنہ کا بھی ذکر ہے جو انسان سے مخصوص نہیں ہو سکتے خواہ وہ اسکے انکا اہل بن جائے یہ الگ بات ہے مثلاً

قل اللّٰهم مٰلك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شيء قدير (۳: ۲۵) کہہ اے اللہ مالک ملک کے دیتا ہے تو ملک جسکو چاہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہے اور عزت دیتا ہے جسکو چاہے اور ذلت دیتا ہے جسکو چاہے بیچ ہاتھ تیرے کے خیر ہے تحقیق تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے +

ان مقدس الفاظ کی صداقت جنگ عظیم کے دوران میں اور اسکے بعد بخوبی ثابت ہو گئی ہے بہت سے قیاصرہ اور بادشاہ معزول ہو گئے ہیں اور انکی جگہ وہ لوگ تخت نشین ہو گئے جن کا کوئی حق نہ تھا، بہت سے اشخاص بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے اور بہت سے ذلیل و خوار ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں؟ کیا گزشتہ بیس سال کے واقعات سے یہ مترشح حال ہے؟ قرآن شریف کے نزول سے آج تک ایسے واقعات اس سے پہلے کبھی رونما نہیں ہوئے گویا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تصور کی جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے جسکو رحمٰن رحیم صادق اور قادر کہہ سکتے ہیں؟ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ ازلی کی مختلف صفات میں یکسانیت ہے کہ کلیسیا کے دنیوی کا نظریہ اس معاملہ میں لائق اعتنا ہو لیکن یہ کلیسیا اس آیت کے مقابلہ میں جس نے ہمیں یہ خیال دیا ہے کون سی تعلیم پیش کر سکتی ہے؟

مُقدمہ قرآن مجید

مسیحی دُعا موجودہ عیسائیت کی تردید کرتی ہے

مترجمہ سید محمود حسن صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (علیگ) وکیل بہرائچ

از

اسلامک ریویو (لندن) بابت ماہ مارچ اپریل ۱۹۳۳ء

جناب خواجہ ابو الکمال امین صاحب مبلغ اسلام و متولی مسجد ووکنگ" (لندن) کی ذات گرامی اب کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں آپ جس قابلیت اور خلوص کے ساتھ بیس پچیس سال سے یورپ میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں اس کا اجر تو ان کو خدائے برتر کی بارگاہ سے ملیگا۔ مگر ہندوستانی مسلمانوں کو بھی آپ کی پوری طور سے قدر کرنی چاہئیے مندرجہ ذیل مضمون بھی انھیں آنجناب ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے جس کو ہمارے عزیز اور معزز دوست مولوی سید محمود حسن صاحب ایم اے (علیگ) وکیل بہرائچ نے خاص "البلاغ" کے لئے "اسلامک ریویو" سے ترجمہ کرکے عنایت کیا ہے جسے ہم شکریہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں اور اپنے دوست سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ اسی طرح اپنے ذوق علمی اور ادبی کی وجہ سے برابر البلاغ کی اعانت فرماتے رہینگے۔ یہ مضمون بسیط اگرچہ کسی قدر طویل ہے مگر نہایت مفید اور کار آمد ہے اُمید کہ مسلم اور غیر مُسلم دونوں حضرات غور سے ملاحظہ فرما کر اس سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔ (اڈیٹر) منقول از البلاغ

جناب مسیح علیہ السلام کی دُعا پر جتنا غور کیا جائے اُتنا ہی زیادہ دُعا مانگنے والے کی اس وسعت نظر کا معترف ہونا پڑتا ہے جس کا وجود خدا کے صرف ایک جلیل القدر پیغمبر میں ممکن ہے۔ دُعائے مذکور کے مطالعہ سے ثابت ہے کہ جناب مسیح کے نزدیک مخلوق میں ایسے مواد موجود ہیں۔ جن کے ذریعہ سے وہ خالق کے بعض اوصاف کا مظہر ہو سکتا ہے، عالم کائنات کے ہر شعبہ میں خوبصورتی شوکت و جلال نہایت سنجیدہ اور بلند انداز میں نمایاں ہے۔ جس میں کسی طرح تکلیف یا کم مائیگی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ اور وہ قوت جو کل کائنات پر کارفرما ہے تمام اشیاء پر محیط اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتی رہتی ہے۔ اسی قوت کے ماتحت دُنیا کی تمام چیزیں اپنے وجود کو آہستہ آہستہ ظاہر کرکے مقصد

تخلیق کو پورا کرتی ہیں۔ قدرت کے ہر مظاہرہ میں ایک نظم و نسق اور پابندی اصول بھی موجود ہے جس کی نگرانی
کسی خاص قوت کے ذریعہ سے ہوتی ہے غور کرنے پر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قوت کے کارفرمانے ان
حوادث سے احتیاط بھی کر رکھی ہے جو تکمیل میں سدِ راہ ہوں۔ اس مقام پر میں نے کارخانہ قدرت کے صرف چند
خصوصیت کا ذکر کیا ہے جن کا لحاظ انسان کیلئے بھی ضروری ہے چنانچہ قرآن کریم جب انسان کے سامنے خدا کو
بطور نمونہ پیش کرتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ چند صفات آلٰہیہ کو بھی ہمارے نقل کیلئے منتخب کر لیتا ہے۔ اور
علوم حاضرہ نے محدود درجہ تک انکے حصول کے ذرائع بھی بتا دیئے ہیں +

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا مذکرہ بالا قابلِ قدر اصول اس دینیات کے تحت میں پرورش پا سکتے تھے
جو نسلِ انسانی میں کسی خوبی کے بھی قائل نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ بعید مشکوک ہے کہ دینیات مذکورہ کی معلم وہ
عظیم الشان ہستیاں ہوں جن کی طرف انھیں منسوب کیا جاتا ہے تاہم آج ان کے اسماء گرامی ان تعلیمات کے
ساتھ ملوث کئے جاتے ہیں، لیکن ہم ان بزرگوں کو مصلحانِ صادق سمجھتے ہوئے ہرگز ایسے تباہ کن اصول
کے ذمہ داران کو نہیں قرار دے سکتے مشہور ہے کہ گوتم بدھ ہر شے میں تکلیف اور تباہی کے آثار اور ان سب کو انسان
کے گناہوں کا نتیجہ خیال کرتے تھے حسبِ روایات ان کے نزدیک نجاتِ انسانی کی صرف ایک صورت تھی! اور وہ کیا؟ انسان جملہ
نعمتِ خداوندی کو اپنی جماعت پر حرام کر کے اپنے کو فنا کر دے ممکن ہے کہ اس اصول کو جو آج گوتم بدھ کی
طرف منسوب کیا جاتا ہے کوئی کاسہ لیس نفس کشی سے تعبیر کرنے کی کوشش کرے لیکن اس مذہب کے بڑے بڑے
پیروؤں کا عمل گوتم بدھ کے اس اصول کو امورِ دنیاوی سے کامل قطع تعلق کا مترادف بتاتا ہے۔ اسی طرح قدیم برہمن
کسی شے میں حقیقت نہیں سمجھتے تھے ان کو ہر چیز ایک دھوکہ (مایا) نظر آتی تھی۔ حتیٰ کہ انسان کو دنیا میں ایک
خود غلط شخصیت سمجھتے تھے اسی لئے وہ تیاگ (ترکِ دنیا) کی تعلیم دیتے تھے اور اسی کو حقیقت تک پہنچنے اور
روحانی راحت حاصل کرنے کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔ ایک فقیر جو فرائضِ مذہب کے بارِ گراں سے سبکدوش ہو کر دنیا
سے کنارہ کش ہو جاتا اور تیاگ کر کے جنگل چلا جاتا وہی ہندو اصول مذہب کے اعتبار سے انسانیت کا بہترین نمونہ
ہوتا تھا۔ مجھے اس مقام پر ان بلند پرواز فلسفوں کے حسن و قبح پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے لیکن اس میں شبہ نہیں
کہ ایسی تعلیمات انسان کے ان تمام قوتوں پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ جن سے وہ ظاہرا ترقی پر گامزن ہو سکتے ممکن ہے کہ
تعلیمات مذکورہ تخیل کیلئے کافی سامان بہم ہوتا ہو، لیکن سچ پوچھئے تو سوا اس کے کہ دماغ ایک بے سود اور غیر
مشغلہ میں مصروف ہو اُن سے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ ایسی تعلیمات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے معتقدین اپنے تمام

کار آمد قویٰ کو معطل کر کے مجبور محض بن بیٹھتے ہیں۔ قدیم ہندوستان میں یہ فلسفے رائج تھے۔ ان سے گو ادب پیدا ہوا۔ اور ممکن ہے کہ حسن بیت الادب و تہذیب ہو۔ لیکن ملحاظ اس امر کے کہ اس نے اپنے معتقدین کو مادی ترقی سے بالکل بے بہرہ کر دیا۔ اور اس کے مضر نتائج کا انکار بھی نہیں ہو سکتا +

مغربی عیسائیت نے اس راہ میں ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس سے بھی بدتر مذہبی تعلیم دی۔ اور کہہ دیا کہ انسان کی پیدائش معصیت سے ہے۔ انسان معائب کا ایک مجسمہ ہے اور فطرتاً محاسن و مکارم اخلاق کی قابلیت ہی نہیں رکھتا انہی عقائد کا اثر تھا۔ کہ قرون وسطیٰ کے عیسائی ممالک مادی ترقی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کالون اور اس کے ہمخیال عیسائی علماء اسی عیسائی تعلیم کے اثر سے کہتے تھے کہ انسان اس زمین کا اہل نہیں ہے۔ اور خدا کی مقدس نشستگاہ کو ناپاک کرتا ہے۔ ان کی آرزو تھی۔ کہ اس وجود انسانی کو جو خدا کے نزدیک تمام قابل نفرت اشیاء کا مجموعہ ہے کوئی زبردست زلزلہ آکر فنا کر دے +

میں پھر وہی سوال کرتا ہوں کہ کیا عقاید بالا کا ایک معتقد کوئی روحانی یا مادی ترقی کر سکتا ہے۔ اگر گناہ قانون فطرت کی عدول حکمی کو کہتے ہیں۔ اور گناہ فطرت انسانی کا ایک جزو ہے۔ تو بلاشبہ ہم کسی قانون کے تعمیل کی قابلیت نہیں رکھتے اور اس قسم کی ذہنیت کسی تہذیب و تمدن کی موجد نہیں ہو سکتی۔ پس جو شے زندگی میں ہمیں کامیاب بنا سکتی ہے اور جس طریقہ عمل سے ہم مہذب و متمدن کیے جا سکتے ہیں۔ وہ صرف قانون فطرت کی اطاعت ہے اور

اسلام

لغوی معنی میں قانون فطرت کی اطاعت کو کہتے ہیں۔ اس بنا پر جناب مسیح موجودہ عیسائی عقاید کے ہرگز ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ میرا یہ دعویٰ ذیل کی بحث سے بخوبی ثابت ہو گا۔ زمانہ حاضرہ عیسائیت کے بموجب خالق کائنات سرچشمہ محاسن بھی ہے۔ اور بندہ کا آسمانی باپ بھی۔ عربی مثل ہے الولد سر لابیہ بیٹے میں باپ کی خاصیتیں اچھی ہوں یا بری طبعاً موجود ہوتی ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ماحول کے اثرات سے موروثی خاصیتیں بتمام و کمال بیٹے میں ظاہر نہ ہوں تاہم ایک شریر آدمی کی اولاد میں خلقتاً باپ کی بدنفسی ضرور موجود ہو گی۔ خواہ وہ خوف عوام سے اس کو ظاہر نہ کرے یا صحبت صالح اس کے دماغ کی اصلاح کر دے لیکن اس کی فطرت وہی ہے۔ جو اسے اپنے باپ سے وراثتاً حاصل ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں انسان جس کی خلقت میں عیسائی تعلیم کے مطابق معصیت کا وجود پایا جاتا ہے کیونکر آسمانی باپ سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا انسان کے مجسمہ معصیت ہونے کا اعتقاد ایک طرف تو رکھا خداوند تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔ اور دوسری جانب جناب مسیح کی ذات گرامی پر صریح افترا ہے۔ جنہوں نے

جنہوں نے سلوک کیلئے اپنے شاگردوں کو اس بلند مرتبہ دعا کی تعلیم دیکر ایک بے نظیر اصول پیش کیا۔ موجودہ عیسائی تعلیم کا پیدا کردہ کریہہ اور پست ہمت انسان خالق عالم سے دعا نہیں کرسکتا کہ وہ اپنی حشمت و شوکت والی مقدس حکومت ایسے گنہگار انسان کے سپرد کردے +

ممکن تھا کہ ہم ان عیسائی عقاید کو ہادیٔ برحق جناب مسیح کی اصلی تعلیمات پر حاشیہ آرائی قرار دیکر نظرانداز کر دیتے لیکن نہایت افسوس ہے کہ تعلیمات مذکورہ کو حشو و زوائد کہنے کے بعد موجودہ انجیل کے بقیہ اوراق بھی ضروری اور مفید تعلیم سے خالی نظر آتے ہیں۔ اگر الہام الٰہی ان ضروری تعلیمات پر خاموش ہے اور عالم کائنات کے بے شمار و بے بہا خزائن سے بیخبر اور مستغنی اور انسان کو بھی ان خزائن قدرت کو بیکار محض سمجھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تو وہ الہام الہام نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی چیز بیکار نہیں ہے ہر چیز کا ایک[1] مقصد ہے اور وہ مقصد ہمارے استعمال میں پنہاں ہے۔ عیسائی بیاض میں ان اوراق کو سادہ دیکھ کر ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اگر خدا کے بھیجے ہوئے مذہب کے ذریعہ سے خالق کے فیض بخش مخلوقات کو ہم پہچان نہیں سکتے تو ہم خیال کرنے پر مجبور ہیں کہ خالق کا یہ کل کارخانہ بے کار و بے سود ہے لیکن ایسا خیال کرنا اسکی قدرت و صنعت میں عیب جوئی کا مرادف ہے ایسا ہرگز نہیں۔ اور مخلوقات میں کوئی شئے بھی بیکار نہیں ہے الہامات خداوندی کا خاص مقصد ہونا چاہیئے کہ اس کے نعمت سے انسان کو باخبر کرکے ان کو انسانی تصرف میں لانے کی تعلیم دیں۔ قرآن کریم کی حکمت آمیز زبان آیہ کریمہ اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ الخ[2] میں انسان کو لفظ بہ لفظ یہی تعلیم دیتی ہے +

بعض کا خیال ہے

کہ مذہب کو امور دنیاوی سے کوئی سروکار نہیں ہے چنانچہ ان کا مقولہ ہے کہ مسیح کی حکومت اس دنیا کی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک مذہب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ خالق کی سادہ طور پر عبادت کی جائے۔ اسکی تحمید و تمجید ہو اس کے احسانات پر ہم شکر بھیجیں اور اپنی نجات کے ذرائع دریافت کریں لیکن جب ہم یہی دعا پر غور کرتے ہیں اور مضمون دعا پر نظر ڈالتے ہیں تو ان تمام اقوال کی قطعی تردید ہوتی ہے اس سے انکار نہیں کہ عبادت گزاری ہمارا فرض ہے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ خزائن قدرت اور نعمائے الٰہیہ کو معطل رکھ دینے سے ہمارے طریق پرستش پر عبادت کا صرف لفظی اطلاق باقی رہ جاتا ہے جو حقیقی معنوں میں عبادت نہیں ہے۔ چونکہ عبادت فرض ہے۔ اس لئے انسان میں عبادت کا مادہ

[1] سورہ ص آیۃ ۲۷ وخلقنا السماء ..... باطلا [2] سورۂ آل عمران آیہ ۱۸۹ +

بھی فطرتاً موجود ہے لیکن یہ مادہ اکثر اُن اشیاء کی طرف بھی رجوع ہوا ہے جنہیں معبودیت کی مطلق کوئی علامت نہیں اولادِ آدم سورج سے لیکر پتھر تک مختلف مظاہر قدرت کو انسانوں نے وقتاً فوقتاً اپنا معبود قرار دیا ہے۔ خدا کے بہترین عبادت گذاروں کی طرح بُت پرستی نے بھی انسان میں عبادت کے نہایت بلند خیالات کبھی کبھی پیدا کئے ہیں۔ اور بسا اوقات اُن دعاؤں نے جن کا مخاطب خود ساختہ اصنام کی طرف تھا معبود حقیقی کی پرستش کی طرح خلوص نیت اور آداب بندگی کا بھی بیحد لحاظ رکھا ہے۔ اب اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ یہی مادہ عبادت نے جو معبود حقیقی کی بارگاہ میں کام آنے کے لئے ہم کو ودیعت ہوا تھا انسان کو کس طور پر گمراہ کر دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض مادہ عبادت کا وجود اور اس کا کسی نوع پر استعمال کافی نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ انسان اس فطری مادہ کو صحیح رستہ پر قائم کر کے اس کا مقصد پورا کرے جو صرف احکم الحاکمین کی ہی عبادتگذاری میں ممکن ہے۔ +

اب میں اپنے اس قول کو بدلائل ثابت کروں گا۔ کہ نعمائے الٰہیہ سے بیخبر رہکر انسان صحیح معنوں میں عبادت نہیں کر سکتا۔ احسانات الٰہی سے بندہ جس قدر واقف ہوگا۔ اسی قدر انسان کا درجہ شکر گذاری بھی بڑھتا جائیگا لیکن عیسائی تعلیم انسان کو مجسمہ معصیت قرار دیکر اُسے شکر گذاری سے روکتی ہے۔ ہم خدا کا شکر اس بنا پر ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ کہ اس نے ہمیں محض معصیت کے مشق کا آلہ کار بنایا ہے۔ اور ہمیں اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہم بدی کے ساتھ ایک مستقل جنگ میں مصروف رہیں جو ہم کو آہستہ آہستہ ہلاک کر دے لیکن ہمارے سامنے جب لاکھوں چیزیں ایسی آتی ہیں جن میں سے ہر ایک ہمارے لئے بیحد مفید و کار آمد ہے۔ تو ہمارا دل بھی شکریہ سے لبریز ہو جاتا ہے اور کائنات کے بیش بہا اور غیر محدود خزائن کا علم جن کا ہر جزو ہماری بہبود و آسائش کے لئے وجود میں آیا ہے، ہمارے درجہ تشکر کو اور بھی زیادہ بلند کر دیتا ہے +

پس اگر الہامات خداوندی کا مقصد یہ تھا کہ بندہ خدا تعالیٰ کی شکر گذاری کرے جس کو اصطلاح میں عبادت کہتے ہیں تو وہ الہامات بالکل ناقص ہیں۔ اور قطعاً اپنا مقصد ادا نہیں کرتے جو انسان کو ان مفید خزائن کے دریافت کرنے اور مصرف میں لانے کا حکم نہیں دیتے ہیں۔ روزانہ ہم کو مختلف حاجتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ جن کی تعداد امتداد زمانہ کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ اور ہم ان روز افزوں ضروریات کو رفع کرنے کیلئے نئے نئے ذرائع بھی تلاش کرتے ہیں۔ مگر جب ہم کو یہ معلوم ہوگا۔ کہ ضروریات مذکورہ کے رفع کرنے کا سامان پہلے ہی سے مہیا ہے۔ اور اس کو کارساز ازل نے محض اپنے رحم سے ہمارے دنیا میں آنے سے

ہزارہا سال قبل پیدا کر دیا تھا، تو اس قادر مطلق کی جناب میں ہماری شکر گزاری کی کوئی انتہا نہ رہیگی*
علاوہ بریں جب ہم کو غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ وہ دست قدرت ہر طرف اپنے کرشمات دکھا رہا ہے تو ہم اس کی تعظیم
اور زیادہ کرینگے۔ دنیا کی ہر چیز صدہا پوشیدہ خوبیوں کا ایک حیرت انگیز خزانہ ہے جو بیسیوں ایک فلاح انسانی کی
تکمیل کیلئے وجود میں آیا ہے۔ ان کے مفید و کار آمد ہونے کا علم یقیناً احساس تشکر کو اور بھی لطیف کر دیگا لیکن
اگر عبادت میں خدا کی عظمت و بزرگی کا احساس و اظہار بھی شامل ہے تب بھی ایک جاہل انسان نعمت الٰہیہ
سے بیخبر ہونے کے باعث کافی طور پر عبادت نہیں کر سکتا۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچتے
ہیں کہ وہ الہام جو اس باب میں خاموش رہ کر انسان کو نعمت الٰہیہ کے دریافت کرنے کی تعلیم
نہیں دیتا اپنا حقیقی مقصد بھی پورا نہیں کر رہا ہے الہام کا مقصد صرف اسی طور پر پورا ہوتا ہے کہ
وہ انسان کو حصول علوم کی تعلیم دے*

انسان کے لئے ایک اخلاقی قانون بھی نہایت ضروری شئے ہے اور ہر مذہب کچھ نہ کچھ اصول اخلاقیات
سکھاتا ہے لیکن ہم ثابت کرینگے کہ وہ سب ناقص ہیں۔ اگر ہمارے پاس چند محدود اشیاء بھی ہیں تب بھی
ان کے تحفظ اور اغیار کے حرص و آز سے بچنے اور اپنے طمع نفس کو روکنے کیلئے ایک اخلاقی قانون درکار
ہے۔ طمع نفس کے روکنے کی ضرورت اس حالت میں پڑتی ہے جبکہ دوسروں کے پاس وہ چیزیں ہوتی ہیں جن کے
ہم بھی خواہشمند ہیں لیکن کسی سبب سے ان کو ہم خود حاصل نہیں کر سکتے۔ الغرض کسی اخلاقی قانون کے تدوین
کیلئے لازمی ہے کہ کچھ کار آمد اور مفید اشیاء پہلے سے موجود ہوں، لیکن اگر ہماری مملوکات بہت محدود ہیں تو
کسی منتظم قانون کی ضرورت نہیں، صرف چند معلم قواعد جیسے انجیل کے احکام عشرہ (Ten Commandments)
میں مندرج ہیں سوسائٹی میں قیام امن و نظم کیلئے کافی ہونگے جس کا لازمی نتیجہ یہ
ہو گا کہ ہمارے تمام اخلاقی اور روحانی قویٰ معطل رہینگے، لیکن بلا شبہ قادر مطلق کا ہرگز یہ مقصد نہیں۔ اگر
ہمارے قویٰ معطل اور ہم قدرت کے بیشمار خزائن سے بے بہرہ ہیں تو تخلیق انسانی کا مقصد نہیں حاصل ہوتا

لہٰذا وہ مذہب جو اپنے پیرؤں کو خزائن قدرت کے استعمال کا طریقہ نہیں بتاتا مکمل مذہب ہونے کا
دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس جگہ یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ قدرت نے ہماری ضروریات کی تمام چیزوں کو
پیدا کر دیا ہے، اب ہمارا فرض ہے کہ ان کے برتنے کا طریقہ دریافت کریں۔ قدرت کی تو تمام اشیاء
مذکورہ کو پیدا کر دینے کے بعد ختم ہو جاتی ہے لیکن یہ خیال غلط ہے اور علوم موجودہ کی انتہا ہو چکی یا

کمی تمدید کرتی ہے۔ خدا کے نعمات ہزار ہا سال تک بیکار اور ان کے فوائد معطل پڑے رہے۔ یہی کہ خدا کے آخری کلام قرآن کریم نے خزائن قدرت کو اپنے مصرف میں لانے کی ہم کو تعلیم دیتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس تعلیم ربانی کے نازل ہونے سے قبل انسان اپنی جہالت کی وجہ سے بالکل اُلٹے راستہ پر جا رہا تھا اور بجائے اس کے کہ مظاہر قدرت کو اپنا مطیع کر کے مصرف میں لائے اور اُن سے فائدہ اُٹھائے انسان نے ان میں سے بعض کو مرتبہ معبودیت دیکر خود کو ان کا فرمانبردار بنا رکھا تھا اور باوجودیکہ مظاہر قدرت کے خادم ہونے کی حیثیت بدستور قائم تھی لیکن ہم ان کے خدمات کو محض احسان بزرگانہ سمجھ کر اُن کی پرستش اور بھی زیادہ کرتے تھے۔ نوکر گھر کا مالک بن بیٹھا تھا، اور آقا نے اپنے کو غلام بنا رکھا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ محض نعمت الٰہیہ کی تخلیق مقصد عبادت کے لئے کافی نہیں، بلکہ بسا اوقات برعکس نتائج بھی پیدا کرتی ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ الہام الٰہی خزائن قدرت کے دریافت کرنے کی بھی تعلیم دے۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ باوجودیکہ خزائن قدرت ازل سے موجود ہیں اور انسان کو اُن کے استعمال کے علوم حاصل کرنے کا موقعہ بھی تھا۔ تاہم انسان اپنے کو مخلوقات کا خادم سمجھ کر ایک خلاف فطرت صورت میں مدت دراز تک مبتلا رہا، اور کسی طرح اپنی اصلاح نہ کر سکا، بالآخر قرآن کریم نے نازل ہو کر انسان کی آنکھیں کھول دیں، اور اعلان کر دیا کہ یہ مخلوقات جنکو تم اپنی جہالت کی وجہ سے اپنا آقا اور معبود سمجھتے ہو درصل تمہارے ماتحت اور غلام ہیں، اور تم اُن کے مالک اور آقا مصرف ہی نہیں بلکہ کتاب مبین نے ایک قدم آگے بڑھ کر ارشاد فرمایا۔ کہ مخلوقات میں کوئی شئے بیسود نہیں اور ہر ایک کا مقصد صرف یہ ہے، کہ وہ انسان کیلئے مفید و کارآمد ہو اس اعلان ربانی نے ہمارے تمام سوئے ہوئے قوی کو بیدار کر کے بہت تھوڑے عرصہ میں تہذیب و تمدن کی تاریخ میں وہ زبردست انقلاب پیدا کر دیا جس کی اس دنیا میں مثال نہیں مل سکتی الہامات قرآنیہ کے ماتحت مسلمانوں نے موجودہ علوم و فنون کی بنیاد ڈالی، جس کی عمارت روز بروز مستحکم اور شاندار ہو رہی ہے۔

لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو کہ یہی علوم و فنون انسانی امن و بہبود کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں، اگر مادی ترقی کی ضروریات کے لحاظ سے ایک ایسا اخلاقی اور روحانی قانون نافذ نہ کیا جائے جو نشیب و فراز پر نظر رکھتے ہوئے علوم و فنون کے استعمال میں ایک اعتدال قائم رکھے مغربی تہذیب کی موجودہ خطرناک صورت سے اس مقولہ کی صحت بخوبی واضح ہو جاتی ہے، کہ خدا کی نعمتوں کا ایک مصرف یہ بھی ہے،

ملاحظہ ہو سورۃ جاثیہ آیۃ ۱۲-۱۳ اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک ... سورۃ ص آیۃ ۲۷ وما خلقنا السماء ... باطلا

کہ اُن کے ذریعہ دوسری نعمتیں ہلاک کر دی جاتی ہیں، تمول نے قوائے اخلاقیہ کو کمزور کر رکھا ہے، اور آج انسان چمنستان عالم میں سیر کرتے وقت ایک درندے کی طرح اخلاقی روشوں کو پامال کرتا جاتا ہے۔ الہام ربانی کی وسیع اور جامع نظر نے اس اندیشہ ناک مرض پر غور کر کے پہلے ہی سے اس کا علاج بھی تجویز کر دیا اور وہ علاج یہ تھا کہ ہماری مادی ترقیاں ایک سخت اخلاقی قانون کے ماتحت فروغ پائیں، تاکہ ہم اعتدال سے تجاوز نہ کر سکیں، یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں بھی قرآن مجید خزائن قدرت کو اپنے مصرف میں لانے کی ہم کو تعلیم دیتا ہے۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ مکارم اخلاق اور اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دلاتا رہتا ہے، قرآن مجید نے اپنی مختصر عبارت (ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنهار الخ) کے کوزہ میں مادی ترقی کا دریا بند کر دیا ہے، اور بلاشبہ الہام خداوندی کا یہ حکمت آفریں جزو تعلیم علوم و فنون کی ہدایت کے لئے قیامت تک آفتاب کا کام دیگا، آیہ کریمہ کی صداقت بھری تعلیم پر ادنےٰ عمل بھی انسان کو ارتقائے مادی کے اعلےٰ منازل تک پہنچا دیگا، سہولت کے لئے ہم آیہ کریمہ کا ترجمہ پیش کرتے ہیں "یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں لیٹے یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہمارے رب تو نے اسے بیفائدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کرے یقیناً اس کو تو نے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

قرآن کریم کے اس حکمت آمیز اصول کے مطابق اگر انسان تعلیم قرآنی کے دوش بدوش دنیا کے علم و فن میں قدم رکھے تو یقیناً صحیح اور حقیقی معنوں میں وہ حکومت خداوندی جس کی جناب مسیح نے دعا مانگی تھی، اس دنیا کی سرزمین پر پھر قائم ہو سکتی ہے۔ +

(باقی دارد)

تہذیب بوسیدہ

از قلم الحاج خواجہ کمال الدین صاحب

تہذیب جدید اگرچہ منزل مقصود سے ہنوز بہت پیچھے ہے لیکن برابر ترقی کر رہی ہے بعض عناصر فطرت بھی انسان کے حیطۂ اقتدار میں آ گئے ہیں۔ اور کسی حد تک عناصر اربعہ پر اسکی حکومت قائم ہو گئی ہے ترقی بھی اُسکی خادم بنگئی ہے۔ اور وہ دن نزدیک ہے جبکہ سیارے بھی اس کے خادم بن جائینگے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے :-

وسخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ"

یعنی اس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے۔ اور ستارے بھی اُسی کے حکم سے تمہارے محکوم بنائے گئے ہیں سورۃ النحل آیت ۱۲۔

لیکن یہ ترقی ہی خطرہ میں ہے کیونکہ اُس کی بانی سبانی مغربی دُنیا ہے جو مختلف امراض کا شکار ہے۔ اور اسکی تہذیب بھی بوسیدہ اور ناقص ہے۔ اور یہ وہ حالت ہے جسکی بدولت اجسام انسانی کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اور بہت جلد ایسی طبیعی کمزوری لاحق حال ہو جائیگی کہ آیندہ ترقی کی استعداد بنی نوع آدم میں مطلق باقی نہ رہیگی۔ اگر تندرست جسم کی وجہ سے تندرست دماغ کا وجود ممکن ہے تو تندرست جسم محض اخلاقی درستی پر منحصر ہے صورت حال یہ ہے۔ آجکل مغرب میں تہذیب کے جملہ مراکز اخلاقی بُرائیوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے دو یا تین نسلوں کے بعد جسمانی طور پر نسل انسانی بالکل تباہ اور برباد ہو جائیگی۔ اور ترقی بند ہو جائیگی مثال کے طور تناسلی امراض ہی کو لے لیجئے جنہوں نے ہماری نسل پر آفت ڈھا رکھی ہے۔*

* نیویارک کے متعلق مسٹر فلڈوائی رقمطراز ہیں "خود پادری ڈاکٹر ہومز کے وطن میں جذبۂ جنسی کو ضبط کرنے یا موثر مذہبی قیود نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ملک میں ہر روز پچاس لاکھ مرتبہ فعل زنا وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور ۹۸ فیصدی طوائفیں امراض تناسلی میں گرفتار ہیں حالانکہ امریکہ کا قانون ملکی ان معاملات میں نہایت سخت ہے۔ اور زناکاری کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ صرف نیویارک میں ہر سال دو لاکھ پچیس ہزار حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور پچیس لاکھ مریض صرف آتشک میں مبتلا ہو کر علاج کراتے ہیں۔ اور پندرہ لاکھ سالانہ حمل ساقط کئے جاتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار اگرچہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ لیکن ہیں صحیح کیونکہ جنسی ذرائع کی حالت بگڑ گئی ہیں اور یہ نتیجہ ہے عورت و مرد کو آزادی دے دینے کا اور ان قیود کے اٹھا دینے کا جو انسانوں کو ان عیوب سے باز رکھ سکتی ہیں۔ جون ۱۹۲۹ء میں مسٹر ویلن پولیس کمشنر نیویارک نے اپنی سالانہ رپورٹ میں

مغربی ممالک میں تو پہلے ہی سے شرح پیدائش میں معتدبہ کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور جو لوگ آئندہ پیدا ہونگے۔ وہ ناقص الخلقت اور کمزور ہونگے۔ لہٰذا جلد صفحۂ ہستی سے مٹ جائینگے۔

اطبا نے اس مصیبت کا علاج پچکاری لگانا تجویز کیا ہے۔ ممکن ہے۔ اس عمل سے کامیابی حاصل ہو جائے اور سائنس انسانی امراض پر غالب آ جائے۔ لیکن اس عمل سے آئندہ چل کر نئی خرابیوں کا احتمال ہے۔ کیونکہ یہ ایک طرح کا جسمانی کفارہ ہو جائیگا۔ اور اخلاقی امراض کیلئے بھی اسی قدر مضرت رساں ہوگا۔ جسقدر روحانی کفارہ جو کلیسیائے مغرب نے تجویز کیا +

اس دنیا میں سزا کا خوف لوگوں کو برائیوں سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ **قانون عدالت** اور معاد کا اثر یہی جا دیر ہوتا ہے۔ اور یہ تینوں باتیں انسان کو برائی سے روکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مغربی تمدن نے بہت سی اخلاقی برائیوں کو جرائم کی فہرست سے خارج کر دیا ہے جس کی وجہ سے تمدن کی بنیادیں ہل جائینگی۔ کفارہ کے عقیدہ نے اہل مغرب کے دلوں سے آئندہ سزا کا خیال زائل کر دیا۔ اگر مغربی ممالک مشرقی ممالک سے عیاشی اور بدکاری میں بڑھ گئے ہیں۔ تو اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ کفارہ کے عقیدہ نے لوگوں کو گناہ مصر کر دیا ہے۔ فطرت کیطرف سے بیماری کی شکل میں سزا کے نزول کے خوف نے لوگوں کو علاج معالجہ کی طرف مائل کیا تاکہ مجرمین امراض کا شکار ہونے سے بچ رہیں کہ امراض کا علاج ہو جانے سے لوگ بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر خوب دل کھول کر عیاشی میں مصروف ہوتے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ انسانی خون تباہ ہونے سے بچایا جائے۔ لیکن جب پچکاری کے ذریعہ دوا پہنچانے کا انتظام ہے۔ تو لوگ خواہ مخواہ عیاشی کی طرف مائل ہونگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جسمانی حالت خراب ہوتی چلی جائیگی۔ اور اسکی بدولت بہت سے امراض پیدا ہونگے اور انہیں سے ایک مرض قبل از وقت ضعیفی بھی ہے۔ لہٰذا ہم اخلاقی انجکشن کی فکر کیوں نہ کریں؟ تاکہ جسمانی انجکشن لگانے کی ضرورت ہی لاحق نہ ہو؟

لیکن تناسلی بدکاریوں کے علاوہ اور بہت سی برائیاں بھی ہیں جو سوسائٹی کے نظام کو برباد کئے ڈالتی ہیں اور مہذب اقوام کو گھن کی طرح کھائے جاتی ہیں۔ ان اقوام نے زہریلی گیسیں ایجاد کی ہیں۔ اور نار آتشیں۔ تاکہ اپنے دشمنوں کو تباہ کریں۔ اور انکے علاوہ آتشک، سل اور دق بھی یہی نتائج پیدا کر رہی ہیں۔ زناکاری کا بازار گرم ہے۔ اسکے علاوہ شراب خوری، قمار بازی، فریب دہی، شریفانہ قزاقی ان میں جنس لطیف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۱ - میں بیان کیا کہ امریکہ میں ہر سال جرائم کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ پرانے چکلوں اور عیاشی کے اڈوں کا صفایا کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ وہ سب پولیس کے علم میں ہیں لیکن دقت تو یہ ہے کہ آج صرف نیویارک میں ... [illegible] قحبہ خانے ہیں۔ جو در اصل [illegible] اور تلاش بازی کا مرکز ہیں۔ اور ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہیں [illegible] کیڑوں کی طرح زمین میں سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور صبح ہوتے ہی پھر غائب۔ پولیس اس جرم کے انسداد سے قاصر ہے +

کے افراد بھی شامل ہیں، حبشیوں پر تشدد، قتل و غارت، لوٹ مار، نسلی تعصبات، سود خوری، سرمایہ داری جس کا مقصد یہ ہے کہ بیچارے مزدوروں کو ان کے حقوق سے محروم کیا جائے! اور سب سے بڑھ کر غیر اقوام پر دست تعدی دراز کرنا، وغیرہ۔ بچوں کا بزرگوں کے ساتھ گستاخی کرنا اور مجملاً اخلاق اور تمدنی قیود کو بالائے طاق رکھ دینا ہمارے زمانہ کا طغرائے امتیازی ہے۔ لوگوں نے آجکل آوارگی کو آزادی سمجھ رکھا ہے۔ یہ حالات بے حد خوفناک ہیں اور اُن کو دیکھ کر آئندہ کے متعلق کوئی خوشگوار رائے نہیں کی جا سکتی۔ مغربی دُنیا کے بہت شہروں کا وہی حال ہو رہا ہے جو پہلے پمپئی کا ہوا۔ چنانچہ امریکہ کا مشہور اخبار "نشانات وقت" لکھتا ہے "ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارا حشر وہی ہوگا جو رُومی اور دیگر اقوام کا ہوا۔ جن کی شہوت پرستی اور عیاشی اس درجہ بڑھ گئی تھی۔ کہ آخر کار اسی کی بدولت وہ لوگ شراب، عورتوں اور موسیقی سمیت دوزخ میں جا گرے اور آج اُن کا نام و نشان بھی نہیں ملتا" +

سوال یہ ہے کہ کیا ایسی حالت قابل قدر ہے؟ افسوس تو اس بات کا ہے کہ جو لوگ موجودہ حالات پر غور کر رہے ہیں وہی اپنے افعال سے صورت حال کو بد سے بدتر بنا رہے ہیں۔ جب اس دُنیا ہی میں عذاب الٰہی ہم پر مسلط ہو رہا ہے تو ہمیں مرنے کے بعد عذاب کی کیا فکر ہو سکتی ہے؟ بد اخلاقی تو بمنزلہ ایک پھوڑے کے ہے جس کی وجہ سے سارا جسم سڑ کر برباد ہو جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس بیماری کا علاج کہاں ہے؟ مادی تہذیب تو اس مرض کا ازالہ کرنے سے بالکل قاصر ہے! وہی حال مسیحیت کا ہے تہذیب اور مسیحیت کے ممالک تو ان امراض کو پیدا کرتے ہیں۔ اور ان خرابیوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ ہر سال اپنے فارن مشن پر کروڑوں روپیہ خرچ کرتا ہے! اور یہ مشن ہر سال سیکڑوں پادری مختلف ممالک میں بھیجتا ہے۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود اخلاق سے کورے ہوتے ہیں۔ مسیحیت امتحان کی کسوٹی پر آزمائی گئی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ نام ہی جہاں کہیں اس مذہب کا گذر ہوا۔ شراب خوری اور قمار بازی، عیاشی اور زناکاری یہ چاروں اُس کے ساتھ ساتھ پہنچی ہیں +

اس معاملہ میں مختلف مذاہب نے جو تعلیم دی ہے اس کا باہمی موازنہ چنداں سود مند نہیں۔ کیونکہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ مشرق مغرب سے پاکیزہ تر ہے اور مشرقی اقوام میں سے مسلمان پاکیزہ تر ہیں اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور یہ محض زبانی دعویٰ نہیں بلکہ اعداد و شمار سے اس کی تائید ہو سکتی ہے۔ بلا شک بیرونی اقتصادی دباؤ کی وجہ سے ہم لوگ مالی طور پر کمزور ہو گئے ہیں لیکن اخلاقی طور پر ہنوز کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہے اور اسی کی بدولت ہمیں یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن کامیابی حاصل ہو کر رہے گی صرف بیداری کی ضرورت ہے۔ اگرچہ مسلمان زیادہ تر گرم ممالک میں آباد ہیں۔ لیکن تناسلی امراض میں گرفتار نہیں ہیں۔ اور اگرچہ مالدار نہیں ہیں تاہم اسلامی ممالک

ملک اس قدر بیکاری نہیں ہے جس قدر مغربی ممالک میں۔ اور یہ بات کہ باپ در وٹیوں کو محتاج ہو اور بیٹا موٹر میں سوار ہو اسلامی ممالک میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔ اسلام ہر آدمی کو انسان بنا دیتا ہے +

اس کا حقیقی سبب معلوم کرنا چنداں دشوار نہیں ہے۔ اسلام ایک قابل عمل مذہب ہے۔ اور اسکے عملی اصولوں کی بدولت یہ خوشگوار نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نا قابل عمل اخلاقی اصولوں کی کتاب نہیں ہے جسمیں محض خیال آرائی کی گئی ہو۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ دوسرے مذاہب نے بھی اخلاقی تعلیمات دی ہیں لیکن اسلامی کتب اور تعلیمات نبوی میں ایک خاص امتیازی بات پائی جاتی ہے۔ قرآن و حدیث میں فلسفہ اخلاق کے محض اصول ہی بیان نہیں کیے گئے ہیں۔ اور نہ غیر مربوط طریق پر اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ بلکہ علم تشریح الاعضا کے لیکچرار کی طرح اسلام نے ہر برائی کا پتہ لگا کر اس کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہر معاملہ میں غور و فکر کی ہے۔ اور ہر برائی کی تشخیص کی ہے۔ اور اس کے دفعیہ کی صورتیں بتائی ہیں۔ ایک معترض ممکن ہے۔ اس بیان میں کچھ شک کرے۔ لیکن اسے چاہیئے۔ کہ صورت حالات کا موازنہ کرکے ان کے اسباب کا پتہ لگائے۔ تہذیب بھی ناکام رہی ہے۔ اور مسیحیت اور دیگر مذاہب کا بھی یہی حشر ہوا ہے۔ اسلام بھی ایک مذہب ہے لیکن کامیاب ہے۔ اس کے مالہ و ماعلیہ کو جاننے کیلئے اس کی تعلیمات پر غور کرنا چاہیئے۔ جو قابل عمل بھی اور لائق قبول بھی۔ میں اس جگہ چند قرآنی آیات نقل کئے دیتا ہوں جن کے مضمون مندرجہ بالا پر روشنی پڑتی ہے۔ دوسرے مذاہب نے بھی ان برائیوں کا ذکر کیا ہے لیکن اسلام نے انمیں سے ہر ایک پر کافی توجہ دی ہے۔ الکتاب نے کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی۔ جو انسانی اخلاق کیلئے کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہو۔ کیفیر سوال ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں عربوں کی اخلاقی حالت اس درجہ خراب تھی۔ کہ دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ کس قوت نے انھیں از سر نو زندگی عطا کی؟ کس تعلیم کی بدولت وہ تمام برائیوں سے تائب ہو گئے؟ اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ میں اقتصادی طور پر کمزور ہو گیا ہے لیکن اس کامیابی پر ہنوز نازاں ہے +

قتل:- یا یھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی.....

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون (۲: ۱۷۸، ۱۷۹) اے ایمان والو! قتل کے معاملہ میں قصاص لینا فرض قرار دیا گیا ہے...... اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اے سمجھ رکھنے والو! تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو +

عیوب جنسی:- ناپاکی کے لحاظ سے قتل کے بعد دوسری برائی زناکاری ہے۔ کیونکہ اسکی بناء پر خانگی

خوشیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ موجودہ زمانہ میں عیاشی نے مغربی لوگوں کے اندر حاسۂ اخلاقی کو بہت کمزور کر دیا ہے، لیکن جلد یا بدیر یہ حالات ختم ہونے ضرور ہیں۔ جب میں مہذب دنیا میں زنا کاری کی کثرت کے حالات پڑھتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے اس کا دفعیہ صرف اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے ممکن ہے۔ قرآن فرماتا ہے:- ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (۱۷ : ۳۲) اور زنا کے پاس بھی مت جاؤ۔ کیونکہ وہ ایک کھلی کھلی بےحیائی ہے اور برا طریق ہے +

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر۔ ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین۔ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المومنین ۵ ترجمہ: زانیہ اور زانی دونوں کے سو سو درے لگاؤ۔ اور اللہ کے دین میں کسی قسم کی مہربانی کو حائل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہئے کہ مومنین کی ایک جماعت ان کی سزا کا مشاہدہ کرے۔ زانی سوائے زانیہ یا مشرکہ کے اور کسی کے ساتھ شادی نہیں کریگا۔ اور زانیہ سوائے زانی یا مشرک کے اور کسی کے ساتھ شادی نہیں کریگی، کیونکہ یہ بات مومنوں کے لئے حرام ہے + (۲۴ / ۲-۳) قرآنی تعلیمات کے ماتحت ہر عورت پر یہ اقرار فرض ہے، جیسا کہ نبی کریم کے زمانہ میں دستور تھا، کہ میں نہ چوری کرونگی نہ زنا کاری، نہ اپنے بچوں کو قتل کرونگی اور نہ طوفان لاؤنگی باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں (۶۰ / ۱۲)

تیرہ سو سال سے زیادہ ہوگئے جبکہ قرآن مجید نے عورتوں کے لئے یہ اقرار تجویز کیا تھا۔ اور آج بھی یہ اقرار اُسی طرح برقرار ہے۔ اور خصوصاً مغربی عورتوں کے لئے اس کا وجود نہایت نافع ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ کی عرب عورتوں کیلئے، کیونکہ آج مہذب مغربی ممالک میں یہ رواج ہے کہ ناجائز تعلقات سے جو حمل قرار پاتے ہیں تو بچے شکم مادری میں ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ضبط ولادت کے رنگ میں جو اطفال کشی عمل میں آتی ہے۔ وہ تو آجکل کا فیشن سمجھا جاتا ہے، اسی جرم کی طرف اور اسی کے روکنے کیلئے قرآن مجید نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقکم وایاکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا (۱۷ / ۳۱) اور مفلسی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم روزی دیتے ہیں۔ اُن کو اور تم کو، بیشک اُن کا مارنا بڑی غلطی ہے۔ کتاب مقدس میں بغیر نکاح کئے عورتوں کو رکھنے کے اصول کی بھی بڑی مذمت کی گئی ہے۔

اسقاط حمل یا تخریبی فسادیں کی سخت ممانعت کی گئی ہے (۲۴/۲۲)

قمار بازی اور شراب خوری :۔ اے ایمان والو مسکرات اور قمار بازی (پتھروں پر قربانی چڑھانا اور تیروں کے ذریعے تقسیم کرنا یہ سب ناپاکی کی باتیں ہیں ۔ اور شیطانی کام ہیں ۔ ان سے بچو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان چاہتا ہے کہ مسکرات اور قمار بازی کی بدولت تمہارے اندر نفاق پیدا کرے ۔ اور ذکر الٰہی سے باز رکھے ۔ پس کیا تم محتاط رہو گے ؟

فریب دہی :۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (۱۸۸/۲) اور دغابازی سے اپنی جائدادوں کو آپس میں مت ہڑپ کر جاؤ +

جنگ و جدال :۔ اگر حفاظت خود اختیاری کا موقعہ آجائے ۔ تاکہ اغیار کے ظلم سے حفاظت ہو سکے تو موقع کے مطابق جنگ کرنا صرف حفاظت خود اختیاری کی حد تک ایک یقینی اور لابدی امر ہے جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا ۔ اگرچہ صلح کا شہزادہ انسانیت کا معلم ہو کر آیا تھا لیکن وہ "صلح" لے کر نہیں آیا ۔ بلکہ آگ اور تلوار بھیجنے کیلئے آیا تھا اگر اسکے بس کی بات ہوتی تو وہ ایسا ہی کر دکھاتا تھا ۔ اس نے اپنے شاگردوں سے ہتھیار خریدنے کیلئے ضرور کہا تھا ۔ لیکن افسوس ہے کہ اسے کوئی مناسب موقعہ ہتھیار چلانے کا نہ ملا ۔ اس نے جنگی قانون کی تدوین آئندہ نسلوں کیلئے چھوڑ دی اور اسکے متبعین نے اس معاملہ میں بدترین مثالیں قائم کر دیں +

دنیادار اور مذہبی دونوں طبقوں نے خون کی ہولیاں کھیلی ہیں ۔ اور آج بھی اسی کھیل میں مصروف ہیں مختصر یہ کہ انسان کو جنگی دستور العمل کی سخت ضرورت تھی ۔ ایک جنگجوئی کی ضرورت تھی ۔ جو جنگ و جدل کے آداب سکھائے یسوع صاحب کے مبہم الفاظ عمل کو روبالاتے دنیا میں بڑا تصادم برپا کیا ہے نبی اسرائیل رامچندر اور کرشن ان سبھوں نے اپنے دشمنوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا ۔ اور مخالف کے کیمپ میں انھوں نے شہری اور جنگی میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی +

ہمارے زمانہ میں ہیگ ٹریبونل نے صورت حال میں اصلاح کی کوشش کی تھی لیکن جنگ عظیم نے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا کیونکہ اس ٹریبونل کے فیصلہ کا لوگوں پر کسی الہامی نوشتہ کی طرح اثر نہیں تھا جو وہ اسکے آگے سر تسلیم خم کرتے +

آنحضرت صلعم دنیا کے مذہب میں آخری نبی ہیں آپ خدا کی طرف سے آخری پیغام لے کر آئے ۔ اور اگر آپکے زمانہ میں شمشیر کو بے نیام کرنے کا موقعہ پیدا نہ ہوتا تو جو دستور العمل آپ خدا کی طرف سے لیکر آئے تھے وہ ناقص رہ جاتا ۔ وہ موقع آیا ۔

اور یہی وجہ ہے دستور العمل مکمل ہو گیا۔ یہ مضمون ایک مستقل باب کا محتاج ہے میں آئندہ اس پر تفصیلی تبصرہ سپرد قلم کرونگا۔ یہاں جگہ
میں آیات قرآنی اور سنت نبوی سے جو اصول مرتب ہو سکتے ہیں ان کو درج کئے دیتا ہوں :۔

(۱) مسلمانوں کو صرف اُن سے لڑنا چاہئے۔ جو ان کے خلاف جنگ آزما ہوں۔ اور کسی حال میں جنگ کی حدود سے
تجاوز نہ کریں یعنی بدرجہ مجبوری ہتھیار اُٹھائیں +

جنگ و جدل اسلام میں جائز ہے مگر محض مدافعانہ رنگ میں۔ جارحانہ پیشقدمی کی اجازت نہیں۔ یورپ
کی بعض مسیحی اقوام کی جنگیں اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی نہیں ہیں۔ بلکہ یہودی ہیں۔ دونوں میں حسب ذیل موازنہ ہو سکتا ہے،
یہودی جنگیں ملک فتح کرنے کیلئے کی جاتی تھیں۔ اور رامچندر، کرشن وغیرہ بھی اسی نیت سے لڑتے
لیکن اسلامی جنگوں کا مقصد انسانوں کو تباہ کرنا نہ تھا بلکہ صرف اغیار کے مقابلہ میں اپنی جانوں کی حفاظت کرنا +

ذیل میں چند آیات نقل کرتا ہوں جن سے اس بنیادی اصول پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ وقاتلوا في سبيل الله
الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين واقتلوهم حيث ثقفتموهم
واخرجوهم من حيث اخرجوكم والفتنة اشد من القتل ولا تقاتلوهم عند المسجد
الحرام حتى يقاتلوكم فيه فان قاتلوكم فاقتلوهم كذلك جزاء الكافرين ۰ فان انتهوا
فان الله غفور رحيم ۰ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله
فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين (۲ : ۱۹۰ تا ۱۹۳) ترجمہ۔ یعنی مارو ان کو
جس جگہ پاؤ اور نکال دو اُن کو جہاں سے اُنھوں نے تمہیں نکالا۔ اور دین سے بہکانا قتل کرنے سے زیادہ
سخت ہے۔ اور مت لڑو اُن سے مسجد الحرام کے پاس جب تک وہ تم سے نہ لڑیں اس جگہ۔ پھر اگر وہ لڑیں تو ان کو مارو یہی
سزا ہے منکروں کی۔ پھر اگر وہ باز آئیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور لڑو اُن سے جب تک نہ باقی رہے فساد اور
حکم ہو جائے محض اللہ کا۔ پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر (سورۂ بقر آیات ۱۹۰ تا ۱۹۳)

تعصب نسلی :۔ جمہوریت کے بانی مبانی یعنی آنحضرت صلعم نے آخری حج کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا جسکے
کچھ عرصہ بعد آپ نے اس دُنیا سے رحلت فرمائی۔ اسمیں تعصب نسلی کو پورے طور سے مٹا دیا۔ فرماتے ہیں۔
میں نے زمانۂ قدیم کی امارت کو پامال کر دیا۔ عربوں کو غیر عربوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اور غیر عربوں کو عربوں
پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ سب انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ واضح ہو کہ اس زمانہ میں عرب لوگ
اپنی ذات پر موجودہ مغربی اقوام سے کہیں زیادہ فخر کرتے تھے لیکن مساوات بین الناس کے اس زبردست وکیل نے تمام

تعصبات قومی اور امتیازات نسلی کا قلع قمع کر دیا۔ اور مساوات کا اصول دنیا میں قائم کر دیا۔ اب دنیا میں علی العموم یہ رو ترقی پر ہے اور جلد وہ زمانہ آ جائیگا۔ جبکہ آنحضرت صلعم کا مشن اس معاملہ میں درجۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ قرآن مجید نے اس مساوات کا مختلف موقعوں پر تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کان الناس اُمّۃً واحدۃً پ ۲ع ۱۰ تمام لوگ ایک ہی گروہ ہیں +

انّ اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآیٔ ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون پ ۱۴ع ۱۹ اللہ انصاف کرنے اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور فواحش اور بُری باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت لو +

لیکن اس موضوع پر قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ سب لوگ خدا کے گھرانے کے افراد ہیں۔ خواہ وہ کالے ہوں یا گورے +

بیکاری:۔ یہ تو تہذیب جدید کی مخصوص لعنتوں میں سے ہے۔ اور سرمایہ اور مزدوری کے مابین جنگ کا لازمی نتیجہ ہے یہ دونوں افراط پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اس مسئلہ کا حل نہ تو اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انفرادی آمدنی کو قومیت کا رنگ دیا جائے اور نہ اس طرح کہ سرمایہ دار مزدور کا خون چوسے۔ در اصل دولت کی غیر مساویانہ تقسیم ہی اس تمام خرابی کی ذمہ دار ہے۔ اور دولت کی مساویانہ تقسیم ممکن العمل نہیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے قوت عمل مُردہ ہو جائیگی۔ ہر شخص کو زندگی بسر کرنے کیلئے سرمایہ کی ضرورت ہے اور دنیا میں ایسے بدقسمت لوگ بھی ہمیشہ پائے جائینگے۔ جو ایسے حالات کی بدولت مفلس ہو جاتے ہیں۔ جن پر انہیں مطلق قابو نہیں ہوتا۔ بعض اوقات وہ معذور ہو جاتے ہیں۔ اور صرف زکوٰۃ ہی اُن کی امداد کر سکتی ہے۔ اسلام ہمیشہ بیکاری کی لعنت سے پاک رہا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے اس معاملہ میں زرّیں اصول بیان فرما دیا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے۔ کہ دوسروں کے مواجبات پورے پورے ادا کرو۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو مزدور کو اس کی اُجرت سے کچھ زیادہ دو۔ اور اجنبی لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرو۔ جیسا تم اپنوں کے ساتھ کرتے ہو۔ اس موضوع پر آیندہ تفصیل کے ساتھ لکھوں گا +

سُود خوری:۔ الذین یاکلون الربٰو لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس ذٰلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربٰوا واحل اللہ البیع وحرم الربٰوا فمن جآءہ موعظۃ من ربہ فانتھٰی فلہ ما سلف وامرہٗ الی اللہ ومن عاد فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خٰلدون ۰ یمحق اللہ الربٰوا ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم ۰ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ

لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۰ یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (۲: ۲۷۵ تا ۲۷۹) یعنی جو لوگ کھاتے ہیں سُود نہ اُٹھینگے قیامت کو مگر جس طرح اُٹھتا ہے۔ وہ شخص جس کے حواس کھو دئیے ہوں شیطان نے لپٹ کر۔ یہ اس لئے کہ اُنہوں نے کہا کہ سودا کرنا بھی تو ویسا ہی ہے جیسا کہ سُود لینا۔ حالانکہ اللہ نے حلال کیا سودا اور حرام کیا سُود کو پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور باز آیا۔ تو اُس کا ہے جو آگے ہو چکا۔ اور اس کا حکم اللہ کے اختیار ہے۔ اور جو کوئی پھر کرے وہی ہیں دوزخ کے لوگ وہ اسی میں رہینگے۔ جو لوگ ایمان لائے۔ اور عمل نیک کئے اور قائم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ اُن کو ہے بدلا ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ اُن کو ڈر ہوگا نہ خوف اور نہ وہ غم کھا ئینگے۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سُود اگر تم کو یقین ہے پھر اگر نہیں کرتے تو خبردار ہو جاؤ۔ لڑنے کو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تم کو پہنچتے ہیں اصل مال تمہارے نہ تم کسی پر ظلم کرو۔ اور نہ کوئی تمہارے اُوپر ظلم کرے ÷

یا یھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوٰا ضعافاً مضاعفۃً واتقوا اللہ لعلکم تفلحون واتقوا النار التی اُعدت للکٰفرین۔ اے ایمان والو مت کھاؤ سُود دونے پر دونا۔ اور ڈرو اللہ سے شاید تمہارا بھلا ہو۔ اور بچو اُس آگ سے جو طیار ہوئی کافروں کے واسطے۔ (آل عمران ۱۲۹ و ۱۳۰) ÷

خدمت والدین وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً ۰ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریماً ۰ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیراً (بنی اسرائیل آیت ۲۳ و ۲۴) اور حکم دیا تیرے رب نے کہ نہ پوجو اس کے سوائے کسی کو اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک یا دونوں تو کہ اُن کو ہوں۔ اور نہ جھڑک اُن کو اور کہ اُن کو بات ادب کی۔ اور جھکا اُن کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیاز سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا کہ پالا انھوں نے مجھ کو چھوٹا سا ÷

نہ صرف مذہبی کتابوں میں بیانات قیامت کی موجودگی سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن ان کو انسانی تجویز کی طرح سمجھا
جاتا ہے بلحاظ شخص ان کی خلاف ورزی بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ سرحد کو معلوم نہ ہو تو بآسانی ان سے قطع نظر کی جا سکتی
ہے۔ لوگوں کو گناہ سے جو بات روکتی ہے وہ برائی نہیں۔ بلکہ اس برائی کا ظاہر ہو جانا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص خدا حاضر و ناظر
پر اعتقاد رکھتا ہے۔ جو عالم الغیب بھی ہے۔ اور جو ہمارے اعمال کا محاسبہ کرے گا۔ اور ہمارے دلوں کا حال جانتا ہے
تو پھر وہ یقیناً برائی سے احتراز کریں گے مسلمانوں اور دیگر اقوام میں جو فرق پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ اور اسی لئے
مسلمان دیگر اقوام کی نسبت برائیوں سے زیادہ محترز رہتے ہیں +

گوشوارۂ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور و انگلستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء

تفصیل آمد	نمبر صفحہ	رقم آمد ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر صفحہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن و ریویو و کتب ..	[illegible]	۰	۳	۱۲۹۰۴	اخراجات ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو و مکتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	[illegible]	۹	۱۱	۱۵۸۹
آمد چندہ و صدقہ (سالانہ و ماہوار) ..	[illegible]	۰	۸	۶۵۳					
میزان	-	۰	۱۱	۱۳۵۵۷	میزان - -		۹	۱۱	۱۱۵۸۹

دستخط۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۹/۲۰	۱۱۲۲	ولی محمد صاحب [illegible] قسط، معرفت امانت محمد صاحب	۰	۰	۵	۶ ۹/۲۰	۱۱۴۶	جناب شیخ منہاج الدین صاحب [illegible] ممبر مشن	۰	۰	۱۰
	۱۱۲۴	جناب منشی امانت محمد صاحب ممبر مشن	۰	۴	۰		۱۱۴۷	جناب طاہر علی صاحب بلہور	۰	۰	۲
	۱۱۳۳	عبد الحق صاحب گجرات ممبر مشن	۰	۰	۵		۱۱۵۱	عالیجناب حضور [illegible] صاحب [illegible]	۰	۱۴	۲
	۱۱۳۵	ڈاکٹر برکت علی صاحب [illegible]	۰	۰	۱۵		۱۱۵۲	جناب شیخ محمد یوسف صاحب [illegible]	۰	۰	۲
	۱۱۳۹	شیخ [illegible] احمد صاحب وزیر آباد ممبر مشن	۰	۰	۱۰	۹/۲۰	۱۱۵۳	صبیح الدین صاحب رہتک ممبر مشن	۰	۰	۱
							۱۱۵۴	عبد المجید صاحب ناگپور			۱
							۱۱۵۵	ڈاکٹر [illegible]			
۵ ۹/۲۰	۱۱۴۰	جناب مسیح امیر شاہ صاحب [illegible] ممبر مشن	۰	۰	۵			[illegible] ممبر ریویو	۰	۰	۳۰
۶ ۹/۲۰	۱۱۴۴	عالیجناب [illegible] صاحب [illegible] مصنف تفسیر اسلام [illegible]	۰	۸	۴۹	۹ ۹/۲۰	۱۱۶۴	ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible] مصنف تفسیر ریویو	۰	۸	۵

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب جات و درستی و فنڈ ملکات بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۴ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲/۹/۳۴	۱۱۸۸	جناب محبوب شاہ صاحب ہیلی ممبر مشن			۱
	۱۱۸۹	" فضل الٰہی صاحب اوجین "			۵
۱۵/۹/۳۴	۱۱۹۹	" خان بہادر رجب علیخان صاحب بہاولپور ۳۰ ستمبر اسلامک ریویو۔ آنریری ممبر مشن	۰	۰	۲۰
۱۹/۹/۳۴	۱۲۰۰	(۱) واپسی پیشگی بابت صد پونڈ از مولوی عبدالمجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ جو کہ انہیں بطور پیشگی مطابق ریزولیوشن نمبر ۳۱۰ جناب انجمن اشاعت اسلام لاہور بذریعہ بل نمبر ۲ بتاریخ [illegible] دیئے گئے تھے — پنس شلنگ پونڈ ۳۰۰-۰-۰ (۱) (۲) واپسی پیشگی یکصد پونڈ از مولوی عبدالمجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ جو کہ انہیں بریزولیوشن مینیجنگ کمیٹی بتاریخ [illegible] دیئے گئے تھے ۱۰۰ پونڈ میں سے [illegible] پونڈ بحوالہ نمبر شمار ۱۱ بتاریخ [illegible] واپس [illegible] بقایا رقم [illegible] جو [illegible] — پنس شلنگ پونڈ ۴۶-۴-۰ (۲) (۳) آمد ووکنگ مشن انگلستان بابت [illegible] — ۴۸-۱۵-۹ (۳) (۴) آمد ووکنگ مشن انگلستان بابت جولائی ۱۹۳۴ء — ۴۵-۱۶-۱۱ (۴) میزان کل [illegible] — ۸-۱۴-۴۴۰	۰	۸	۵۸۷۶

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
	۱۲۰۱	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب [illegible] ممبر مشن	۰	۰	۱۰
	۱۲۰۲	جناب منشی غلام محمود صاحب بنگلور	۰	۰	۲
۱۷/۹/۳۴	۱۲۰۴	" قاضی [illegible] الدین صاحب [illegible]	۰	۰	۲
	۱۲۰۵	" سید محمود صاحب ہیلی ممبر مشن "	۰	۰	۱
۱۹/۹/۳۴	۱۲۱۶	" محمد ابراہیم صاحب بھوپال	۰	۰	۲
۲۲/۹/۳۴	۱۲۲۳	امداد از ریاست بہاولپور			۶۰۰۰
	۱۲۲۴	جناب محمد امیر حسن صاحب کاکوری ممبر مشن	۰	۰	۱
۱۹/۹/۳۴	۱۲۲۵	جناب [illegible] شیخ محمد علی صاحب [illegible] ممبر مشن [illegible] ممبر ریویو	۰	۰	۳۰
۱۹/۹/۳۴	۱۲۳۳	جناب [illegible] ممبر مشن	۰	۰	۱۳
۲۴/۹/۳۴	۱۲۴۶	قیمت قرآن [illegible] شاہ رفیع الدین صاحب معرفت مسلم بک سوسائٹی [illegible] بابت اسلامک ریویو	۰	۰	۲۲۵
		قیمت اسلامک ریویو	۰	۳	۵۷۰
		میزان	۰	۳	۱۲۹۰۴

نقشہ ۲ تفصیل آمد زر روفنڈ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۴ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۳-۹-۲	۴۶	جناب خواجہ کمال الدین صاحب بذریعہ چک ۱۲۷۸۰۲	۱۱	۷	۲۳۱
	۴۷	" " ۱۲۷۸۰۳	۱	۴	۳۶۸
۱۵/۹/۳۴	۴۸	جناب خان بہادر رجب علیخان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۶
	۴۹	" ایچ۔ اے خان صاحب رتناگری	۰	۰	۱۰
۲۰/۹/۳۴	۵۰	" ایم۔ اے کریم صاحب اوراویالی	۰	۸	۷
	۵۱	" امجد حسین صاحب لکھنؤ	۰	۰	۲۰
		میزان	۰	۸	۶۵۳

نقشہ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو وکتب در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲/۹/۳۰	۱۵۹	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء	۰	۲	۳۶۸
	۱۶۰	بل مبلغ ۱۵۰ پونڈ یا ۲۰۳۵/۵/۲ روپیہ امپرسٹ جناب مولوی عبدالمجید صاحب امام مقام ووکنگ کو بھیجے گئے بمعرفت لائیڈز بنک لمیٹڈ لاہور برانچ۔	۰	۵	۲۰۳۵
	۱۶۱	بل پراویڈنٹ فنڈ و بونس عملہ دفتر لاہور ۲ لغایت ۳ حسب منظوری جناب پریزیڈنٹ صاحب فنانس کمیٹی مورخہ ... علیحدہ حساب بعنوان دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ پراویڈنٹ اینڈ بونس اکاؤنٹ لائیڈز بنک لاہور میں جمع کرائے گئے (یہ بونس و پراویڈنٹ جو ملازمین ٹرسٹ کی امانت ہے علیحدہ کر دی گئی ہے)۔	۶	۷	۵۰۵
	۱۶۲	بل ملک پریس لاہور چھپائی در عدد روزنامہ رپورٹ آمد و ۱۶۵۰۰ لفافے اور ۱۰۰۰ انگریزی و ۱۰۰۰ اردو لیٹر ہیڈ کارڈز	۰	۰	۲۹
	۱۶۳	بل کمرشل پریس لاہور بابت چھپائی فارم ہمارے دفتر۔ بل فارم سفر ۱۰۰۰، بل فارم امپرسٹ ۱۰۰۰، بل فارم تنخواہ ۱۰۰۰، فارم نقشہ آمد ووکنگ۔	۰	۴	۵۴
۹/۹/۳۰	۱۶۴	بل میسرز مستری اینڈ سنز تاجران کاغذ لاہور بابت کاغذ برائے اردو ترجمہ اپیل ارجنٹ کال (ضروری عرضداشت)	۶	۱	۸۹
	۱۶۵	بل امپرسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل ہے: محصول ڈاک دفتر ... قیمت سول لسٹیں ... سٹیشنری کارڈ وغیرہ ... کرایہ دفتر و بجلی بابت ماہ اگست ۱۹۳۰ء ... تار ووکنگ ... مختلف خطوط ... ٹائپ ... فارم ... لفافہ ... کاتب اشتہار ریویو وغیرہ	۰	۰	۱۰۰
	۱۶۶	۱۔ بل سائر اخراجات مسجد ووکنگ بابت ماہ جون ۱۹۳۰ء ۱۶۹ پونڈ ۷ شلنگ ۸ ½ پنس ۲۔ بل سفر خرچ امام مسجد ووکنگ ۲ پونڈ ۷ شلنگ ۹ پنس ۳۔ تنخواہ ادنیٰ عملہ ۹ پونڈ ۱۱ شلنگ ۲ پنس ۴۔ سائر اخراجات بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء ۹۰ پونڈ ۸ شلنگ ۳ پنس ۵۔ چھپائی اسلامک ریویو برائے ماہ مئی جون ۱۹۳۰ء ۷۵ پونڈ ۴ شلنگ ۰ پنس میزان کل ۳۴۷ پونڈ ۱۸ شلنگ ۱۰ ½ پنس مبلغ ۲۰۰ پونڈ جو پیشگی مولوی عبدالمجید صاحب کو بحوالہ آئٹم نمبر ۱۲۰۰ نقشہ آمد رجسٹر آمد بھیجے گئے تھے بحوالہ بالا ۳۴۷/۱۸/۱۰ ½ پونڈ میں سے وضع کر لئے گئے باقی کی رقم مبلغ ۱۴۷/۱۸/۱۰ ½ پونڈ یا ۱۹۶۵ - ۳ - ۹ روپیہ ادا کئے گئے معرفت ...			
۲/۹/۳۰	۱۶۷	۱۔ بل تنخواہ عملہ ادنیٰ مسجد ووکنگ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۰ء ۱۰ پونڈ ۰ شلنگ ۰ پنس ۲۔ بل سفر خرچ امام مسجد ووکنگ ۳ پونڈ ۱۳ شلنگ ۰ پنس ۳۔ بل سائر اخراجات ۸۹ پونڈ ۱۲ شلنگ ۱۱ پنس ۴۔ بل تنخواہ عملہ اعلیٰ بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء ۳۱ پونڈ ۰ شلنگ ۰ پنس ۵۔ بل تنخواہ عملہ اعلیٰ بابت ماہ جون ۱۹۳۰ء ۳۱ پونڈ ۰ شلنگ ۰ پنس میزان ۱۶۵ پونڈ ۶ شلنگ ۵ پنس مبلغ ۱۴۰ - ۱۴ - ۸ پونڈ آمد ماہ جون و جولائی ۱۹۳۰ء ہے۔ جو آئٹم نمبر ... نقشہ آمد ہذا میں درج ہے۔ یہ رقم آمد خرچ بالا مبلغ ۱۶۵ - ۶ - ۵ پونڈ میں سے وضع کئے گئے ہیں۔ اور باقی رقم ۲۴ - ۱۱ - ۹ پونڈ یا ۳۳۴ - ۷ - ۶ روپیہ ادا کئے گئے۔ کل منہائیوں کے بعد بقیہ رقم ادا ایکی جس کا ذکر بل نمبر ۱۶۶ و ۱۶۷ میں آ چکا ہے ۱۰ ½ پنس ۱۸ شلنگ ۱۴۷ پونڈ و ۹ - ۱۱ - ۲۴ پونڈ ملا کر ۷ ½ - ۱۰ - ۱۷۲ پونڈ ہندی سکہ میں ۳ - ۱۱ - ۲۲۹۸ روپیہ ہوتا ہے مولوی عبدالمجید صاحب کو بذریعہ تار ... لائیڈز بنک لمیٹڈ لاہور کی معرفت بھیجے گئے۔ کل میزان بل ہائے خرچ نمبر ۱۶۶ و ۱۶۷ ... ۵۱۳ - ۵ - ۳ ½ پونڈ جو کہ ہندی سکہ میں ۶۸۶۰ - ۳ - ۳ روپیہ بنتے ہیں مگر خرچ ... پیشگی و آمد ووکنگ کے ... آئٹم ... نقشہ ... ۸ - ۱۴ - ۳۴۰ پونڈ جو پہلے ... وضع کی گئیں ... بعد وضعات ½ ۷ - ۱۰ - ۱۷۲ پونڈ یا سکہ ہندی ۳ - ۱۱ - ۲۲۹۸ روپیہ قابل ادا ایکی ہوئے جو مولوی عبدالمجید صاحب کو لائیڈز بنک لاہور کی معرفت ... بذریعہ تار بھیجے گئے	۳	۳	۶۸۶۰

نقشہ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳ ستمبر	۱۶۸	۱- بل تنخواہ عملہ اعلےٰ دفتر مسجد ووکنگ بابت ماہ اگست ۱۹۳۰ء* ۔ — ۔ — ۳۱ پونڈ ۲- ۔۔ عملہ ادنےٰ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۰ — ۱۰ — ۱۲ پونڈ ۳- سائر اخراجات ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۶½ — ۸ — ۷۰ ۔۔ ۴- سفر خرچ امام مسجد ووکنگ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۰ — ۳ — ۲ پونڈ میزان ۔ ۔ ۴½ — ۲ — ۱۱۶ ۔۔ میزان بل نمبر ۱۶۸ — ½ ۴ — ۱۰ — ۱۱۴ پونڈ یا سکہ ہندی ۶ — ۴ — ۱۵۴۸ روپیہ بنتے ہیں۔ جو مولوی عبدالمجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ کو بذریعہ تار تاریخ ۲۳ ستمبر کو بھیجدیئے گئے۔	۶	۴	۱۵۴۸
		میزان	۹	۱۱	۱۱۵۸۹

ایام حج میں مسجد ووکنگ

ایک چھوٹے پیمانہ پر مکہ معظمہ کا منظر پیش کرتی ہے

از قلم جناب قاضی عبدالحق صاحب

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکاً وھدًی للعٰلمین ۰

ترجمہ۔ پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا یقیناً وہی ہے۔ جو مکہ میں ہی برکت دیا گیا اور جہانوں کے لئے ہدایت ہے۔ آل عمران ۹۵ آیت.

۱۶ سنہ ۱۹۰۹ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیٔ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) نے مسجد ووکنگ کے متعلق ایک نہایت ہی دلچسپ قصہ ہمیں سنایا۔ اور قصہ حضرت خواجہ صاحب نے ان چند احباب سے کیا۔ جو قیام لکھنؤ میں آپ کی شرف ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب میں نے اس خانۂ خدا کو جو مدتوں سے مقفل پڑا تھا نومبر سنہ ۱۹۱۲ء میں کھولا تو مسجد کا تمام فرش خس و خاشاک و دیگر متعفن اشیاء سے ملوث تھا۔ جو مسجد مذکورہ کے مدتوں بند رہنے کی وجہ سے جمع ہو گئی تھیں۔ پھر میری نگاہ ایک چوبی منقش رحل پر پڑی۔ جو ایک گوشہ میں پڑی تھی۔ اور جس پر قرآن کریم کی ایک دیرینہ کاپی رکھی تھی۔ جسے میں نے بطور تفاؤل کھولا۔ تو اسمیں ذیل کے مقدس الفاظ صفحہ کے شروع میں ہی پہلی سطر میں مجھے نظر آئے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکاً و ھدًی للعٰلمین ۰

*عملہ اعلےٰ مسجد ووکنگ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء کا بل تصحیح کے لئے ووکنگ گیا ہوا ہے۔ سکریٹری

لفظ بکہ۔ مکہ کا دوسرا نام ہے۔ زمانہ گذشتہ میں اس کے لغوی معنے ایک ایسا مقام تھا۔ جہاں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف نے ان کلمات طیبہ کو بطور پیشگوئی سمجھا۔ اور آخر کار یہ پیشگوئی عملاً پوری ہوئی۔ ان پاک الفاظ سے حضرت خواجہ صاحب بہت ہی متاثر ہوئے۔ آپ اسی جگہ مسجد کے سر در بستہ فرش پر ڈبڈباتی آنکھوں سے خالق اکبر کے حضور سربسجود ہو گئے۔ اور ایک ننھے بچے کی طرح زار وقطار روئے۔ اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا۔ تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ذیل کی دعا اس حالتِ بیچارگی و بیخودی میں آپ کی زبانِ مبارک پر جاری تھی +

"اے خالق اقوام! اے قادر مطلق خدا! تو نے ہی مشرق میں مکہ معظمہ کو سب سے پاک مقام بنایا۔ اور تیری ہی وجہ سے مسلم قوم ہر سال اس مقدس شہر کی طرف کھینچی چلی جاتی ہے۔ بار الٰہا! میں بصد عجز و نیاز ملتجی ہوں۔ کہ اس مسجد کو مغرب میں مثیل مکہ بنا"۔ چونکہ یہ دعا ایک مخلص و مضطر قلب سے نکلی تھی۔ اسلئے اس سمیع الدعا نے اسے شرف قبولیت بخش دیا +

حضرت خواجہ صاحب موصوف تبلیغی زندگی سے پیشتر ایک کہنہ مشق و کامیاب وکیل تھے۔ چونکہ آپ کو تبلیغ دین کا شروع سے ہی ولولہ تھا۔ اسلئے اس جذبہ تبلیغ نے آپ کو مجبور کر دیا۔ کہ آپ اپنی چلتی وکالت چھوڑ کر انگلستان چلے جائیں۔ اشاعت اسلام کی مقدس فریضہ کی انجام دہی میں شبانہ روز آپ نے ان تھک خدمات انجام دیں۔ اس فریضہ کی ادائیگی میں ایک قسم کے آرام آسائش کو اپنے پر حرام کر دیا۔ اور آغاز کار میں ہی آپ سخت علیل ہو گئے۔ شروع شروع میں طبی مشورہ کو تو آپ نے نظر انداز کیا۔ جس کا خمیازہ بعد ازاں بھگتنا پڑا۔ کیونکہ آپ کے طبی مشیروں نے چند ماہ کے آرام کیلئے آپ کو تاکید کی تھی +

اسمیں شک نہیں کہ تبلیغی کارزار میں آپ کو عدیم النظیر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے یکہ و تنہا اس مقدس فریضہ کو سر انجام دیا، اور اسی انہماک نے آخرکار بستر مرگ پر آپ کو آن لٹایا ہے۔ گذشتہ تین سالوں میں مختلف آلام و عوارض کا آپ تختہ مشق بنے رہے ہیں۔ ان میں سل دیرینہ، ذیابیطس، اختلاج قلب۔ مہلک امراض ہیں۔ آپ ایک متقی شہید کی طرح راہ حق میں کام کرتے کرتے مرنے کیلئے ہر وقت ہی تیار رہے ہیں کیونکہ آپ نے توحید کے اس بیج کو جو سنگلاخ سرزمین یورپ میں آپ نے بویا تھا۔ ایک ثمر شجر کی شکل میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قادر مطلق خدا نے آپ کی اس دعا کو کہ مغرب میں مسجد ووکنگ مثیل مکہ بن جاوے شرف قبولیت بخش دیا۔ آپ کی طویل علالت طبع نے کل مسلم دنیا میں ایک اضطراب پیدا کر دیا ہوا ہے لیکن رحیم و کریم مولا نے اس بیش قیمت زندگی کو مسلمانوں کیلئے اور مہلت دے دی ہے +

مکہ معظمہ کے اجتماع عظیم کا دلفریب و دلکش منظر اگر کسی نے یورپ میں دیکھنا ہو تو وہ مسجد ووکنگ کی عید الاضحیے

سکھا اجتماع کو دیکھے ہر سال دنیا بھر کے مسلمان مسجد کے باغ میں اپنی اپنی قوم کی نمائندگی کرتے اور سبھی کے سب یکجا ہو کر خدائے
واحد کے حضور سربسجود ہوتے۔ اور خالق اکبر کی اسی طرح مل کر حمد وثنا کرتے ہیں جس طرح کہ مکہ مکرمہ
کے مقدس مقام پر کی جاتی ہے۔ تمام دنیا بھر مسجد ووکنگ ہی ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں ملک
عرب کے بیت عتیق کا چھوٹے سے پیمانہ پر منظر نظر آتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جب پہلے ہی دن مسجد ووکنگ میں تشریف لے گئے۔ تو اس دن کا آپ
ایک اور عجیب واقعہ سناتے ہیں۔ ۱۹۱۳ء میں جب آپ مسجد ووکنگ و سر سالار جنگ میموریل ہوس اور
اور اس کے متعلقہ اشیاء کا جائزہ لینے کیلئے ووکنگ گئے۔ تو مسجد میں قبل از وقت پہنچے۔ نماز ظہر کا وقت
آگیا۔ شیخ نور احمد بلال آپ کے رفیق سفر تھے۔ جو نہایت ہی متقی و پرہیزگار تھے۔ اور جن کی قسمت میں مسجد
ووکنگ کا مؤذن اول ہونا مقدر تھا۔ شیخ صاحب مرحوم احاطہ مسجد کی طرف بڑھے مروی ہے۔ کہ
پہلی اذان جو سرکار دوعالم حضرت نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں دی گئی۔ اس کا وقت بھی ظہر ہی تھا۔ مسجد ووکنگ
میں اس پہلی اذان کے وقت ایک دلگداز و مؤثر منظر دیکھنے میں آیا حضرت بلال ووکنگ جب
حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے موقع پر پہنچے۔ تو جذبۂ عشق و محبت کے ہیجان سے آپ کی
آواز بھراگئی۔ اور آپ زار و قطار رونے لگ گئے۔ اس رقت انگیز عمل کو ہلا دینے والے منظر کو دیکھنے والے
صرف حضرت خواجہ صاحب ہی تھے۔ اور وہی اس وقت واحد پرستار تھے۔ جنہوں نے اس دعوت اول
پر لبیک کہا۔ اختتام اذان پر حضرت شیخ نور احمد صاحب بلال مرحوم سے اس احساس قلبی کی وجہ دریافت
کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اذان بلال (جو کہ حضرت نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں مؤذن تھے)
تو اقوام عالم کو اپنی طرف کھینچ لائی۔ لیکن حضرت بلال رضؓ کے قائمقام ہونے کی میں اپنے میں اہلیت
نہیں دیکھتا یہی ایک خیال تھا جو میرے دل میں گزرا۔ اور جس سے میں زار زار رونے لگ گیا +

لیکن اے شیخ (مرحوم) کی مبارک روح! تو جنت میں مسرور و شاداں ہو۔ کہ تیری دعا مقبول ہوگئی
آج مسجد ووکنگ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ربع مسکون سے مسلم احباب
جوق در جوق عیدین کے روز اس مقام مقدس کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں" + میں آج شیخ صاحب مرحوم
کو الفاظ بالا میں مخاطب کرتا ہوں جو آج ہم میں نہیں ہے' +

میرا مضمون نامکمل رہیگا۔ اگر میں مسلمانوں کی طرف سے شاہی خاندان بھوپال

کی خدمت میں ہدیہ تشکر و امتنان پیش نہ کروں۔ کیونکہ مسجد ووکنگ اس ممتاز شاہی گھرانہ کا ہی مسلم دنیا کو ایک عطیۂ خاص ہے۔ ڈاکٹر لیٹنر آنجہانی نے بھوپال کے زر کثیر سے مسجد ووکنگ کی تعمیر سنہ ۱۹ء کے اوائل میں کی۔ ڈاکٹر موصوف نے لندن کی مطابع میں ایک چٹھی شائع کی۔ جس میں اُنھوں نے مسجد ووکنگ کے متعلق چند شرائط کا اعلان کیا۔ اس اعلان کا ملخص یہ تھا۔ کہ مسجد مذکورہ چند منتخب احباب کے لئے مختص ہے۔ اور کسی صورت میں بھی اُسے انگلستان میں اسلامی تبلیغی جدوجہد کا مرکز خیال نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی یہ مسجد انگریزوں کو مسلمان بنانے کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے مرکز بن سکتی ہے لیکن آنے والے واقعات نے ڈاکٹر موصوف کے الفاظ کی تکذیب کردی۔ مسجد ووکنگ بفضلہ اس وقت نہ صرف برطانوی جزائر میں مذہبی۔ اسلامی تبلیغی تگ و دو کا مرکز ہی ہے بلکہ ایک مستقل اسلامی مشن کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ جس کے ذریعہ ہزاروں حضرات و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ مسلم مشن ووکنگ کی موجودہ تبلیغی کامرانی کو دیکھ دیکھ کر علیا حضرت مرحومہ بیگم صاحبہ بھوپال کی روح مبارک کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ کیونکہ یہ پودا انہی کا لگایا ہوا ہے۔ اور یہ امر موجب طمانیت ہے۔ کہ موجودہ سرکار بھوپال کی مرحومہ والدہ محترمہ نے توسیع مسجد کے لئے ایک گرانقدر رقم مرحمت فرمانے کا اس وقت وعدہ فرمایا۔ جبکہ آپ آخری بار مسجد ووکنگ تشریف لے گئیں۔ اور آپ نے مجوزہ توسیع مسجد کا سنگ بنیاد بھی اس وقت رکھا۔ امید واثق ہے کہ آئندہ عید انشاء اللہ تعالیٰ عمارت جدید کی چاردیواری میں ہی منائی جائیگی۔ کیونکہ شدت زمستان کی وجہ سے فریضۂ نماز ان ایام میں میدان میں ادا کرنی مشکل ہو گی۔

کفریات میں ہو بہو موجود نہ تھے۔ حتّٰی کہ جناب مسیح کے ہیں ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہی ہے۔ کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس انہدامی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا۔ کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ کے انگریزی میں ایک کتاب آئی۔ ڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مصنّف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے۔ وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ وہ صدہا نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے فاضل مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھر اُن سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی [illegible] ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اُردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب **تمدن اسلام** سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی۔ طباعت تقطیع۔ کاغذ۔ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

ینابیع المسیحیت عہ

نبوّت کا ظہور اتم [illegible]

تمدّن اسلام حصہ اول [illegible]

ایضاً حصہ دوم قیمت [illegible]

ذیل کے پتہ سے یہ کتابیں مل سکتی ہیں:۔

مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں میاں عبدالواحد کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کی

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لئے ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گذشتہ ستر سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے۔ کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک روادارانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور انکے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائینگے۔ یہ کتاب اُن کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی جس سے انشاءاللہ حسب دلخواہ وشاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور جن کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے۔ کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو +

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا

یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوت کا ظہور اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جنہوں نے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کردیا۔ کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت۔ الوہیت و کفارہ مسیح ان کی ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشائے ربانی و دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی ان کا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر۔ گڈ فرائڈے وغیرہ جو حضرت مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب

دسمبر ... رجسٹرڈ ...

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رجسٹرڈ

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو مع [illegible] (۳) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۴) بیزید فنڈ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

ب۔ ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر ذاتہ قائم رکھنا۔

۲۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا چھپنا اور مفت تقسیم کرنا۔

۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

۴۔ سستے سے سستا قرآن کریم چھپا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

۵۔ اس کے لئے تابہ وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

ضروری ہدایات

(ہ) ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان۔ دی ماسک۔ ووکنگ۔ سرے۔ انگلینڈ
The Mosque, Woking, Surry England

۵۔ بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ۔ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ: اسلام۔ لاہور۔ (پنجاب)

(۷) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] معہ محصول ڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible]۔ طلباء و مفت تقسیم کے لئے [illegible] معہ محصول ڈاک

خواجہ عبد الغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

HOLY PROPHET MUHAMMAD AT THE HOTEL METROPOLE, NORTHUMBERLAND AVENUE, LONDON, W.C. 2, ON TUESDAY, SEPTEMBER 30, 1930, AT 8. P.M



At the farthest end of the picture on the dais are seen, from right to left, Maulvī 'Abdu 'l-Majīd, M A , Imām, The Mosque, Woking; Brigadier-General Blakeney, C M G., D.S O.; Lord Headley, the Chairman of the Society; and Mr. Habeebu 'llah Lovegrove, the Secretary.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ · بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۰ء مطابق جمادی الثانی و رجب ۱۳۴۹ھ · نمبر ۱۱-۱۲

مہتمم محمد عبدالعلیم — محمد فضل علی ... ایم

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۰ء

جلد ۶ — نمبر ۱۱ و ۱۲

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ایک نہایت ہی خوبصورت اور پُرشکوہ فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ یعنی برطانیہ عظمے کی مسلم سوسائٹی حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت مغربی لندن کے مٹروپول ہوٹل کے اقحہ نا رتھمبر لینڈاونیو میں بروز منگل مؤرخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۰ء بوقت ۸ بجے شام منا رہے ہیں تصویر میں سب سے دور پیچھے ایک شاندار کمرہ میں مرتفع پلیٹ فارم پر چار نمایاں ہستیاں کرسیوں پر بیٹھی نظر آرہی ہیں۔ اُن کے داہنے طرف سے سب سے اوّل تو جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے امام مسجد ووکنگ ہیں۔ دوسرے جناب بریگیڈیئر جنرل بلیکینی۔ سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی۔ ایس۔ او اور تیسرے عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر سوسائٹی مذکور اور چوتھے جناب مسٹر حبیب اللہ لوگرو ممبر سوسائٹی ہیں ✦

ذیل میں اس یوم ولادت کی سعید تقریب کی مفصّل روئداد پیش کی جاتی ہے :۔

برطانیہ عظمے کی مسلم سوسائٹی نے حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت لندن میں نہایت ہی تزک و احتشام سے منایا

۳۰ ستمبر ۱۹۳۰ء کو برطانیہ عظمی کی مسلم سوسائٹی نے دی رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی میصدارت حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت مٹروپول ہوٹل لندن میں منایا۔ ہوٹل مذکور کی جگہ اس عظیم الشان تقریب کے بالکل شایانِ شان تھی۔ اس اجتماع کثیر کا اس وقت فوٹو بھی لیا گیا۔ جو رسالہ حاضرہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے ✦

وقت مقررہ سے پیشتر ہی مختلف مذاہب و ملت کے اخوات و خواتین ہال مذکورہ میں جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ تا کہ ان چند عظیم الشان انسانوں میں سے جن کی یاد نسل انسانی کے ذمہ ہمیشہ کیلئے ڈالی جا چکی ہے۔ اپنی عقیدت کے پھول پیش کریں۔ یہ اجتماع ہندوستانیوں۔ افغانوں۔ مصریوں۔ شامیوں۔ سکھوں۔ ہندوؤں۔ انگریزوں مسلمین و نو مسلمین ترکوں۔ ایرانیوں۔ عربوں۔ فلسطینیوں اور مراکشیوں پر مشتمل تھا +

ایک نمایاں خصوصیت جس نے اس تقریب کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے۔ وہ اسلامی ممالک اور غیر مسلم دوستوں کے تمام سفارتی نمایندوں کا اس اجتماع کثیر میں موجود ہونا تھا۔ ہز ایکسیلنسی مصری منسٹر۔ منسٹر حجاز و نجد۔ افغانی سفارتخانہ کے سفیر جلسہ میں رونق افروز تھے۔ افغان منسٹر ہز ہائنس جناب سردار شاہ ولی خان صاحب نے ازراہ لطف سوسائٹی کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا۔ لیکن علالت طبع کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے +

ٹھیک ۸ بجے شام کے عالیجناب لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ نے کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ اور اسی وقت سامعین کی عکسی تصویر لی گئی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد جس کا ترجمہ مسٹر حبیب اللہ صاحب ممبر سوسائٹی نے کیا۔ اس شب کی کارروائی شروع ہوئی +

صاحب صدر نے اپنے ابتدائی ریمارکس میں لنڈن نظامیہ مسجد کے کام کی ترقی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسجد مذکورہ کے حساب آمد و خرچ کے متعلق چند تشریحی کلمات فرمائے۔ اس کے بعد مسجد نظامیہ کے حساب کے بیلنس شیٹ (بعتا یا) کی مطبوعہ کاپیاں حاضرین جلسہ میں تقسیم کی گئیں۔ اس کے بعد جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی امام مسجد ووکنگ کو جناب صدر نے حضرت نبی کریم صلعم کے سوانح حیات پر ایک مختصر تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا۔ مولوی صاحب موصوف کے بعد بریگیڈیئر جنرل لارڈ ڈی۔ بی بلیکینی۔ سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی ایس او نے حضرت نبی کریم صلعم پر لیکچر دیا۔ جنرل موصوف گو مسلمان نہیں۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم کے دل سے مداح۔ واله و شیدا ہو چکے ہوئے ہیں +

ہمارے ناظرین کرام یہ سنکر مسرور ہونگے۔ جرنل مذکورہ کے دل میں عشق نبوی کی چنگاری کو سلگانے والی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے ووکنگ مسلم کی مشہور آفاق کتاب دی آئیڈیل پرافٹ ہے۔ جس کی ایک کاپی فلسطین وفد کے سکرٹری جناب جمال حسینی کی وساطت سے جرنل موصوف تک پہنچی کتاب مذکور کے مطالعہ سے جرنل مذکور کے دل میں محبت رسول اکرم صلعم گھر کر گئی آپ نے کئی ایک مجمعوں میں حضرت نبی کرم صلعم پر لیکچر دے چکے ہیں۔ ایسے ایسے رنگوں میں ذات اطہر صلعم کو سامعین کے سامنے پیش فرماتے رہے ہیں کہ اس مدحت سرائی میں ایک پیدائشی مسلم بھی اُن سے گوئے سبقت نہیں لے جاسکتا۔ آپ نے اپنی تقریروں کے ایک سلسلہ میں ایک شاندار تقریر کیا اسلام دُنیا کے امن کا کلید بردار ہے کے موضوع سے ۵ مئی ۱۹۳۰ء کو سنگچوری۔ سیل سٹریٹ لندن ایس۔ ڈبلیو میں فرمائی۔ جرنل موصوف نے دوران تقریر میں حاضرین جلسہ سے حضرت نبی کریم صلعم کی سوانح حیات کے مطالعہ کی استدعا کی۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب دی آئیڈیل پرافٹ[1] کے مطالعہ کے لئے خصوصیت سے زور دیا۔ پھر کتاب مذکورہ کی ایک کاپی سنگچوری مذکور کی لائبریری کے ممبروں کے مطالعہ کیلئے اپنی طرف سے مفت پیش کی +

جرنل موصوف نے اپنی تقریر کے پہلے حصہ میں جو آیندہ کی صحبت میں انشاءاللہ پیش ناظرین کرام ہوگی۔ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی پر ایک انوکھے اور اچھوتے انداز سے روشنی ڈالی۔ اس تقریر کو ہمارے ان دوستوں نے جو حلقۂ روحانیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ از حد پسند کیا۔ لیکچر مذکور کے نکات کی بلیک بورڈ اور چاک کی مدد سے تشریح کی گئی +

اس کے بعد جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے جناب عبداللہ یوسف علی آئی۔ سی۔ ایس کو مدعو کیا۔ تاکہ وہ بھی اسی موضوع پر چند ایک خیالات کا اظہار

[1] اس کتاب کا اردو ترجمہ نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل بھی بجنفر مسلم بک سوسائٹی لاہور میں ملسکتا ہے قیمت عہ ہے

فرمائیں۔ اور سامعین کے شکریہ کا ووٹ جسے کہ ہیرو سوسائٹی نے تجویز کیا پاس کرنے کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ جسکے بعد مختصر طور پر سامعین جلسہ کی چاء سے خاطر کی گئی +

یہ تقریب سعید ہر رنگ میں کامیاب ہوئی اس تقریب کے منتظمین و مجوزین ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اسے کامیاب بنانے میں اَنتھک کوششیں کیں حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کے متعلق مغربی دُنیا شدید غلط فہمی میں مبتلا ہے اس دروغ باقی کے قلع قمع کرنے کیلئے اس قسم کے جلسہ ہر ایک توجہ و امداد کے مستحق ہیں +

حاضرین جلسہ میں پروفیسر لیون اُن کی اہلیہ سر عمر حیات خاں ٹوانہ اہلیہ پرکینن ہلٹن لیڈی ہیڈلے بالقابہ سردار اور اہلیہ صاحبہ اقبال علی شاہ اور مسٹر مارمیڈوک پکتھال موجود تھے +

کیا جمہوریت ایک مغربی اصول ہے؟

برطانیہ کی عربی بولنے والی جماعت نے ۹ ۲ اگست ۱۹۳۰ء کو ہوٹل میٹرا پول میں جمعہ کے روز ہز ایکسیلنسی پروفیسر مکرم عابد کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت دی، صاحب موصوف نحاس پاشا کے عہد وزارت میں وزیر مالیات تھے۔ اور آجکل وفد پارٹی کے جو اس وقت مصر میں برسر اقتدار ہے سکرٹری جنرل ہیں۔ آپ اُس وفد کے بھی ایک رکن رہ چکے ہیں جو کچھ عرصہ ہوا انگلستان میں برطانوی حکومت کے وزرا سے مصر و انگلستان کے تعلقات پر گفت و شنید کرنے آیا تھا۔ اور جب زغلول پاشا کی پارٹی کو حکومت برطانیہ سے مخالفت کے جرم میں جلاوطن کیا گیا تھا۔ تو صاحب موصوف بھی اُن کے ہمراہ تھے +

مختلف اقوام کے اصحاب مثلاً مصری۔ ہندی۔ عراقی۔ شامی عرب افغان اور انگریز ایٹ ہوم میں شریک تھے۔ تاکہ وہ اس مقصد سے ہمدردی کا اظہار کرسکیں جسکے حصول کیلئے وفد پارٹی کوشاں ہے +

چاء اور فواکہ سے فراغ حاصل کرنے کے بعد پروفیسر موصوف زبردست تالیوں کی گونج میں تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ مولوی عبدالمجید ایم۔اے امام مسجد ووکنگ نے بحیثیت صدر جلسہ لیکچرار کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ کہ ہم لوگ یہاں صرف پروفیسر موصوف کی شخصیت کا احترام

کرنے کیلئے جمع نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم اس لئے کہ بطور محب الوطن کا فرض سمجھتے ہیں اور اسلامی ملک کی عزت کرتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ صاحبان مفید معلومات ساتھ لیکر یہاں سے رخصت ہونگے۔

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے حسب معمول نہایت دلکش انداز میں تقریر شروع کی۔ جس کے دوران میں انہوں نے کہا۔ کہ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جمہوریت مغربی دماغ کی شرمندۂ احسان ہے اور اس لئے مشرق کیلئے موزوں نہیں ہے۔ جمہوریت تو مشرقی لوگوں کی روزمرہ زندگی میں کارفرما نظر آتی ہے۔ اور جو یورپین اصحاب مشرقی ممالک کا سفر کر چکے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور لندن میں جس قدر عربی بولنے والے اصحاب بود و باش رکھتے ہیں، جنہوں نے مجھے اس جلسہ میں تقریر کرنے کی عزت بخشی ہے وہ بھی اس حقیقت سے خبردار ہیں۔ ان کی زندگی جمہوریت پر بسر ہوتی ہے۔ اور اس لئے مناسب ہے کہ ان پر حکومت بھی اسی قسم کی ہو۔ حضرت مسیح اور آپ کے حواری آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ سب کے سب جمہوریت پر عامل تھے۔

صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ کہ ایک شخص نے ڈرتے ڈرتے آنحضرت صلعم کو سلام کیا۔ آپ نے اس کو فرمایا اے بھائی تم خوفزدہ کیوں ہو؟ میں تو محض اس عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔

خلفاء جیسا کہ سب جانتے ہیں، بحیثیت رائے عامہ سے منتخب ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے کہا تھا "اگرچہ میں افضل الناس نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے امارت کے لیے منتخب کیا ہے۔ اگر میں بطرز احسن حکومت کروں تو میری مدد کرنا۔ اور اگر مجھ سے غلطی ہو تو مجھے معزول کر دینا۔" اسی طرح ایکمرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے عمر ابن العاص کو سرزنش کی۔ کیونکہ انہوں نے ایک قبطی کے ساتھ ناانصافی کی تھی۔ اور کہا۔ تم انسانوں کو غلام بناتے ہو۔ حالانکہ انکی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا۔" اس کے بعد صاحب صدر کی درخواست پر مسٹر کامل عف یوزشلیم نے شکریہ کی تجویز پیش کی۔ اور علامہ سید عبد اللہ یوسف علی ایم اے ایل ایل ایم سی بی ای وغیرہ نے اس کی تائید کی۔

دُنیا کے حقیقی مذہب حنیفیت کا اقتصادی پہلو جنگ عظیم کے بعد یہ سوال بہت شدومد کے ساتھ

معرض بحث میں آرہا ہے۔ کہ رُوحانیت سے دُنیا کو فائدہ پہنچا یا نہیں؟ ڈیلی ہیرالڈ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۳۰ء میں دو مضامین اسی بحث پر شائع ہوئے تھے +

بہرکیف ہم مسلمان تو برخلاف مسیحی احباب کے رُوحانیت کو اس لئے بہت مفید یقین کرتے ہیں۔ کہ یہ طریق دُنیا کو دہریت کی طرف مائل ہونے سے روکتا ہے۔ کیونکہ رُوحانیت کی تعلیم یہ ہے کہ خدا ہمارا سب کا خالق اور رازق ہے۔ اور سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ موت کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ وار ہے۔ جزا و سزا برحق ہے رُوحانی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور ارواح میں مکالمہ و رابطہ باہمی ممکن ہے +

رابطہ ارواح کے مسئلہ پر بہت کچھ لعن طعن ہوتی رہی۔ لیکن باایں ہمہ رُوحانیت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ اور اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ کلیسیاء کی تعلیم میں ضرور کوئی نقص ہے۔ جو یہ طریق لوگوں میں قبولِ عام حاصل کر رہا ہے۔ ہماری نظر میں وہ نقص یہ ہے۔ کہ کلیسیائی تعلیمات حیات بعد الموت کے متعلق نہایت مُبہم ہیں۔ اور آیندہ زندگی کو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ جو لوگ ادائے فرض میں قاصر رہینگے۔ انھیں سخت عذاب ہوگا۔ اور یہ بات لوگوں کو آیندہ زندگی پر عقیدہ رکھنے سے باز رکھتی ہے۔ رُوحانیین کی تحریرات دیکھ کر ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ اُنھوں نے ابھی تک امام غزالی اور علامہ ابن عربی کی تصانیف کا مُطالعہ نہیں کیا۔ اور وہ ہنوز اسلام کے باطنی پہلو سے ناواقف ہیں۔ جب وہ قطعہ اسلام کا مُطالعہ کرینگے۔ تو انھیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسلام اُن کا حقیقی دوست اور مُعاون ہے اور یہ بات مسیحیت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کس قدر افسوس ہے۔ کہ یہ لوگ بائیبل سے اپنی تعلیمات کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ناکافی اور مُبہم ہونے کے باعث تو خود رُوحانیت عالم وجود میں آئی ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ یہ لوگ اب اپنی توجہ اسلامی تعلیمات کی طرف منعطف کریں۔ کہ یہاں اُن کو نعمتِ عظمےٰ نصیب ہو سکتی ہے +

حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جو مذہب یا طریق انسان کو ابدیت رُوح کا درس دیتا ہے۔ وہ بنی نوع آدم کی بہت بڑی خدمت انجام دیتا ہے۔ اور بلا شک رُوحانیت نے انسانوں کو لا ادریت اور الحاد کے گڑھوں میں گرنے سے بچایا ہے۔ اور خدا اور آخرت پر اُن کا ایمان قائم کیا ہے۔

اسلئے ہماری نظر میں یہ مذہب لائق تحسین ہے۔ پروفیسر لیکومٹے ڈو نوئی اپنی تصنیف "نوع آدمیم" مطبوعہ نیو یارک ۱۹۴۷ء میں یوں رقمطراز ہیں :۔

"جزاء کی اُمید اور سزا کے خوف سے قطع نظر کر کے اس اعتقاد کا عام انسانوں کی طبائع پر نہایت مفید اخلاقی اثر مرتب ہوسکتا ہے، کہ ہم اس کو نظر انداز نہیں کرسکتے۔ یہ بالکل ایک استثنائی امر ہے کہ مارکس اریلئیس یا ہکسلے جیسے بعض افراد محض ذاتی کوشش سے اخلاقی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ لیکن بنی نوع آدم بحیثیت مجموعی رُوحانی اعتقاد سے معرّا ہوکر اخلاقی زندگی نہیں بسر کرسکتے۔ بلکہ انکی روزمرہ زندگی بھی معرضِ شبہات میں آجائیگی۔ یہ عقیدہ کہ موت کے بعد بھی زندگی ہوگی، اگرچہ ہمیں اس زندگی کا مطلق علم نہ ہو۔ ہمارے اندر یہ یقین پیدا کرسکتا ہے۔ کہ ہم عالم رنگ و بُو سے فزوں تر عالم کا جزو ہیں۔ اور اسکی بدولت اُن عوارض کا سدِّ باب ہوسکتا ہے۔ جو تمدن اور تہذیب کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں" +

کلیسائی نظریات اور عام لوگوں کے خیالات میں اختلاف لیمبتھ کانفرنس اور ماڈرن چرچ مین کانگریس کی قراردادوں، تجویزوں اور فیصلوں کو پڑھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ آج کے دن کلیسیاء اور عوام کے خیالات میں بعد المشرقین موجود ہے۔ اور آخر الذکر طبقہ اسلامی طریق حیات کیلئے بیتاب نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر زندگی کے تمدنی پہلو یعنی **نکاح** اور تعلقات مابین زن و مرد کو لے لیجئے۔ آجکل تمام یورپین مرکزوں میں طلاقوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ شادی کے متعلق پست خیالات اور عقد نکاح کو حقیر گرداننے کی وجہ سے مسیحی ممالک کا اخلاقی معیار روز بروز پست ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اہلی زندگی میں نقائص اور خرابیاں رُونما ہو رہی ہیں، حالانکہ فیملی لائف تو موجودہ تمدن کی بُنیاد ہے +

کلیسیاء کے عمائدین اب خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں۔ اور اس خیال سے کہ مبادا نوجوان طبقہ مذہب سے بالکل دستبردار ہو جائے۔ میدان عمل میں آرہے ہیں +

ہم نے گزشتہ پرچہ میں لیمبتھ کانفرنس کا ذکر کیا تھا۔ لیکن ربطِ کلام کی وجہ سے ہم اس کی
اس کوشش کا ذکر دوبارہ کرتے ہیں۔ جو جنسی اخلاق کے مسئلہ کے متعلق اس کی طرف سے ظاہر کی
گئی ہے۔ کانفرنس مذکور نے قرار دیا۔ کہ ہمارے خداوند نے جو نظریہ نکاح کا پیش کیا ہے۔ اس میں
جملہ اخلاقی مسائل کا حل موجود ہے۔ جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کس طرح ہمارے
خیال میں اس قسم کے ریزولیوشن پاس کرنے سے دشواری کا حل نہیں ہو سکتا +

کیونکہ لوگ کانفرنس کی نظر میں محترم نظریہ نکاح کو قبول کرنے کیلئے طیار نہیں ہیں۔
جب تک اُن کے سامنے مادی مثالیں موجود نہ ہوں۔ اور اس کے علاوہ وہ کس طرح طیار
ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اُن کے خداوند نے اُن لوگوں کو ذہن میں مُطلق نہیں رکھا۔ جو عادی شرابخور
ہیں۔ یا کسی دماغی یا جسمانی عارضہ کی وجہ سے ناقابل ہیں۔ جن کے اطوار حیوانوں کے سے ہیں؟

ڈین آف سینٹ پال نے ایک اور دلچسپ تجویز پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ جو لوگ دائمی معاہدہ
نہ کر سکیں۔ ان کو اجازت ہونا چاہئیے۔ کہ کلیسیا کی بجائے کسی رجسٹریشن آفس میں جا کر نکاح
پڑھالیں (یہ نکاح فریقین کی مرضی سے ٹوٹ سکتا ہے) اور یہ معاہدہ ایک پرائیویٹ حیثیت
رکھیگا۔ کلیسیا کی نظر میں مستند نہ ہوگا۔ کیونکہ کلیسیا صرف اُسی شادی کو جائز قرار دے سکتا ہے
جس میں فریقین دائمی رفاقت کا عہد کرینگے" لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آئندہ حالات سے
کون خبردار ہو سکتا ہے؟ لہٰذا کسے پڑی ہے۔ کہ کلیسیا میں جا کر دائمی
رفاقت کا عہد کرے +

آنحضرت صلعم کی سیرت مبارکہ پر ایک برہمن فاضل کا تبصرہ

بقلم پروفیسر ہری پرشاد شاستری پی۔ ایچ ڈی

ہم لوگ فطرت کی حسین چیزوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور
موسیقی اور شاعری سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ جب ہم افلاطون یا شیکسپیئر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمارے خیالات
میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم شنکر اچاریہ کے فلسفہ اور شاکیا منی کے اعلیٰ اخلاقی تعلیم پر
غور کرتے ہیں تو روحانی طور پر اعلیٰ مدارج طے کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم کسی عظیم الشان شخصیت پر نظر ڈالتے
ہیں۔ اور اس کے کارناموں کو سامنے رکھتے ہیں۔ تو ایک ایسی قلبی راحت حاصل ہوتی ہے جسے

بذریعہ الفاظ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں صرف اس شخصیت کو عظیم الشان کہتا ہوں جو صداقت کے حصول اور تمدن کے فروغ میں بنی نوع آدم کی معاون ثابت ہو۔ کیونکہ صداقت مطلوبہ خود ایسی شخصیت میں مضمر ہوتی ہے۔ اور ایسی شخصیت کا اثر ہمارے قلوب پر اس درجہ ہوتا ہے جس کا جواب کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس شخصیت کی بدولت ہم صرف اخلاقی اور روحانی طور پر ہی ترقی نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارے شعور ذاتی میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہم اس حیرت انگیز میدان کی جھلک حاصل کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے لئے باعثِ تقویت اور راحت ثابت ہوتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ہم عقل یا حواس کے ذریعہ سے خدا کو معلوم نہیں کر سکتے۔ لیکن اس شخص کی زندگی کو دیکھ کر ہمارے اندر خدا کی ہستی کا وجدانی علم پیدا ہو سکتا ہے جس نے خود تجربۂ ذاتی کی بناء پر خدا کی ہستی کا علم حاصل کر لیا ہو۔ ایسے شخص کی صحبت میں رہکر ہمارے اندر حریت اور ہمدردی اور روحانیت پیدا ہوگئی ہے۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ محمد الرسول اللہ اسی اعلےٰ اور عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے۔ اور غالباً آپ ان لوگوں کے خاتم تھے جو وقتاً فوقتاً بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے ہیں +

آپ عرب کے ایک نہایت شریف اور مشہور خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بچپن ہی سے صداقت شعاری اور معدلت گستری آپ کا طریق حیات تھا۔ آپ بچپن ہی سے غور و فکر کے عادی تھے۔ اور اخلاقی زندگی بسر کرنے کیلئے آپ کو دنیاوی علوم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ دنیاوی طور پر دانشمند انسان صرف ادنیٰ جزوی صداقت کسی دوسرے کو سکھا سکتا ہے۔ جو آپ ماں کے پیٹ ہی سے لے کر پیدا ہوئے تھے۔ جوانی میں آپ نے تجارت شروع کی اور دنیا کو دکھا دیا کہ ایک شخص امانتدار رہکر بھی کامیاب تاجر ہو سکتا ہے۔ اگر حکیم کنفوشش کو آپ کے تجارتی اصولوں کا علم ہوتا تو وہ تجارتی معاملات کو مذموم قرار نہ دیتے۔

آپ نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی کرکے یہ بات دنیا کو دکھا دی کہ جسمانی خوبصورتی ایک عارضی شے ہے۔ اور شادی کا رشتہ اخلاقی خوبصورتی پر مبنی ہونا چاہئے۔ واضح ہو کہ حضرت خدیجہ ظاہری دولت کے علاوہ روحانی دولت سے بھی مالامال تھیں۔ اور صداقت کے حصول کی خواہش ان کے قلب میں بدرجہ اتم موجزن تھی +

آنحضرتؐ کی حقیقی عظمت و شان عمر کے چالیسویں سال میں ظاہر ہوئی۔ جبکہ آپ نے محض اپنے

بلند اخلاقی اصولوں کی طاقت اور روحانی اور باطنی قوتوں کی بنا پر خدا کی ہستی کا اپنے نفس میں مشاہدہ کیا۔ اور محسوس کیا۔ کہ دنیا کو توحید ذات باری تعالیٰ کی عظیم الشان صداقت سے روشناس کرانا اور ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاقی دستور العمل ان کی رہنمائی کیلئے پیش کرنا چاہئے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ کی قوم کو جو مادیت کے قعر میں پڑی ہوئی تھی۔ اور صرف جسمانی لذتوں کو مقصود حیات قرار دیتی تھی، ایمان کی خوبیوں سے نا آشنا تھی۔ اور توحید باری تعالیٰ کے فائدوں سے بیگانہ تھی، ایک ملہم ربانی کی اشد ضرورت تھی۔ اور بلا شک عربوں کی یہ ضرورت پوری ہوئی۔ یہ دنیا کی تاریخ میں ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہے جبکہ آپ نے غار حرا میں اس صداقت کو دریافت کیا۔ کہ سوائے خدا کے اور کوئی ہستی لائق پرستش نہیں۔ یہ حقیقت ایک ایسی قوت ثابت ہوئی۔ جس نے رومۃ الکبریٰ کو جو غلامی اور انفرادی فضول خرچی پر مبنی تھی، فنا کا راستہ دکھا دیا۔ اور یورپ میں ایک نئے تمدن کا افتتاح کر دیا۔ آپ نے اپنے مذہب کا نام "اسلام" رکھا جس کے معنی ہیں "صلح اور امن"۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ آپ کا مذہب واقعی صلح اور امن کا علمبردار ہے۔ جس کی بدولت، انسان کی مضطرب روح کو سکون، اور جہالت میں غرق شدہ انسانیت کو خدا کا حقیقی علم حاصل ہو گیا +

اگر آنحضرت صلعم خدا کی طرف سے نہیں تھے۔ تو پھر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ خدا نے کبھی کسی شخص کو نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہی نہیں۔ اور نبوت کا تخیل کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا +

اس پاک نبی نے جو تعلیم دوسروں کو دی پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ آپ کی شخصیت جمہوریت، رواداری، اخلاق حسنہ، محبت، سخاوت اور سادگی کا مجسمہ تھی۔ آپ دنیاوی نمائش، عزت اور سطوت سے نہایت نفور تھے۔ آپ خدا اور سچائی ان دو چیزوں کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اور حتی الوسع ان دونوں کی پیروی آپ کا مشغلۂ حیات رہا۔ آپ نے کبھی باطل کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ آپ کبھی کسی شخص سے مرعوب نہیں ہوئے۔ آپ کی شجاعت فوق العادت تھی +

آپ نے ان باتوں کی تعلیم نہیں دی۔ جن پر عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ان امور کی تعلیم دی جن پر ہر شخص عامل ہو سکتا ہے، اور اس عمل کی بدولت اس کے اندر روحانی ترقی پیدا ہونا یقینی ہے۔ آپ غریبوں سے محبت ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ نے دنیا کو زکوٰۃ کا اصول بھی سکھایا۔ جس پر اگر سب لوگ عمل کریں تو دنیا سے مفلسی یکدم کافور ہو جائے۔ آپ نے مسکرات کے استعمال کی ممانعت

فرمائی۔ اور یہ حکم آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس پہلے نافذ فرمایا جس پر امریکہ آج عمل کر رہا ہے اور جاپان عمل کرنے کی فکر میں ہے۔ کیونکہ جاپانی لوگ شراب کے کثرت استعمال کی وجہ سے اخلاقی پستی کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ آپؐ کا ایک مشہور مقولہ ہے" علم حاصل کرنے کے لئے چین جانے سے بھی گریز مت کرو"۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں چین پر خاندان ٹینگ حکومت کر رہا تھا۔ اور اس زمانہ میں وہاں علم و فضل کا بڑا چرچا تھا۔ جب یورپ جہالت میں مبتلا تھا۔ اور جبکہ یورپ کے دارالحکومتوں میں جادوگرنیوں کو زندہ جلایا جاتا تھا۔ اور جبکہ یورپ کے لوگ علم و حکمت سے اس طرح بچتے تھے۔ جیسے کوئی سانپ بچھو سے۔ اس وقت اسلام کے متبعین اسپین کے گاؤں میں مدارس جاری کر رہے تھے۔ اور لوگوں کو سائنس اور حکمت کی طرف مائل کر رہے تھے۔ اور (آرٹ) فنون لطیفہ، فلسفہ اور لٹریچر کا درس دے رہے تھے یوروپین فلسفہ میں ابو نصر فارابی اور ابوبکر رازی کا نام سونے کے حرفوں سے لکھا ہوا ہے +

بدھ مذہب کی طرح اسلام صرف ایک مذہبی تحریک ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمدن اور تہذیب کا زبردست ممد و معاون ہے جس طرح بدھ مذہب نے شمالی ایشیا میں تہذیب پھیلائی۔ اسی طرح اسلام نے شمالی افریقہ اور یورپ کے لوگوں کو متمدن بنایا۔ ارسطو کا فلسفہ مسلمانوں ہی کی بدولت یورپ میں پہنچا ہے۔ کیونکہ مسلمان اپین میں ارسطو کے فلسفہ پر درس دیتے تھے۔ کاغذ بھی مسلمانوں ہی کی بدولت یورپ میں پہنچا۔ قصر الحمرا جس کا نقشہ لندن کے قصر بلورین میں نظر آتا ہے مسلمانوں کے فن تعمیر کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی آرٹ پاکیزگی کا مجسمہ ہے +

آنحضرت صلعم استعلائے ذاتی سے مطلق سروکار نہ تھا۔ آپ کی نظر میں صرف خدا ہی تمام تعریف اور توصیف کا سزاوار ہے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ لوگو! میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں مسلم اور غیر مسلم دونوں آپؐ کی نگاہوں میں یکساں تھے جس طرح خدا کی نگاہوں میں آپؐ مسلم اور غیر مسلم دونوں سے یکساں سلوک فرماتے تھے +

زمان و مکان، رنج و الم اور روایات پارینہ سے آزادی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے شعور ذاتی کو لامحدودیت کی فضا میں منتقل کر دے + اسی لئے آنحضرت صلعم

نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ ہر روز پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچ کر اپنے آپ کو نجات اور عرفان کا مستحق بنائیں۔ ظاہر ہے۔ کہ کوئی مذہب اس سے بلند تر تعلیم نہیں دے سکتا +

سوال و جواب

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

علاقۂ بنگال (ہندوستان) سے ایک دوست نے دو سوالات میرے پاس روانہ کئے ہیں:۔

(۱) اگر اسلامی قربانی کا مقصد گناہوں کا کفارہ ادا کرنا ہو تو کیا پھر یہ اسلامی رسم بلحاظ مذاہب مسیحی طہارت کے لحاظ سے مشابہ نہیں ہوگی؟

(۲) اگر ملائکہ کے معنے قوائے فطرتیہ ہیں تو پھر ملائکہ کے انسانوں کے پاس آنے کا کیا مطلب ہے؟

میں نے مفصلہ ذیل جواب اُن کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ جسے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں:۔

عید قربان

قرآن شریف کی تعلیمات کے موافق، قربانی سے گناہ معاف نہیں ہو سکتے۔ اسلام تو عمل اور ذمہ داری کی تعلیم دیتا ہے۔ لہذا وہ کسی ایسے عقیدہ کو پسندیدہ قرار نہیں دے سکتا جس سے قوت عمل مردہ ہو جائے یا ذمہ داری کا احساس مفقود ہو جائے +

قربانی کی رسم ابتدائے آفرینش سے جاری ہے۔ اور اس کا مقصد صرف غرباء پروری تھا۔ جیسا کہ لفظ "عید" سے ظاہر ہوتا ہے۔ لحم حیوانی ایک مقوی اور خوش ذائقہ غذا ہے۔ جو غرباء کو میسر نہیں آسکتی اسی لئے قربانی اور دیگر صدقات کا مقصد اصلی یہ ہے کہ غریبوں کو بھی اس لذت سے بہرہ اندوزی کا موقعہ دیا جائے۔ اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہیں +

اس میں شک نہیں۔ کہ افعال حسنہ رفتہ رفتہ انسان کے اندر میلانات گناہ کو کم کر دیتے اور بالکل دور کر دیتے ہیں۔ نیز گنہگار کو خدا کی نظر میں مقبول بھی بنا دیتے ہیں۔ نکوکاری کیلئے یقیناً کسی نہ کسی قسم کی قربانی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمیں یقیناً اُن چیزوں سے جن کو ہم محبوب رکھتے ہیں۔ مفارقت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ گناہ کے معنی حقیقتاً یہ ہیں کہ دوسروں کو اُن کے جائز مقبوضات سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن اگر ہم نکوکاری کی خاطر اپنی محبوب اشیاء

کو ترقیات کو دیں، تو لا محالہ ہمارے اندر یہ خواہش کبھی پیدا نہ ہوگی۔ کہ ہم دوسروں کے اعمال پر قانع ہو جائیں پس اعمال حسنہ بدکاری اور برائیوں سے باز رکھتے ہیں۔ اور خدا کو خوش کرتے ہیں۔ قربانی کا یہی مطلب ہے، لیکن اس کے معنے کفارہ گناہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں اس کی بدولت گناہ کرنے کی قوت رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے +

افسوس یہ بات کا ہے کہ قربانی کی رسم کو کفارہ کا رنگ دیدیا گیا۔ نکوکاری سہل الحصول نہیں ہے اور طبیعت انسانی ابتدا ہی سے یہ چاہتی ہے۔ کہ اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال دے۔ اور یہ وہ رجحان ہے جس کو حتی الوسع زائل کرنا چاہئے۔ ورنہ ہمارے اندر ذمہ داری کا احساس کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اس فطری کمزوری کے باعث انسان ہمیشہ کسی ایسی شے کا آرزومند رہتا ہے۔ جو اسکے برائیوں کا کفارہ ہو جائے یسوع ہی تن تنہا ایسا "مسیح" نہیں، جسے انسان نے اپنے بہبود کیلئے تراشا ہو وہ تو اس سلسلہ کا خاتم ہے۔ جو وقتاً فوقتاً کفارہ گناہ ہوتے رہے ہیں یسوع سے پہلے بھی بہت سے مسیح اس دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ جن کو خدائی صفات سے متصف کیا گیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی جان بنی نوع آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے قربان کر دی ہے۔ سب نے بخوشی موت گوارا کی سوائے حضرت یسوع کے، جنہوں نے خدا سے یہ دعا کی تھی۔ کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ مسیحیت میں یہ تجویز نجات دراصل بت پرستوں کے عقاید سے اخذ کی گئی ہے۔ اوائل کلیسیا کے بزرگوں نے، اسکے عوض اپنے عقاید پیش کرنے کی کوشش کی۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے مشرکانہ عقاید کلیسیا میں داخل ہو گئے۔ تاکہ انسے عوام کی نظروں میں قبول حاصل ہو سکے +

حقیقت یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا۔ اس رسم کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کے اندر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی روح پیدا ہو جائے۔ اور اسکی صورت یہی ہے۔ کہ انسان اسبات کو مدنظر رکھے کہ خدا کی نظر میں خون اور گوشت کی وقعت نہیں بلکہ دل پاکیزگی کی وقعت ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ "اللہ کو ان (قربانی کے جانوروں) کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ صرف تمہارا تقوی۔ پس اس نے ان کو تمہارا خادم بنا دیا ہے۔ تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرسکو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اور جو لوگ نکوکار ہیں۔ انہیں خوشخبری سنا دو" +

اس آیت سے پہلی آیت بھی خاص طور پر لائق توجہ ہے ارشاد ہوتا ہے:-

"اور اونٹوں کو ہم نے اللہ کے مذہب کا تمہارے لئے ایک نشان بنایا ہے۔ ان میں تمہارے لئے بہت کچھ بھلائی ہے۔ پس جب وہ ایک قطار میں کھڑے ہوں تو ان پر خدا کا نام پڑھو۔ اور جب وہ ذبح ہو چکیں تو ان کا گوشت کھاؤ۔ اور غریبوں کو کھلاؤ جو قانع ہوں اور فقرا میں تقسیم کرو۔ پس ہم نے ان کو تمہارا خادم بنایا۔ تا کہ تم شکر گزار بندے بن سکو"۔

اس آیت کا آخری فقرہ یعنی ہم نے ان کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ تا کہ تم شکر گزار بندے بن سکو۔ خاص طور پر لائق توجہ ہے۔ انسان کے اندر جو بہیمیت پائی جاتی ہے۔ وہ اُسے سرکشی کی طرف راغب کرتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم نیکی کی راہ پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ تو لازم ہے کہ اس بہیمیت کا قلع قمع کر دیں۔ اور یہ بات تمدن کیلئے از بس ضروری ہے۔ قربانی اس اصول کو ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔ اور یہ رسم ہمیں حقیقت سے خبردار بناتی ہے جانور کو ذبح کرنے سے ہمیں در پردہ یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے۔ کہ جس طرح حیوان ذبح ہوا۔ اسی طرح ہم بھی اپنی حیوانیت کو ذبح کر دیں۔ اور جو شخص اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ محض ایک جیتی جاگتی جان کا خون کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ملائکہ

ملک بمعنی فرشتہ مستعمل ہوتا ہے۔ اس لفظ کے دو معنی ہیں۔ ایک تو قوئے انسانیہ اور قوئے فطریہ جو کائنات میں جلوہ گر ہیں۔ دوسرے وہ ذی حس مخلوقات جو ان قواء کو بروئے کار لاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ملائکہ کو اس جماعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو حکم ایزدی کے مطابق کام کرتی ہے اور مشیت الٰہی کی تکمیل کرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون ۵ ۶۶ ترجمہ۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے یعنے بچاؤ اپنی جانوں کو اپنے لوگوں کو آگ سے کہ ایندھن اس کا آدمی اور پتھر ہیں۔ اور اُوپر اسکے مقرر ہیں فرشتے سخت دل (اور) زور آور نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی جو حکم کرے اُن کو اور جس کام کا حکم دیا جاتا ہے اُسے بجا لاتے ہیں۔

الغرض کائنات میں ہر شئے اپنا فرض منصبی نہایت استواری کے ساتھ پورا کرتی ہے

یعنی کسی مدبّر بالا ہستی کے ماتحت کام کرتی ہے۔ اسکی حرکات سے پائی جاتی صحت کا اور اس کے افعال سے عقل کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی بات نے علاوہ دوسری باتوں کے موجودہ تمدن کے حامیوں کو خدا کی ہستی کا یقین دلایا۔ فطرت نے جن اشیاء کو جس جگہ رکھ دیا ہے اگر اُن کو اس جگہ سے ہٹا لیا جائے تو وہ اپنا مقررہ فرض ادا کرنے سے قاصر رہ جائینگی لیکن جب انسان اُن اشیاء کو صحیح طریق پر استعمال کرتا ہے۔ تو وہ بدستور کام چلتے لگتی ہیں ✚ گویا فاعلِ کُل نے تھوڑا سا کام انسان کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ اسکی سُنّت ہے۔ لہٰذا اگر خدا انسان کے علاوہ چند دیگر ہستیاں بھی پیدا کرے۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کریں اور کائنات میں عمل دخل کریں۔ تو کیا بیجا ہے؟ کائنات میں ادراک نہیں پایا جاتا لیکن تو بھی اس کے افعال میں ایک صحت اور استواری ضرور پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہے کہ فطرت خدا کی محکوم ہے۔ اور وہ یا تو خدا کی ماتحتی میں کام کر رہی ہے یا اُس مخلوق کی جسے خُدا نے اُس کام کیلئے پیدا کیا ہے۔ اسی مخلوق کو قرآن نے ملائکہ کا نام دیا ہے۔ اگرچہ ملائکہ ہمیں نظر نہیں آتے لیکن خدا بھی تو غیر مرئی ہے۔ اور انسانی عقل خدا کی پیدا کردہ ہے۔ اور اسی طرح ہمارے اجسام میں بھی جن میں عقل کارفرما ہے پس کیا خدا ایسی مخلوق نہیں بنا سکتا۔ جو وقتاً فوقتاً انسان کے پاس آ سکیں۔ اور خُدا کا پیغام اس کے پاس لا سکیں جیسا کہ ہم الہامی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ مجھے تو اسبات میں کوئی دشواری نظر نہیں آتی۔ اور نہ بات نا ممکن ہے ✚

تمدنِ اسلام

انسانی مذہب کا موزوں نام اسلام ہے

بسلسلہ صفحہ ۳۸۴ - اشاعت اسلام جلد ۱۰ نمبر ۹

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

ہم نے ان اوراق میں بار بار دکھایا ہے۔ کہ از روئے تعلیم قرآن تمام کا اسلام
جس[1] کی پیروی کا نام مذہب ہے۔ اسلئے دُنیا کو دیا گیا۔ کہ انسان بھی اس پر عمل کر کے ایک فلاح
کی زندگی[2] پالے۔ ایسا ہی خدا کی اطاعت یا عبادت بھی خدا کے اُن بتائے ہوئے
قوانین کی پیروی کا نام ہے۔ جن پر ہماری بالاصلاح مبنی ہو۔ نہ یہ کہ چند ایک باتیں ادا
کی جائیں۔ اور ان کا نام مذہب رکھا جائے۔ لہٰذا قرآن نے اگر اس مذہب کا نام اسلام
رکھا۔ اور اُس کا نشان لا الٰہ الا اللہ پر عقیدہ رکھنا اور اس پر عمل کرنا ٹھیرایا تو یہ تو
حقیقت امری ہے۔ اور ہماری بہتری کے لئے ہے۔ یہ تو وہ بات نہیں جس کے قبول کرنے
سے ایک انسان سب سے اوّل اپنے کُنبہ اور قوم اور پھر اپنے وطن کی ہمدردی سے الگ
ہو جائے۔ کیونکہ ہر کُنبہ کا ہر ممبر اسی پر عامل ہو۔ بلکہ یہ تو وہ بات ہے۔ جس پر بہت سے امور میں کُل
کی کُل دُنیا پہلے سے عمل کر رہی ہے۔ اسلام کے لفظی معنی بھی خدا کے قوانین پر ہی چلنے
کے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ پر عمل کرنے سے مُراد ان قوانین فطریہ کو اپنا معمول ٹھیرانا
ہے۔ جو دُنیا کے ہر ایک کام سے وابستہ ہیں۔ اور جن کا وضع کرنے والا صانع قدرت ہے گویا
ہر فرد و بشر کا مذہب لا الٰہ الا اللہ یا اسلام ہے خواہ وہ زبان سے کہے نہ کہے اسی حقیقت
کو قرآن نے ذیل کی آیات میں ظاہر فرمایا۔ ولہ اسلم من فی السّمٰوات والارض
طوعًا وکرھًا (آل عمران ع) دُنیا میں کوئی بھی چیز نہیں جو احکام الٰہیہ پر نہ چلے یعنی ہر ایک

---

[1] وبذالک امرت وانا اول المسلمین (انعام ۲۰) فاستقم کما امرت (ہود)

[2] اولٰئک علٰی ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون (بقرہ) وہی ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

چیز مجبوراً احکام کی اطاعت پر مجبور ہے۔ اور اسی کا نام اسلام ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا۔
ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔ یعنی
اگر تم اپنی زندگی کیلئے کوئی طریق غیر اسلام طریق اختیار کرو گے۔ تو وہ قابل قبولیت نہ ہوگا
اور اس پر چلنے سے یقیناً نقصان ہوگا۔ تمہارے لئے صحیح راستہ اسلام ہی ہے یعنی جس
شعبہ زندگی سے تمہارا تعلق ہے۔ یا جن امور سے تمہاری روزی وغیرہ کا تعلق ہے۔ ان سب
کے لئے خدا تعالٰی نے قانون بنا رکھے ہیں۔ انہیں قوانین پر چلو گے تو خدا کے نزدیک
بھی مقبول ہو گے دنیا میں بھی تمہارے اعمال تسلیم کئے جائیں گے۔ اور تم مرفہ الحال ہو جاؤ گے
لیکن اگر ان قوانین کی اطاعت نہ کی تو یقیناً تم نقصان کا منہ دیکھو گے اس بصیرت
افروز حقیقت کو قرآن کریم نے ایک اور جگہ یوں فرمایا۔ بلٰی من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ
اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ہر ایک شخص اسی کوشش میں ہے
کہ وہ اپنی محنت میں اجر یاب ہو۔ اور وہ غم و فکر سے آزاد ہو جائے سو اس امر کے متعلق قرآن
کہتا ہے کہ بیشک تم میں سے جو شخص اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو قبول کر لیگا۔ اور اپنے عمل کو
اس کے مطابق لگانے کا ارادہ کر لیگا۔ کیونکہ لفظ اسلام کے یہی معنی ہیں یعنی (ایک بات کو عقیدۃً
قبول کر لینا اور پھر اس پر چلنے کیلئے طیار ہو جانا) پھر اس کے مطابق صحیح اعمال کرے گا۔
(وھو محسن) تو ایسے انسان کے لئے اس آیت میں ارشاد ربی یہ ہے۔ کہ اسکی محنتوں کا اجر تو اسکے
رب یعنی اس کے پالنے والے کے پاس ہے یعنی اسکی ربوبیت کرنیوالا اس کو اس اراده اور عمل
کا نتیجہ دے گا۔ اسی امر کا نام اسلام ہے۔ پھر دنیا میں کامیاب انسان ہے۔ جیسا کہ معنون میں
مسلم ہیں۔ لہٰذا مذہب کا نام عیسائی یا ہندو یا یہودی رکھنا تو محض مقامی یا انفرادی امور کیطرف
اشارہ کرتا ہے اگر انسانی مذہب کا کوئی موزوں سے موزوں نام ہو سکتا ہے۔ تو اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا
اگر کوئی انسان اپنے کسی تعلیم کردہ امر کا نام اصول زندگی رکھے۔ اور اسے دوسرے انسانوں کے
سامنے اس طرح پیش کرے کہ وہ اس پر عامل ہوں تو دیکھنا تو یہ ہوگا۔ کہ اس کی ایسی تعلیم انسانی
بہبودی و فلاح کے مناسب حال ہے یا نہیں۔ اور اگر صورت حال یہ ہے تو اسے ہم کیوں
قبول نہ کریں۔

ہم تو خدا کی سلطنت میں زندہ تک نہیں رہ سکتے جب تک اُس کے بنائے ہوئے قوانین کی پیروی نہ کریں۔ اور جہاں تک جسمانیات کا تعلق ہے۔ ہمارے تو اختیار میں بھی کچھ نہیں۔ ایک مجبور ہستی کی طرح ہم مقررہ راہ یعنی قوانین فطریہ پر چلتے ہیں۔ دوسری مخلوق الٰہیہ کی طرح ہم بھی قوانین الٰہیہ کی پیروی پر مجبور ہیں۔ اسی لئے تو اس کا نام قرآن نے اسلام رکھا ہے۔ اور اسی حقیقت کی طرف آیات بالا نے اشارہ کیا ہے کہ تم طوعاً و کرہاً مسلمان ہو یعنی قوانین پر چلنے کے لئے مجبور ہو +

ہاں جسمانیات کے علاوہ کچھ تھوڑی سی باتیں ہیں جن میں ہم اپنی اقتضاء رائے استعمال کر لیتے ہیں۔ ان امور کے متعلق فرمایا۔ کہ وہاں بھی ہمارے ہی اصول تجویز کردہ کام آئیں گے اور اگر تم اس کے برخلاف چلو گے تو نقصان میں رہو گے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے زندگی کے جو اصول بتلائے ہیں یعنی وہ اصول جنہوں نے ہماری اقتضائے رائے پر حکومت کرنی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے تجویز کردہ ہیں یا انسان کے۔ اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے بہترین شہادت صحیفۂ قدرت ہے۔ میں نے ان میں سے چند اصول لکھ دیئے ہیں۔ اور باقی میں سے بعض کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ لیکن میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان میں ایک بھی اصول ایسا نہیں۔ جو نہ صرف ہماری انفرادی بلکہ قومی اور ملکی فلاح و کامیابی کا ذمہ وار ہو۔ اور قوانین قدرت کے مطابق ہو +

ضروری عرضداشت

میں نے گزشتہ اوراق میں یہ دکھلایا ہے۔ کہ انسانی تمدن و تہذیب کی بنیاد بموجب تعلیم قرآن دو امور سے وابستہ ہے۔ اور یہ حقیقت نفس الامری ہے (۱) انسان کا خواص الاشیاء اور قوانین فطریہ سے واقف ہونا اور اس کے مطابق عمل کرنا (۲) انسان کا متصف باخلاق حسنہ ہونا۔ یہ امر بھی میں بالوضاحت دکھلا چکا ہوں۔ کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے کائنات کے عناصر اور اس کے قوانین انسان کے خدا بنے ہوئے تھے۔ جس وجہ سے انسانی تمدن میں کسی قسم کی ترقی ناممکن تھی۔ قرآن کریم نے نہ صرف انسان کو اس غلطی سے نکالا بلکہ وہ راہ بھی تجویز کی جس سے

سلہ ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعاً و کرھاً (آل عمران ع ۹) اور جو آسمان اور زمین میں ہیں خوشی اور ناخوشی سے اس کے تابعدار ہیں

مسلمان ہوں یا کوئی اور [illegible] سمجھے اگرچہ اور ان کو خوب یہ باتیں [illegible] معلوم ہوتی ہیں لیکن
[illegible] تفصیل میں [illegible] اس باب کے [illegible] چند [illegible]
[illegible] عمل ان کیریکٹر کو کرنا چاہتا ہے۔ جس کا [illegible] ہم [illegible]
خیال کریں پہلے ہندوستانی ہوں اور بعد میں ہندو یا مسلمان یا عیسائی ہوں [illegible]
ہے۔ اس لئے میں نے تہذیب انسانی کے مادی حصہ کے متعلق اسلامی تعلیم پر کچھ لکھا تو اس
کتاب کی جلد سوم ہوگا۔ اور [illegible] سب سے اول میں نے یہ دکھلانا [illegible] کیا ہے کہ اسلام نے [illegible]
[illegible] تعمیر میں کس قدر عظیم الشان حصہ لیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ [illegible] خیال [illegible]
ان کی [illegible] حصول تمدن [illegible] ضروری ہے۔ اور خصوصاً [illegible]
اس تعلیم کے بہت محتاج ہیں۔ اس جلد کے آخر میں میں نے ایک باب بعنوان تمدن اور وطنیت لکھا ہے
جس کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ہمارے ملک کا شعار ان چند اسلامی اصولوں کے اختیار کرنے
پر [illegible] اگر [illegible] قابل [illegible] کر لیں پہلے ہندوستانی ہوں
اور پھر ہندو یا مسلمان وغیرہ ۔

تمدن اور توحید

اسماء الٰہیہ

سیرت یا کیریکٹر

اگر فلسفہ تمدن کیریکٹر سے وابستہ ہے اور دراصل عمدہ کی سیرت ہی انسان کو
[illegible] سے ممتاز کرتی ہے تو اسلام نے اس سیرت یا کیریکٹر کے بنانے کے لئے [illegible]

[illegible]

[illegible]

قوموں کی تعلیم دی ہے۔ خدا تعالیٰ انسانی عبادت سے مستغنی ہے[1]۔ انسان پیدائشی طور پر جیسا کہ ظاہر ہے کہ یا وہ جبلاً متمدن ہونے کے قابل ہی نہیں۔ اس لئے اس جنگجو حیوان کو متمدن بنانا مذہب یا حکومت یا سوسائٹی کا پہلا فرض ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے جب ربانی سلطنت کے مقاصد کی خبر دی انسان کو خلاق تھا اس سے قصر ہی بھی مطلع کیا۔ فرمایا کہ وہ طبعاً خصیم مبین ہے[2] اور اسکی فطرت کی اصلاح کیلئے انسان کو توحید پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ اور توحید پرستی کا ایک جزو انسان یہ قرار دیا کہ وہ خدا تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے مخلوق کے اخلاق کو بطور نمونہ اپنے سامنے نہ رکھے انہیں اخلاق مخصوص سے متصف ہو کر انسان زمین پر خدا کا نائب بن سکتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر تمدن کی [3] کر سکتا ہے۔ ان اخلاق کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات سے منسوب کیا۔ اور ان کو عملاً ہمیں بطور دینے پھر عملی تعلیم کیلئے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام بھی بھیجے جنہوں نے اخلاق الٰہیہ سے پیراستہ ہو کر اپنی مقدس ذات کو انسان کے سامنے بطور اسوہ پیش کیا۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک بہت سی قومیں برسر عروج آئیں۔ مصریوں سے چل کر اشوری، کالدی، بابلی، فنیقی، ہندی، ساسانی، رومی وغیرہ اقوام نے یکے بعد دیگرے دنیا میں تہذیب و تمدن کا ڈنکا بجایا لیکن ان سب کی تاریخ بآواز دہل یہ کہہ رہی ہے۔ کہ جب تک وہ ایک عمدہ کیرکٹر کے حامل رہے، دنیا کی طاقت کے مالک رہے۔ اور جب وقت وہ اس جوہر لطیف کو کھو بیٹھے ان کی سر بفلک عمارتیں، سونے و جواہر کے خزانے، فوج و سپاہ، الغرض کوئی چیز بھی انہیں تنزل و تباہی سے نہ بچا سکی۔ آج ہمارے زمانہ میں بعض یورپین اقوام برسر اقتدار ہیں۔ ان کے عروج کا باعث بھی ان کا کیرکٹر ہی ہے لیکن اب ان اقوام کے ارباب فکر اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ کیرکٹر کی جو کمزوری بالآخر ایک دن کسی قوم کی تباہی کا موجب ہو جاتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ان اقوام میں بھی پیدا ہو رہی ہے۔ خصوصاً جنس پرستی نے گذشتہ دو ہزار سال میں [illegible]

---

[1] ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید یعنی جو کچھ انسان خدا کا شکر کرتا ہے اپنے ہی لئے کرتا ہے اور اگر انسان کفر کی راہ اختیار کرے یا خدا تعالیٰ سے بے پرواہی کرے تو یاد رہے کہ خدا تو مستغنی ہے۔ اسے انسان کی حمد کی ضرورت نہیں وہ بالذات حمید ہے (سورۃ لقمان)

[2] خلق الانسان من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین (النحل) یعنی انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر [illegible]

[3] [illegible]

اور مغلیہ دہلی کو برباد کر دیا۔ وہی عیش پرستی پہلے سے بھی زیادہ ان اقوام کے اندر میں نظر آنے لگی ہے واللہ اعلم بالصواب +

مغربی اقوام کی ترقی کو تو صرف دو ڈھائی سو برس گزرے ہیں لیکن ان سے پہلے بھی کوئی قوم چار یا پانچسو سال سے زیادہ قوت و شوکت کی مالک رہی۔ ہاں مسلمان خلاف معمول کم و بیش ہزار سال تک برسر اقتدار رہے۔ اس کا باعث صرف ان کی وہ مخصوص سیرت تھی جو ان سے پہلے کسی قوم کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ وہ کیرکٹر تھا جو اخلاقِ الٰہیہ کے قالب میں ڈھل چکا تھا +

بہرحال انسانی سیرت کی تکمیل کیلئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کے سامنے اپنی صفات کو پیش کیا ہے۔ قرآن کو اگر تدبر سے دیکھا جائے۔ تو اس کتاب حکیم کی بھاری سے بھاری غرض یہی ہے۔ کہ انسان کو حیوانیت سے نکال کر ان بہترین اخلاق سے متصف کرے جنہیں قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس میں وہ زمین پر خدا کا نائب ہو کر حکومت کرے۔ اس نگاہ سے قرآن پاک کُل کا کُل سات عنوانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ اس کتاب مقدس میں بطور محور کے کام کرتی ہے دوسرے اس کی صفات ہیں تیسرے حسنات و سیئات یعنی ان امور کا ذکر جنہیں اعمال صالح کہا جاتا ہے۔ اور وہ باتیں جو رنگ معصیت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اگر قرآن کے بیان کردہ حسنات و سیئات کو غور سے دیکھا جائے تو قرآن کریم نے اُنہی چیزوں کا نام حسنات رکھا ہے جو حضرت باری تعالیٰ کی صفات مختلفہ کی مقتضیات ہیں بالمقابل جو باتیں ان صفات الٰہیہ کے برخلاف چال چلن اختیار کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا نام سیئات یا گناہ رکھا ہے اور حق الامر بھی یہی ہے۔ چوتھی بات جو قرآن میں آئی ہے وہ سنن و شرائع ہیں یعنی وہ باتیں جن پر عمل کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ان شرائع کی حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہی باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک انسان میں حسن اخلاق الٰہیہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے حسنات کے مظاہر اور سیئات کے مظاہر دکھا کر بطور نمونہ کیا ہے جن سے مراد دو گروہ ہیں یعنی ایک گروہ انبیاء علیہم السلام کا اور دوسرا گروہ مخالفین کا ان دونوں گروہوں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو بھی یہی بات نظر آتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو صفات الٰہیہ کا رنگ انسانوں میں پیدا کرنے کیلئے بطور نمونہ ہو کر آئے۔ اور حضرت انسان کی اصلاح کے لئے [illegible]

وہی لوگ تھے جن کے اخلاق اخلاقِ الٰہیہ کے عین متضاد تھے۔ چھٹی بات جس کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے وہ مظاہر قدرت ہیں جس کی طرف صفاتِ الٰہیہ کی تشریح میں قرآن نے اشارہ کیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ کائنات میں پیدا ہوا ہے۔ وہ انھیں صفتِ الٰہیہ کا مظہر ہے۔ چنانچہ جہاں ان مظاہر کی طرف قرآن نے انسان کو سبق آموزی کے لئے متوجہ کیا۔ وہاں کسی نہ کسی صفتِ الٰہیہ کا بھی ذکر کردیا۔ جس کا ذکر صحیفہ قدرت کے اس مظہر سے تھا۔ مثلاً آیات مندرجہ البقرہ رکوع ۱۹ جو زمین و آسمان کی پیدائش اور اختلاف لیل و نہار جن کے باعث ہواؤں کا چلنا اور اُن سے بادلوں کا پیدا ہو کر زمین کو سیراب کرنا اور ایسا ہی ان کے ذریعہ سمندروں میں جہازوں کا چلنا وغیرہ یہ سارا انتظام انسان کی پرورش کیلئے کیا گیا ہے۔ اور انسان کی یہ پرورش اسلئے ہوئی کہ خدا تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی رحمانیت تو یہ چاہتی تھی کہ انسان کی ربوبیت کے لئے وہ چیزیں پیدا کرے جن کا پیدا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور جب انسان خدا کی پیدا کردہ اشیاء سے فائدہ اُٹھائے تو اس کی شان رحیمیت اس محنت کا عوض اسے کئی گنا دے۔ اسلئے اس آیت میں کُل نظام شمسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کو صفتِ رحیمیت و رحمانیت سے وابستہ کردیا گیا ہے۔ بتقاضائے رحمانیت زمین اور آسمان اور اختلاف لیل و نہار سے تو بادل پیدا کئے اور سمندر میں کشتیاں چلائیں۔ لیکن جب ان دونوں امور سے انسان نے فائدہ اُٹھایا مثلاً زمین میں کشاورزی کی اور دوسری طرف جہازرانی کی تو اس کی محنت کا اجر کئی گنا رحیمیت کے باعث انسان کو عطا فرمایا۔ ساتویں بات جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہ بہشت و دوزخ ہے بہشت میں وہی لوگ جائیں گے جو یہاں متصف باخلاقِ الٰہیہ ہو گئے۔ اور دوزخ ان لوگوں کی اصلاح کیلئے مقرر ہو گیا ہے جو یہاں اپنے آپ کو اس رنگ میں رنگین نہ کر سکے بہشت کیا ہے۔ انسان کے اعمال نیک اور اخلاق حسنہ کی محسوس سرور بخش اور آرام دینے کی تصویریں ہیں۔ اور دوزخ اعمال سیئہ اور اخلاق ذمیمہ کے معالجہ کیلئے ایک شفاخانہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃ (قارعہ)

ط اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا نام "اُم" یا ماں رکھا ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت یہ ہے واما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ الراضیۃ۔ ان دونوں آیات سے مراد یہ ہے۔ کہ میزان عدل میں جس کے اعمال حسنہ بھاری نکلے وہ تو ہمیشہ کی راحت میں ہو گیا لیکن جس کا وزن کم نکلا۔ اُسے اس کی کمی کے پورا کرنے کیلئے دوزخ میں بھیجا جائیگا جو اس کی کمی کو پورا کرے گی۔ ایک ماں جس طرح اپنے بچوں کے نقص کے دفعیہ میں کوشش کرتی ہے بعینہٖ اسی کوشش ان نقصوں کو دور کرتی ہے یہی دوزخ کا حال ہوگا یعنی دوزخ پیدا ہی اسلئے ہوا ہے کہ فردوس بریں میں داخل ہونے کے ناقابل انسانوں کو جنت کا اہل بنا سکے۔ اس حقیقت سے ان الفاظ کا مقصد ہے جو دوزخ کا نام دوزخیوں کی ماں رکھا ہے۔ منہ

الغرض مجمل قرآن کریم صفات الٰہیہ کی تشریح اور انکی انسانی کیرکٹر کا نمونہ بنانے کے
طریق سے پُر کلام ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ جب انسان مادی تمدن میں ترقی کر جائے
اور حسب ضرورت اشیائے راحت پیدا کرلے تو ان مادی اشیاء کی اصلاح اور صحیح تقسیم دولت یہی چاہتی ہے
کہ وہ اخلاق ستودہ سے مزین ہو کر اپنے کمزور ہمجنسوں کے لئے نافع بخش بن جائے
اور چونکہ تمدن سے تعلیم قرآن ان اخلاق کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف۔ اسلئے منسوب کیا ہے کہ ان
ان اخلاق کی توضیح کرے۔ اسلئے لازم تھا کہ اُسکی کتاب جہاں ایک طرف مادی ترقی
کی راہیں کو بتائے۔ دوسری طرف وہ ان صفات کا بھی مفصل طور پر ذکر کرے بیشک آجکل
متمدن سے متمدن دنیا کو دیکھ لو روپیہ پیسہ تو سب کے ہاں ہے۔ لیکن اُن کی کمی اخلاق نے
نے بھی روپیہ پیسہ کے لئے اسباب وضع کر رکھا ہے ✦

ان صفات الٰہیہ میں سے جن کی طرف قرآن کریم نے اہمیت کے ساتھ اشارہ کیا اور
جس پر کائنات کا ذرہ ذرہ شاہد ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی صفت وحدت ہے۔ قرآن کریم کی اس
تعلیم سے یہی نظر آتا ہے۔ کہ جس طرح خدا تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے، وہ چاہتا ہے
کہ انسان بھی اپنی صفات میں مجازی طور پر اپنے اندر یکتائی کا رنگ پیدا کرے۔ اسی
یکتائی سے وہ اپنے ہمجنسوں میں ممتاز و ممیز ہو سکتا ہے۔ اور اسی صفت سے انسان میں
اعتماد علی النفس جیسی اعلیٰ صفت بھی پیدا ہو سکتی ہے ✦ باقی آئندہ

شیر خدا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی سرزمین عقیدت کے پھول

از قلم جناب محمد علی صاحب الحاج سلمن (بمبئی)

جب اصنام پرستی ربع مسکون پر مسلط تھی۔ اور تمام دنیا بھر کا مذہبی و ذہنی نصب العین تاریکی کے اتھاہ گڑھے میں محجوب تھا۔ بت پرستی و توہم پرستی نے ضمیر انسانی کا گلا گھونٹا ہوا تھا عصیان و جہالت ہر جگہ دائر و سائر تھی۔ اُس وقت اسلام نہایت ہی خاموشی کے ساتھ ایک قلب مطہر میں نشو ونما پارہا تھا۔ اور وہ قلب مبارک ایک دُر یتیم بچہ عربی کا تھا +

آفتاب اسلام۔ ایک قلب مطہر میں مخفی نقاب کے اندر مستور تھا۔ جو طلوع ہو کر دُنیا کو اجالا کرنے والا تھا۔ اور گھنے بادلوں کے درمیان جنہوں نے اُفق دُنیا کو تاریک کیا ہوا تھا آفتاب عالمتاب کی طرح طلوع ہونے کا متمنی تھا۔ طلوع اسلام کی اصلی غرض تاریکی الحاد پر یورش کرنی اور اُسے اُس ربانی نور سے منور کرنا تھا۔ جو بدایت اسلام میں فطرتاً مرکوز ہے۔ اسلام کی ہمیشہ سے ہی یہ دلی خواہش رہی ہے۔ کہ نسل انسانی میں مساوات کے اعلےٰ ترین اصول ترویج پا جائیں۔ اور بنی نوع انسانی عالمگیر اخوت کی برکات سے بام ترقی پر پہنچ جائے۔ اور ان اُمور میں اسلام دنیا بھر کی رہنمونی کرے لیکن بعثت اسلام سے پیشتر اشارۂ ربی ایک شیر خدا کے آمد کی خبر دے رہا تھا۔ تاکہ وہ اُفق عالم پر نمودار ہو کر مہمات دینی میں سرکار دو عالم کا ہاتھ بٹائے۔ اور آپ کے دوش بدوش کھڑا ہو کر سینہ سپر ہو۔ اور شمع اسلام کو باد صرصر کے اُن تند جھونکوں سے محفوظ کرے۔ جو اُسے بجھانے پر آمادہ تھے +

اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ بعثت اسلام سے پیشتر ایک ایسے جری مرد خدا کی ضرورت تھی۔ جو نہ صرف اسلام کو دشمنوں کی آئے گنت حیلہ سازیوں و فریبوں سے محفوظ رکھے۔ بلکہ انسانی تدریجی نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کر کے نیکی و پرہیزگاری کے صوفیانہ اوج کمال پر اُنھیں پہنچا دے + اور کہ جو مذہب اسلام کی نشر و اشاعت میں حضرت نبی کریم (صلعم) کا ہاتھ بٹائے۔ اور اپنی ذات سے شجاعت سخاوت۔ شرافت و نجابت شفقت و حلم رفق صبر و شکر کا بہترین نمونہ پیش کرے +

اللہ والوں کی وہ مخفی و راز داں جماعت جو آغاز عالم سے اب تک کنج عزلت میں گوشہ نشین تھی۔
اب اپنے نور تاباں کی ایکا یک تجلی و چمک دمک سے نگاہ انسانی کو چکا چوند کرنے لگی۔
دنیا کو ایک ربانی نور تو حضرت محمد صلعم کی ذات اطہر سے منور کر چکا تھا۔ آپ کے بعد اب اس نور کا
پرتو افق عالم پر ہویدا ہونے لگا +

۱۳ رجب المرجب کی تاریخ ایک زبردست ہستی کی یوم پیدائش کی وجہ سے قابل یادگار
ہے صحن کعبہ کے اندر ایک دُرِ بے بہا اپنی نوری چمک دمک میں درخشاں و تاباں تھا
یہ اُسی شکل ربانی کا ایک حصہ تھا۔ جو جامۂ انسانی میں نمودار ہوئی۔ اور کرۂ انسانی
مکرمت و تعزز کی فلک الافلاک رفعت کو منور کرنے کیلئے آگے بڑھی۔ یہ وہ شیر خدا تھا
جس نے زمین پر قدم رکھتے ہی مذہب حقہ اور قادر مطلق خدا کی وحدانیت کی اشاعت
میں حضرت رسالت مآب صلعم کا ہاتھ بٹایا۔ یہ وہ اعلیٰ شخصیت تھی جس نے سب سے اول نبی
اسلام (صلعم) کے ربانی مشن کی توسیع و اشاعت کے بیڑا اٹھانے کی قسم کھائی۔ اور یہی
وہ مرد خدا تھے جنہوں نے اوائل زمانہ میں جبکہ اسلام کی تائید کے لئے ابھی کوئی بھی آگے
نہ بڑھا تھا اسلام کی صیانت فرمائی +

مسلمانوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ یہ معزز شخصیت حضرت علی بن ابوطالب ہیں۔ جو
مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ اور جنہوں نے اسلام کی خدمت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں
جن کی خدمات جلیلہ اگرچہ فوق العادت نہیں۔ لیکن بہت ہی کم لوگ اس قسم کے عطیات الٰہی
کے مورد ہوتے ہیں + سرکار علیؓ نے سن شعور پر پہنچتے ہی ایثار۔ وفا کیشی۔ استقلال سخاوت
کا وہ بہترین نمونہ پیش کیا۔ جو تاریخ عالم میں عدیم النظیر ہے۔ ذیل کی روایت میں جس میں حضرت
نبی کریم صلعم قریش عرب کو اپنی امداد کیلئے مدعو کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی زندگی کا عملی پہلو نظر
آتا ہے۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم نے قریش کو مخاطب کیا۔ اور دریافت
فرمایا۔ کہ تم میں سے حقانیت کی اشاعت میں میرا معاون و مددگار کون ہوگا۔ اس پر دیر
تک سناٹا رہا۔ اور کسی نے بھی قریش میں سے لبیک نہ کہا۔ اسی امر کا آپ نے پھر اعادہ فرمایا۔
اس وقت حضرت علیؓ نے جن کی عمر اس وقت فقط تیرہ سال کی تھی۔ نہایت ہی جوانمردی سے

جواب دینے کی جسارت کی۔ آپ ایک نامعلوم گوشہ سے استادہ کھڑے ہوگئے۔ اور ذرا آگے بڑھ کر آپ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری ناچیز خدمات حاضر ہیں۔ سرکار دوعالم نبی کریم صلعم نے آپ کو سینہ مبارک سے لگالیا۔ اور فرمایا۔ کہ اے علیؓ تو میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے ہر ممکن طریق پر حضرت سرکار دوعالم صلعم کا ہر مہم میں ہاتھ بٹایا۔ اور یہ وہ حقیقت نفس الامری ہے۔ جس سے تمام مسلم دنیا آگاہ ہے۔ تاریخ اسلام کے صفحات حضرت علیؓ کی شجاعت۔ ایثار۔ نسل انسانی سے ہمدردی۔ پارسائی زہد و ورع۔ اور ذہنی استعدادوں کی امثال سے معمور ہیں۔ اگرچہ مناقب علیؓ محتاج بیان نہیں۔ لیکن تاہم ہر تعلیمیافتہ آدمی کا یہ فرض منصبی ہے۔ کہ جہانتک اسکے حیطۂ قدرت میں ہو۔ جناب علیؓ کی محبت و احترام کو دل میں جگہ دے۔ آپ کی شجاعت۔ نیکی۔ پارسائی اور نیک کارناموں کی تصدیق کرے۔ ہجرت کی رات حضرت علیؓ حضرت رسالت مآب کی جگہ پر اپنی زندگی کی ذرا بھر بھی پرواہ نہ کرکے سو گئے۔ جس شجاعت دلیری اور ایثار سے حضرت علیؓ نے حضرت نبی کریم صلعم کی جان کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھی۔ اور جسقدر اسلام کی شاندار خدمات آپ نے سرانجام دیں۔ یہ سبھی کارہائے عظیم حقیقتاً عدیم النظیر و نمایاں ہیں۔ آپ کی جانبازانہ خدمت اسلام اور اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر سرکار دوعالم صلعم کی بیش بہا زندگی کو بچانا۔ یہ سبھی امور اس سچی و مخلص محبت کا پتہ دیتے ہیں۔ جو جناب علیؓ کے قلب مطہر میں رسالت مآب کی جاگزین ہو چکی تھی۔ ہستی اسلام کے استحکام کے لئے جو سرفروشانہ خدمات آپ نے انجام دیں۔ وہ درحقیقت تاریخ عالم میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ جناب علیؓ ہی ہر اس معرکۂ رزم میں گرد پڑتے تھے۔ جو عدوان اسلام کی تعداد کثیر سے آن پڑتا تھا۔ یہ حضرت علیؓ کی ہی شجیع ذات تھی۔ جو شیر نیستان کی طرح صف دشمن کو چیرتی ہوئی۔ سرکش گردن دراز جنگجوؤں اور مشہور و معروف نبرد آزماؤں کا قلع قمع کرتی ہوئی ایک قلیل عرصہ میں عدوان اسلام کی تمام افواج کو تتر بتر کرکے فاتحانہ طور پر پھر اپنے کیمپ میں واپس آتی تھی۔ میدان کارزار میں آپ ایسے محیر العقول جوہر دکھاتے۔ کہ جسے دوست و دشمن دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔

اور نعرہ تحسین بلند کرتے ۔میدان رزم میں آپ بیباک ۔نڈر اور دلیر سپاہی تھے لیکن حجرۂ مسجد کے اندر زہد و تورع ۔ حلم و رفق ۔ تقوے و پارسائی کا مجسمہ تھے ۔آپ کے معصوم چہرہ پر خشیۃ اللہ کی وجہ سے آنسوؤں کی جھڑی بندھی رہتی تھی ۔ تخت خلافت پر ایک با جبروت شہنشاہ کی طرح تھے ۔لیکن گھر میں ایک غریب و مفلس انسان تھے ۔بعض اوقات تمام رات ایک بوسیدہ چٹائی پر بیٹھے بیٹھے لمحہ بھر آنکھیں بند کئے بغیر عبادت الٰہی میں گذار دیتے ۔جب کثرتِ اشغال سے لباس مُبارک پھٹ جاتا ۔تو خود اپنے ہاتھوں اسکی مرمت فرماتے ۔ایسا اوقات جب آپ مسجد کے منبر پر کھڑے ہوتے ۔تو ربانی علم و معارف کے دریا بہا دیتے ۔آپ فرمایا کرتے ۔کہ جو کچھ کسی نے پوچھنا ہے ۔وہ مجھ سے آج کل ہی پوچھ لے ۔لیکن بعد ازاں آپ کو کف افسوس ملتا ہوگا ۔جب میں آپ لوگوں میں نہ ہوگا ۔اور آپ سمجھتا ئینگے کہ ہم نے فلاں فلاں امور دریافت نہیں کئے ۔بعض اوقات آپ کو یہودیوں کے باغات میں بھی محنت و مشقت کرتے دیکھا گیا ہے ۔سیاسی امور کی بعض پیچیدہ گتھیوں کے سُلجھانے میں آپ ایک مآل اندیش مُدبر تھے ۔اسلامی قوانین اور فوجداری فیصلوں کے نفاذ میں آپ نہایت ہی اعلےٰ پایہ کے جج تھے +

استغدار

تبدیلئ مطبع کے باعث اکتوبر کا نمبر تو بروقت نہ نکل سکا ۔البتہ وہ جا کر نومبر میں نکلا اور ایسے ہی ہر ماہ میں ایک نمبر کی کمی واقع ہو جاتی رہی ہے ۔اسلئے یہی پسند کیا گیا ۔کہ کہ ماہ دسمبر کا ڈبل نمبر شائع کرکے اس کمی کی تلافی کردی جائے ۔البتہ اس تلافی کیلئے ایک عظیم الشان فائدہ بھی ہوا ہے ۔اور وہ یہ ہے ۔کہ حضرت خواجہ صاحب کا مضمون اسمائے الہیہ ایسا نہ تھا ۔کہ اسے بالاقساط شائع کیا جائے ۔سو ڈبل نمبر نے اس مضمون کو یکجا شائع کرنے کا موقع دیا +

خواجہ جلال الدین منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

ڈاکٹر ایس ۔ ایم ذویمر مدیر رسالہ دی مسلم ورلڈ نیویارک کے نام کھلی چٹھی

تھامس جاگیر ۔ سنگاپور
۱۶ ۔ اپریل ۱۹۳۰ء

محترم جناب ڈاکٹر ذویمر صاحب ۔ میں اور میرا بچہ جس نے آپ کو ووکنگ مسجد سے میرا مترجم قرآن شریف بھیجا ۔ اور جس نے آپ سے مسلم ورلڈ کے جنوری نمبر کے لئے استدعا کی ۔ آپ کی عنایات کے از حد ممنون ہیں +

ہم دونوں نے آپ کی تحریرات کا بنظر تعمق مطالعہ کیا ہے ۔ مجھے امید واثق ہے کہ رسالۂ حاضرہ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کی دلچسپی کا موجب ہوگا +

محترم ڈاکٹر صاحب! آپ اور آپ کے ہمعصر عیسائی مُنّاد ۔ میری ناقص رائے میں اسلام کیلئے وہ مفید کام انجام دے رہے ہیں ۔ جو یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کے لئے کئے ۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کا مکر وحیلہ ۔ حضرت یوسف کے خواب پورا ہونے پر انکی عظمت و مکرمت کا موجب ہوا ۔ اسی طرح آپ اور آپ کے ہمنوا و شریک کار عیسائی مبلغین من وجہ اغراض و مفاد اسلام کو سرانجام دے رہے ہیں ۔ واللہ غالب علیٰ امرہٖ ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون

ترجمہ ۔ اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے ۔ مگر اکثر لوگ (اس راز کو) نہیں جانتے + میں آپ کو بتلاؤنگا ۔ کہ کس طرح آپ کی اپنی تحریرات تائید اسلام کر رہی ۔ اور عیسائیت کا بطلان کرتی ہوئیں اسکی جڑوں کو کاٹ رہی ہیں +

شومئی قسمت سے آپ کی اپنی تصنیفات ہی آپ کے کذب و افترا کو بے نقاب کرنے میں میری ممد و معاون ہیں ۔ اور اغراض اسلام کو تقویت پہنچا رہی ہیں ۔ دُنیا کا نقشہ جس میں اسلامی ممالک ۔ اُن کی آبادی اور دیگر اسلامی تفصیلات دکھائی دیتی ہیں ۔ اور کہ جو آپ کے رسالہ کے پہلے صفحہ کو مزین کئے ہوئے ہے ۔ یقیناً ہمارے لئے بہت ہی مفید و قابل قدر ہے ۔ کیونکہ اس پر ایک سرسری نظر سے وہ ٹھوس و پیوست مسلم دُنیا نظر آجاتی ہے

جو مقدس شہر مکہ کے اردگرد شمال۔ جنوب مشرق مغرب میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ وسیع تر خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ اور اس طرح سے گویا تمام نسل انسانی کو آپ دکھا رہے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلعم کا مشن کس قدر عالمگیر اور کامیاب تھا۔ اسلام کرۂ ارض کو دو حصوں میں منقسم کرتا ہے ایک تو ملحد و بے دین یورپ (یورپ کے متعلق یہ ذیل شان الفاظ آپ کے نامہ نگار کے ہی استعمال کئے ہوئے ہیں۔ جو آپ کے مرسلہ رسالہ کے صفحہ ۳ ۸ پر موجود ہیں) اور دوسرے ہمارے چینی پڑوسی چین میں مسلمانوں کی آبادی آپ دو کروڑ بتلاتے ہیں۔ چونکہ میں ایک مدت مدید تک چین میں رہا ہوں۔ چینی علم و ادب کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور سینکڑوں مسلم چینیوں سے ملتا جلتا رہا ہوں۔ اسلئے میں وثوق سے اسکی تردید کرتا ہوں۔ کہ یہ اعداد و شمار غلط ہیں۔ چین میں کم از کم چار کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ بہرحال یہ تو ایک چھوٹی سی تفصیل ہے حقیقت الامر تو یہ ہے۔ کہ ہم مسلمان جبل الطارق سے لے کر پیکن تک ایک سد سکندری کی طرح ہیں۔ جو مغرب کی تثلیث کے بالمقابل مشرق کی بہتات و تکاثر اور توحید الٰہی کو پیش کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت ہم ہی "اُمّۃ وسطیٰ" ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی آیات مبارکہ ہمیں قرار دیتی ہیں۔ وکذالک جعلنٰکم اُمّۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ ترجمہ۔ اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک اعلےٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو۔ اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔ البقرہ آیت ۱۴۳ رسالہ مسلم دنیا اس حقیقت نفس الامری کا شاہد ہے۔ آپ اور مسٹر کیسیلے لوئیس اسلام کے لئے مزد مبلغ ہیں +

وکذالک اوحینا الیک قرآنا عربیا لتنذر ام القریٰ ومن حولھا۔
ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف قرآن عربی وحی کیا ہے۔ تاکہ تو بستیوں کے مرکز کو ڈرا سکے اور ان (سب کو) جو اس کے اردگرد ہیں۔ الشوریٰ آیت ۷۔ یہ ایک بڑا العجب ہے کہ آپ جیسے عدو اسلام اسلام کے خلاف زہر آلود عیسوی تحریرات مسلم ورلڈ کے نام سے شائع ہو رہی ہیں۔ اور شاید مقدر میں لکھا جا چکا ہو۔ کہ دنیا کے آئندہ نقشے یورپ امریکہ کو بھی اسلامی ممالک دکھائیں جس طرح کہ وہ اب ایشیا و افریقہ کو دکھاتے ہیں۔ اور شاید

خداوند تعالیٰ نے کو اسلام کے مسلمہ دشمنوں کے ہاتھوں ہی علوم اسلامی کی ترویج و نشر منظور ہو۔ کیونکہ اس سے پیشتر ایسے واقعہ ہو چکے ہیں۔ اور اغلباً پھر ایسے واقعہ ہوں وہ جو اول ہی اول حضرت نبی کریم صلعم کو آزار دینے والے تھے۔ وہی آخر کار آپؐ کے ممد و معاون ہوئے۔ اور انہی کی اولاد بیرونی ممالک میں قرآن کریم کے مبلغ و علمبردار ہو کر نکلے خصوصیت مذہب اور عیسائیت کی آڑ میں جو تبلیغ آپ کر رہے ہیں۔ جب اس طرز تبلیغ کا راز آپ کے بچوں اور پوتوں پر منکشف ہوگا۔ تو امید کامل ہے۔ کہ وہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام ہی کرینگے۔ عیسائی مبلغین صدیوں سے ترکوں کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور یہ امر واقعہ آپ کے اپنے ہی معنوں سے آشکارا ہو گیا ہے وہ رقمطراز ہیں۔

"کہ اس امر کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جو نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ تقریباً ایک صدی گذری جبکہ اہل امریکہ نے مشرق قریب کے متعلق رائے قائم کی۔ اور وہ قائم کردہ رائے مشنریوں کی ہی تھی۔ لیکن اسمیں اہل امریکہ کا قصور نہیں۔ اہل امریکہ کو اول تو کوئی علم نہیں ہوا۔ اگر ہوا۔ تو غلط اور وہ بھی تعصب آمیز۔ اسلئے اہل امریکہ کا مشرق قریب کے متعلق غلط رائے قائم کرنے کی ساری ذمہ واری عیسوی مبلغین پر عاید ہوتی ہے" +

(یہ تحریر رسالہ زیر بحث کے صفحہ ۱۷ پر درج ہے۔ محولہ بالا حوالہ مسٹر ایڈورڈ میڈ ارل۔ ایسوسیٹ پروفیسر ہسٹری کولمبیا یونیورسٹی کے مضمون سے ہے) +

جناب ڈاکٹر زویمر ہمعصر مبلغین کی طرح دنیا کو غلط خبر دے رہے ہیں۔ جب وہ یوں رقمطراز ہوتے ہیں۔ کہ

"اسلام سے مراد محض مذہب ہی نہیں۔ بلکہ مسلم اقتدار کی وسعت اور غیر مسلموں سے نبرد آزما ہونا۔ اسلام کے اساسی اور اہم اصولوں میں سے ہے" (بحوالہ صفحہ نمبر ۱ جنوری نمبر ۱۹۳۱ء)

ذیل میں ہم اسلام کے اساسی اصول بیان کرتے ہیں۔ اول۔ ایمان باللہ۔ ملائکہ۔ کتب و ایمان برسل بلا تفریق +

آمنت باللہ و ملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ

وقالوا سمعنا واطعنا۔ ترجمہ۔ اللہ پر اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی۔ سورہ ۲ - آیت ۲۸۵ *

مندرجہ بالا سب سے پہلا اسلام کا اساسی اصول ہے۔ جس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے۔ اب ذیل میں ان چار اصولوں کو لکھا جاتا ہے۔ جن کا تعلق اعمال سے ہے :-

(دویم) نماز پنجگانہ معہ نماز جمعہ۔

(سویم) زکوۃ کی ادائیگی۔

(چہارم) ماہ رمضان میں دن کے وقت روزے۔

(پنجم) زندگی بھر میں ایک دفعہ مکّہ معظمہ کا حسب استطاعت حج کرنا۔

مندرجہ بالا اصول خمسہ سے ہر وہ مصنّف بخوبی آگاہ ہے۔ جو اسلام پر کچھ لکھنے کو قلم ... ہے۔ اور یہی اصول ہائے خمسہ۔ پانچ ارکان اسلام کے نام سے مشہور ہیں ان اساسی اصولوں میں معلوم نہیں۔ ڈاکٹر لوبین کو غیر مسلموں سے برسر پیکار ہونا کہاں سے نظر آ گیا۔ قوانین جنگ مشہور و معروف ہیں۔ اور بار بار ان کا قرآن کریم میں تکرار کیا گیا ہے۔ جو ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں :-

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۰ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتّٰی یقتلوکم فیہ فان قتلوکم فاقتلوھم کذالک جزاء الکفرین ۰ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ۰ وقتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ۔ ترجمہ۔ اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو۔ جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنیوالوں سے پیار نہیں کرتا۔ اور جہاں ان کو پاؤ مارو۔ اور انھیں نکالو۔ جہاں سے انھوں نے تمہیں نکالا ہے۔ اور فتنہ قتل سے بڑھ کر سخت ہے۔ اور مسجد حرام کے قریب

ان سے جنگ نہ کرو۔ جب تک کہ وہ اس کے اندر تمہارے ساتھ جنگ کریں۔ پھر اگر وہ تم سے جنگ کریں۔ تو تم اُن کو مارو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ رُک جائیں۔ تو اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے۔ اور اُن سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین صرف اللہ کے لئے ہو۔ پھر اگر وہ رُک جائیں۔ تو سزا ظالموں کے سوا اسے اور کسی کے لئے نہیں۔

البقرہ آیت ۱۹۰ تا ۱۹۳ +

مندرجہ بالا قرآنی آیات آپ پر واضح کردینگی۔ کہ آپ کے نامہ نگار اپنی تحریات میں کہاں تک راستی پر ہیں۔ جب جنگ کا آیت بالا میں ذکر ہے۔ وہ محض اندفاعی اور عادلانہ جنگ ہے +

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا۔ ترجمہ۔ ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اسلئے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ سورۃ الحج۔ آیت ۳۹۔ آپ کے نامہ نگار اتنا شاید مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے معدوم ہوتے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن جب تک مشیت ایزدی نہ ہوگی مسلم معدوم نہ ہونگے۔ اور آپ لوگوں کو کف افسوس ہی ملتے رہنا ہوگا۔ لیکن اسمیں شک بھی نہیں۔ کہ ایک مسلم راہِ خدا میں اپنی زندگی نذر کرنے کو اسے اللہ تعالے کی ایک نعمت عظمےٰ سمجھتا ہے۔ اگر آپ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ برسرپیکار ہونگے تو وہ یقیناً راہِ حق میں لڑتے لڑتے شہید ہونا ہی پسند کریگا۔ لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔ لیکن براہ کرم راستی کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ڈاکٹر یوہین۔ اور انکے معاصر مسیحیت مسلمانوں کو یوروپین تیر و تفنگ کے زیر نگین ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ رسالہ زیر بحث کے صفحہ ۴ پر رقمطراز ہیں :-

"میں نے قبضہ جمانے کی حکمت عملی کا ضمناً تذکرہ کیا ہے۔ اور اس قسم کا تسلط فقط ان ہی مقامات پر ہوسکتا ہے۔ جہاں ریلوے سے۔ جنگی جہازوں اور طاقتور کلوں کی مدد سے کام لیا جاتا ہے" +

یہ امر بجنسہٖ ایسا ہی ہے۔ کیونکہ بھانڈا اب پھوٹ گیا ہے۔ راز سربستہ اب افشا ہوگیا ہے۔ مسلمان نہیں جو عیسائیوں سے برسرپیکار ہو رہے ہیں۔ بلکہ عیسائی۔ ریلوے۔ جنگی جہازوں اور طاقتور

کلبوں کے ذریعہ ان پر تسلط جما رہے ہیں"۔

اب میں مسٹر جی۔ڈبلیو۔ہنٹر کے مضمون "وسط ایشیا میں اسلام" کو لیتا ہوں۔وہ صفحہ ۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔کہ ان کے (مسلمانوں) اپنے قوانین ہیں۔کئی صدیوں کے دوران میں اسلام کو دنیا کو دکھانے کا یہ موقعہ ملا۔کہ اس نے وسط ایشیا کی اقوام کے لئے کیا کچھ کیا"۔ اسکے اپنے ہی سوال کا جواب نفی میں ہے اور بدترین ہے۔لیکن خوش قسمتی سے ہمارے لئے اور شومئی قسمت سے مسٹر جی۔ڈبلیو۔ہنٹر کیلئے دوسرے مضمون "ابتدائی ترکوں کی کہانی" مصنفہ لی یوروتان صفحہ ۱۴۲-۲۰۴ میں مثبت جواب موجود ہے۔اس کتاب میں سے میں کم از کم صفحہ ۳۴ اور ۴۳ کا اقتباس ضرور پیش کرونگا۔تاکہ آپ کو قائل کروں۔کہ کس طرح ترکوں کے صرف ایک ہی خاندان (سلجوق ترکوں) نے اپنے لئے اور دنیا کیلئے کیا کیا نیکی کے کام کئے۔آپ کا لیو۔وردمان۔نامہ نگار رقمطراز ہے۔کہ اس ترکی سلطنت کی وسعت کا مقابلہ سلطنت روما کے زمانہ اوج وکمال سے کیا جا سکتا ہے۔سلجوق مدت مدید تک ملک شاہ کے زیر نگین رہے جو الپ ارسلان کا جانشین تھا۔ملک شاہ اور اسکے مشہور وزیر اعظم الملک کے وقت میں سلجوقیوں کی دولت و ثروت میں نمایاں ترقی ہوئی۔اور وہ اسوقت ایک بڑی بھاری سلطنت بن گئی۔تاریخ اسلام میں اس کا عہد سلطنت نہایت ہی درخشاں گذرا ہے۔سکولز۔یونیورسٹیاں۔شفاخانے سرائے مساجد سڑکیں۔اور شہر تعمیر ہوئے۔وہ زمانہ ایک بڑی بھاری تعمیر کا زمانہ گذرا ہے۔علوم وفنون کے اہم مرکز صرف ایک جگہ بلکہ کئی ایک جگہ قائم ہو گئے۔علم وادب۔علم طبیعت یا الٰہیات کے ماہرین بنظر استحسان دیکھے جانے لگے۔فارسی علم وادب کی زبان قرار دی گئی۔اور عربی۔مذہب و سائنس کی۔یہ زبانیں آج تک ترکی میں مروج چلی آتی ہیں۔اسی ترکی سلطنت کے زیر اہتمام عمر خیام نے فارسی میں رباعیات لکھیں۔اور الغزالی جو عموماً فضلاء مغرب میں سب سے بڑا انسان شمار کیا جاتا ہے۔اس نے بھی اسلام میں ہی جنم لیا۔اور اسی زمانہ میں اس نے عربی میں فلسفی و اخلاقی تصنیفات کیں۔اسلام کے سٹینٹ فرانسس۔جلال الدین رومی نے اناطولی سلجوقی عہد میں اپنی شہرہ آفاق رزمیہ نظم اخلاقیات پر لکھی۔بالآخر ابن سینا جو زمانہ وسطے کا اوی سین اور بڑا فلسفی وطبیب تھا۔اس نے آزادانہ مذہبی خیالات کو

پیش کیا۔ جنہوں نے کٹر اور راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو چونکا دیا۔ بالآخر ابن سینا کی طبی تصانیف عیسائیت کا دستور قرار دی گئیں۔ اور تقریباً دو صدیوں تک ابن سینا کی ہی طبی تصنیفات یورپی اداروں میں کورس مقرر ہوتی رہی ہیں +

الغرض ترکی سلطنت ایک ہفت زبان سلطنت تھی۔ جس کے علمبردار ترک تھے جو کہ بہت سی اقوام و تہذیب کی نمایندگی کرتے تھے۔ ترکی فن تعمیر پر انہوں نے بہت سے شاہکار اپنے پیچھے چھوڑے۔ اور اسی طرح بہت سی فارسی نظمیں اس عہد ہمایونی کے جانفزا اور قوت بخش تاثرات ہیں جنکی وجہ سے اسلام کو از سر نو تقویت حاصل ہوئی۔ جس نے انہیں تاب مقاومت پیدا کردی۔ اور دینی محاربین کو پسپا کرنے کی ہمت دلائی۔ تہذیب و تمدن نے ترکی اقتدار کے باعث گیارھویں صدی کے دوران میں مغربی دنیا کے تمام حصص سے بڑھ کر ترقی حاصل کی۔ اس تہذیب سے یورپ کو دو طرح ایک تو اس اتحاد سے جو مجاہدین نے قائم کیا اور دوسرا جو ہسپانیہ کے ذریعہ ہوا۔ بڑی تقویت پہنچی۔ الغرض عہد سلجوقی۔ تاریخ عالم میں تعمیری عہد گذرا ہے +

حالات بالا فقط ایک مسلم خاندان کے متعلق ہیں جنہوں نے وسط ایشیاء اور دنیا بھر کی بہبود کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ اور ان حقائق و شواہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ سوال پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ عیسائیت نے ابتدائی ایک ہزار سال میں یورپ میں کیا کیا۔ گذشتہ پانچ صدیوں میں جو ترقی ہوئی ہے اس کا سہرا اسلامی تعلیمات کے سر پر ہے۔ کاغذ۔ بارود۔ اور ہمارے قطب نما کی ایجاد کا شاید تہذیب یورپ دعا کرے۔ لیکن پندرھویں صدی میں یہ کہاں تھیں۔ ان تمام اختراعات کو مسلمانوں نے یورپ میں رائج کیا (جس کے لئے انسائیکلوپیڈیا برطانیہ کی نویں طباعت میں تہذیب پر مضمون ملاحظہ ہو) ہم پوچھتے ہیں کہ عیسائیت نے انیس صدیاں یورپ میں حکومت کرنے کے بعد اپنے پیروں کی اخلاقی حالت کو درست کرنے میں کیا کام کیا۔ اس اہم سوال کا جواب میں خود دینے کی کوشش نہ کرونگا۔ بلکہ آرچ بشپ آف کنٹربری ہی اسکی جوابدہی کردینگے۔ ذیل کا مضمون میں سنڈے پورٹری پرس بروز بدھ مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۳۰ء کے صفحہ ۱۲ سے نقل کرتا ہوں +

سنجیدہ اور اہم مسئلہ

آرچ بشپ آف کنٹر بری کا نوجوانوں کو انتباہ

لندن - مورخہ ۵ - اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

منشن ہوس میں تقریر کرتے ہوئے آرچ بشپ آف کنٹر بری نے ظاہر کیا کہ فی زمانہ ہر دو اصناف کے نو خیز نوجوان جو کہ بالکل معزز خیال کئے جاتے ہیں بعض اوقات عادتاً ایسے طریق کی شنیع امر کے خوگر ہوتے ہیں - جو کہ زمانہ سابق میں ضمیر انسانی کیلئے موجب ننگ تھا جس کی نوخیز لڑکیوں کیلئے قیامت افزا بد نتائج پیدا ہو سکتے ہیں آپ نے تاسف کیا - کہ مرد و زن کا کھلا خلط ملط جو کہ ایک اختراع جدید ہے - اس کی بابت بھی حیا سوز نتائج پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے +

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ترجمہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا تحقیق باطل بھاگنے والا ہی تھا +

یورپ اور امریکہ کی مروجہ اخلاقی ابتری کا اظہار میرے لئے سخت تکلیف دہ امر ہے لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں - کیونکہ خود آرچ بشپ کنٹر بری لوگوں کو اس اخلاقی تباہی سے متنبہ کرنے پر مجبور ہیں - میں نے ایک مدت مدید لندن پیرس نیویارک - شکاگو سانفرانسسکو بوڈاپسٹ - ایبری - یورپ اور امریکہ کے دیگر مقامات میں گذاری ہے - لیکن ان ممالک کے لوگوں کی اخلاقی حالت باوجود تہذیب حاضرہ کے یا اسکی وجہ سے نہایت ہی اندوہگین ہے - روس جو ایک وقت عیسوی کٹرپن کا ایک زبردست قلعہ تھا - اب کھلے بندوں دہریہ ہے - یہودی کو بھی حمد محمود آدر کا خمیازہ اٹھانا پڑا ہی فرانس اور اٹلی میں فواحش گھر موجود ہیں - تمام یورپ بھر میں رات کے کلب گھر ہر جگہ موجود ہیں - عیسائیت - بادہ نوشی قمار بازی - زنا - اور ہر قسم دیگر ہزاروں بدیوں کے انسداد سے عاجز ہے - عیسائی مت اوروں کو اپنے وطن میں ہی ناکامی ہوئی ہے لیکن اس ناکامی کے باوجود بھی وہ عیسائیت کے لایعنی عقائد معصوم لوگوں کے گلے منڈھے چلے جا رہے ہیں قمار بازی - زنا زوروں پر ہوتا چلا جا رہا ہے - جہاں کہیں بھی عیسوی حکومت برسر اقتدار ہو جاتی ہے - اور جہاں کہ عیسائی حکومت ریلوے - حربی جہازوں اور تباہ کن توپوں کے ذریعہ سے اپنے قار و اقتدار کو قائم رکھتی ہے - قومی جھنڈا انجیل کے پیچھے پیچھے نصب ہوتا چلا جاتا ہے - لیکن جھنڈے اور انجیل

کے ساتھ ساتھ شراب خوری بھی اپنا قدم جماتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو قمار بازی۔ بادہ گساری۔ اور مروجہ ہلاکت کن تجاویز و مخترعات سے جن کی طرف آرچ بشپ صاحب کنٹربری نے اپنی تقریر منشن ہوس میں اشارہ کیا ہے محفوظ رکھے نجات اب صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ لوگ اسلام قبول کر لیں۔ اور خدا تعالیٰ کی سی طرح عزت و احترام کریں۔ جس کا وہ مستحق ہے لیکن عیسائی مبلغین نے اسلام کے خلاف آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھائی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مسٹر اے۔ ڈے جنکسن آف بائی کرلہ بمبئی فرماتے ہیں۔ کہ اسلامی روایات میں دجال کی تاریخ کے اس مختصر خاکہ کے اختتام پر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے دجال کو ایک رنگ میں اپنے مذہب اور الہیات میں جگہ دیدی ہے۔ منصف طبائع کی نگاہ میں اس قسم کے امور نہایت ہی شرمناک ہیں۔ لیکن اگر مسٹر اے۔ ڈے جنکسن کو واقعی اس پر ایمان ہے جو انہوں نے سطور بالا میں کہا ہے۔ تو جن براہین و دلائل کی ان کے پاس پونجی ہے۔ اس سے لے کر وہ ہمارے مقابل پر آتر یں لیکن ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور نہ ہی ان میں تاب مقاومت ہے۔ سرکار دو عالم حضرت نبی کریم صلعم جناب مسیح ابن مریم کی تصدیق کے لئے مبعوث ہوئے۔ لیکن کس قدر ظلم عظیم ہے۔ کہ پیروان مسیح اس مصدق حقیقی کو دجال کے مذموم نام سے یاد کر رہے ہیں۔ آخر دجال کون ہے؟ وہ جو مصدق ہے۔ یا وہ جو جناب مسیح کے احکام کی سرتابی کرتا ہے۔ کیا مسیحی متبعین اپنی سمجھ کے مطابق احکام خداوندی کی تعمیل کر رہے ہیں۔ کیا وہ سچی انجیل کے سچے فرمانبردار ہیں۔ آپ کے نامہ نگار مسٹر ڈل۔ اے جے ف آف رنگون۔ برما کے مضمون "برھما میں اسلام" میں کچھ جواب دیتا ہے۔ مسلمانان برھما کا ذکر کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں۔ کہ مسلمانوں کا مذہب مردانہ ہے۔ اور ان فرائض کی ادائیگی میں جو قرآن کریم مسلمانوں کے ذمہ عاید کرتا ہے۔ مسلم لوگ ہمیں کچھ سبق دے سکتے ہیں۔ جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس پر رحم و فضل کی برکات نازل ہوں۔ جو ہدایت کی اتباع کرے۔

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	نمبر حوالہ	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر حوالہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان					رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
آمد مشن و اسلامک ریویو	۱	۸	۱۰	۱۹۳۸	اخراجات ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۳	۹	۱۱	۱۶۲۳
آمد ریزرو فنڈ (سرمایہ محفوظ)	۲	۰	۶	۱۲۶					
میزان		۸	۰	۲۰۶۵	میزان		۹	۱۱	۱۶۲۳

آنریری فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
یکم ۱۰/۳۰	۱۲۲۷	جناب ایس فتح محمد صاحب احمدی بمد مشن	۰	۰	۱۰
۔۔	۱۲۴۱	آمدہ از مسجد ووکنگ بتفصیل ذیل: آمد بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء = ۵۷ پونڈ ۱۸ شلنگ ۵ پنس یا سکہ ہندی ۷۷۲-۵ روپے آمد بابت ماہ اگست ۱۹۳۰ء = ۴۴ پونڈ ۶ شلنگ ۵ پنس یا ۵۹۰-۱۵-۸ روپے نصف بمد ریویو و نصف بمد مشن کل میزان = ۱۰۲ پونڈ ۴ شلنگ ۱۰ پنس یا ۱۳۶۳-۴-۸ روپے	۸	۴	۱۳۶۳

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر رسید	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۱۰/۳۰	۱۲۴۲	واپسی حصہ منشی امانت محمد صاحب از پراویڈنٹ فنڈ قسط چہارم	۰	۰	۵	۱۱ ۱۰/۳۰	۱۲۶۸	جناب سید طاہر علی صاحب ملہسوا بمد مشن	۰	۰	۲
۔۔	۱۲۴۳	جناب منشی امام محمد صاحب لائل پور بمد مشن	۰	۴	۰	۱۳ ۱۰/۳۰	۱۲۶۹	جناب عبد الحمید خان صاحب ناگپور ۔۔	۰	۰	۱
۶ ۱۰/۳۰	۱۲۴۸	۔۔ عبد الحق صاحب بکرم قمر الحسن حیدرآباد سندھ بمد مشن	۰	۰	۱۵	۱۵ ۱۰/۳۰	۱۲۷۷	۔۔ ڈاکٹر ایم ایس صدیقی صاحب کلکتہ مبلغ ۱۰ بمد مشن و ۱۰ بمد ریویو	۰	۰	۲۰
۸ ۱۰/۳۰	۱۲۵۳	۔۔ شیخ نیاز احمد صاحب نذیر آباد بمد مشن	۰	۰	۱۰	۔۔	۱۲۷۸	۔۔ قاضی ابو القاسم صاحب زبرسٹ بمد مشن	۰	۱۴	۳
۔۔	۱۲۵۴	۔۔ مسٹر نظام الدین صاحب گجرات ۔۔	۰	۸	۱	۔۔	۱۲۷۹	۔۔ محبوب خان صاحب سبلی ۔۔	۰	۰	۱
۹ ۱۰/۳۰	۱۲۵۵	حضور نواب صاحب بہادر بھوپال بمد مفت تقسیم اسلامک ریویو	۰	۸	۴۹		۱۲۸۰	۔۔ قاضی خادم حسین صاحب لکھنؤ	۰	۰	۳
	۱۲۵۶	۔۔ شیخ منہاج الدین صاحب رحیم یار خان بمد مشن	۰	۰	۱۰	۱۶ ۱۰/۳۰	۱۲۹۰	۔۔ عبد الحق صاحب گجرات بمد مشن	۰	۰	۵
۱۰ ۱۰/۳۰	۱۲۵۸	۔۔ آنریبل سر مست حسین صاحب میسور بمد ریویو	۰	۰	۱		۱۲۹۱	جناب اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب ۔۔	۰	۰	۲
۔۔	۱۲۶۰	۔۔ عبد الشکور خان صاحب ناگپور بمد مشن	۰	۰	۱۰	۔۔	۱۲۹۲	جناب صبیح الدین صاحب رہتک ۔۔	۰	۰	۱
۔۔	۱۲۶۳	۔۔ محمد نور رضی صاحب احمد پور بمد مشن	۰	۱۴	۷		۱۲۹۶	جناب سیدہ طاہرہ بی بی صاحبہ بذریعہ دفتر اشاعت اسلام	۰	۰	۴
							۱۲۹۷	۔۔ سید محمد شاہ صاحب راولپنڈی بمد مشن	۰	۰	۲
						۱۸ ۱۰/۳۰	۱۳۰۰	۔۔ قاضی ابو القاسم صاحب زبرسٹ ۔۔	۰	۸	۱۳
						۲۲ ۱۰/۳۰	۱۳۰۴	جناب امیر حسن صاحب کاکوری ۔۔	۰	۰	۱

نوٹ: آمد ماہ جون و جولائی ۱۹۳۰ء ووکنگ انگلستان رسالہ ماہ اکتوبر صفحہ ۳۴۴ پر شائع ہو چکی ہے۔ سکرٹری

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتبخانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۲ ستمبر	۱۳۰۵	جناب کے ایچ مینا صاحب نولکشور بمد مشن	۰	۰	۲	۲۴ ستمبر ۳۰	۱۳۱۴	جناب ڈاکٹر این ایچ صاحب پانگاڑی میشن	۰	۰	۲
"	۱۳۰۹	" سید محمود صاحب ڈاکٹر ٹمکور "	-	۰	۱	۲۷ ستمبر ۳۰	۱۳۱۷	" محمد نور الٰہی صاحب بہاولپور "	۰	۱۴	۷
۲۳ ستمبر	۱۳۱۰	" ایس کے احمد بسیر "	۰	۰	۱	"	۱۳۱۸	" فضل دین صاحب اوجین "	۰	۰	۵
	۱۳۱۱	" قاضی منہاج الدین صاحب فاضل سوات "	۰	۰	۲			قیمت اسلامک ریویو	۰	۸	۳۶۴
۲۴ ستمبر	۱۳۱۲	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب لائبو بمد مشن	۰	۰	۱۰			میزان کل	۸	۱۰	۱۹۳۸
	۱۳۱۳	" غلام محمد صاحب دفتری لاہور "	۰	۸	۰						

نقشہ ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹ ستمبر ۳۰	۵۲	جناب عبد المجید خان صاحب فیروز پور	-	۰	۲۵	۱۸ ستمبر ۳۰	۵۴	جناب کے ایس عبد العلیم صاحب بنارس	۰	۰	۲۰
ستمبر ۳۰	۵۳	معرفت جناب ایم سمیع صاحب صدیقی حیدرآباد دکن بتفصیل ذیل:- ۱- جناب حبیب احمد خان صاحب؛ ۲- " ایم شفیع صاحب وکیل؛ ۳- " ڈاکٹر اے رحیم صاحب؛ ۴- " ثروت حسین صاحب؛ ۵- " ایم سمیع صاحب صدیقی	۰	-	۵۰	۲۲ ستمبر	۵۵	" اے مقیط برقی گونڈا			۳
							۵۶	ترکی ٹوپی معرفت جناب خورشید علی صاحب لکھنؤ	۰	-	۵
							۵۷	" عاقب بگز پورٹ مرکورٹ	۰	۶	۳
						۲۵ ستمبر	۵۸	" غلام علی صاحب جھنگ	۰	۰	۱۰
							۵۹	جناب اہلیہ صاحبہ مسٹر رشید صاحب پونہ			۱۰
								میزان	۰	۶	۱۲۶

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ اکتوبر ۳۰	۱۶۹	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء	۰	۶	۷۸۴
	۱۷۰	بل امپریسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل:- اجرت تار متعلقہ ۲۷ پونڈ ماشنگ — تار ووکنگ — ٹانگہ بنک — ار تار ووکنگ — اجرت کتابت ضروری یادداشت — دفتری بنوائی لفافہ جات و جلد کتب — محصول ڈاک برائے دفتر مشن — سیاہی برائے دفتر — مزدوری رسالہ اٹھوائی دو یوم — تنخواہ مہتر انی برائے اگست — ٹانگہ بنک — بیٹر چک — تار متعلقہ — پونڈ — ٹانگہ — اجرت تار ریجوالی — پونڈ	۰	۰	۱۰۰
"	۱۷۱	بل تنخواہ عملہ مسجد ووکنگ بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء	۹	۷	۴۱۹
"	۱۷۱	بل تنخواہ پی اے خواجہ صاحب اور متفرق اخراجات سٹیشنری محصول ڈاک متعلق متفرقہ ایبٹ آباد بتفصیل ذیل:- تنخواہ پرسنل اسسٹنٹ حضرت خواجہ صاحب بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۲۵؛ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۲۵؛ محصول ڈاک ۔۔۔ ۰ ۔۔۔ ۱۰ ۔۔۔ ۳ روپیہ؛ سٹیشنری و تار	۰	۱۴	۵۹
		میزان	۹	۱۱	۱۳۶۳

نقشہ ۲ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		میزان بقایا صفحہ گزشتہ	۶	۱۱	۱۳۶۳
یکم	۱۷۳	پرانے بل ووکنگ بتفصیل ذیل:- پنس شلنگ پونڈ (۱) الف۔ اخراجات عید جولائی ۱۹۲۹ء ۱ — ۶ — ۷ ب۔ اخراجات عید اور وفد پیڈنگٹن براؤن ۸½ — ۱۲ — ۲۷ ج۔ کرایہ ضیافت وکرایہ خیمہ وغیرہ ۵ — ۴ — ۳۲ د۔ سٹیشنری۔ کاغذ تار محصول ڈاک اکتوبر ۱۹۲۹ء ۱½ — ۹ — ۱۹ (۲) خریدکتب برائے فروخت ستمبر ۱۹۲۹ء ۱½ — ۴ — ۱ (۳) قیمت قرآن شریف خریدشدہ از دارالکتب اسلامیہ لاہور ۴ — ۹ — ۱۳ (۴) اخراجات عید فیکسی برتن وغیرہ ۲ — ۱۱ — ۴ میزان ۱۱½ — ۱۶ — ۱۰۵ پونڈ بروئے نقشہ نمبر (۱) آئٹم نمبر ۱۲۴۱ مولوی عبدالمجید صاحب نے ووکنگ سے آمد بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء ۵ — ۱۸ — ۵۷ پونڈ و آمد اگست ۱۹۳۰ء ۵ — ۶ — ۴۴ پونڈ بھیجی۔ جو کل ۱۰ — ۱۴ — ۱۰۲ پونڈ بنتی ہے۔ مندرجہ بالا بلوں کی کل رقم خرچ مبلغ ۱۱½ — ۱۶ — ۱۰۵ پونڈ میں سے آمد وضع کر لی گئی۔ اور باقی کی رقم جو ۱½ — ۱۲ — ۳ پونڈ رہتی ہے۔ جو بہ سکہ ہندی ۹ — ۱۲ — ۴۸ بنتی ہے۔ اور کہ خود مولوی صاحب کو بذریعہ ڈرافٹ نمبر ۱۲۱ - ۴ لائیڈز بنک لاہور ۶ کو بھیجی گئی۔	۰	۱۲	۴۸
۶	۱۷۴	بقیہ رقم جو بل نمبر ۱۶۸ میں سے بچی تھی۔ مولوی عبدالمجید صاحب کو بذریعہ ڈرافٹ محولہ بالا بھیجی گئی۔	۰	۱۲	۴۱
	۱۷۵	بل امپریسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل:- سٹیشنری ۲؍ قلم برائے سٹیشنری ۴؍ محصول ڈاک برائے دفتر ۵؍ کرایہ دفتر برائے ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء ۲۰؍ محصول ڈاک سٹیشنری وغیرہ ماہ ستمبر میں جو حضرت خواجہ صاحب پریذیڈنٹ مشن نے ایبٹ آباد میں کار مشن میں خرچ کئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:- روزانہ ڈاک ۱۳؍ رجسٹریاں ۴؍ تاریں ۱؍ محصول مہر وغیرہ ۱۱؍ سٹیشنری ۴؍ میزان ۵؍ مہر ربڑ ۱۰؍ سوتری ۶؍ سیاہی برائے دفتر ۴؍ [illegible]	-	۱۲	۹۵
۲۲	۱۷۶	بل امپریسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل:- بیرنگ خط ۲؍ محصول ڈاک دفتر لاہور ۵؍ واپسی رقم جو غلطی سے دفتر مشن میں جمع ہو گئی تھی ۲۳؍ برائے کتابت حساب مشن در رسالہ اشاعت اسلام ۱؍ سٹیشنری ۴؍ ٹائپسٹ برائے مختلف خطوط ۵ روپے۔ ربن پریس چھپائی ۸۰۰ لفافہ جات برائے اپیل ۱۲؍	۶	۱۱	۹۳
		میزان	۹	۱۱	۱۶۲۳

ماہ رجب میں زکوٰۃ

آپ کی زکوٰۃ کا بہترین مصرف یورپ میں اشاعت اسلام ہے۔ ادائیگی زکوٰۃ کے وقت ووکنگ مسلم مشن کو یاد رکھیں۔

خواجہ عبدالغنی سکرٹری مشن

موضوعِ قرآن

تہذیبِ انسانی

اسماء الٰہیہ

بیماری سے کچھ افاقہ پانے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے اپنی وعدہ کردہ کتاب کو شروع کیا جو قرآن پر ہوگی۔ کتاب تو انگریزی میں ہے اور مضمون جس کا ترجمہ ذیل میں ہے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ جنوری ۱۹۳۱ء میں شائع ہوگا لیکن ہم نے ناظرین کرام کی دلچسپی کیلئے اسے اس ڈبل نمبر میں شائع کیا ہے۔ یہ مضمون اس قابل نہیں ہے کہ اسے سرسری نگاہ سے دیکھا جاوے اور پھر رسالہ کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ یہ مضمون ہمارے روزانہ دستور العمل کا ہادی ہونا چاہیئے۔ بدقسمتی سے ہم نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ اسمائے الٰہیہ کو خوشخط قلم قطعات میں لگا کر نشستگاہ کی دیوار پر معلق کر دیا جاتا ہے۔ کاش! ہم ان قطعات کو خانۂ دل کی دیواروں پر چسپاں کرتے اور اپنے اخلاق ان باتوں سے مزین کرتے۔ تو فی الواقعہ ان قطعات کا دیواروں پر آویزاں کرنا حقیقی برکت کا موجب ہو جاتا۔ ورنہ ہمارے موجودہ طریق کے ماتحت تو دکان کی آرائشی تصویر یا ان قطعات میں کوئی فرق نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون کو ہمارے احباب غور سے دیکھیں +

خواجہ عبد الغنی

سکرٹری ووکنگ مشن ٹرسٹ

آج یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ کائنات کے ایک ایک ذرہ پر اور اس کی ہر ایک حرکت پر ایک نہ ایک اٹل قانون حکومت کر رہا ہے۔ ان قوانین کا نام اگر مذہب نے صفاتِ الٰہیہ رکھا ہے۔ تو علمی دنیا انھیں قوانین فطریہ کہتی ہے۔ ان ہی کی کامل اطاعت پر انسانی سوسائٹی میں وہ فلاح و بہبودی پیدا ہو جاتی ہے جسے تہذیب و تمدن کہتے ہیں۔ لہٰذا اگر انسان کا فرضِ اولین حصول تہذیب و تمدن ہے۔ تو اس کا مسلک و مذہب وہ ہونا چاہیئے جو اُسے اُن قوانین کی اطاعت کی تعلیم کرے۔ چنانچہ قرآن نے اس مذہب کا نام اسلام رکھا ہے۔ جسکے

عملی مہتے اطاعت قوانین آلٰہیہ ہے۔ اور مسلم وہ ہوتا ہے۔ جو ان قوانین پر کامل انقیاد کے ساتھ چلے +

موجودہ تحقیق نے یہ امر بھی روشن کر دیا ہے۔ کہ کائنات میں نہ صرف جسمانی قوانین ہی کام کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ **اخلاقی ضوابط بھی کارفرمائی** کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جہاں کائنات میں مخلوقات کی پیدائش۔ پرورش اور ان کے نشو ونما کیلئے قوانین مرتب ہو چکے ہیں۔ وہاں رحم بخشش عفو اور جزا و سزا وغیرہ کے قانون بھی کام کرتے دکھائی دیتے ہیں +

مصری تہذیب سے چل کر موجودہ تہذیب مغربی تک اگر تہذیب ہائے مختلفہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ نظر آتا ہے۔ کہ جس قوم نے جس حد تک ان دو قوانین کی عزت کی اسی حد تک انھیں تمدن و تہذیب نصیب ہوئی۔ ان سب متمدن قوموں میں سے ایک مسلم قوم ہی ایسی نظر آتی ہے۔ جنہوں نے بکمال انقیاد دونوں قسم کے قوانین کی پیروی کی +

یہ اسی کامل اطاعت کا نتیجہ تھا۔ کہ اسلامی تہذیب اپنی نوعیت اور وسعت میعاد میں تہذیبوں سے بڑھ گئی۔ مغربی تہذیب جدیدہ اگر جسمانیات میں مسلم تہذیب پر فوق لے گئی۔ تو اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مغربی تہذیب اسلامی تہذیب کی تتبع میں جاری ہوئی۔ اسلام نے ہی یورپ میں ہر موجودہ علم و فن کی بنیاد رکھی۔ اور انھیں کمال کی ایک حد تک پہنچا کر اپنے کئے کرائے کو اہل مغرب کے حوالے کر دیا۔ جس پر مغربی لوگوں نے اضافہ کیا۔ خود عیش پرستی کے باعث قوانین مذکورہ بالا سے لاپرواہ ہو گئے۔ پھر جو ان کا حال ہوا سو ہوا۔ مگر اہل مغرب نے اپنی مذکورہ بالا فوقیت کے باوجود ڈیڑھ سو برس میں ہی وہ اسباب پیدا کر لئے۔ جو نو صد برس کی کامل تمدن کے بعد مسلمانوں کو تباہی کے کنارہ پر لے آئے۔ یعنی اہل مغرب نے تعیشات کے باعث قوانین اخلاقیہ سے روگردانی کر لی۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔ کہ ہر تہذیب پر تباہی اس وقت آئی۔ جب کوئی قوم فسق و فجور اور سیاہکاری کے انتہائی مقام پر پہنچ گئی[1] +

---

[1] وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا [illegible] ترجمہ: جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں خوشحال لوگوں کی کثرت کر دیتے ہیں تو وہ وہاں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تو وہ بستی اللہ کے عذاب کی مستوجب ہو جاتی ہے تو ہم اسکو تباہ کر دیتے ہیں +

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [illegible]

مسیحی تہذیب سے پہلے رومی تہذیب اپنے کمال پر تھی۔ اس کا آخری مرکز شہر پمپی تھا لیکن پمپی ہی عصیت و بداخلاقی میں انتہا تک پہنچ گیا۔ آج مغرب کا ہر مرکز تہذیب پمپی سے بڑھا ہوا ہے۔ سیاہ کاری قمار بازی اور خمر انجلی تو عیسائیت کے ساتھ ساتھ ہر جگہ سائے کی طرح موجود ہوتی ہی لیکن اگر موجودہ تہذیب کے ایک عظیم الشان مرکز یعنی نیویارک (امریکہ) کو دیکھا جائے۔ تو جہاں ایک طرف روپے پیسے آسائش و کامیابی کا وہاں مینہ برس رہا ہے۔ وہاں قتل مقاتلہ ڈکیتی دغا بازی مکر و فریب سفاکی ایک نہایت ہی خوبصورت اور مہذبانہ رنگ میں ترقی کر رہی ہے۔ اس تہذیب کے بدترین خط و خال یہ ہیں۔ کہ صنعتی کج خلقیوں میں عورت مرد کے مقابل میں آکر مرد سے چار قدم آگے جانا چاہتی ہے۔

پھر ان قوموں میں غیر قوموں کی طرف نفرت اور اُن کا اُن پر تشدد اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اسکی نظیر کسی تہذیب سابقہ میں نظر نہیں آتی۔ ان حالات کو دیکھ کر خود دانایانِ مغرب پکار اُٹھے ہیں۔ کہ ہماری یہ تہذیب نہ صرف ناکام ہی ثابت ہوئی ہے۔ بلکہ ہمیں قدم بقدم ہلاکت کیطرف لیجا رہی ہے۔ اس نظارہ کو دیکھ کر ہم اسی نتیجہ پر آتے ہیں۔ کہ اگر انسانی تہذیب و تمدن خالصۃً قوانین فطریہ کے علم و اطاعت پر منحصر ہے۔ تو اگر ان دو قوانین میں سے کسی ایک قانون سے بھی منہ پھیر لیا جائے تو تہذیب کا خاتمہ ہو جاتا ہے +

مسلمانوں نے صدیوں تک ان دونو قوانین کی عزت کی۔ اور وہ اُلوالعزمی خوشحالی کے اسباب پیدا کئے۔ جس سے وہ ایک ہزار برس تک مستفیض ہوتے رہے۔ بالمقابل مغرب نے جسمانیات میں تو کمال پیدا کیا۔ لیکن ضابطہ اخلاق کے چھوڑنے پر ایک ڈیڑھ سو برس کے اندر نسیاً منسیاً کے ہونے کے قریب آ پہنچے +

آج تک ان قوانین آلہیہ کا علم انسان کو دو طریق پر ہوا ہے یا تو مطالعہ فطرت (سائنس) نے انسان کو ان قوانین سے آگاہ کیا۔ یا الہام الٰہی نے اس معاملے میں اسکی راہنمائی کی۔ گو یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ آخر الذکر اوّل الذکر کے مقابل ہمیشہ زیادہ مفید اور سہل الحصول واقع ہوا ہے یعنی سائنس ایک مدت کی کاوش سے بھی ان نتائج صحیحہ تک نہیں پہنچتی جہاں الہام انسان کو آسانی سے پہنچا دیتا ہے علاوہ ازیں ان قوانین کو فی نفسہٖ طبائع میں بٹھانے اور انھیں انکی پیروی کی طرف مائل کرنے کے لئے سائنس کے مقابل الہام نے آسان تر اور زیادہ مؤثر راستہ اختیار کیا ہے +

قرآن کریم نے دونوں راستے اختیار کئے ہیں۔ اخلاق و آداب پر خطبات پڑھنے اور ان کے متعلق بھی سمجھ دار اصول تعلیم کرنے کی بجائے قرآن نے خدا تعالیٰ کی ان صفات کو جن سے بہترین اخلاق و آداب کے اصول منضبط ہو سکتے ہیں۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ تعلیم اصول کی بجائے کوئی مثال بھی ایک واضح اور مؤثر تر تشریح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں خالقِ حقیقی سے محبت اور اس کی اطاعت کا جذبہ کچھ اس قسم سے انسان کی فطرت میں مرتسم ہے۔ اسی جذبہ کی تسکین کیلئے انسان نے پتھر سے چل کر افراد بنی نوع تک ہر مخلوق کو اپنا معبود قرار دیا۔ ہر ایک زمانہ نے اپنے اپنے معبود کے اخلاق میں رنگین ہونے کی کما حقہٗ کوشش کی۔ چنانچہ قرآن کریم نے بھی اسی انسانی طبیعت کو سامنے رکھ کر اس کے آگے اخلاقِ خداوندی کا ایک نظام ابلغ رکھ دیا۔ علاوہ ازیں اصول فی نفسہٖ عموماً عام فہم نہیں ہوتے۔ اور اگر ہوں بھی تو ان پر چلنا چنداں مرغوبِ طبع نہیں ہوا کرتا عرب کیلئے اصول تعلیم کردہ انجیل نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئے۔ مگر انہیں اصولوں کی پیروی انسان بصد رغبت کر لیتا ہے۔ اگر اس کا معبود و محبوب ان اخلاق کا مظہر ہو یعنی جسے وہ اپنا خدا سمجھتا ہے۔ وہ ایسے صفات سے متصف ہو کہ جن سے اصولِ مذکورہ بالا پیدا ہو سکیں۔ ہاں بعض وقت خود صفات کچھ ایسے باریک ہوتے ہیں۔ کہ ان کے سمجھنے سے عام انسان قاصر ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں اگر چند صریح الفہم ضوابط انسان کے سامنے ان صفات کی پیروی کرنے کے لئے رکھ دیئے جائیں تو ان کی پیروی کرتے کرتے خود بخود پیروی کنندہ میں صفت مطلوبہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے جیسے میں نے ذکر کیا یہ دونوں طریق اختیار کئے ہیں۔ مگر اول الذکر پر زیادہ زور دیا ہے۔ بلکہ انسان کا مذہب ہی اسے قرار دیا ۔

ہر ایک شے کا مفہوم دو قسم پر منقسم ہوتا ہے۔ ایک تو اس مفہوم کا وہ نقش ہے جو انسان کے خیال میں شے مذکور کا واقع ہوتا ہو۔ اس کا دوسرا مفہوم اس کی وہ شکل ہوتی ہے جو وہ بیرونِ خارج میں اختیار کرتی ہے۔ اول الذکر کو معہود ذہنی اور آخر الذکر کو معہود خارجی کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی مذہب کے ان ہر دو مفہوموں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ معہود ذہنی تو صفاتِ الٰہیہ اور ملکیہ کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔ اس کا نام صبغۃ اللہ رکھا ہے جس کا مظہر قرآن کریم کی ذیل کی آیت اشارہ کرتی ہے ۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔ ترجمہ یعنے اللہ کا رنگ لینا کیونکہ خدا سے بڑھکر بہتر
رنگ کس کا ہے۔ یعنی خدا کے رنگ میں رنگین ہونا ہی بہترین مذہب ہے۔ اسلئے مذہب حقیقی کا نام
اسلام ہے یعنی اُن قوانین و سُنن و شرائع کی پیروی کرنا کہ جس سے انسان ربانی رنگ میں رنگین
ہوجائے۔ دراصل اگر انسان کی اصلاح اور اسکی بہبودی اس امر پر ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو
ان قوانین الٰہیہ کے ماتحت لے آئے۔ کہ جو کائنات پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ قوانین خالقِ
کائنات کی حقیقی صفات کا ہی نقشہ ہوں تو کتاب اللہ اُسی وقت اپنے فرائض کو پورا کریگی جب
اُسمیں صفاتِ الٰہیہ کا ایک کامل نقشہ ہو۔ اور اُسکے ساتھ ہی وہ باتیں بھی ہوں۔ کہ جن سے
ایک انسان ان صفات کو سمجھ سکے یا اُن پر پیروی کر سکے ✚

یہ امر ظاہر ہے۔ کہ قوانین دراصل مُقنن کے ہی اخلاق کا ایک نقشہ ہوتے ہیں۔ یہ تو صحیح
ہے۔ کہ انسانی سوسائٹی میں واضعانِ قوانین بسا اوقات اپنے ہی مجوزہ قوانین کی خلاف ورزی
کرتے ہیں لیکن قیاس یہی کیا جاتا ہے۔ کہ ایک مُقنن وہی قوانین تجویز کرتا ہے۔ کہ جن پر چلنا وہ
اپنی بہبودی کیلئے ضروری سمجھتا ہے۔ چنانچہ کُتب اصولِ قوانین (جورس پروڈنس) کے ایسے
مفروضات میں جنہیں بطور اصول متعارفہ تسلیم کیا گیا ہے ایک یہ مفروضہ بھی ہے۔ کہ بادشاہِ وقت
یعنے سرچشمۂ قوانین جرم کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر وہ قانون مجسم ہوتا ہے
اور اس کا ہر ایک قول و فعل مجوزہ قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہے
کہ اگر کسی مُقنن کے قوانین دیکھنے ہوں تو اُسکے اخلاق و صفات کا مطالعہ کر لینا کافی ہے
یا اگر اس کے ساتھ ذاتی تعلق نہ ہو تو اس کے صفات و اخلاق سمجھنے کیلئے اس کے بنائے
ہوئے قوانین کو دیکھ لیا جائے ✚

انسانی سوسائٹی میں یہ بات بالکل ممکن نہیں۔ جیسا کہ اُوپر ذکر آیا ہے کہ بائبل کے مطالعہ
سے نظر آتا ہے۔ کہ اخلاق و آداب کے خود تعلیم دینے والے اپنے تعلیم کردہ امور کے پابند نہ رہے گو میں تو
پیغمبروں کو معصوم عن الخطا مانتا ہوں۔ لیکن مروجہ انجیل و توریت کے پڑھنے سے ایسا ہی
نظر آتا ہے مگر قرآن کریم نے جس خدا کو پیش کیا ہے۔ اس پر اخلاق و اعمال کا یہ اصول
لفظاً لفظاً منطبق ہوتا ہے۔ قوانین فطریہ و صفات الٰہیہ متذکرہ قرآن کریم کا یہ نقشہ مکمل

نہایت ہی دلچسپ اور معنی خیز ہے۔ اگر صحیفۂ کائنات کا کماحقہٗ مطالعہ کیا جائے اور اس مطالعہ میں قوانین خدا کا صحیح اندازہ و احصاء کیا جائے۔ تو ہو بہو ہر ایک قانون مذکورہ بالا کسی نہ کسی صفتِ الٰہیہ مندرجۂ قرآن کا پتہ بتلائیگا۔ اسی طرح اگر صحیفۂ قدرت کی طرف توجہ نہ کی جائے اور قرآن کریم ہی ہمارے سامنے ہو۔ اور اسمیں ہم صفاتِ الٰہیہ پر تدبر و غور کریں۔ تو وہی صفات ہی ہمیں ان قوانین کی طرف لیجائینگے۔ جو کائنات میں کارفرمائی کر رہے ہیں۔ ہر مذہب کے تعلیم دادہ قوانین خلاقیہ کے متعلق یہ کہ دینا تو ہر ایک کیلئے آسان امر ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ طبیعیات میں جو علمی اکتشافات نے قوانین فطریہ دریافت کئے ہیں۔ ان کا ماخذ بھی صفاتِ الٰہیہ مندرجۂ قرآن کریم ہی نظر آتی ہیں۔ یا اس کتاب کی بعض آیات جنمیں صفاتِ الٰہیہ کو واقعات کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔

مگر بعض دوسرے مذاہب میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ مثلاً خلق اشیاء کے متعلق کائنات میں جو بعض قوانین کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ان سب پر ایک لفظ رب کا مفہوم حاوی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ سورۂ فاتحہ کی تشریح میں بیان کرینگے ان قوانین یا ربوبیت کے علاوہ یہاں میں ان چند موٹے موٹے امور کا ذکر کر دیتا ہوں جنہیں سائنس کی ہر ایک شاخ میں اصول متعارفہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

(۱) کائنات میں ہر جگہ قوانینِ الٰہیہ حکومت کرتے نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے قرآن نے اس حقیقت کے انکشاف میں لہٗ ملک السمٰوات والارض (آسمان و زمین پر سلطنت الٰہی ہی ہے) کہکر اسکی تشریح کسی جگہ بالفاظ ذیل کر دی۔ ولہٗ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعاً و کرھاً (جو کچھ زمین و آسمان میں ہے خدا کے احکام کی اطاعت طوعاً و کرہاً کرتی ہے) اس حقیقت کو صفت مالک الملک سے تو بالواسطہ اور صفت جبار سے من وجہٍ تعلق ہے۔ جنکی تشریح اپنے موقع پر کی جائیگی۔

(۲) قوانینِ فطریہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس اصول کی طرف قرآن نے یوں اشارہ فرمایا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (تو کبھی قوانینِ الٰہیہ میں تبدیلی نہ پائیگا) چنانچہ اسی کی طرف خدا کی صفت متین و باقی اشارہ کرتی ہے۔

(۳) ہر ایک چیز اپنے ماخذ کی طرف کھینچی جاتی ہے۔ یعنے ہر ایک چیز کا مرجع اصل کا اپنا ماخذ ہوتا ہے۔ جیسے کہ نظام شمسی کی کل چیزیں شمس ہی کی طرف کھینچی جا رہی ہیں۔ طبعیات میں اس قانون کا نام قانون کشش ثقل رکھا گیا ہے۔ از روئے تعلیم قرآن خدا تعالے ہی ہر ایک چیز کا ماخذ اور اس لئے اس کا مرجع ہے۔ چنانچہ اس صداقت کی طرف قرآن کریم نے والیہ ترجعون (ہر ایک چیز نے اس کی طرف رجوع کرنا ہے) کہکر اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے +

(۴) تمام اشیاء دو قوانین کے ماتحت آپسمیں ملجاتی ہیں۔ ایک تو وہ جن میں کچھ مجانست ہوتی ہے۔ ایسی چیزیں قانون کشش اتصال کے ماتحت آ جمع ہوتی ہیں۔ دوسرا غیر متجانس چیزیں کشش کیمیاوی کے ماتحت آ جمع ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات میں ایک اسم جامع بھی واقع ہوا ہے۔ جو متجانس اور غیر متجانس دونوں قسم کی چیزوں کو لا جمع کرتا ہے۔ قانون اول الذکر (کشش اتصال) کے ماتحت طبعیات میں ایک اور قانون بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسے قانون اتحاد (Law of Adhesion) کہتے ہیں یعنی بعض اشیا گو غیر مدرک کیوں نہ ہوں۔ کچھ آپس میں محبت اور اختلاط ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض چیزیں ایکدوسرے سے طبعاً جدا رہنا چاہتی ہیں۔ وہ آپسمیں کبھی نہیں ملتیں۔ اس کے متعلق قانون کو علمی اصطلاح میں Law of Repulsion کہتے ہیں۔ جسے ہم قانون منافرت سے تعبیر کرتے ہیں پہلی چیزیں اگر صفت ودود (شدید محبت کرنیوالا) کا مظہر ہیں۔ تو دوسری چیزیں خدا تعالے کے اسم مانع کے ماتحت ایکدوسرے سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئی ہیں +

(۵) اسی طرح کا ایک قانون (Law of Constancy) **قانون بقا** کہلاتا ہے جو چیزوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ کسی نہ کسی شکل میں انھیں باقی رکھتا ہے۔ یہ خدا کی صفت باقی کے کرشمے ہیں۔

میرے خیال میں صفت باقی کا اثر یہ ہے۔ کہ چیزیں فنا نہیں ہوتیں۔ اگر اس قانون کا یہ مفہوم ہے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز فنا نہیں ہوتی تو لفظ باقی اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے موزوں ہے۔ اور اگر یہ مفہوم ہو۔ کہ چیزوں کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔ تو اس صورت میں

پھیلا سمیٹا ہوتا ہے:۔ پھیلنے سمٹنے کا قانون منسوب ہے +

(۶) چیزیں پھیلتی بھی ہیں اور سکڑتی بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ایک نام باسط (پھیلانیوالا) ہے۔ اور دوسرا نام قابض ہے۔ ان خواص کے متعلقہ قوانین کا نام (بمعنی [illegible]) قانون بسیط اور Law of Contraction بمعنی یعنے وہ قانون جس کے ماتحت چیزیں سکڑتی ہیں

(۷) چیزوں کی ایک ظاہری شکل ہوتی ہے۔ لیکن ہر ایک چیز میں بطور بطن صدہا خواص مخفی ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اگر کائنات کی کل چیزیں اس خدا کی بنائی ہوئی ہیں۔ کہ جس کے مقدس اسماء میں ایک الظاہر اور دوسرا الباطن آیا ہے۔ تو ضرور ہے کہ ایک چیز کی ایک تو ظاہری شکل ہو۔ لیکن اس کے اندر بطون در بطون بھی ہوں +

اب میں ایک عالمگیر قانون کا ذکر کرکے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ یہ وہ قانون ہے۔ کہ جس نے کل علمی تحقیقات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرکے اس کا رخ بھی بدل دیا ہے اور جس کی ایک بڑا بھاری اضافہ ہمارے معلومات میں ہوا ہے۔ اس سے میری مراد قانون ارتقاء ہے۔ جسے انگریزی میں لاء آف ایوولیوشن کہتے ہیں۔ مغرب میں تو اس کا دریافت کنندہ حکیم ڈاروِن مانا گیا ہے لیکن اس کو اصلی اور موجودہ شکل میں حکیم سپنسر لایا ہے۔ منشاء عالم کے متعلق تو اول الذکر نے یہ قرار دیا۔ کہ بعض چیزیں بعض چیزوں سے مل کر ایک نئی چیز پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر یہ پیدا شدہ چیزیں کسی اور چیز کے ساتھ انتخاب طبعیہ کے ماتحت زوجیت پا کر کسی اور چیز کی مولد ہو جاتی ہیں۔ اسی اصول پر ان طبعی انتخابوں نے ایک قسم کا بندر پیدا کیا۔ جسے اورنگیوٹانگ کہتے ہیں۔ اس بندر نے ایک اور مخلوق سے تزویج کی۔ لیکن وہ مخلوق اس وقت تک دریافت نہیں ہوئی۔ الغرض اس زوجیت آخری کا نتیجہ پیدائشِ انسانی تھی۔ اس نظریہ سے حکیم سپنسر نے موجودہ مسئلہ ارتقا نکالا۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک چیز میں وہ تمام خواص پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں جو اس سے مختلف منازل میں ظاہر ہوتے ہیں جن منازل میں سے ہو کر وہ چیز آخر کار اپنی بلوغیت کو پہنچ جاتی ہے یعنے جو کچھ بھی اب میں ابتداءً موجود ہوتا ہے۔ وہ حالاتِ مناسبہ میں ظاہر ہو جاتا ہے گویا ہر ایک چیز ایک قسم کے سفر میں ہے۔ اور وہ اپنے کمال تک کئی ایک عالموں میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ اس عظیم الشان

قانون کا انکشاف سب سے اول مسلمانوں پر ہوا۔ اور اس انکشاف کا باعث خدا کی صفت رب العالمین تھی لفظ رب کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ جیسے کہ امام راغب اصفہانی نے کئی صدیوں پہلے اپنی کتاب مفردات میں لکھا ہی۔ کہ جو چیزوں میں خواص رکھ دے۔ پھر اُن چیزوں کو مختلف منازل میں سے گذار کر اور ہر منزل پہ اس کے مایحتاج کا انتظام کر کے اُسے آگے لیجائے۔ حتٰے کہ وہ اس مقام پر جا پہنچے جب اسکے کل کے کل مخفی خواص ظاہر ہو جائیں۔ اشیاء کے اس سفر کی ابتدائی منزل کا نام عربی زبان میں بلغہ ہے۔ یعنی اس چیز کے کل کے کل خواص تو اُسمیں ہوں۔ لیکن وہ سب مخفی ہوں۔ اور بلوغت اُسکی وہ آخری منزل ہی۔ جہاں وہ سب کے سب خواص ظاہر ہو جاتے ہیں +

الغرض علمی اکتشافات نے جسقدر قوانین طبعیہ بھی دریافت کئے ہیں۔ وہ کل کے کل ربانی صفت مندرجہ قرآن میں نظر آتے ہیں۔ گویا اس قسم کے **اسماءِ حسنہ** اُس خزانے کی کُنجی ہی جسمیں فطرت کے قوانین طبعیہ جمع ہیں۔ قرونِ اولٰے کے مسلمان تو اُن قوانین کے دریافت کنندہ تھے اُن کے سامنے تو کوئی سائنس کی کتاب نہ تھی۔ نہ کوئی ایسے قوانین کا مجموعہ موجود تھا۔ کہ جن کے اشارات پہ وہ ان علمی خزائن کو کھول لیتے۔ جو آج اہلِ مغرب کے کام آرہے ہیں۔[۱] ان کے سامنے قرآن کریم نے دو باتیں پیش کیں۔ ایک تو یہ کہا۔ کہ کائنات میں کوئی بھی چیز نہیں۔ جو انسان کے فائدے کے لئے نہ بنائی گئی ہو۔ ہاں ہر ایک چیز کسی نہ کسی قانون کے ماتحت آکر ودیعت کردہ خواص ظاہر کر دیتی ہی۔ اُن قوانین کا دریافت کرنا اُن کے سامنے تھا جن کے دریافت کرنے کیلئے قرآن نے خداتعالےٰ کے اسماء گِن دیئے۔ اور یہ کہدیا۔ کہ ہر ایک چیز جو دُنیا میں ہو رہی ہی۔ وہ ان ہی صفت کے ماتحت ہو رہی ہے حکمائے اسلام نے اُن اسماء پر غور و فکر کیا جس سے وہ ایک بھاری علمی خزانہ کے مالک ہو گئے۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ اگر انسان کُل قوانین فطریہ پر حاوی نہیں ہُوا۔ اور یہ امر واقعہ ہی۔ تو علمی تحقیق و تدقیق کے علاوہ اگر صفاتِ الہیہ مندرجہ قرآن کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اور اُنکی روشنی میں علمی تحقیق شروع ہو تو ہم اس راہ میں آسانی سے کامیاب ہو سکتے ہیں +

---

[۱] ربنا ما خلقت ھذا باطلا +

اے ہمارے پروردگار تم نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی +

حقائق مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر الہام الٰہی نے انسان کی فلاح وبہبودی کیلئے ہی نازل ہونا ہے۔ اور تجربہ نے بھی یہی ظاہر کیا ہے۔ کہ الٰہی راہنمائی کے سوا انسان کامیابی[۱] کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ تو پھر یہ بھی لازمی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ان صفات کا بیان کرنا ہی الہام الٰہی کا حقیقی موضوع ہو جس پر کائنات چل رہی ہے۔ یا جن صفات نے عملی رنگ میں قوانین فطریہ کی شکل اختیار کرلی۔ بہ الفاظ دیگر کتاب اللہ کا موضوع اول اگر تہذیب انسانی ہے تو اس کا حصول چونکہ اخلاق الٰہیہ سے متعلق ہونے پر مبنی ہے۔ اسلئے اس کتاب کا نصب العین خدا اور صفت خداوند کو بیان کرنا ہی ہونا چاہئے۔ باقی جو کچھ ہیں ہو۔ وہ اسی غرض کی تکمیل میں ہو۔ مجھے تو اس ایک امر کے سوا الہام الٰہی کی اور کوئی بھی ضرورت نظر نہیں آتی۔ جب ہماری بہبودی وفلاح اُن ہی راہوں پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے جن پر دُنیا کی ہر ایک چیز چلتی ہے۔ تو پھر اُن راہوں کو سمجھنے کیلئے حسب تصریح بالا صفاتِ الٰہیہ کا علم ہمارے لئے لازمی ہوگیا۔ اور اس علم کے حصول کا بہترین ذریعہ خدا کا الہام ہے۔ دنیا میں قرآن مجید کے سوا اور بہت سی کتب خدا کا الہام تسلیم کی گئی ہیں۔ ہم بھی اُن کو اُن کی اصلی شکل وصورت میں ایسا ہی مانتے ہیں۔ ہاں وہ اپنی موجودہ حالت میں اصلیت[۱] سے دور جا چکی ہیں۔ لیکن اس مقام پر ان کتب کی تعلیمات کو قرآن کے مقابل لانا میں مفید نہیں سمجھتا۔ اس قسم کا مقابلہ عموماً مخالفت کا محرک ہوتا ہے۔ میں یہاں اسقدر کہنا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن حکیم نے مذکورہ بالا موضوع الہام کو بوجہ احسن پورا کیا۔ چنانچہ اس خیال کو سامنے رکھکر اگر ہم کُل کے کُل قرآن مجید کی تقسیم کرنی چاہیں تو اس کتاب حمید میں سات چیزیں اہم الہیات میں نظر آتی ہیں۔ باقی جو کچھ بھی ہے۔ وہ انھیں سات امور کے مکملات ومتممات ہیں۔ سب سے اول تو اس ہستی کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا اسم ذات اللہ ہے (۲) اللہ کی ننانویں صفات کا ذکر تو آتا ہی ہے۔ اس کے سوا ایک نام رب ہے جنہیں اسماء حسنہ کہتے ہیں (۳) ان اسماء میں سے جو سہل الفہم نہیں یعنی

---

[۱] والذین یومنون بما أنزل الیك وما انزل من قبلك وبالاخرۃ ھم یوقنون ٥ اولئك علیٰ ھُدیً من ربھم واولئك ھم المفلحون یعنی جو الہام الٰہی کو تسلیم کرکے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کے نتائج پر یقین رکھتے ہیں۔ وہی حقیقی ربوبیت کی راہ پر گامزن ہوکر کامیابی کا منہ دیکھ لیتے ہیں۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ فلاح انسانی ہی الہام کی غرض ہے۔ منہ

جن کا سمجھنا کسی قدر باریک بینی کو چاہتا ہے۔ تو اسکی تشریح میں قرآن کریم میں مظاہر قدرت کا ذکر کیا گیا ہی (۴) اُن نتائج کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ان اسماء کے مطابق یا اُن کے خلاف چلنے سے انسان کے شامل حال ہو جاتے ہیں۔ جسے اصطلاح عام میں جزا و سزا کہتے ہیں (۵) اس طریق عمل کا ذکر کیا ہے۔ کہ جس کے اختیار کرنے سے ایک انسان اُن صفات سے متصف ہو جاتا ہے (۶) اُن حدود و شرائع کا ذکر ہے۔ کہ جن پر طریق مذکورہ کے لئے انسان کو چلنا ہے (۷) قرآن نے مختلف مقامات پر اُن دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک کے حالات تو صفاتِ الٰہیہ کے مطابق ہیں۔ وہ انبیاء و صلحاء وغیرہ کی جماعت ہے۔ اور دوسرا اُن کے مقابل اُن اشقیا کا گروہ ہے۔ جو صفاتِ الٰہیہ کے مقتضیات کے خلاف چلتے ہیں دُنیا نے جس کا نام خیر و شر رکھا ہُوا ہے۔ اور جنہیں قرآنی اصطلاح میں **حسنات و سیّئات** کہتے ہیں۔ اُن کا موجب بھی یہی صفت الٰہیہ ہیں یعنی اخلاقِ خداوندی سے متخلق ہونے کا نام تو نیکی یا **خیر** ہے۔ اور اُنکی مخالفت کا نام **بدی** یا **شر** ہوتا ہے +

تقسیم بالا سے نظر آتا ہی۔ کہ قرآن حکیم میں شروع سے لے کر اخیر تک ہر جگہ اور ہر موقع پر اللہ کا ہی ذکر خیر ہے۔ اگر لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے قرآن کریم نے ابتدا کی۔ تو اُس کا خاتمہ لفظ ربِّ النَّاس پر ہُوا۔ اسی طرح ہر سُورۂ شریف کو بھی بسم اللہ شریف سے شروع کیا +

قرآن کریم میں یہ عجیب خاصہ رکھا گیا ہے۔ خواہ یہ کسی تقطیع کا چھپا ہُوا ہو خواہ پانچ چھ سطرہ ہو یا اُس کے صفحات پر زیادہ سطور ہوں جہاں سے اس کتاب مجید کو اتفاقاً کھولا جائے۔ وہاں خدا تعالیٰ کا **ذاتی** یا کوئی نہ کوئی **صفاتی** نام ہوگا۔ یا اُن سطوروں میں کوئی نہ کوئی ایسی ضمیر ہوگی جس کا مرجع خدا تعالیٰ ہوگا۔ حیرت کا مقام ہے۔ کہ دُنیا میں ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن میں شروع سے لے کر آخیر تک خدا کا نام یا اُسکی طرف اشارہ تک بھی نہیں۔ وہ تو خدا کی کتابیں مانی جاتی ہیں۔ اور وہ کتاب حمید جو ہر طرح خدا کے نام سے ہی لبریز ہے۔ وہ کتاب اللہ تسلیم نہیں کیجاتی مثلاً صحفِ توریت میں ایک کتاب کا نام استھر ہے۔ اس خدا کی کتاب میں ایک اسرائیلی فاحشہ عورت استھر نام کے کارنامے درج ہیں۔ استھر کے خاندان کے بادشاہ وقت کے وزیر کو

سخت عناد تھا۔ جو اُسے ہر طرح نقصانات پہنچا رہا تھا۔ اس دُشمن سے انتقام لینے کیلئے یہ یہودی عورت مستعد ہوگئی۔ اس نے اپنی نسوانی دلربائیوں سے شاہ وقت کے دل پر قبضہ پا لیا۔ رقص و سرود میں اُس بی بی کو یدِطولیٰ حاصل تھا۔ ایکدن اُس نے اپنے فن سے بادشاہ کو اسقدر خوش کیا کہ اس نے اس رقاصہ سے وعدہ کیا۔ کہ جو وہ کہیگی وہ کرے گا۔ اس پر ایستھر نے اپنے دُشمن یعنی وزیر کا سر مانگا۔ بادشاہ تو قول دے ہی چکا تھا۔ وزیر کے قتل پر راضی ہو گیا جس کا سر کاٹ کر ایستھر کے حوالے کیا گیا۔ ایستھر سر مقتول کو بالوں سے پکڑ کر اپنے چچا کے پاس لائی۔ جو خاندان میں سب سے بڑا تھا۔ اس فاحشہ کے اس کارنامے کا ذکر اس کتاب میں ہے۔ میں نے اس کتاب کو اس خیال سے کہ اس کتاب اللہ میں کہیں خدا کا نام ہوگا شروع سے لے کر اخیر تک لفظاً لفظاً پڑھا لیکن کہیں خدا کا نام نظر نہ آیا۔ یہ کتاب تو کتاب اللہ گنی جاتی ہے۔ لیکن قرآن کریم کو ایسا نہیں مانا جاتا +

وید مقدس میں ایک اور کمی ہے۔ اسمیں معبودوں کا نام عموماً عناصر کے نام پر ہے اسی سے ہندوؤں میں عناصر پرستی پیدا ہوگئی۔ ہندوؤں کے نئے علم کلام نے جو اس زمانے میں لکھا گیا۔ ان عناصر کو خُدا کے اسماء صفاتی قرار دیا ہے۔ مثلاً رگ وید آگ (اگنی) کی ہی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ اسی عنصر کو ہر ستائش کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ کُل قدیمی تفاسیر وید میں اگنی سے مُراد آگ لی گئی ہے لیکن آریہ سماجی علم کلام میں وہ خُدا کا ایک صفاتی نام ہے میں یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ کہ لفظاً اگنی سے وید میں کیا مُراد ہے۔ یہ مُسلّم ہے کہ جسقدر نام بھی وید نے بہ تشریح آریہ سماج خُداوند کے تجویز کئے ہیں۔ وہ غیر اللہ پر بھی آسکتے ہیں۔ جیسے قرآن کے صفاتی نام بھی انسان پر آسکتے ہیں۔ یہی حال سکھ لٹریچر کا ہے۔ بہرکُل مذاہب کی کُتب میں سے صرف قرآن کریم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے خُدا کا ذاتی نام

اللہ

وہ تجویز کیا ہے۔ جو اس ذات برتر کے سوا کبھی غیر اللہ پر استعمال نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ بعثت نبوی سے پہلے بھی ایام جاہلیت میں بھی اللہ کا نام صرف خدا کے لئے ہی وضع ہوا +

اب میں ذیل میں قرآن کے شمار کردہ صفاتِ الٰہیہ کو لکھ دیتا ہوں جو حسب ذیل ہے:-

الرب (پیدا کرنیوالا پرورش کرنیوالا وغیرہ وغیرہ)
الرحمٰن (بلا عمل رحمت و بخشش کرنیوالا)
الرحیم (عمل کے عوضہ میں بہت رحمت کرنیوالا)
الملک (بادشاہ یا حکمران)
القدّوس (خطاؤ نقص سے پاک)
السلام (سلامتی والا)
المومن (امن قائم کرنیوالا)
المہیمن (سب کی حفاظت کرنے والا)
العزیز (سب پر غالب)
الجبّار (اپنی منشاء پر دوسروں کو چلانیوالا)
المتکبّر (کبریائی کرنیوالا)
الخالق (پیدا کنندہ)
الباریُ (عدم سے وجود میں لانیوالا)
المصوّر (نقش باندھنے والا)
الغفار (پردہ پوش)
القہار (غالب آنیوالا)
الوہاب (بہت بخشش کرنیوالا)
الرزّاق (رزق دینے والا)
الفتّاح (کھولنے والا)
العلیم (بہت جاننے والا)
القابض (چیزوں کے پکڑنے والا)
الباسط (چیزوں کے کھولنے والا)
الخافض (پست کرنیوالا)

الرّافع (بلند کرنیوالا)
المعزّ (عزّت دینے والا)
المذل (نیچا دکھانے والا)
السمیع (بہت سننے والا)
البصیر (بہت دیکھنے والا)
الحکم (حکم والا)
العدل (انصاف والا)
اللطیف (باریک اور پوشیدہ باتیں جاننے والا)
الخبیر (ہر ایک چیز سے خبردار)
الحلیم (بُردبار)
العظیم (بلند بالا)
الغفور (مغفرت والا)
الشکور (بہت قدردان)
العلی (بڑا بزرگ)
الکبیر (بہت بڑا)
الحفیظ (نقصان سے بچانیوالا)
المقیت (قوّت دینے والا)
الحسیب (حساب لینے والا)
الجلیل (شان و شکوہ)
الکریم (بخشش والا)
الرّقیب (محافظ)
المُجیب (جواب دینے والا)
الواسع (وسعت والا)

الحکیم (ہوا جو کسی صنعت و حرفت میں پورا کمال رکھتا ہے)
الودود (محبت کرنیوالا)
المجید (اپنی ذات اور کاموں میں معزز)
الباعث (مردوں کو جلانے والا)
الشھید (حاضر موجود)
الحق (ثابت سب صفتوں سے)
الوکیل (کام بنانیوالا)
القویٌ (زور والا)
المتین (بہت بڑی طاقت والا)
الولی (حمایت کرنیوالا)
الحمید (خوبیوں والا)
المحصی (ہر چیز شمار کرنیوالا)
المبدئ (پہلی بار پیدا کرنیوالا)
المعید (دوسری بار پیدا کرنے والا)
المحیٖ (زندہ کرنیوالا)
الممیت (مارنے والا)
الحیّ (زندہ رہنے والا)
القیّوم (سب کا تھامنے والا) +
الواجد (ہر چیز کا پانے والا)
الماجد (بزرگی والا)
الواحد (اکیلا)
الصمد (بے نیاز)
القادر (قدرت والا)

المقتدر (اقتدار والا)
المقدم (سب سے پہلا)
المؤخّر (آخرت والا)
الاوّل (سب سے پہلا)
الآخر (سب سے پچھلا)
الظاھر (آشکارا)
الباطن (پنہاں)
البر (احسان کرنے والا)
التواب (رحمت کا عود کرنے والا)
المنتقم (بدلہ لینے والا)
العفو (درگذر کرنے والا)
الرّؤف (نرمی کرنیوالا) +
مالك الملك (مالک سلطنت کا)
ذوالجلال والاکرام (شان و شکوہ والا)
الوالی (سب کا مالک)
المتعالی (برتر مخلوق کی صفات سے)
المقسط (عدل کرنے والا)
الجامع (اکٹھا کرنے والا)
الغنی (بے پرواہ) +
المُغنی (بے پرواہ کرنے والا)
المعطی (عطا کرنے والا)
المانع (روکنے والا)
الضارٌ (ضرر پہنچانے والا) +

النافع (نفع دینے والا)	الباقی (باقی رہنے والا)
النور (روشن)	الوارث (سب کا وارث)
الھادی (ہدایت کرنیوالا)	الرشید (بھلی راہ بتانے والا)
البدیع (نئی طرح پیدا کرنیوالا)	الصبور (بہت صبر کرنے والا)

ان ناموں سے یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ یہی نام خدا تعالیٰ کی کل صفات پر حاوی ہیں خدا کی صفات میں تو اور بہت سے نام درج ہو سکتے ہیں۔ جو افعال آلہیہ مندرجہ قرآن سے اخذ ہو سکتے ہیں مگر وہ ذات پاک تو ایک ذات لامتناہی ہے اسکی کل کی کل صفات تو اسماء مذکورہ میں محدود نہیں ہو سکتی۔ وہ تو ہمارے وہم و گمان سے بھی ارفع ہیں۔ البتہ یہ وہ صفات ہیں جو انسان کے تعقل و تصور میں آ سکتے ہیں۔ یا قرآن کریم نے یہاں اُن ہی صفات کا ذکر کیا ہے جن سے ایک انسان کامل امکاناً متصف ہو سکتا ہے۔ یہ جو ہر مذہب نے بالعموم بیان کیا ہے کہ انسان خدا کی تصویر ہے۔ اس سے انسان کی شکل و صورت تو مراد نہیں۔ اس کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ انسان میں بعض اخلاق آلہیہ سے متخلق ہونے کی استعداد رکھی گئی ہے۔ جس کا نام انسانیت ہے۔ وہ مجموعہ اخلاق ہی لور بموجب تعلیم قرآن وہ بھی (اکیسو) نام ہیں۔ جن کے مصداق ہو کر وہ خدا کی تصویر بن جاتا ہے +

اس موقعہ پر میں اس اعتراض کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ جو بعض فضلاء نے بدھ مذہب نے اور دہریت منش دیگر حکماء نے عموماً خدا پرستوں پر اور بالخصوص تعلیم قرآن پر اس معاملہ میں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی ذات کے متعلق تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ جو کچھ بھی اس امر میں ہمارا علم ہے۔ وہ چند مقبول صفات خداوندی تک محدود ہوتا ہے۔ لہذا اخلاق خدا تعالےٰ کا نقشہ انسان نے اپنے اخلاق پر تجویز کیا ہے یعنی انسان خدا کی تصویر پر نہیں بنایا گیا۔ بلکہ انسان نے خدا کو اپنی تصویر پر بنایا ہے بظاہر یہ اعتراض وزنی نظر آتا ہے لیکن اس مشکل اور لاینحل سوال کو آج صحیفۂ قدرت کے مطالعہ نے حل کر دیا صحیفۂ قدرت کی کارفرمائیوں میں بعض ایسے اخلاق و آداب نظر آتے ہیں۔ جو انسان کے اخلاق و آداب کی مثال ہیں۔ مثلاً رحمیت شفقت عقل۔ ارادہ۔ پاکیزگی انتظام ابلاغ وغیرہ وغیرہ چیزیں وہی ہیں۔ جو انسانی صفت میں شامل ہیں۔ خود عارف باللہ بدھ نے بھی تسلیم کیا ہے

کہ کائنات میں تین چار باتیں تو مختصر صورت میں نظر آتی ہیں یعنی دانائی بخشش۔ رحمت
وغیرہ وغیرہ اب یہ صفت تو انسانی صفات ہیں لہٰذا ان حالات میں فیصلہ کن امر یہ ہوگا کہ کائنات انسان سے پہلے تھی یا
انسان کائنات سے پہلے پیدا ہوا۔ یہ امر بدیہی ہے۔ کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ انسان کی
پیدائش سے لاکھوں برس پہلے موجود تھے۔ اور جن آداب و اخلاق کا کائنات کا اوپر ذکر کیا گیا
ہے۔ وہ بھی کائنات کے ساتھ ساتھ موجود تھے۔ اور یہ اخلاق و آداب خدا پرستوں کے نزدیک اس
ذات برتر کے ہیں۔ جسے ہم خالق کائنات کہتے ہیں۔ حضرت بدھ کے گنے ہوئے تین چار اخلاق
کے سوا اگر قرآن کے دیئے ہوئے ایک سو ناموں پر غور کیا جائے۔ تو ان میں ایک بھی ایسی صفت نظر نہیں آتی
جس کا ظہور کائنات میں نہ ہو۔ گویا یہ سارے کے سارے صفات خود کائنات کے ہیں۔ اب اگر کائنات
خالق کائنات کا آئینہ ہے۔ تو یہ ایک سو صفات اسی خالق کے سمجھے جائیں گے۔ جو انسان کے وجود میں
آنے سے بہت پہلے موجود تھی۔ لہٰذا مطالعہ فطرت نے ایک دلیل قاطع کے ساتھ ثابت کر دیا۔ کہ صفات
الٰہیہ انسان کے تجویز کردہ نہیں۔ یعنے بروئے صفات مذکورہ بالا انسان نے خدا نہیں بنایا۔ بلکہ خدا نے
ہی انسان کو اپنی تصویر پر بنایا ہے۔

اگر خدا کے صفات کو انسان نے ہی اپنے اخلاق کے مطابق تجویز کیا ہوتا تو ضرور تھا۔ کہ خدا تعالیٰ
کے صفات مندرجہ میں وہ صفات نہ گنے جاتے جو عملاً خدا تعالیٰ کی ذات سے تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن انسان ان پر قادر نہیں
مثلاً اس کا ذوالعرش العظیم ہونا۔ اس کا سورج کو مشرق سے مغرب کو لیجانا وغیرہ وغیرہ۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے
کہ اخلاق خداوندی کی فہرست میں انسان اپنے اخلاق ذمیمہ کو بھی شامل کر دیتا ہے چنانچہ ایک وقت اس نے
ایسا ہی کیا۔ قبل از جناب مسیح علیہ السلام روما اور یونان پر ایک زمانہ گذرا جیسے کہ داستان بتا مذہب
اصنام سے نظر آتا ہے۔ جب ان دو ممالک کی اخلاقی حالت ایسی ہی ناگفتہ بہ تھی جیسی کہ ہندوستان میں
قبل از آغاز بدھ مذہب اور بروقت خاتمہ بدھ مذہب تھی۔ چنانچہ اس وقت کے معبودوں کے اخلاق
میں جو ہندی یونان اور رومیوں نے اپنے اخلاق کے مطابق تجویز کئے۔ نہایت ہی ناشائستہ
امور ہیں۔ دیوتا آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ اور انسانی لباس میں دوسروں کی عورتوں کے ساتھ
عشق و معاشقہ کے جھگڑوں میں پڑتے ہیں۔ کوئی انسانی بدی ایسی نظر نہیں آتی جو ان میں نہ ہو
ہاں اس سے یہ تو پایا جاتا ہے۔ کہ الہام الٰہی کے نہ ہونے پر انسان اپنے معبودوں کو اپنے ہی اخلاق سے

کس طرح متصف کر دیتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ جہاں کہیں اخلاق خداوندی تسلیم کئے گئے ہوں۔ وہ بالضرور انسان کے ہی اخلاق ہوں۔ میں نے ابھی بالتصریح دکھلایا ہے۔ کہ کائنات میں بعض اخلاق کا ظہور ہو رہا ہے۔ جن سے خالق کائنات کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ اور چونکہ کائنات نسل انسانی کے وجود میں آنے سے بہت پہلے موجود تھی۔ اور یہ اخلاق اس وقت بھی کام کر رہے تھے۔ اسلئے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اخلاقِ کائنات کا مجوز انسان ہی ہے۔ سو جیسے کہ اُوپر لکھا گیا ہے۔ اخلاق خداوندی کا فیصلہ صحیفۂ کائنات سے ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جن اخلاقِ الٰہیہ کا حوالہ قرآنِ کریم دیتا ہے۔ وہ کُل کے کُل خالق کائنات کے اخلاق نظر آتے ہیں یعنی اُن کے ثبوت میں کائنات کا حوالہ دیا گیا ہے۔

قرآن کریم نے ان اخلاق کا نام **اسماءِ حسنٰی** رکھ کے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ کہ اگرچہ یہ اخلاق تو بالضرور وہی ہیں۔ جن سے کوئی انسان بھی متخلق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اُسکے منقول منہ ہیں۔ مگر ان اسماء پاک میں اُن بداخلاقیوں کا اشارہ یا شائبہ تک بھی نظر نہ آتا جو انسان میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر اُن کی تجویز انسانی اخلاق پر ہوتی۔ تو ضرور بعض انسانی کج خلقیاں ان میں آجاتی ہیں جیسے کہ ہندی رُومی یونانیوں نے کیا۔ یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ ہماری تکمیل نفس اُس وقت ہو گی۔ جب ہمارے طبعی جذبات اخلاقِ فاضلہ کی صورت اختیار کر لینگے۔ اب اگر ان اسماءِ حسنٰی کو ایک قالب سمجھ کر ہم اُن میں اپنے جذباتِ طبعی کو ڈھال لیں تو ہم میں بالیقین **الٰہیات اخلاقیات۔ روحانیات۔ اقتصادیات و معاشرات سیاسیات** وغیرہ کے اس قسم کے جواہر پیدا ہو جائینگے۔ جو ہمیں ہر شعبہ زندگی میں کامیاب کر دینگے انسانی تہذیب کے کسی زاویہ نگاہ سے انھیں دیکھا جائے۔ انسانی اخلاق و آداب کے بہترین مطمح نظر یہی اسماء حسنے نظر آئینگے۔ اور اگر یہ صورت ہے۔ اور بالضرور ہے۔ تو انسانی تمدن تہذیب کی تعمیر کے لئے جو احسان قرآن کریم نے ہم پر کیا۔ اسکی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اول تو ہمارے لئے یہ ربانی قالب رکھ دیئے۔ اور پھر ہمیں وہ کُل کے کُل طریق بالتشریح تعلیم کئے جن سے ہم اپنے جذبات طبعی کو ان میں ڈھال کر بہترین تہذیب پیدا کر لیں +

باقی امور تہذیب و تمدن کا بالتفصیل ذکر تو اپنے محل و موقعہ پر آئیگا لیکن یہاں میں ان اسماء کی روشنی میں مختلف مذاہب کی بعض الٰہیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ان الٰہیات مختلفہ کا محور

وہ ہی انسانی تخیل و تصور ہے۔ جو صفت ربانی کے متعلق انسان نے الہام الٰہی کے ماتحت یا اپنے خیال کے رُو سے تجویز کر لیا ہے +

ہر مذہب کی الٰہیات کی جزو اعظم صفت الٰہیہ ہوتے ہیں۔ در اصل ہمارے عقاید ہمارے اعمال حتّٰی کہ ہماری رسمیات کا منبع اور سرچشمہ یہ ہی صفات ہوتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ کسی یقین کی بناء پر ہوتا ہے۔ ہم ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالتے۔ جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہو کہ یہ لفظ ہمارے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ اور وہ مفہوم سُننے والے کے دل و دماغ میں جاگزین ہوتا ہے۔ ہمارے ہر قول و فعل کا محرک اس قسم کے کسی نہ کسی یقین پر ہوتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں اس قسم کے یقین کا نام عقیدہ رکھا گیا ہے۔ اور ان عقاید کی بُنیاد کوئی نہ کوئی صفت الٰہیہ ہوتی ہے۔ مثلاً عیسائی عقیدہ۔ خدا کی اس صفت سے پیدا ہُوا ہے۔ کہ اس کا فضل بدل لئے بغیر ظاہر نہیں ہوتا۔ انسانی گناہ سزا کو چاہتا تھا۔ اور حق فضل نے انسان کو اس سزا سے بچانا تھا۔ وہ بدل یعنی قیمت گناہ کو مانگتا تھا۔ اور وہ قیمت آکر جناب مسیحؑ نے ادا کی۔ بالمقابل اگر خدا کی صفات میں عیسائی رجحان کو دخل کر دیتے تو جس صفت عالیہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ خدا کا فضل۔ اس کا رحم۔ اس کی بخشش بلا بدل ہو سکتی ہے۔ تو پھر نہ گناہ کی قیمت دینی پڑتی۔ اور نہ کسی کفارہ کی ضرورت پڑتی۔ اسی طرح ہر مذہب کا عقیدہ کسی نہ کسی ایسی صفت الٰہیہ سے متعلق ہے۔ جو اس مذہب نے خدا کے متعلق تسلیم کر لیا ہے۔ جیسے کہ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔

اس طرح الٰہیات میں ہمارے کُل معتقدات اور اعمال مذہبی آ شامل ہوتے ہیں۔ اب اگر الٰہیات مذاہب مختلفہ پر غور کیا جائے۔ تو یہ تین قسموں پر منقسم نظر آتی ہیں (۱) الٰہیاتِ الہامیہ (۲) الٰہیاتِ طبعیہ (۳) الٰہیات ادعائیہ۔ جن الٰہیات کی بنا کوئی مقبول کتاب الہام ہو انھیں الٰہیات الہامیہ کہتے ہیں۔ اور جن صفات الٰہیہ کا علم مُطالعہ فطرت سے حاصل ہو۔ اُسے الٰہیات طبعیہ کہتے ہیں۔ تیسری قسم کا نام بزبانِ انگریزی ڈاگ میٹک ہے (Dogmatic) جس کا ترجمہ میں نے ادعائی تجویز کیا ہے۔ گو یہ لفظ انگریزی لفظ کے مفہوم کو پُورے طور پر ادا نہیں کرتا۔ اس سے مراد خدا تعالےٰ کے وہ آداب و اخلاق ہیں جن کا ثبوت نہ تو الہام الٰہی میں ہے۔ اور نہ ان کا پتہ کائنات میں نظر آتا ہے۔ بلکہ بانئے مذہب کے بعد بعض متبعین مذہب نے انھیں تجویز کیا۔ یہ باتیں عقل و

منطق کے معیار پر خواہ پوری اُتر سکیں۔ یا اسکے بالعکس ہوں لیکن ایک پیرو مذہب کے لئے اُن کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔ دوسری طرف مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جو الٰہیاتِ الہامیہ ہیں انمیں دقت بھی ایک مذہب کے بعض مجوزہ اصُولی عقاید دوسرے مذہب والوں سے بالکل مخالف پائے جاتے ہیں۔ گو ان مذاہب کا سرچشمہ الہام ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن مرور ایام نے کتب الہامیہ کو محرّف و مبدّل کردیا ہے۔ اسطرح ان تین قسم کی الٰہیات میں ایک اختلافِ عظیم موجود ہے۔ لیکن اس علم و روشنی کے زمانے میں اُن کے متعلق کسی صحیح نتیجے پر آنا مشکل نہیں۔ جن الٰہیات کو ہم الٰہیات طبعیہ کہتے ہیں وہی اس امر میں ہمارے لئے فیصلہ کن ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمنے اُنھیں خدا تعالیٰ کے آئینے یعنے کائنات سے اخذ کیا ہے۔ اسلئے جس مذہب کی الٰہیات کی تصدیق صحیفۂ کائنات سے ہو وہی صحیح ہے۔ اس معیار کو ہاتھ میں لے کر میں یہاں اُن بڑے بڑے عقاید کا ذکر کر دیتا ہوں۔ جنہوں نے ایک مذہب کی تعلیم کو دوسرے مذہب کی تعلیم سے جُدا کر رکھا ہے۔ اب اگر ان متضاد عقاید پر غور کیا جائے۔ تو اُن کے ذمہ وار بھی جیسے کہ اُوپر لکھا گیا صفاتِ الٰہیہ ہی نظر آتے ہیں۔ یُوں تو ہم سب کا خدا ایک ہی ہے اور اس امر کو ہم سب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جن صفات سے متّصف خدا کو ایک مذہب نے مانا ہے دوسرے مذہب کی تعلیم اس کے بالعکس ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لا شریک تسلیم کرنے میں دوسری طرف مسیحی اصحاب الوہیت میں مسیح اور رُوح القدس کو تسلیم کرتے ہیں۔ الغرض یہ سارے کا سارا اسماء الٰہیہ کے متعلق ہے قرآن کریم نے اس حقیقت کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔

سب سے پہلے میں عیسائیت کے عقاید مخصوصہ کا ذکر کرتا ہوں۔ فرمایا۔ اتجادلوننی فی

اسماءٍ سمّیتموها انتم وآباؤکم ما نزّل الله بها من سلطان۔

سورہ اعراف۔ آیت ۱۹۔ ترجمہ کیا تم میرے ساتھ ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے اُن کے بارے میں کوئی دلیل نہیں اُتاری یعنے کیا تم مجھ سے اُن اسماء الٰہیہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہو۔ جو تم نے یا تمہارے آباؤ اجداد نے تجویز کر لئے ہیں۔ ان کے صحت کی دلیل تو تمہارے پاس کوئی نہیں۔ جو خدا کی طرف سے ہو۔ ان مقدس الفاظ نے بھی یہی فرمایا کہ جسقدر مذہبی عقاید میں تنازعات ہیں۔ اس کی ذمہ وار صفات یا اسماء الٰہیہ ہیں۔ جو مختلف مذاہب نے تجویز کر رکھے ہیں۔ اور ان ہی صفات کی بناء پر

عقاید مختلفہ تجویز ہو چکے ہیں۔ سو کُل کا کُل مُعاملہ صفات آلہیہ پر آٹھیرا ہے۔ اب قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ صفات تو انسان نے خود تجویز کر لئے ہیں۔ اُن کے متعلق خُدا کی طرف سے تو کوئی الہام نازل نہیں ہوا +

اب مشکل یہ آن پڑی ہے۔ کہ اس اختلاف کے ہونے پر بھی ہر ایک مذہب کا دعوے یہی ہے کہ اُن سب کے عقاید کی بنا الہام ہے۔ حالانکہ یہ امر بھی آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ یہ اختلافی باتیں اُن کے مقبولہ الہام میں بھی نہیں۔ مثلاً مذہب کلیسیاء نے جو عقاید خاصہ تجویز کر رکھے ہیں۔ اُن کی تائید میں جناب مسیح کا تو ایک لفظ تک موجود نہیں لیکن کہا یہ جاتا ہے۔ کہ قدیم مسیحی راہبوں نے رُوح القدس سے معمور ہو کر یہ عقاید تجویز کئے۔ اسلئے وہ بھی الہامی ہیں۔ اسی طرح ویدک مذہب کے مسائل مختلفہ مثلاً مادہ کی قدامت یا تناسخ وغیرہ کا ثبوت کہیں وید سے نہیں ملتا۔ یوں کھینچ تان کر جو چاہے سو کر لے۔ بہرحال اس تنازع کا تصفیہ اسی طریق پر ہو سکتا ہے۔ جس کی طرف قرآنی آیت اشارہ کرتی ہے۔ یعنی اگر تو یہ عقاید یا وہ صفات جو ان عقاید کی بناء ہیں۔ کسی ایسی بات سے ثابت ہو سکے۔ جو خُدا کی طرف سے نازل شُدہ ہو تو تو صحیح ہیں۔ والّا وہ صحیح نہیں۔ اب خدا کی طرف سے دو ہی باتیں نازل ہوئی ہیں۔ اوّل اُس کا کلام۔ دوم اس کا کام جس کا آئینہ کائنات ہے۔ الہام کے متعلق تو خود تنازعہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ کونسا الہامات مختلفہ میں صحیح ہے۔ لہٰذا ان عقائد مختلفہ کا فیصلہ کائنات ہی کر سکتی ہے۔ یعنی دیکھنا یہ ہو گا۔ کہ کس مذہب کے مجوزہ صفات آلہیہ کائنات کی صداقتوں کے مطابق ہیں۔ قرآنِ کریم نے یہ بڑا کمال کیا ہے۔ کہ بڑے سے بڑے مسائل کا حل ان اسماء پاک میں رکھ دیا ہے۔ ان اسماء کے معنی پر غور کرنے سے ہی کُل دقتیں حل ہو جاتی ہیں۔ یعنے ان مختصر سے مقدس الفاظ میں وہ کُل کے کُل دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جو کسی صداقت یا حقیقت کے مبرہن کرنے کے لئے ضروری ہوں۔ جیسے کہ تصریحات ذیل سے نظر آئیگا +

ہستیٔ باری تعالےٰ

کُل آلہیات کی بُنیاد خود خُدا کی ذات ہے۔ لیکن اُسی کی ہستی کے متعلق تنازع ہے۔ لہٰذا سب سے اول ہمیں ہستیٔ باری تعالیٰ کو صحیفۂ قدرت کی امداد سے ثابت کرنا ہو گا۔ اس امر میں جس قدر دلائل کائنات کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ قریباً کُل کے کُل کتاب مقدس نے چند اسماء آلہیہ میں جمع کر دیئے ہیں

یہ اسمائے حسنیٰ ہیں :-

الرب ۔ الرحمٰن (ہر ضرورت کے وظیفہ کے اسباب مہیا کرنے والا)[1] الرحیم (مخلوق کی کوشش پر نتائج مرتب کرنے والا ۔ الخالق (مختلف چیزوں کی ترکیب سے نئی چیز پیدا کرنے والا) الباری (عدم سے وجود میں لانیوالا) البدیع (نئی چیز بنانیوالا) المصور ۔ الرزاق ۔ العلیم الحکیم (حکم کرنیوالا کہ فلاں چیز اس طرح ہو جائے یا اس طرح پیدا ہو ۔ اسی کے معنی میں قضاء و قدر آجاتے ہیں یعنی پہلے ارادہ ہوتا ہے ۔ پھر اس ارادہ کی تشکیل کے لئے قوانین و ضوابط شکل وغیرہ تجویز پاتے ہیں ۔ اُسے قدر کہتے ہیں ۔ اسی کے ماتحت کسی چیز کے لئے جو جو ضروریات ہیں ۔ اُن کے اُن اندازوں کو بھی دیکھ لیا جاتا ہے کہ جن پر انھوں نے ترکیب پانی ہے ۔ پھر اس صفت کے ماتحت وہ ارادہ پورا ہو جاتا ہے[2]) الحکیم ۔ الباعث ۔ الواجد (ہر چیز کو جہاں ہو پالینے والا) الواحد یا الاحد ۔ المالک الملک ۔ الھادی (حقیقی راہ پر ڈال دینے والا) الجبار (ہر ایک چیز میں جو نقصان کی چیز پیدا ہو جائے اس کی تلافی کرنیوالا اور ہر چیز پر غالب ہو کر اُنھیں اپنی منشاء کے مطابق چلاتے) الممیت (ہلاک کرنے والا ۔ مارنے والا) الجامع المانع ۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے ۔ تو مذکورہ بالا اسماء مختلفہ الرب کی ہی مختلف شانیں ہیں ایسا ہی لفظ رب کے بذات خود اس قدر وسیع معنی ہیں ۔ کہ جن سائنس کے مختلف مراحل سے گذر کر آج دہریہ منش حکیم ہستیٔ باریتعالیٰ کے قائل ہوئے ہیں ۔ ان سب پر اسی لفظ کے معانی حاوی ہو جاتے ہیں ۔

آج سے چند نسلیں پہلے عام حکماء کا یہ خیال تھا ۔ کہ یہ کُل کی کُل کائنات کسی تدبیر و ارادہ کا نتیجہ نہیں ۔ اور نہ یہ کسی قانون و ضابطہ کے ماتحت پیدا ہوئی ہے ۔ مواد قدیمہ اتفاقیہ طور پر کسی حرکت کا باعث ہو گیا ۔ اور مُنہ اُٹھائے جب طرف چاہا چل نکلا ۔ جس سے یہ کائنات پیدا ہو گئی ۔ اسی طرح کائنات کو فطرت کی غلطیوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے ۔ صحیفۂ قدرت میں جو بات انسانی فہم سے بالاتر نظر آئے ۔ اُسے فطرت کی غلطی سمجھا گیا ۔ اس ذہنیت دہریت کا زمانہ ایک مُدت تک رہا لیکن جب وقت مسلم علوم کا ورثہ اہلِ مغرب کو ملا ۔ اور وہ کلیسوی مسیحیت کے تحکم سے آزاد ہو گئے ۔ تو اس نئے

---

[1] الرحمٰن کے جو مختلف معنے ہیں ان میں سے ایک معنی یہاں دیئے گئے ہیں ۔

[2] اذا اراد شیئاً ان یقول لہٗ کن فیکون ۔

علمی شغل نے دو صدی بعد اُن کی توجہ اشیاء کائنات کو تسخیر کرنے اور اس کو اپنے لئے مفید بنانے کی طرف مائل ہو گئی۔ آخر علمی غور و فکر نے یہ بات ظاہر کر دی۔ کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ایک ایک قانون حکمران ہے۔ اور ہر ایک چیز انہی قوانین کے ماتحت اپنے خواص کو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ اور جب تک اُن قوانین کے مطابق ہم عمل نہ کریں۔ ہم اشیاء عالم کو مسخر نہیں کر سکتے۔ لفظ ربّ کے ایک معنی وہ ذات پاک ہے جو ہر ایک چیز کے متعلق قوانین تجویز کر کے انھیں قانون پر چلاتی ہے (قاموس) چنانچہ قرآن ؐ نے بھی ربّ کی تشریح میں فہدیٰ فرمایا ہے۔ اس حقیقت کے ساتھ ہی محققین پر یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ کل کے کل قوانین ایک ہی قسم کے نہیں۔ بلکہ ایکدوسرے کے مخالف اور ہالک ؐ واقع ہوئے ہیں۔ اور وہ ایکدوسرے سے جدا رہتے ہیں۔ مگر اس تضادؐ و اختلاف کے باوجود ان قوانین مختلفہ میں ایک قسم کی ہم آہنگی بھی ہے۔ یعنی وہ ایکدوسرے سے مل کرؐ کام کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کل کائنات میں فساد ہو جاتاؐ۔ اس سے یہ تسلیم کرنا پڑا۔ کہ اس فساد سے بچنے کیلئے کل کی کل کائنات اور اسکے قوانین ایک مقصد واحد کے ماتحت کام کریں۔ چنانچہ جرمنی کے حکیم ہیگل نے اس حقیقت کا نام **مون ازم** (احدیتؐ) رکھا ہے۔ جب سائنس اس نتیجہ پر آ پہنچی تو اس عقیدہ **مون ازم** نے یہ بھی ظاہر کر دیا۔ کہ یہ چیزیں از خود نہیں بنتی۔ بلکہ کسی تجویز اور ارادہ کے ماتحت وجود میں آتی ہیں جو پیدائش سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک چیز کے ایک ہی اجزاء ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک ہی طریق پر ایک ہی ضابطہ کے ماتحت ابدالآباد سے چلی آتی ہیں جس ضابطہ میں کبھی تبدیلی واقع نہیں ہوتیؐ۔ چنانچہ اس نظارہ نے یہ امر ثابت کر دیا۔ کہ اس نظام کائنات کے ماتحت تجویز و ارادہ کام کر رہا ہے لیکن یہ تجویز ارادہ اپنی تکمیل کیلئے کسی ایک امر کو چاہتا ہے،

ؐ سبح اسم ربک الاعلیٰ ہ الذی خلق فسویٰ ہ والذی قدر فھدیٰ۔ ترجمہ۔ اپنے ربّ اعلیٰ کی تسبیح کر جس نے چیزوں کو پیدا کیا۔ انھیں برابر کیا۔ انکے متعلق اندازے اور قوانین مقرر کئے اور ان پر انھیں چلایا (سورہ علی) ؐ المعیت چیزوں کے مارنے والا ؐ المانع ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا رکھنے والا ؐ الجامع مخالف چیزوں کو ملا دینے والا ؐ ولو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (الانبیاء) ترجمہ۔ اگر زمین آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے ؐ خدا کی ایک صفت احد۔ یعنی اکیلا ؐ فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ تو خدا کے قانون میں تبدیلی نہ پائیگا)۔

یعنی جو ہستی واحد یہ تجویز فرمائی گئی ہے۔ اسکی کامل حکومت ان تمام اشیاء[۵۵] پر ہو جن کی ترکیب سے کائنات کی مختلف اشیاء بنتی ہیں۔ اور پھر وہ حکومت بھی اس قسم کی قاہرہ[۵۵] حکومت ہو۔ کہ وہ ہر ایک چیز کو اپنی منشا کے مطابق چلائے۔ پھر اس طاقت و قوت کے علاوہ اس ہستی کا اتنا وسیع علم ہو[۵۵]۔ کہ وہ نہ صرف ان چیزوں کے خواص سے ہی واقف ہو[۵۵]۔ بلکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ چیزیں کہاں ہیں! اور جب وہ چاہے انہیں اُن کی جگہ سے پا لے[۵۵]۔ وہ ان چیزوں کو ملا کر اشیاء مطلوبہ پیدا کرے[۵۵]۔ پھر انھیں ہی نہ چھوڑے بلکہ ان کو قائم رکھنے کیلئے ان کے مایحتاج پورا کرے[۵۵]۔ کائنات میں یہ تمام باتیں علمی نگاہ کو روز روشن کی طرح نظر آتی ہیں۔ اور چونکہ یہ سارا نظام ایک عقل بالغ[۱] کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ایک واجب الوجود ہستی ہے +

یہ سارے صفات جیسا کہ لکھا گیا۔ الوہیت کے معنوں میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو میں نے حاشیوں میں دیدیئے ہیں۔ مگر ان سب باتوں میں سے افضل تین چیزیں کائنات میں کام کرتی ہیں علم۔ قوت اور حکومت۔ اور پھر خود اُس ہستی برتر کا ہمیشہ موجود اور زندہ رہنا۔ کیونکہ اگر معاذ اللہ اسکی ذات میں کوئی خلل واقع ہو۔ تو کل کے کل نظام میں خلل آجائے۔ قرآن کریم ان ہی اوصاف یعنی حیات طاقت سلطنت و علم کی طرف ذیل کی مشہور آیت یعنی آیت الکرسی ذیل کی تعلیم فرماتی ہے +

اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم +

ترجمہ۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں کسی کی سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کو پیش آرہا ہے (وہ) اور جو کچھ انکے پیچھے (ہو گزرا) ہے

[۱] فسبحٰن الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ ترجمہ۔ پاک ہے۔ وہ ذات ہے جسکے ہاتھ میں سب چیزوں کی حکومت ہے [۱] القھار [۱] الجبار [۱] العلیم [۵] الحکیم (چیزوں کے خواص جاننے والا) [۱] الواحد [۵] خالق (چیزوں کو ملا کر نئی چیزیں پیدا کرنیوالا) [۱] القیوم [۵] الرزاق [۱] الحکیم +

(۵) اسکو (سب) معلوم ہے۔ اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے مگر جتنی وہ چاہے۔ اسکی کرسی (سلطنت) آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہے۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر (مطلق) گراں نہیں۔ اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے +

اس موقعہ پر یہ کہنا ناموزوں نہ ہوگا۔ جیسے کہ مجملاً میں نے آگے بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ جس حقیقت عظمیٰ کو دانایان زمانہ نے تو ایک لمبے تجربے و مشاہدہ اور ایک سرتوڑ اکتشافات کے بعد اور رات دن کی سرگرم کوشش سے دو تین نسل میں دریافت کیا۔ لیکن اُن کی کل علمی کاوشوں کے نتائج صاف اور بین طریق پر ان مذکورہ بالا اسماء پاک میں نظر آتے ہیں۔ اس علمی تحقیق کا کونسا مرحلہ کونسا استنباط یا نتیجہ ہے جس کا قائمقام کوئی نہ کوئی اسم پاک نہ ہو +

یہ میں لکھ چکا ہوں۔ کہ حصول علم کے دو ہی طریق ہیں۔ یا انسانی جدوجہد یا خدا کا الہام اول الذکر کے لئے ایک لمبے وقت اور محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ اسکے نتائج ہمیشہ ہی صحیح ہوں۔ ایک نسل کسی نتیجہ پر آتی ہے لیکن آیندہ نسلیں اس نتیجہ کو ترک کر دیتی ہیں۔ کیونکہ ان پر اس نتیجہ کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر ہزار ہا قسم کی بربادیاں اور نقصانات ان غلط نتائج پر چلنے سے پیدا ہوتے ہیں میں یہ تو مانتا ہوں۔ کہ ہمیں علمی تحقیق سے غافل نہ ہونا چاہئے ہمیشہ علمی مشاغل میں سرگرم رہنا چاہئے لیکن جس علم کا جاننا ازبس ضروری ہو۔ اور انسانی جدوجہد احتمالاً غلط راہ اختیار کر سکے تو یہ تو خدا کا رحم ہوگا۔ کہ ایسا علم اسکی طرف سے آئے۔ میرے اس نظریہ کی دلیل میں یہی مسئلہ ہستی باریتعالیٰ خوب غور سے دیکھ لیا جائے۔ کہ اسلام سے پہلے اور آج بھی اسلام کے سوا ہر ایک مذہب کے بعض پیروں میں دہریت اور تشکک کا ظہور ہوتا رہا ہے لیکن مسلمان (الا النادر کالمعدوم) ملحد یا دہریئے نظر نہیں آتے۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ جب مسلمان نے قرآن شریف میں ان اسماء پاک کو خدا تعالیٰ کی صفات میں دیکھا اور ایک تھوڑے سے غور کے بعد اسے ان تمام کی تشریح کائنات میں نظر آگئی۔ تو وہ آسانی کے ساتھ اس نتیجہ محکم پر قائم ہو گیا۔ جسے آج علمی دُنیا نے صدیوں بعد قبول کر لیا ہے +

قصصِ قرآنیہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

قصصِ قرآنیہ پر دو اعتراض ہوئے ہیں۔ اوّلاً یہ قصص مکمّل نہیں آتے۔ ثانیاً سب کے سب قریباً اسرائیلی ہیں۔ اسی کے ضمن میں جہالت نے یہ اعتراض کرایا ہے۔ کہ ان قصص کا ماخذ ہی توریت ہے۔ کیونکہ قصصِ قرآنیہ توریتی قصص کے جستہ جستہ ٹکڑے ہیں معترض یہ نہیں سمجھتا۔ کہ اگر قرآن منجانب اللہ ہے۔ اور بالمقابل توریت میں اگر تحریف نہیں ہوئی۔ تو اگر قرآن کا سمجھنے والا حسبِ ضرورت کسی اسرائیلی واقعہ کا ذکر کرے۔ اور وہ توریت میں ہو تو بالضرور دونوں جگہ ایک ہی بیان ہوگا۔ لیکن کوئی اُن سے پوچھے۔ کہ جس جگہ قرآن کریم نے توریت سے اختلاف کیا ہے۔ اور انکشافات زمانہ نے قرآن کی تصدیق کی۔ تو وہاں توریت اپنی موجودہ شکل میں خدا کی کتاب اور قرآن کی ماخذ ثابت ہوگی۔ یا قرآن منجانب اللہ ٹھیریگا۔ ان کا اعتراض ایک لاشے امر ہے۔ اور چنداں قابلِ التفات نہیں۔ ہاں پہلے دو اعتراض توجہ کے قابل ہیں +

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک تو قرآن کوئی مختص القوم کتاب نہیں۔ بلکہ کُل نسلوں کی ہدایت کے لیئے آئی ہے۔ اور پھر اس کا نزول کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ نہ یہ کتاب کسی قوم کی تاریخ ہے۔ توریت اسرائیلی قوم کے تنزّل و ترقّی کی داستان ہے۔ اسی طرح وید ایک قوم کی مذہبی شعار کو بتلاتا ہے۔ اگر قرآن صرف عرب کے لیئے ہوتا تو شاید اس میں عربی قوم کی ایک کامل تاریخ ہوتی۔ یہ باتیں کسی مختص قوم کی دلچسپی کا موجب ہو سکتی ہیں۔ دوسرونکو اس کا کیا تعلق ہوگا۔ ایسا ہی اگر کسی قوم یا خاندان کے بعض تفصیلی حالات کسی کتاب میں ہوں تو دوسروں کو اس کیا واسطہ بلکہ ایک زمانہ کے گذر جانے پر اسی قوم کی آئندہ آنی نسلوں کو ہی سے

کیا فائدہ ہو گا۔ مثلاً توریت کی کتاب آستھر میں ایک فاحشہ یہودی لڑکی کے حالات ہیں اس سے دُنیا کو کیا! اور خود یہودی قوم کی کونسی عزت یا اصلاح کا یہ کہانی موجب ہو سکتی ہے۔ یہ باتیں تو اپنے اندر ایک ناول کا رنگ رکھتی ہیں۔ تواریخی حالات انسان کیلئے ایک سبق ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کے جستہ جستہ واقعات۔ باقی حالات تو وہ ہی ہوتے ہیں۔ جو ایک فسانہ نگار بھی تخیل میں لا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے جس طرح بعض نظری امور کی تشریح میں قدرت کے منظر بطور شواہد پیش کئے۔ اسی طرح خاص خاص امور کی تشریح میں اسرائیلی یا عربی قوموں کے خاص خاص حالات کا ذکر کر دیا ہے۔ مثلاً دُنیا کی ترقی و تنزل علے العموم انبیاء علیہم السلام کی ذات سے وابستہ رہی ہے۔ ان لوگوں کے ظہور پر قدامت پرست اُن کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ انھیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے ہیں۔ اُن کے مٹانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ انبیاء کے ہمراہی بھی چھوڑ دیتے ہیں یا حوصلہ ہار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقام صبر و استقامت کا ہوتا ہے آخر کار انبیاء کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور یقیناً ہوتے ہیں۔ اور اُن کے دشمن تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس سبق کے لئے قرآن کریم نے اگر بعض تاریخی واقعات مندرجہ توریت کا ذکر کیا۔ تو دُنیا کو ایک اخلاقی سبق دیا۔ چنانچہ سُورۂ عرفات کی کُل کی کُل آیتیں انھیں امور کو بیان کرتی ہیں +

تاریخ بھی ان ہی اصولوں پر لکھی جانی چاہیئے۔ تاریخ کوئی ناول یا افسانہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرآن کے اس الہام نے مسلمانوں میں فن تاریخ کا نقشہ ہی بدل دیا! اسلام سے پہلے کی تاریخیں فسانہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ ہاں توریت کسی قدر استثنائی حالت میں آ سکتی ہے مسلم مورخین نے فسانہ نگاری کو چھوڑ کر اپنی تصنیف و تالیف میں سبق آموز واقعات ہی بیان کئے +

یہ مسلّم ہے کہ آنحضرت صلعم پر جو مصائب آئے جس طرح وہ اپنی نوعیت میں بے نظیر ہیں۔ ویسے ہی اُن کے مقابل آپ کا صبر و استقامت بھی بے مثل ہے۔ آپ کی تکلیف کا سخت سے سخت زمانہ آپ کی ہجرت سے پہلے کے چند سال تھے۔ اس زمانہ میں سُورۂ عرفات۔ سُورہ یُونس سُورہ ہُود سُورۂ یوسف۔ سُورۂ رعد۔ سُورۂ ابراہیم وغیرہ نازل ہوئیں۔ ان میں آدم سے لیکر جناب مسیح تک اس خطرناک مخالفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو متبعان انبیاء اللہ مرسلین کی اپنے اپنے وقت میں ہوئی۔ یہاں تک کہ مومنین کے بعض کے منہ سے یہ نکلا کہ خدا کی نصرت کہاں ہے۔ اور آخر میں وہ کامیاب ہوئے۔ قرآن نے انکے حالات پیش کرکے

سلہ سورۂ بقر آیت ۲۱۰ +

آنحضرت کے صحابہؓ کو استقامت کا سبق دیا۔ اور مخالفین کو مقام عبرت سمجھایا +

آدم سے لے کر آج تک دو گروہ چلے آتے ہیں۔ ایک وہ جو خدا کی راہوں پر چلے اور دوسرے جو شیطان کے تابع رہے۔ آخرالذکر لوگ مغلوب ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم موسیٰ کے مقابل فرعون اور ابراہیمؑ کے مقابل نمرود کا ذکر کرتا ہے بعض جگہ آنیوالی متکبر اور باعروج قوموں کو عبرت دلاتے کے لئے قوم ثمود و عاد وغیرہ کی شوکت اور انکی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے +

ان قصص میں سے جناب یوسف کے واقعات خاص کر سبق آموز تھے۔ جناب یوسف کو نہایت بےطرح اور ظلم کے ساتھ آپکے بھائیوں نے تکلیف دی۔ آپ جلاوطن ہوئے۔ پھر آخرکار آپکے بھائی ہی ذلیل وخوار ہو کر آپکے سامنے آئے معافی کے خواستگار ہوئے جس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم (سورہ یوسف آیت ۹۲) (آج تمہارے برخلاف کوئی سرزنش نہ ہوگی) جناب یوسف کی کوئیں کی حالت اور پھر بعد میں سلطنت مصر ایک عبرت انگیز واقعہ ہے عین خطرناک مصائب کے وقت صحابہ کرام آنحضرت صلعم سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو کب کامیابی ہوگی۔ اور یہ وہ وقت ہے۔ جب آپ کے لئے یا آپکے ہمراہیوں کیلئے کوئی صورت نجات نظر نہیں آتی۔ اس کے جواب میں سورت یوسف نازل ہوتی ہے۔ اور اس کی ساتویں آیت میں حکم ہوتا ہے۔ کہ یوسف اور اسکے بھائیوں کے حالات میں ایسے سائلین کا جواب ہے۔ چنانچہ جناب یوسفؑ کے ملتے جلتے حالات میں سے آنحضرت صلعم گذرے۔ یوسف سے بڑھ چڑھ کر آپ کو کامیابی نصیب ہوئی۔ انہی کامیابیوں میں ایک دن وہ بھی آگیا کہ آپ منصور و مظفر ہو کر مکہ میں جاتے ہیں۔ آپکے جدی بھائی یوسف کے بھائیوں کی طرح عاجزانہ حالت میں آپکے سامنے پیش ہوتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں آج تمہیں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں کو کہا یعنی لا تثریب علیکم الیوم۔ چنانچہ اس آن ہر ایک کی زبان پر یہ آیت آگئی۔ اور وہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ ان فی یوسف واخوتہ آیت للسائلین (یوسف اور اس کے بھائیوں میں سائلیں کے لئے نشانات ہیں) +

علاوہ ازیں ان قصص کو بیان کر کے قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کی تطہیر فرمائی پیغمبروں کے مخالفین تو خیر بدقسمتی سے خود ان کے موافقین نے ان پاک لوگوں کے متعلق مزیل شان باتیں بیان کیں۔ مثلاً اسی ملک میں ہر ایک زمانے نے جناب کرشن جیسے پاک انسان کے متعلق گندے سے گندے

قصے تراشے اسرائیلیوں نے عموماً عنادی بعض باتیں توریت میں بڑھا دیں۔ چنانچہ داؤد ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے چل کر بادشاہ ہو گئے خدا کے نبی ہوئے پھر حضرت سلیمان تو ہر معنوں میں خلیفۃ اللہ تھے۔ خاندانی و معاصری عناد نے بعض علماء یہود کو اُن کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ جناب داؤد پر تو زنا کا الزام دیا۔ مثلاً آج انگریز مصنفوں نے مغلیہ راج جیسی ہر دلعزیز اور کامیاب سلطنت کو مطعون کرنے کیلئے ہر مغل فرمانروا پر حملے کئے۔ چنانچہ جہانگیر کو نور جہاں کا شیفتہ بنا کر یہاں تک لکھ دیا۔ کہ اس نے نور جہاں کے خاوند علی قلیخاں کو قتل کرانے کیلئے بنگال کی مہم پر بھیج دیا۔ ویسا ہی جھوٹا قصہ جناب داؤد کے متعلق تراشا گیا۔ انھیں اوریہ کی بی بی کا عاشق ظاہر کیا۔ پھر یہ لکھا گیا۔ کہ آپ نے اسکے شوہر اوریہ کو ایک جنگ پر بھیج دیا۔ اور اس طرح اپنے مقصد بد میں کامیاب ہو گئے معاذ اللہ من هذا لمقوات۔ سفر یورشلیم میں مجھے یہودیوں نے وہ مکان تک دکھلایا جہاں سے جناب داؤد نے کھڑے ہو کر اوریہ کی بی بی کو ننگی نہاتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے بعد جناب سلیمان کی شان و شوکت نے تو بالضرور حسد کو بھڑکایا۔ اُن کی توریت کی بیان کردہ زندگی کو دیکھ کر ایک عیاش بادشاہ کی زندگی سامنے آجاتی ہے۔ پھر ملکہ سبا کے واقعات اور آپ کی تصنیف میں سے غزل غزلات دیکھ کر انسان متحیر ہو جاتا ہے۔ کہ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے ہدایت دینے آتے ہیں۔ اسی طرح یہودیوں کو اموی وغیرہ قوموں سے ہمیشہ مخالفت رہی۔ چونکہ اموی وغیرہ اپنی نسب کو بھی بہت دور تک پہنچاتے تھے۔ جناب لوط کی دو بیٹیوں کو اپنے اجداد میں سے بیان کرتے تھے۔ یہودی مصنفین نے انکے اس فخر کو توڑنے کیلئے یہ بیان کیا۔ کہ جب لوط علیہ السلام کی لڑکیاں جوان ہو گئیں۔ تو انھوں نے جذبات جوانی سے مغلوب ہو کر اپنے باپ کو شراب میں مدہوش کیا۔ حالت نشہ میں اپنے باپ سے سیاہ کاری کی جس سے وہ دونوں حاملہ ہو گئیں۔ اور اُن کے ولد الزنا بچے ان قوموں کے آبا و اجداد ٹھیرے۔ اسی طرح کسی مصلحت سے جناب ابراہیم اور جناب یوسف پر دروغگوئی کا الزام دیا گیا۔ جناب مسیح اور آپ کی والدہ پر آپ کی ولادت کے متعلق خطرناک حملہ کیا۔ الغرض ہر صالح پر کوئی نہ کوئی الزام رکھا یہودیوں کے بعد جب اُنکے شاگرد عیسائی پیدا ہوئے۔ تو انھوں نے مسیح کی الوہیت کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری سمجھا کہ آپ کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں۔ حتّٰی کہ انبیاء کو بھی گناہ سے معصوم نہ رکھا اس سے بڑھ کر کل نسل انسانی کو گناہ زادہ قرار دیا۔ بلکہ صرف جناب مسیح کے حمل کو معصوم حمل کہا۔

گویا باقی ہر ایک نبی آدم محلِ عصیاں سے پیدا ہُوا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ سب الزامات بُہتان و افترا تھے۔ اسلئے خدا کی کتاب یعنے قرآن کا فرض تھا۔ کہ دُنیا کے صالحین کو ان الزامات سے پاک کرے۔ ان نادان عیسائیوں سے کوئی دریافت کرے۔ کہ اگر انبیاء کے گناہ گار ٹھیرانے میں اسرائیلی وقائع نگار سچے ہیں۔ تو پھر وہ بھی جناب مسیح کی ولادت پر حرف رکھتے ہیں۔ اس قصہ کو کیوں تسلیم نہ کیا جائے +

الغرض سب سے اول تو آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کا بچہ ولادت کے وقت گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ عیسائی اعتراض کی تردید فرمادی۔ جو انھوں نے کُل نسل انسانی پر کیا تھا۔ پھر قرآن کریم میں ان جھوٹے قصوں میں سے کسی کی تو تشریح کر دی۔ اور کسی نبی کی شان میں ایسے الفاظ فرمائے کہ جو ان الزامات کے دفعیہ کیلئے کافی ہوں۔ جناب ابراہیم اور یوسفؑ کو صادق نہیں بلکہ صدیق کہا۔ صادق کے معنی بھی سچ بولنے والا کے ہیں لیکن اس سے اس کے کسی خاص قول کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یعنی وہ اس بات میں سچا ہے۔ ممکن ہے اُسنے کسی اور وقت جھوٹ بولا ہو۔ لیکن صدیق سے وہ شخص مُراد ہے جس کی فطرت میں راستی اور نیکی ہو۔ جناب مریم کو اسی لئے صدیقہ کہا۔ کہ وہ یہودیوں کے الزامات سے پاک تھی۔ مسیح کو الزام ولادت کے باعث اگر یہودی رُوح شیطان یا کلمۂ شیطان کہتے تھے۔ تو ایک طرف قرآن نے آپ کا نام رُوح اللہ اور کلمۃ اللہ رکھا۔ دوسری طرف آنحضرت صلعم نے فرمادیا۔ کہ انھیں اور اُن کی ماں کو تو شیطان نے چھوا تک نہیں۔ جناب لوط کو مطہر انسان کہا۔ پھر کُل انبیاء علیہم السّلام کو صالحین بیان کیا۔ جناب سلیمانؑ کا اور ملکہ کا واقعہ بیان کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کسقدر متقی تھے۔ اور کس عقلمندی اور راستی سے آپنے ملکہ موصوف کو مسلمان کیا۔ ان امور کیلئے بھی ضروری تھا۔ کہ توریت کے قصص میں سے بعض حالات کا بیان ہو +

ان قصص کے بیان کرنے کی ایک یہ بھی غرض تھی۔ کہ نیکی اور بدی کے موقعہ و محل بتلائے جائیں کیوں تو بدی سے بچنے کا نام نیکی ہے لیکن بدی سے بچنا صرف اس چیز کا نام نہیں کہ انسان کو بدی کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ یا صداقت اس کا نام نہیں کہ انسان پر وہ حالات ہی وارد نہ ہوں۔ کہ جن کے ماتحت ایک انسان راستبازی چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے اس میں شبہ نہیں۔ کہ جناب مسیح ایک معصوم انسان تھے۔ لیکن بعض اخلاق کے متعلق وہ آزمائش میں نہیں ڈالے گئے۔ جناب یوسف اور عورت کا ذکر اسلئے کیا گیا۔ کہ صحیح تقوے کی حقیقت نظر آئے یوسف ایک گھر میں ہیں جہاں انکی ہر طرح عزت ہوتی ہے۔ وہ زمانہ بھی کم و بیش نوجوانی کا زمانہ تھا گھر کی مالکہ آپ سے آشنا ہونا چاہتی ہے۔ وہ پہلے درجہ کی حسین و جمیلہ ہے۔ مقام خاص ہر طرح کا امن و بیخوفی ہے۔

چھیڑ چھاڑ عصمت کی طرف سے ہوتی ہے۔ پھر ایک کامل جوان جذبات پر قابو پاکر یہ کہتا ہوا۔ اِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ۔ اس مقام سے بھاگ جاتا ہے۔ اور بھاگنے کی ایک وجہ یہ بتلاتا ہے۔ کہ وہ نمک حرام نہیں۔ اس گھر کے مالک نے اسکی پرورش کی ہے۔ اور اسطرح عزت کی ہے۔ سو اصلی نیکی تو اس کا نام ہے۔ نہ یہ کہ کسی کو یہ حالات ہی میسر نہ ہوں۔ اور پھر وہ کہے کہ میں زنا سے بچا ہوں۔ ایسے ہی جناب ابراہیم کو آتشِ ظلم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور وہ صداقت کی خاطر تکلیف کو سہتے ہیں۔ سو راستبازی اس کا نام ہے۔ کہ حسب تعلیم قرآن انسان مشکلات میں راستباز رہے[1] کیا یہ ممکن ہے۔ کہ جناب ابراہیم جیسا صدیق انسان کسی بادشاہ کے سامنے یہ کہدے۔ کہ اسکی ہمراہی اسکی بہن ہے۔ اسکی بیوی نہیں۔ یہ سب الزامات ہیں +

قرآن کریم کی تیسری غرض ان قصص کے بیان کرنے میں توریت کی غلطیوں کی تصحیح کرنی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی مدنظر تھا۔ کہ قرآن عالم الغیب کی کتاب سمجھی جائے۔ چنانچہ فرعون کے غرق ہونے کے متعلق توریت کا یہ بیان کہ اسکے جسم کا پتہ ہی نہیں لگا۔ آج غلط ثابت ہو گیا۔ اور قرآن کا بالمقابل یہ فرمانا کہ اُسکے جسم کی حفاظت کی گئی۔ اور وہ آئندہ محفوظ رہے گا۔ آج ثابت ہو گیا +

قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں بعض ایسے اسرائیلی واقعات بیان کئے ہیں۔ جن کا ذکر توریت میں نہیں۔ ان واقعات کو بیان کر کے یہ کہا ہے۔ کہ یہ واقعہ تو تمہیں معلوم نہ تھا۔ یہ تو ہم نے بتلایا۔ مثلاً جنابِ مریم کے تکفل میں قلموں کے ذریعہ قرعہ اندازی اور پھر صدیقہ کا جنابِ زکریا کی کفالت میں آنا یہ توریت میں نہیں یہ الہام الٰہی ہے۔ ایسا ہی عرب کے بعض تاریخی حالات بھی قرآن بیان کرتا ہے۔ اُن کا نام و نشان بھی آنحضرت صلعم کے وقت نہ تھا۔ وہ واقعات بھی جہالت کے اعتراض کے ماتحت رہے۔ لیکن آج جنگ عظیم کے ضمن میں عرب اور ایسے ہی ان کے بعض ایسے کھنڈرات کی تحقیق ہوئی۔ جنہوں نے قرآن کریم کی تصدیق کی +

قرآن کریم نے اسرائیلی قصص کو کیوں مدار تشریح قرار دیا

یہ ایک معقول اعتراض ہے۔ خصوصاً جب کوئی کتاب کُل قوموں کیلئے آئے تو کسی خاص قوم کو کیوں انتخاب کرے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس غرض کیلئے اُس کتاب نے بعض تاریخی واقعات کا جستہ جستہ ذکر کیا۔ اس غرض کو اسرائیلی قوم کی تاریخ ہی پورا کرتی ہے۔ اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسرائیلی واقعات سے اور قومیں کم دلچسپ خالی ہیں لیکن اسلام سے پہلے اسرائیلیوں کے سوا کسی اور قوم کی ایسی مسلسل تاریخ ہی نہیں ملتی۔ جو کم از کم اس قوم کی ہی محفوظ

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۷۷ +

ہو۔ جب پہلے ہندو قوم کو ہی لے لو تنزل و ترقی دونوں باتیں ہندی قوموں میں رہیں۔ اشوک اور بکرماجیت جیسے بڑے بڑے بادشاہ گذرے۔ سری کرشن۔ بدھ۔ اور رامچندر جی جیسے ہادی ہوئے۔ لیکن خود ہندوؤں کی لکھی ہوئی کوئی ایسی تاریخ نظر نہیں آئی۔ کہ جس کے صحیح واقعات کو بطور سبق یا عبرت پیش کیا جاسکے۔ یہ تو ہم مانتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں سب طرح کے واقعات پیش ہوئے ہونگے لیکن کیا دید۔ مہابھارت۔ رامائن یا کوئی ہندی فسانہ ان تاریخی اغراض کو پورا نہیں کرتا۔ جو ان کے سامنے تھے۔ مورخانہ نگاہ سے یہ تو ہندو قوم کا حال ہے۔ جن کے ہاں کچھ نہ کچھ مذہبی کتابیں بھی ہیں۔ لیکن ایران کی کونسی تاریخ ہمیں کچھ سبق دے سکتی ہے۔ حالانکہ ساسانی ایک وقت جلال و شوکت کے مالک گذرے ہیں۔ ایرانی تاریخ قدیم میں سے فردوسی کے ہاتھ ایک باستان نامہ جیسی غیر معتبر کتاب آئی۔ جس کی بنا پر شاہنامہ تیار ہوا۔ اگر آج شاہنامہ نہ ہو تو ایران و توران کا حال کوئی نہیں جانتا۔ لیکن شاہنامہ میں بھی تمدن تہذیب اخلاق آداب کا کوئی سبق موجود نہیں مجموعہ دساتیر۔ ایک مجموعہ رسمیات مذہبی ہے۔ لیکن کہیں فسانہ کے رنگ میں تاریخی واقعات بھی ہیں۔ یونان کی ماسبق تاریخ کو دیکھا جائے کچھ تو ضرور ہومر کی طفیل دستیاب ہوتی ہے۔ لیکن وہ فسانہ رافیہ ہے۔ اور اصنام پرستی کے واقعات نے اُسے قابل اعتبار نہیں رکھا۔ باقی یونانی فصحا وقت کی تقریریں اور ان کے اقوال بھی موجود ہیں۔ افلاطون اور ارسطو وغیرہ کا فلسفہ بھی زندہ ہے لیکن ان باتوں میں بھی تعمیر اخلاقِ قوم کے اصولوں کی تشریح کے لئے مکمل سبق نظر نہیں آسکتے۔ یہی تاریخ روما کا حال ہے۔ رومی قوانین بالضرور موجود ہیں۔ اور وہ مفید بھی ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن صرف یہ بات تو کل مطالبات کو پورا نہیں کرتی۔ الغرض مصری۔ ساسانی فنیقی تہذیبیں بھی حقیقی تاریخ سے مبرا ہیں +

بالمقابل اسرائیلی قوم کے حالات بہت حد تک محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ایک خاص حالات کی قوم ہے۔ جو غلامی اور مظلومی کی حالت سے نکل کر شوکت سلطنت اور کامل شجاعت کی مالک ہوئی۔ اُن کی ترقی کے اسباب اُن کے تنزل کے وجوہ ان میں سے بعض کی فرمانبرداری اور بعض کی روگردانی اور ان کا تمرد۔ بعض کا متقی ہونا اور بعض کا فاسق و فاجر بننا اُن کی شفقت و رحمت اُن کا بغض و عناد الغرض ان میں ہر طبقہ کے انسانوں کا ہونا یہ امر ان کو مستحق ٹھیراتا ہے۔ کہ تہذیب و تمدن انسانی کا جو بھی سبق مہیا

ہو اس کے اصولوں کی تشریح اسرائیلی قوم کے واقعات سے ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اور قومیں ان حالات سے خالی رہیں۔ اُن کے حالات بھی ایسے ہونگے۔ لیکن اسلام سے پہلے یہودیوں کے سوا کسی قوم نے اپنے حالات کی لفظی تاریخ نہیں کھینچی۔ جو ایک حد تک محفوظ رہی ہو۔ اس میں تحریف بھی ہوئی۔ لیکن تاریخی مقاصد کے لئے قبل انسان دُنیا کی یہ بہترین کتاب ہے۔ ایک مغربی مُصنف نے کیا سچی بات کہی ہے کہ توریت اسلئے بھی قابل مطالعہ ہے۔ کہ اس میں جہاں انسانی کمالات کے نقشے ہیں وہاں انسانی کمزوریوں کی بھی تصویریں موجود ہیں۔ ان اُمور کو سامنے رکھ ہمارے معترض بزرگ خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ قرآن مجید اگر اسرائیلی قصص پر حصر د کرے تو پھر کس طرف دیکھے +

اقتباس از احادیث نبوی صلعم

۱۔ شریف النفس ہی فقط طبقہ نسوان کی عزت و توقیر کرسکتا ہے۔ اور ان سے مُروّت و رحم کا سلوک روا رکھ سکتا ہے کیونکہ فطرت انکی بہ نرمی کرتا ہے

۲۔ گفتگو میں ذکر اللہ کرتے رہو لا اسکے بہتر ہے۔ جو اعمال حسنہ کرتا اور کہتا ہے۔ کہ میں ان میں سے ہوں۔ جو اللہ کے حضور سر تسلیم خم کرتے ہیں +

۳۔ تم میں سے ہر ایک ایک گلہ بان کی مانند ہے۔ اور گلہ بان ہی سے اس کے ریوڑ سے متعلق باز پرس ہوگی +

۴۔ ایک مسلم جو اسلامی معاملات میں انکی تنظیم میں تکلیف نہیں اُٹھاتا۔ وہ مسلمانوں میں سے نہیں +

۵۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ تم کسے مضبوط اور طاقتور خیال کرتے ہو۔ پیروؤں نے عرض کی وہ جو لوگوں کو نیچا دکھا دے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا نہیں۔ بلکہ وہ جو غیظ و غضب کے وقت اپنے اوپر قابو رکھتا ہے +

۶۔ محض دو خصلتیں ایسے دو عیوب ہیں۔ جو ایک سچے و مخلص مسلم میں پائے نہیں جا سکتے +

۷۔ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے وہ ایسا کرنے میں بالکل دریغ نہ کرے۔

۸۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی تیمارداری کرو۔ اور غلاموں کو آزاد کرو۔ میری تعریف ایسی نہ کرو جس طرح عیسائی ابن مریم کی کرتے ہیں۔ کیونکہ میں فقط خدا کا ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں +

۹۔ اسراف کئے بغیر کھاؤ اور پیو۔ اور خیرات دو +

۱۰۔ مومنوں میں سب سے مکمل وہ ہے۔ جسکے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ اور ان میں افضل وہ ہے۔ جو اپنی بیوی سے نیک اور اچھا سلوک کرتا ہے

۱۱۔ ایک انسان کو اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی بیوی اور بچوں کو سلام کرنا چاہیئے +

۱۲۔ جو شخص اپنے آپ کو ایک پہاڑی کی چوٹی سے گرا کر خودکشی کریگا۔ اس کا ٹھکانا نار جہنم ہوگا۔ اور جو کوئی زہر کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کریگا۔ وہ بھی آتش دوزخ میں جلیگا۔ اور جو کوئی اپنے آپ کو لوہے سے مار کر ہلاک کریگا۔ وہ بھی نار جہنم میں جلیگا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از دفتر دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔ ذیل کی چند سطور جو زکوٰۃ کے متعلق ہیں آپ کی توجہ کی محتاج ہیں۔ یوں تو زکوٰۃ کا کوئی خاص مہینہ نہیں جن کے ہاں جو وقت سال میں آمد کے حساب کا ہو۔ اِس پر زکوٰۃ کا حساب لگاکر یکمشت یا باقساط رقم زکوٰۃ کو ادا کر دیں۔ لیکن مستحسن طریق یہی سمجھا گیا ہے کہ زکوٰۃ ماہ رجب میں دیجائے۔ یہ مہینہ اسلیئے تجویز ہوا ہے کہ اس ماہ میں شب معراج آتی ہے۔ جس نے انسانی کمال کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور یہ تبلایا کہ ایک خاک کا پتلا کہاں سے کہاں پہنچا ہے۔

امید ہے کہ جناب ذیل کی سطور کو مطالعہ فرماکر ووکنگ مسلم مشن کے کار خیر میں اعانت فرماکر داخل حسنات ہونگے۔

خادم

یکم رجب سنہ ۱۳۴۹ ہجری

خواجہ عبدالغنی سکرٹری

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ :۔ خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور اُن کارکنوں کا جو مالِ خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں۔ اور اُن لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے اِن

مصارف ہیں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے اور نیز قیدِ غلامی سے غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زادِ راہ میں۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحبِ تدبیر ہے +

آیت بالا میں زکوٰۃ کے آٹھ مصرف قرآن کریم نے خود تجویز کئے ہیں۔ اور وہ مساکین و فقراء کی امداد۔ فی الرقاب یعنی فی زمانا نادار قرضداروں کے قرضے اتارنے اور ایسوں کو بندھنوں سے آزاد کرنا۔ مسافروں کی رفع تکلیف۔ فی سبیل اللہ امور کی امداد۔ مؤلفۃ القلوب کی امداد۔ محصلین زکوٰۃ اور خدا کی راہ میں کام کرنے والے کا مایحتاج +

ان آٹھ مصارف زکوٰۃ میں سے فی سبیل اللہ سے مقصد اسلام اور اسکی تبلیغ ہے۔ اور یہ سب کا اتفاق ہے۔ اور ان آٹھ مقاصد زکوٰۃ میں تین مقاصد تو کم از کم اشاعتِ اسلام سے وابستہ ہیں۔ اور حقیقت الامر تو یہ ہے کہ اسلام آج سب مسلمانوں سے بڑھکر مسکین و فقیر ہے بہرحال ہر ایک شخص کی زکوٰۃ کا ۲/۸ تو لازمًا اشاعت اسلام میں خرچ ہونا چاہیئے۔

گزشتہ بیس سالوں میں جو اسلامی تحریکات ہندوستان کی فضا میں وقتًا فوقتًا رونما ہوتی رہی ہیں۔ ان کُل کی کُل تحریکات نے ہمپر یہ ظاہر کردیا کہ خدا کے نزدیک بھی اشاعتِ اسلام ہی ایک محبوب ترین کام ہے۔ باقی تحریکوں میں ہماری ناکامیاں۔ اور یورپ میں اشاعتِ اسلام کے کام میں ہماری شاندار ترقی و فوق العادۃ کامیابی یہی امر ظاہر کرتی ہے کہ خدا کے فضل سے مغرب میں اشاعتِ اسلام گزشتہ انیس ۱۹ سالوں میں ہر طرح کامیاب ہوئی ہے۔ لوگ لکھوکھا روپیہ صرف کرکے بیرونٹ بنتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اہمیں اپنے فضل سے کئی بیرونٹ اور لارڈ ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی جدوجہد سے عطا فرمادیئے۔ یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ حکمران قوم کے معزز احباب ہم میں شامل ہورہے ہیں۔ کیونکہ حکومت وقت کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ شخص بھی بڑا بھاری ہوتا ہے۔ ضرورت صرف اسوقت یہ ہے کہ ووکنگ مسلم مشن (انگلستان) میں ہمارے مبلغین کی تعداد بڑھے۔ اور ہمارا اسلامی لٹریچر کثرت سے مفت تقسیم ہو اور یہ کوئی مشکل امر بھی نہیں۔ اس مبارک مہینہ میں ہم یہ کام کرسکتے ہیں۔ اگر ہم سب کے سب جن کو اس کارِ خیر سے شدید محبت ہے اور رہی ہے۔ اپنی زکوٰۃ کا اگر نصف حصہ بھی انگلستان میں تبلیغ

اسلام کے سپرد کر دیں تو مشن ووکنگ ٹرسٹ کی مالی تقویت کا موجب ہوگا۔

ووکنگ مشن ایک باضابطہ رجسٹرڈ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جسکا ضابطہ حساب آمد خرچ رکھا جاتا ہے۔ جسکو آڈیٹر باقاعدہ آڈٹ کرتا ہے۔ اگر برادران اسلام من حیث القوم اس کارِ خیر کی طرف توجہ فرمائیں تو بہت جلد اسکا سرمایہ محفوظ چھ لاکھ روپے تک پہنچ سکتا ہے۔ اس سرمایہ محفوظ کا سالانہ منافع ہی مشن کے اخراجاتِ کثیر کا بہت حد تک کفیل ہو سکتا ہے اور مشن مذکور آئے دن کے چندوں سے مخلصی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر مسلم بھائی اپنی زکوٰۃ و صدقات، نذر و نیاز کا معتدبہ حصہ اس کارِ خیر کے لیئے ارسال فرماتے رہیں تو بہت جلد مجوزہ سرمایہ پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ بفضلہ تعالےٰ مشن ٹرسٹ کے پاس اسوقت پہلے لاکھ کے لگ بھگ سرمایہ محفوظ میں جمع ہو چکا ہوا ہے جس کا سالانہ منافع اڑھائی ہزار روپے کے قریب ہے۔ مسلم قوم ہمیشہ ہی مخیر واقع ہوئی ہے۔ اسلامی کاموں میں حصہ لینے میں انہوں نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اور ہمیشہ کھلے دل کے ساتھ قومی کاموں میں حصہ لیا ہے۔ اگر ایک دفعہ ہم سب ملکر ووکنگ مشن ٹرسٹ کے سرمایہ محفوظ کو چھ لاکھ تک پہنچا دیں تو یہ مشن انشاء اللہ تعالےٰ مستقل طور پر سرزمین تثلیث میں ہمیشہ کیلئے مستحکم ہو جائیگا اور مشن مذکورہ آیندہ کیلئے مسلم جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ اس سرمایہ محفوظ کا منافع یورپ میں اشاعتِ اسلام کے سوا اور کسی امر پر خرچ نہ کیا جائے گا۔

اِس جگہ پر مجھے اِس امر کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض کیا تھی۔ سیرت نبویؐ اور تاریخ اسلام کا مطالعہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند کرنے کے لیئے مبعوث ہوئے۔ خود آپؐ نے اور آپؐ کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اس مقصدِ عظمےٰ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیئے بڑی بڑی بھاری قربانیاں فرمائیں۔ اعلائے کلمۃ اللہ میں صحابہ کرامؓ نے اپنی جانیں اور مال تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ ہر قسم کے جسمی آلام و تکالیف اٹھائیں

برادرانِ اسلام! آپ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی اتباع میں اس اہم فریضہ کی ادائیگی۔ ووکنگ مشن کے کارِ خیر میں حصہ لے کر کر سکتے ہیں۔ ووکنگ مشن ہی آج تمام دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک واحد اسلامی مشن ہے جسکی فرقۂ اسلام تعلق نہیں جو یورپ میں اللہ کا نام بلند کر رہا ہے

اور اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے اس مشن کو مستحکم کرنا ہر مسلم و مسلمہ کا فرض اولین ہے۔ اس لئے
بڑی استدعا ہے کہ آپ اس کے فنڈ کو مضبوط بنائیں۔ اور اپنی زکوۃ صدقات کا ایک
معتد بہ حصہ اس سال اس کو ارسال فرما کر داخل حسنات ہوں۔

عیسائیوں کی طرف سے جو پُر زور تحریک تبلیغ دین کیلئے ہو رہی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں کہ بعض بعض ملکوں میں [illegible]
بیسیوں سالوں میں بھی اُنکے مشن کی کسی شاخ نے ایسے مہتم بالشان نتائج نہیں دکھائے جو ووکنگ مسلم مشن نے
تیس سالوں میں دکھا چکا ہے۔ جہاں کامرانی کی موہوم امید بھی ہو وہاں لوگ اپنا سیم و زر پانی کی طرح بہا دیتے ہیں
مگر یہاں تو امید نہیں بلکہ کھلی کھلی کامیابی اور بے نظیر کامگاری بھی مشاہدہ کرا دی گئی ہے۔ لیکن پھر بھی خاموشی؟
خاموشی ہے اور سوائے معدودے چند با ہمت افراد کے باقی سات کروڑ مسلمان یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اسلام
زندہ ہے یا مرے ہمیں اس سے کیا سروکار ہے لیکن اسلام تو نہ صرف زندہ ہی رہیگا بلکہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کا
وعدۂ قرآنی بھی اسکا انشاء اللہ پورا ہو کر رہیگا۔ مگر ان احباب کی ہمتوں پر جو اسوقت موجود تو ہیں اور فقط
تماشہ کو دیکھ رہے ہیں۔ کتنا بڑا دھبہ ہوگا اگر انہوں نے اسوقت اسلام کو ترقی دینے کی بجائے بے توجہی
قائم رکھی [illegible] دیا اسلئے سب برادران اسلام سے ہماری یہ اپیل ہے کہ اسوقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں
اسوقت محض رضائے الٰہی کی عظمت، دین محمدی کی خاطر۔ اور توحید الٰہی کو قائم رکھنے کیلئے ہمت و کوشش
دکھائیں اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلکر جہان پر ثابت کر دیں کہ مسلمان دین اسلام کی تبلیغ کی خاطر کیسی ایثار
کرنیوالی قوم ہے اور اسکی ہمت کسقدر بلند ہے۔ مسلمانوں کے اندر کثرت سے خیرات ہوتی ہے مسلمان اچھے کاموں پر
روپیہ صرف کرنے کو بھی تیار رہتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ انکی خیرات کا بہترین مصرف اسوقت نیکی کے تمام
کاموں میں سب سے افضل، مقدم اور اہم اشاعت اسلام کا کام ہے۔ اور یہ اشاعت اسلام کا کام ووکنگ مسلم مشن
کے ذریعے شروع ہو چکا ہوا ہے اُسکا قائم رکھنا ہر ایک مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب
ہر ایک مسلمان تھوڑا بہت حسب استطاعت مدد کرے۔ اور اگر خدانخواستہ مسلمانوں کی عدم توجہی سے اس مشن کو کسی طرح کا
نقصان پہنچا تو مسلمان جو پہلے ہی ہمت کھو بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر شاید آئندہ کبھی بھی اپنے دین کو دوسروں تک
پہنچانے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ اگر دین کی اشاعت کا کام مسلمانوں میں کمزور ہو گیا تو پھر حفاظت اسلام کا بھی کم ہو
[illegible] رہیگا۔ اشاعت و حفاظت اسلام کا سوال ایک دوسرے سے وابستہ ہیں [illegible] اپنا فرض ادا کر دیا
لوگوں میں تحریک کا پیدا کرنا۔ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ [illegible]

ضروری نوٹ [illegible]